بسم اللہ الرحمن الرحیم

انجمن اہل قرآن لاہور کا ماہواری رسالہ

اشاعۃ القرآن

قیمت
عام خریداروں سے
سالانہ پیشگی
مع محصول ڈاک

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۰۶ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۲۴ھ

جلد ۱

اغراض و مقاصد

مسلمانوں میں اس اصول کو پھیلانا کہ صرف قرآن مجید ہی دینی ضروریات کیلئے ہر طرح کافی ہے۔ اور عالیشان و مکمل کتاب زید و عمر کی روایات کی محتاج نہیں۔

حق انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو غلط فہمیاں مختلف فرقوں میں پھیلے ہوئے ہیں انکی اصلاح و ... ان سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا۔

مخالفین کو قرآن کریم سے معقول جواب دینا۔

... ترجمہ و تفسیر جو غلط کئے گئے ہیں ... صحیح ترجمہ و تفسیر کرنا۔

... کی تعلیم ... عقل ...

... دینا

قواعد و ضوابط

۱- قیمت سالانہ بہر صورت پیشگی آنے پر رسالہ جاری ہو سکتا ہے

۲- نمونہ کا پرچہ ۲ر سے مل سکتا ہے۔

۳- خط و کتابت یا روپیہ بھیجتے وقت اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہئے تا کہ روانگی میں کسی طرح کی غلطی نہ رہے۔

۴- نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند بصد شکریہ درج ہونگی۔

۵- جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۶- جو صاحب ہمارے کسی مضمون پر معقول اعتراض لکھ کر بھیجینگے انکے ... شائع کر دیا جاویگا۔

۷- ... اشتہارات ... چھپ سکینگے ...

۸- تمام خط و کتابت ...

پہلے اسے ضرور پڑھو

مولوی عبداللہ صاحب کا موعودہ رسالہ

مسمّٰی بہ

برہان الفرقان علیٰ صلوٰۃ القرآن

مولوی عبداللہ صاحب نے جب اپنا یہ اعتقاد ظاہر کیا کہ یہ صرف قرآن مجید ہی ہم تمام مسلمانوں کو د
لئے کافی ہے۔ اور کہ اسکی موجودگی میں کسی حدیث یا فقہ کی کتاب کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ احکم ا
نے اپنی پاک کتاب کی ہر طرح تکمیل کر دی ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ جو امور ان
نجات اخروی کے لئے ضروری تھے ان سب کی کامل اکمل مفصل اور احسن طریق سے ذات پاک نے
جامع کتاب میں تعلیم کر دی ہے اور اس تعلیم کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا جس کے لئے ہمیں عمرو زید کی
حاجت پڑے" تو فوراً مولوی صاحب کے اس اظہار اعتقاد پر ایک شور برپا ہو گیا۔ اور اس شور
صدا بڑے زور کے ساتھ آئی کہ تفصیل نماز قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اگر اپنے دعوے
ہو۔ تو نماز کی تفصیل و توضیح قرآن مجید سے دکھاؤ۔

اس پر مولوی صاحب نے ارادہ کیا کہ ایک مشرح رسالہ نماز شائع کیا جائے۔ جس میں ہر ایک
نماز کا بیان مع دلائل آیات قرآنی ہو۔ لیکن بعض مخلصین نے یہ ضروری خیال کیا کہ پہلے ص
کے اذکار و ارکان وغیرہ ضروری امور چھاپ دئے جائیں تاکہ جو لوگ مولوی صاحب
سے مستفیض ہو کر قرآنی نماز کو سمجھ چکے ہیں انکو اس نماز کے یاد کرنے میں سہولت ہو۔ چنا
مختصر رسالہ بنام صلوٰۃ القرآن چھاپ دیا گیا۔ جسکی سینکڑوں کاپیاں شائع ہو چکی ہیں۔ غرض
رسالہ ہذا کے پاس اگر وہ نہ پہونچا ہو تو ارشاد فرماویں۔ تاکہ بھیجدیا جاوے۔

اب مفصل و مشرح رسالہ نماز کی اور بھی زیادہ ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ رسالہ تالیف
ساتھ چھپتا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے ۱۵۲ صفحے اشاعۃ القرآن کے گذشتہ ۱۰ نمبروں میں شائع
ہیں۔ اس رسالہ میں بوجہ بعض مجبوریوں کے نماز کا کوئی حصہ شائع نہیں ہو سکا ناظرین معا
لیکن آئندہ اس کی کسر نکال دی جاویگی۔

ایڈیٹر

معذرت

اس رسالہ کے لئے مضامین تو اکثر کئی ایک تیار رہتے ہیں۔ کوئی مرزا کے متعلق۔ کوئی اہل حدیث کی بابت۔ کوئی آریوں کی نسبت۔ اور خصوصاً ہماری نماز مدلل۔ اور یہ سارے مضامین ضروری ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ رسالہ کے صفحات بالکل تھوڑے ہیں۔ اس لئے ان سارے مضامین کیلئے ہر دفعہ گنجائش نہیں نکل سکتی۔ تو کبھی کوئی مضمون درج کیا جاتا ہے اور کبھی کوئی۔ امید ہے کہ ناظرین اس بات میں ہمیں معذور خیال فرمائیں گے +

ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کلام الٰہی ہونے کا قرآن مجید ہی سے ثبوت

چونکہ بسم اللہ شریف کے متعلق ہر مذہب و ملت میں اندھیر مچ رہا ہے۔ حتیٰ کہ باقی آیات قرآن مجید کے درجے سے گرائی جا رہی ہے اور جہری نمازوں میں باقی قرآن مجید کے ساتھ بلند آواز سے نہیں پڑھی جاتی۔ اس لئے قرآن شریف ہی سے بسم اللہ کا استحقاق عظیم جتلانا اور اسکا اعلےٰ شان بتلانا نہایت ضروری تھا۔ اسواسطے اب کی دفعہ اس کی بابت بھی مندرجہ ذیل تحریر لکھی جاتی ہے۔ ناظرین۔ توجہ سے مطالعہ فرمائیں۔ ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ترجمہ ساتھ برکت نام اللہ ہی کے جو نہایت ہی بخشش کرنے والا جملہ مخلوق پر۔ بہت ہی مہربان فرمانبردار بندوں پر ہے۔ پڑھ!

بائے بسم اللہ کا متعلق لفظ اقرء ہے جو کہ مابعد بسم اللہ کے مقدر ہے۔ اور الرحمٰن اور الرحیم میں الف لام استغراقی صفاتی ہے۔ پس الرحمٰن کے الف لام کے معنے جملہ احتمالات و اعتبارات و اقسام و حالات بخشش کے ہوئے۔ اور الرحیم کے الف لام کے معنے جملہ حالات و احتمالات و اعتبارات و اقسام مہربانی و رضامندی و خوشنودی کے ہوئے۔

واضح رہے کہ تمام قرآن مجید کے اندر ہر ایک سورت کے ابتدا میں ہر ایک بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی باقی آیات قرآن مجید کی طرح اللہ ہی کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ یعنی یہ بھی باقی سارے قرآن مجید کی طرح خاص اللہ ہی کی کلام ہیں اور متعلق ہر ایک بائی بسم اللہ کا لفظ اقرء ہی ہو سکتا ہے۔ اور بس۔ جو کہ مابعد ہر ایک بسم اللہ کے مقدر ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں رب العالمین نے خود ہی خاص یہی تعلیم وارشاد فرمایا ہے۔ یعنی سورت العلق میں صریح صاف طور پر بائی بسم اللہ کا متعلق مابعد بسم اللہ کے خاص اقرء ہی ذکر کر دیا ہے۔ کما قال تعالیٰ بسم اللہ الرحمن الرحیم اقرء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق کے بھی بعد ہی دوسرا اقرء بیان فرمایا۔ یعنی بائی باسم ربک الذی خلق الآیہ کا متعلق بھی مابعد ہی اُس کے دوسرا اقرء معین ومقرر کر دیا۔ سورت العلق سے متحقق ومتیقن طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ رب العالمین کی خاص یہی تعلیم ہے کہ ہر جگہ جملہ قرآن مجید میں تمام سورتوں کی ہر ایک بسم اللہ کے مابعد ہی اقرء مقدر سمجھا جاوے اور ہر ایک بسم اللہ کو خاص اسی اقرء موخر کا معمول سمجھا جاوے۔ فعل سے اسکا متعلق ومعمول مقدم کرنے میں فائدہ حصر اور تخصیص کا ہوتا ہے۔ جیساکہ کتاب مطول الباب الرابع صفحہ ۲۰۰ میں یہ بیان مفصل طور پر موجود ہے۔ وہو ہذا

وکذا سائر المعمولات نحو یوم الجمعۃ سرت۔ وفی المسجد صلیت وتادیبًا ضربتہ۔ وماشیا حججت۔ اور کتاب اللہ المجید کے اندر جملہ سورتوں کے ابتدا میں جسقدر بسم اللہ موجود ہیں اُن میں ہر ایک بسم اللہ کی بائی کا متعلق ابتدءُ یا اشرع اس قسم کے الفاظ ومتعلقات مقدر نکالنے ہرگز جائز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہم ماقبل ذکر کر آئے ہیں کہ جملہ سورتوں کے ابتدا کی ہر ایک بسم اللہ بھی خاص اللہ ہی کی کلام ہے مثل باقی آیات قرآن مجید کے اور جملہ سورتوں کے شروع کی ہر ایک بسم اللہ کا متکلم بھی خاص رب العالمین ہی ہے جس طرح باقی آیات کتاب اللہ کا۔ پھر اگر اُس جگہ ابتدء یا اشرع مقدر نکالا جائے تو معنے اس طرح بسم اللہ کے ہونگے۔ کہ میں شروع کرتا ہوں میں ساتھ برکت نام اللہ کے ؟ اور اِن معنے میں بہت بھاری غلطی واقع ہوگی۔ اِس واسطے کہ رب العالمین جو تمام جہان کا اللہ ہے۔ کونسے اللہ کے نام کی برکت سے شروع کرے ؟ معاذ اللہ۔ حاشا للہ۔ پس اشرع یا ابتدء وغیرہ متعلق مقدر نکالنا نہایت ہی بڑھکر قبیح اور مردود ہے۔ ہاں کتاب اللہ المجید کے سوا ابتدء یا اشرع وغیرہ الفاظ مقدر نکالنے جائز ہیں۔ مثلاً کسی دیگر کتاب یا کسب روزگار یا کھانے پینے وغیرہ کاموں پر جو بسم اللہ پڑھی جاوے۔ وہاں اُس کام کے مطابق جو فعل مناسب ہو۔ بلا ریب مقدر نکالنا جائز ہے۔

اُس جگہ بسم اللہ کے متعلق ہمارے تین دعوے ہیں جنکو ہم مدلل طور پر ثابت کرتے ہیں۔ پس سنو!

دعوےٰ اوّل

قرآن شریف کی ہر ایک سورت کے شروع کی ہر ایک بسم اللہ بھی مثل باقی آیات اُس سُورت کے منزل من اللہ ہے یعنی جس طرح ہر ایک سورت کی باقی آیات۔ اللہ کی کلام ہیں۔ اُسی طرح تمام سُورتوں کے شروع کی ہر ایک بسم اللہ بھی یقینی اور قطعی طور پر خاص اللہ ہی کی کلام ہے۔ جن لوگوں کو جملہ سورتوں کے شروع کی ہر ایک بسم اللہ کے کلام اللہ یا منزل من اللہ ہونے میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ ہوا ہے۔ وہ سراسر اُنکی غلطی ہے۔

ہم اِس دعوے پر (کہ جملہ سورتوں کے ابتدا کی ہر ایک بسم اللہ بھی باقی آیات قرآن مجید کیطرح اللہ ہی کی کلام اور منزل من اللہ ہے) قرآن مجید ہی سے دلائل پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی قرآن مجید ہی کا بھاری دعوےٰ ہے کہ ہر ایک سوال کا جواب اور ہر ایک اعتراض کا حل مشکلات اور ہر مدعا کی دلیل و حکمت بھی خود ہی بیان فرمائے۔ کما قال تعالیٰ

ولا یاتونک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تفسیرا (پ ۱۹ - ع ۱) اور

یایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا (پ ۶ - ع ۴)

پس غور سے سُنو!

دلیل اوّل :- سورت علق میں جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ پہلی بسم اللہ کا متعلق مابعد اُس کے پہلا اقرء مذکور ہے اور دوسری باسم ربک الذی خلق الآیۃ کی بائی کا متعلق بھی مابعد اُس کے دوسرا اقرء موجود ہے۔ غرضکہ پہلی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ترکیب یوں ہوگی۔ کہ با حرف جار اسم مضاف اللہ موصوف الرحمٰن صفت پہلی الرحیم صفت دوسری۔ موصوف یعنی اللہ ساتھ دونوں صفتوں کے ملکر مضاف الیہ ہوا مضاف یعنی اسم کا۔ مضاف ساتھ مضاف الیہ کے ملکر مجرور ہوا جار کا۔ جار ساتھ مجرور کے ملکر متعلق ہوا ساتھ پہلے اقرء کے جو مابعد بسم اللہ کے متصل مذکور ہے۔

دوسری بسم اللہ کی ترکیب بھی اسی طرح ہے۔ یعنی بائی باسم ربک الذی خلق الآیہ حرف جار اسم مضاف رب کیطرف اور رب مضاف ک خطاب کیطرف۔ یہ سب ملکر مجرور ہوئے بائی کے جو حرف جار ہے۔ جار ساتھ مجرور کے ملکر متعلق ہوا ساتھ دوسرے اقرء کے جو مابعد اِس دوسری بسم اللہ کے متصل مذکور ہے۔

اِن ہر دو بسم اللہ کے مابین جو سورت علق میں مذکور و موجود ہیں۔ صرف اتنا ہی فرق ہے کہ پہلی بسم اللہ میں اللہ کی پہلی صفت الرحمٰن اور دوسری صفت الرحیم ہے اور دوسری بسم اللہ

یعنی باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق میں اللہ کی پہلی صفت الذی خلق ہے ۔ اور دوسری صفت خلق الانسان من علق ہے ۔ محض تفنن عبارت اس جگہ ملحوظ ہے جو فصاحت بلاغت کا رکن اعظم ہے ۔ کتاب مطول مطبوعہ مطبع عامرہ کے صفحہ ۱۳۰ ۔ باب مبحث الالتفات میں یہ مسئلہ موجود و مذکور ہے ۔

سوال :۔ قرآن مجید تمام عیوب سے اس طرح پاک ہونا چاہئے جس طرح تمام عیوب و نقصانات سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے ۔ حالانکہ اس میں تکرار آتا ہے جو بہت بھاری عیب ہے جو کہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے میں بھی خلل ڈالتا ہے ۔ باوجود قبیح ہونے تکرار کے دیکھو پھر بھی سورت علق کے اندر تکرار موجود ہے یعنی اس جگہ دوبار بسم اللہ مذکور ہے اور دوبار ہی اقرء موجود ہے ۔ پہلی بسم اللہ پہلے اقرء کا معمول مقدم مذکور ہے اور دوسری بسم اللہ یعنی باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق دوسرے اقرء کا معمول مقدم موجود ہے ۔ ایسا صریح صاف طور پر تکرار اس جگہ بادی النظر میں مخیل و موہوم ہوتا ہے ۔

جواب :۔ بلا ریب جملہ قرآن مجید تمام عیوب و نقصانات سے پاک ہے اور ضرور پاک ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ وہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم کی کلام ہے ۔ خصوصاً سورت علق بھی بلاشک تکرار سے پاک ہے ۔ کیونکہ پہلی بسم اللہ اور پہلے اقرء میں تعلم کتاب اللہ کا مطلوب و مقصود ہے اور دوسرے بسم اللہ اور دوسری اقرء میں تعلیم و تدریس کتاب اللہ مراد و مامور ہے ۔ یعنی رسول خدا ما ینطق عن الھویٰ کو پہلے اقرء اور پہلی بسم اللہ میں حکم ہوا کہ تو خود سبق کتاب اللہ کا پڑھ روح القدس شدید القویٰ یعنی جبرائیل علیہ السلام سے تاکہ تو خود عالم کتاب اللہ ہو جاوے ۔ بعدہ دوسرے اقرء اور دوسری بسم اللہ میں آپ کو تعلیم و ارشاد ہوا کہ یہ اپنا پڑھا ہوا سبق عباد اللہ کو پڑھا کرتا اور پڑھا ۔ تاکہ اور عباد اللہ بھی فیض قرآنی سے کامیاب ہو کر سعادت دارین حاصل کریں اور خسر الدنیا والآخرہ کے محل و مورد نہ بن جائیں ۔ پس اب بفضل رب العالمین تکرار کا وہم و گمان دور ہو گیا ۔

خلاصہ دلیل اوّل کا یہ ہے کہ سورت علق میں دوبار اقرء مذکور ہے اور دوبار اس کا متعلق و معمول مقدم یعنی ہر دو بسم اللہ اُن کے ماقبل موجود ہیں ۔ اور یہ بدیہی امر ہے کہ جو ہر دو اقرء کا متکلم ہے ۔ خاص وہی ہر دو بسم اللہ کا بھی متکلم ہے ۔ کوئی صاحب عقل اس میں شک و شبہ نہیں کر سکتا ۔ معاذ اللہ ۔ حاشا للہ ۔ اگر ان دونوں اقرء کا متکلم کوئی اور شخص اللہ کے سوا وہم و گمان کیا جاوے تو بلا ریب ان ہر دو بسم اللہ کا متکلم بھی وہی غیر ہی ہوگا ۔

مطابق اس تعلیم ربانی کے جب ثابت ہوا کہ جملہ قرآن مجید میں تمام سورتوں کے شروع کی بائی بسم اللہ کا متعلق خاص اقرء ہی مقدر موخر ہوتا ہے ۔ پھر وہاں ہر ایک سورت میں بھی خاص یہی التجاو

التماس ہے یعنی ہر ایک اقرء کا جو متکلم تصور کیا جاوے۔ خاص وہی متکلم ہر ایک بسم اللہ کا بھی مقرر ومعین سمجھا جاوے۔ کوئی صاحب عقل[له] والانصاف بھی وخیال کرسکتا ہے کہ ہر ایک اقرء کا متکلم اللہ کے سوا کوئی اور ہو؟ ہرگز نہیں۔ حاشا وکلا۔ پھر ہر ایک اقرء کا معمول ومتعلق جو جملہ سورتوں کے ابتدا کی ہر ایک بسم اللہ میں موجود ہے۔ اسکا متکلم غیر کس طرح ہوسکتا ہے یعنی ہر ایک سورت کے ابتدا میں جو اقرء مقدر کا متکلم ہے خاص وہی اس ہر ایک بسم اللہ کا بھی متکلم ہے۔

بطور مشت نمونہ خروار اللہ جل شانہ نے سورۃ علق میں بسم اللہ کا متعلق اقرء ہی باسم ربک کے موخر ذکر فرمایا بلکہ دو جگہ اقرء بیان کیا۔ تاکہ جملہ عباد اللہ تو حسب منشا الہی قاعدہ کلیہ کو ملحوظ رکھکر تمام قرآن مجید میں جملہ سورتوں کے شروع کی ہر ایک بسم اللہ کا متعلق خاص وہی اقرء بقدر موخر نکالا کریں۔ ماسوائے اقرء کے اور کوئی فعل متعلق اس بائی بسم اللہ کا ہرگز نہ نکالیں۔ کیونکہ ایسے میں سراسر مخالفت وبغاوت ہے تعلیم وارشاد کتاب اللہ المجید کی۔

دلیل دویم۔ سورۃ النمل پ۱۹ ع۱۷ میں سلیمان سلام علیہ کیطرف سے اُن کے خط کے اندر بسم اللہ مرقوم ہے انه من سليمن وانه بسم الله الرحمن الرحيم الا تعلوا علي واتوني مسلمين۔ اس جگہ سارے خط کا متکلم خاص سلیمان سلام علیہ ہی ہے اور خصوصًا اس بسم اللہ کا متکلم اور اس بسم اللہ کے متعلق کا متکلم بھی خاص سلیمان سلام علیہ ہی ہوسکتا ہے اور بس۔ ہرگز ہرگز یہ وہم وخیال نہیں ہوسکتا کہ بسم اللہ تو سلیمان سلام علیہ کی کلام ہو اور اس بسم اللہ کا متعلق کسی اور کا قول ہو۔ یا متعلق سلیمان سلام علیہ کی کلام ہو اور بسم اللہ کسی اور کی کلام ہو۔ بلکہ اگر غور وتدبر کیا جاوے تو کوئی قول یا فعل جن۔ انسان یا فرشتے کا تمام جہان میں ایسا نہ مل سکیگا جس قول یا فعل کے ساتھ بسم اللہ کا تعلق ہو اور وہاں بسم اللہ کا متکلم کوئی اور ہو اور اس قول یا فعل کا متکلم کوئی اور۔ ہرگز ہرگز ایسا ہونا ممکن نہیں۔ یہ ایسا ہمارا دعوے اور اظہر من الشمس امر ہے جسکی بداہت میں کوئی صاحب ہوش وذی شعور کسی طرح شک وشبہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ امکان سے باہر ہے کہ جس قول یا فعل کے ساتھ بسم اللہ کا تعلق ہوتے ہی بسم اللہ اس قول یا فعل کی معمول ہو۔ اس بسم اللہ کا متکلم کوئی اور ہو اور اس کے متعلق کا متکلم کوئی اور۔ اسی طرح تمام قرآن مجید میں جملہ سورتوں کی بسم اللہ کا متعلق جو کہ اقرء معین ومقرر ہوچکا۔ مطابق تحریر مذکورہ بالا کے ہرگز ممکن نہیں کہ اس فعل اقرء کا متکلم سوائے خدا کے کوئی اور ہو اور اس اقرء کے معمول یعنی بسم اللہ کا کوئی اور متکلم ہو۔

دلیل سویم اس دعوے پر کہ جملہ قرآن مجید میں تمام سورتوں کے ابتدا میں جو بسم اللہ موجود ومذکور ہیں وہ سب کی سب مثل باقی آیات کلام اللہ کے خاص اللہ ہی کی کلام ہیں) یہ ہے:۔

وقال اركبوا فيها بسم الله مجريها ومرسها ان ربي لغفور رحيم (پ۱۲ ع۴)

اِس جگہ بھی بسم اللہ اور اُس کے متعلق کا متکلم خاص نوح سلام علیہ ہی ہوسکتا ہے - کسی طرح وھم وخیال نہیں ہوسکتا کہ بسم اللہ کا متکلم کوئی اور ہو - اور اُس کے متعلق (جسکا یہ بسم اللہ معمول ہے) یعنی مجریھا و مرسھا کا متکلم کوئی اور ہو - ایسا ہرگز ہو ہی نہیں سکتا -

اِس آیت مبارکہ سے بھی صریح صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام قرآن مجید میں جملہ سورتوں کی ہر ایک بسم اللہ کا متکلم خاص وہی ذات پاک ہے جو کہ اُس ہر ایک بسم اللہ کے متعلق اقرء کا متکلم ہے اور یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ اُس ہر ایک اقرء کا متکلم خاص خداوند تبارک و تعالیٰ ہی ہے - اگر قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کیا جاوے - تو پھر اُس ہر ایک اقرء مقدر کے معمول یعنی بسم اللہ کا متکلم خدا کے سوا اور کون ہوسکتا ہے - کیونکہ ہم پہلے دعوے کرچکے ہیں کہ کوئی قول وفعل جہان میں ایسا مل ہی نہیں سکتا - جس کے ساتھ بسم اللہ مذکور و موجود ہو - اور اُس بسم اللہ کا اُس فعل کے ساتھ تعلق بھی ہو - یعنی وہ بسم اللہ اُس فعل کی معمول ہو - تو پھر اُن دونوں کا متکلم ایک نہ ہو - بلکہ جدا جدا ہو ایسے قول یا فعل کا ہونا ہی ناممکن ہے - کوئی فرشتہ یا انسان یا جن وغیرہ ایسی بات نہ تو بول سکتا ہے اور نہ ایسی بات کو صحیح سمجھ سکتا ہے -

اِس جگہ سے بھی قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوا کہ ہر ایک سورت قرآنی کے ابتدا میں جو بسم اللہ قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہیں - وہ سب کی سب اللہ ہی کی کلام ہیں اور کسی غیر کی ہرگز نہیں اور اُس ہر ایک بسم اللہ کا متعلق (جسکی وہ معمول ہے) بھی کلام ربانی ہے - یعنی وہ ہر دو اللہ تعالیٰ ہی کی کلام ہیں جس طرح باقی آیات کلام اللہ -

دلیل چہارم - پارہ ۱۴ - ع ۶ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

ولقد آتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم ۔ برہان الفرقان علی صلوٰۃ القرآن میں اِس مسئلہ کی تحقیق ہم اتم اکمل طور پر کرچکے ہیں جس سے ثابت ہوچکا ہے کہ سبعًا من المثانی سے خاص سورت فاتحہ یعنی الحمد ہی مراد ہے اور اِس آیت شریف سے ثابت ہوتا ہے - کہ سورت فاتحہ کی حسب ذیل جملہ سات آیتیں ہیں :-

آیت اوّل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - آیت دویم - الحمد للہ رب العالمین آیت سوم الرحمٰن الرحیم - آیت چہارم مالک یوم الدین - آیت پنجم ایاک نعبد و ایاک نستعین - آیت ششم اھدنا الصراط المستقیم - آیت ہفتم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین - فقط بمعہ بسم اللہ کے جملہ سات آیتیں ہوئیں - اور بس -

جو لوگ بسم اللہ کو الحمد سے خارج کرتے ہیں اور ماسوائے بسم اللہ کے سورت فاتحہ کی سات آیتیں اِس طرح بناتے ہیں کہ الحمد سے لیکر انعمت علیھم تک چھ آیتیں بنا کر غیر

المغضوب علیہم ولا الضالین کو ساتویں آیت خیال کرتے ہیں۔ یہ اُنکی بھاری غلطی ہے۔ کیونکہ اوّل تو اُنکو آیت قرآنی کا معنے ومفہوم معلوم نہیں ہے۔ ورنہ وہ انعمت علیہم پر آیت کا اطلاق نہ کرتے۔ اور اگر کسی باعث سے اُنکو اس غلطی کا مرتکب ہونا پڑا ہے۔ تو پھر اُنپر یہ بھاری فرض ہے کہ غیر المغضوب علیہم کو بھی جدا آیت مقرر کرتے۔ کیونکہ اُسکی میم پر بھی ویسا ہی جزم ہے جیسا کہ انعمت علیہم کی میم پر جزم ہے اور ما قبل دونوں میموں کا مکسور ہے۔ اور ما قبل یائی ساکن ہے۔ پس ہر طرح دونوں علیہم برابر اور مساوی ہیں۔ کسی طرح اِن میں فرق نہیں ہے۔ پھر باوجود اِن تمام امور کے پہلے علیہم پر آیت بنانی اور دوسرے علیہم پر آیت نہ بنانی کم فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟

ہم اسجگہ کتب لغت ومعانی وبیان سے آیت کی تعریف بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارے بھائیوں کو روشن وواضح ہوجاوے کہ قرآن مجید کی عبارت میں جو آیت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اُس آیت سے کونسی عبارت اور کتنی کلام مراد ہے یا کتنے جملہ کو آیت بولا جاتا ہے۔

کتب لغت میں آیت کے معنے علامت کے بھی آئے ہیں۔ جیسا کہ کتاب لسان العرب مطبوعہ مطبع المیریہ بولاق مصر المعزیۃ۔ جلد ۱۸ صفحہ ۶۶۔ باب حرف الواو والیاء فصل الہمزہ میں یہ عبارت مذکور ہے "والآیۃ من التنزیل ومن آیات القرآن العزیز قال ابو بکر سمیت الآیۃ من القرآن آیۃ لانہا علامۃ لانقطاع کلام من کلام وقال ابن حمزۃ الآیۃ من القرآن کانہا العلامۃ التی یفضی منہا الی غیرھا کاعلام الطریق المنصوبۃ للھدایۃ کما قال الشاعر اذا مضی علم منہا بدء علم۔ والآیۃ العلامۃ"

اور کتاب منتہی الارب مطبوعہ مطبع سرکاری لاہور ربع اوّل صفحہ ۴۷ باب الہمزہ فصل الیاء میں یہ عبارت ہے "آیت وزنہا فَعَلَۃ وفَعْلَۃ۔ آیات وآئ وآَوَای جمع۔ وآیاء جمع الجمع۔ عبرت وپند و نشان ویک سخن تمام از قرآن وجماعت حروف ازان"

اور مصباح المنیر مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۱ میں آیت کا معنے یوں مذکور ہے۔ "والآیۃ من القرآن ما یحسن السکوت علیہ"

اور قاموس مطبوعہ مطبع نولکشور جلد ثانی صفحہ ۹۲۲ میں لکھا ہے کہ "الآیۃ العلامۃ والعبرۃ ومن القرآن کلام متصل الی انقطاعہ"

اور کتاب مطول مطبوعہ مطبع عامرہ (قاہرہ) صفحہ ۴۵۳ (الفن الثالث۔ علم البدیع۔ باب والا اللفظی منہ الجناس۔ فصل السجع) میں آیت کی تشریح اس طور پر ہے۔ کہ بعض وجوہ تحسین کلام میں سے جو لفظی ہیں۔ ایک تو سجع ہے۔ یعنی جو نثر عبارت میں فواصل ہوتے ہیں اور وہاں وقف کیا جاتا ہے (جیسا کہ ابیات واشعار کے ہر دو مصرعوں کے اخیر کا قافیہ ہوتا ہے۔ ویسا ہی اِن فواصل

کو نثر عبارات میں اسجاع اور فواصل بولا جاتا ہے۔ مگر قرآن مجید میں انکو بجائے اسجاع اور فواصل کے آیات کہا جاتا ہے۔ اور وہ اسجاع اور فواصل یعنی آیات کتاب اللہ پر جو وقف ہوتے ہیں وہ کئی قسم ہیں۔ ایک کا نام ان میں سے مطرف ہوتا ہے جبوقت دو فاصلے وزن میں مختلف ہوں۔ جیسا کہ ما لکم لا ترجون للہ وقارا وقد خلقکم اطوارا۔ پس وقارا اور اطوارا دونوں وزن میں مختلف ہیں اور اگر وہ دونوں اسجاع و فواصل وزن میں مختلف نہوں تو اسکا نام متوازی ہے۔ جیسا کہ فیھا سرر مرفوعۃ واکواب موضوعۃ۔ اور بعض آیات اس طرح آئی ہیں والمرسلات عرفا فالعاصفات عصفا۔ عرفا میں عین مضموم ہے۔ اور عصفا میں عین مفتوح ہے۔ بعض اقسام اس طرح آتے ہیں۔ انا اعطینالک الکوثر فصل لربک وانحر بعض آیات یوں آئی ہیں۔ فی سدر مخضود وطلح منضود وظل ممدود۔ اور بعض اقسام کی یہ مثال ہے والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی۔ اور بعض قسم اسجاع اور فواصل یعنی آیات کتاب اللہ کے یوں بھی آتے ہیں۔ خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ۔ اور ایک قسم یہ بھی ہے کہ وقالوا اتخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شیئا ادا۔ تکاد السموات والارض ان دعوا للرحمن ولدا۔

اسی مقام پر مطول میں یہ عبارت بھی ہے۔ کہ ولا یقال فی القرآن الاسجاع بل یقال فواصل یعنی قرآن مجید میں آیات پر جو موافقت و مطابقت کی جاتی ہے یعنی ایک کلمے کے فقرے کو دوسرے کلمے کے فقرے کے ساتھ موافقت و مطابقت دی جاتی ہے۔ انکو اسجاع نہیں کہا جاتا۔ بلکہ انکو فواصل بولا جاتا ہے۔ آیات بھی خاص اُن ہی فواصل کو کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ کتب لغت سے آیۃ کے معنی بھی ابھی بیان ہوچکے ہیں۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آیت اُس کلام کو کہا جاتا ہے۔ جو ماقبل اور مابعد سے بالکل منقطع ہوجاوے اور اُسپر سکوت کرنا ہر طرح مستحسن ہو اور اُس سے کوئی نقصان پیدا نہو۔ اور فواصل جمع فاصلہ کی ہے اور فاصلہ اس عبارت کو کہا جاتا ہے جو ماقبل اور مابعد سے بالکل فصل یعنی جدا ہوجاوے۔

تو اب صاف ثابت ہوا کہ آیات اور فواصل آپس میں مترادف الفاظ ہیں۔ اسی سبب سے فن بدیع میں لفظ اسجاع اور فواصل مذکور ہیں یعنی بجائے آیات کے فواصل الفاظ مستعمل ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں آپس میں مترادف ہیں۔ پس مطابق کتب لغت کے اور علم بدیع کے صریح صاف طور پر ثابت ہوا کہ جملہ قرآن مجید میں کسی جگہ کوئی ایسا فاصلہ یعنی تن تنہا اکیلی آیت مذکور و موجود نہیں ہے جسکے ساتھ اور بھی کوئی فاصلہ یعنی آیت مطابق و موافق نہو۔ پس جو لوگ انعمت علیھم کو آیت تام کامل خیال کرتے ہیں اُن پر واجب و فرض ہے کہ وہ غیر المغضوب علیھم کو بھی جدا گانہ ایک تام و کامل آیت تصور کریں کیونکہ تمام قرآن مجید میں کوئی آیت نہیں ملسکتی جو تن تنہا اکیلی اپنی تمام سورت میں جس میں وہ مذکور ہے جدا ہو۔ یعنی اُس کے ساتھ اور کوئی آیت ماقبل یا مابعد کی مطابق و موافق نہو۔ اگر بفرض محال انعمت علیھم کو بھی آیت تام تسلیم کیا جائے اور غیر المغضوب علیھم کو بھی بجائے خود ایک آیت کامل خیال کیا

جاوے۔ واسطے موافقت انعمت علیہم کے اور معاذ اللہ حاشا اللہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سورت فاتحہ کی آیات سے بالکل الگ کیا جاوے۔ تو ما سوائے بسم اللہ کے سورت فاتحہ کی آٹھ آیات ہو جائینگی۔ اور پھر قرآن مجید کے اس فرمودہ کی کہ ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم صریح مخالفت وانکار ہوگا۔ غرضکہ جبتک بسم اللہ کو سورت فاتحہ میں داخل کر کے پہلی آیت نہ تسلیم کریں اور دونوں علیہم پر آیت کے ختم ہونے کو باطل و غلط تصور نہ کریں۔ تب تک ممکن ہی نہیں کہ سورت فاتحہ کی سات آیتیں ہو سکیں۔ جیسا کہ ہم کتاب مطول سے اتم اکمل طور پر ثابت کر چکے ہیں کہ ہر سورت قرآنی میں ہر آیت کے ساتھ کم از کم ایسی ایک دو آیت کا ہونا ضروری ہے جو کہ پہلی آیت کے موافق و مطابق ہو۔ یعنی آخر آیت کا ہر سورت میں یکساں موزون ہو۔ اور فواصل اور کلمات دونوں کے برابر ہوں جیسا کہ علیہم کے سوا باقی سورت فاتحہ کی سب آیتوں میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ اور علیہم میں نہیں پائی جاتی۔

جس طرح خدا تعالیٰ نے سورت علق میں بطور مشت نمونہ خروار متعلق بائی بسم اللہ کا دوبار اقرء اپنی بسم اللہ سے موخر بیان فرمایا تاکہ جلد عباد اللہ قیامت تک تمام سورتوں کے شروع کی ہر ایک بسم اللہ کا متعلق خاص یہی اقرء موخر مقدر نکالکر ہدایت یافتہ ہوں۔ اور صراط مستقیم پر قائم اور ثابت قدم رہیں۔ اسی طرح سورت فاتحہ یعنی الحمد شریف کی آیات کو بھی بطور مشت نمونہ خروار ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم کی آیت میں ذکر کر دیا۔ کہ سورت فاتحہ کی سات آیات ہیں اور معہ بسم اللہ کے ہی سات آیات بن سکتی ہیں۔ سو جس طرح سورت فاتحہ کی معہ بسم اللہ کے سات آیتیں ہوتی ہیں اور جس طرح باقی چھ آیتیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔ اسی طرح بسم اللہ بھی اللہ ہی نے دی ہے اور جس طرح باقی چھ آیتوں کا متکلم اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح بسم اللہ کا متکلم بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جس طرح وہ چھ آیتیں اسکی کلام ہیں اسی طرح بسم اللہ بھی اللہ ہی کی کلام ہے۔ اور جس حکمت و مصلحت و تربیت و تعلیم کے لئے وہ باقی چھ آیات اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں اسی حکمت و مصلحت و تربیت کے لئے بسم اللہ بھی نازل کی ہے۔ نہ کہ خالی فصل مابین السور کے لئے ہی اُتاری ہے۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ جو کہتے ہیں کہ تمام قرآنی سورتوں کے ابتدا میں جو ہر ایک بسم اللہ موجود ہے۔ ہے تو وہ اللہ ہی کی کلام۔ لیکن صرف سورتوں کے مابین فصل کیلئے منزل من اللہ ہوئی ہے ہر ایک ابتدائی بسم اللہ کو کسی سورت قرآنی کے ساتھ تعلق و ربط و مناسبت نہیں ہوتی۔ یعنی ماقبل کی سورت سے بھی جدا ہوتی ہے اور مابعد کی سورت سے بھی بالکل الگ ہوتی ہے"

افسوس! یہ لوگ بسم اللہ کو اتنا حق بھی نہیں دیتے جیسے کہ عام کتابوں میں باب۔ فصل وغیرہ ہیڈنگ اور سرخیوں کو ہوتا ہے کیونکہ عام کتابوں کے پڑھنے کے وقت تو باب۔ فصل وغیرہ سب کچھ

پڑھا جاتا ہے۔ مگر بسم اللہ بیچاری کو نمازوں میں قرآن مجید پڑھتے پڑھتے عمداً چھوڑا جاتا ہے اور حقیر سمجھکر نظر سے گرایا جاتا ہے معاذ اللہ۔ حاشا للہ۔

بلکہ ہر ایک سورت کے ابتدائی ہر ایک بسم اللہ اُس جملہ سورت کا خلاصہ ولب لباب ہوتا ہے۔ ہم اپنی کتاب تفسیر القرآن بآیات الفرقان کے اندر سورت فاتحہ اور سورت بقر کی بسم اللہ کے ذیل میں یہ نکتہ بتفصیل بیان کرچکے ہیں۔ ناظرین وہاں سے مفصل طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ اس آیت سے بھی بدرجہ عین الیقین وحق الیقین ثابت ہوچکا ہے کہ جملہ سورتوں کے شروع کی ہر ایک بسم اللہ بھی باقی آیات قرآنی کی طرح خاص کلام الٰہی اور منزل من اللہ ہی ہے۔ یعنی ہر ایک سورت کے شروع کی بسم اللہ بھی اُس سورت کی سب باقی آیات کے برابر اور یکساں کلام ربانی اور منزل من اللہ ہی ہے۔

اِن چند آیات پر ہی طوالت کے خوف سے اکتفا کیا گیا۔ جن سے روز روشن کی طرح ظاہر وباہر ہوچکا ہے۔ کہ جملہ قرآن مجید میں تمام سورتوں کے ابتدائی ہر ایک بسم اللہ منزل من اللہ اور خاص کلام ربانی ہی ہے اور ہر ایک بسم اللہ کا متکلم اللہ ہی ہے ہر سورت کے ابتدائی ہر ایک بسم اللہ اپنی اپنی سورت کا خلاصہ ولب لباب ومغز ہوتی ہے۔ نہ کہ خالی فصل بلا ربط۔ کلا وحاشا۔ تعالی اللہ علوا کبیرا۔ الحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللہ۔

پہلا دعوے (یعنی تمام سورتوں کے ابتدائی ہر ایک بسم اللہ مثل باقی آیات کلام اللہ کے اللہ ہی کی کلام ہے) اور اُس کے دلائل ختم ہوئے۔ اب دوسرا دعوے سُنئے! وھوھذا۔

دعوئے دوئم

جو بسم اللہ کہ سورت فاتحہ کے ابتدا میں ہے۔ اُس بسم اللہ کا باقی آیات سورۃ فاتحہ کے ساتھ ہر نماز میں ہر رکعت کے اندر پڑھنا ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ ہر نماز کی ہر رکعت کے اندر سورت فاتحہ کی باقی آیات کا پڑھنا فرض ہے۔ کیونکہ مطابق تعلیم قرآنی بسم اللہ سورت فاتحہ کی جزو اعظم اور ساتویں آیت بلکہ خلاصہ ورکن اعظم ہے۔ اس لئے سورت فاتحہ کی باقی آیات کے ساتھ اس بسم اللہ کا پڑھنا بھی برابر فرض ہے۔ جس رکعت میں سورت فاتحہ کی بسم اللہ رہ جاوے وہ نماز قطعی اور یقینی طور پر باطل ومطرود ہے۔ اور چونکہ ماسوائے سورت فاتحہ کے اور کسی ساری سورت قرآنی کا پڑھنا کسی رکعت نماز میں معین ومقرر من اللہ نہیں ہے۔ اسواسطے الحمد کے سوا کسی اور سورت کی بسم اللہ کا بھی ساتھ پڑھنا ضروری نہ ہوا۔ اگر اور سورتوں کی بسم اللہ کو چھوڑکر قرآن کی باقی آیات کو نماز کی کسی رکعت میں پڑھا جاوے۔ تو کوئی ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ سوائے سورت فاتحہ کے اور کوئی سورت معین ومقرر

من اللہ نہیں ہوئی جسکی بابت یہ حکم قرآنی ہوکہ کسی رکعت نماز میں ساری ختم کی جاوے۔ اس لئے جسقدر اور جہاں سے دل چاہے فاتحہ کے بعد قرآن شریف پڑھا جاوے بشرطیکہ اُن آیات میں آلہی اسمائے حسنہ میں سے کسی نام کا فیضان مذکور ہو۔ تو ہر طرح جائز و مشروع ہے۔

اس مسئلہ کی تشریح و بیان نماز مدلل مسمّٰی **برہان الفرقان علیٰ صلوٰۃ القرآن** میں مفصل و مبین طور پر مذکور ہے۔ اس جگہ دوبارہ لکھنے میں سراسر طوالت و ملالت ہے۔ جو شخص مفصل دیکھنا چاہے۔ وہ وہاں سے دیکھ لے۔

دعوائے سوئم

صرف سورت فاتحہ کی بسم اللہ ہی کے بارہ میں یہ ہے کہ جن اوقات میں کل نماز اوّل سے آخر تک بطریق جہر پڑھی جاتی ہے۔ وہاں سورت فاتحہ بھی باقی تمام نماز کی مثل جہر پڑھنی فرض ہوتی ہے۔ چونکہ بسم اللہ بھی سورت فاتحہ کی پہلی آیت بلکہ خلاصہ و رکن اعظم و لب لباب سورت فاتحہ کا ہے۔ اس لئے اسکو بھی باقی آیات سورت فاتحہ کی طرح اُسوقت پکار کر پڑھنا مفروض و مکتوب ہوتا ہے۔ اور اسی طرح سرّی نمازوں میں سورت فاتحہ کا بمعہ بسم اللہ کے خفیہ پڑھنا اشد ضروری ہوتا ہے۔ اگر بالفرض والتقدیر جہری نماز میں بسم اللہ خفیہ پڑھی جاوے یا کوئی اور آیت سورت فاتحہ ہی سے سرّی طور پر پڑھی جاوے تو وہ نماز بھی مطابق تعلیم کتاب اللہ المجید کے بالکل باطل و فاسد ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جس طرح باقی چھ آیات سورت فاتحہ کا جہری نماز میں پکار کر پڑھنا ماموں و مفروض من اللہ ہو چکا ہے۔ اسی طرح سورت فاتحہ کی بسم اللہ کا بھی اس حالت جہری میں پکار کر پڑھنا ماموں و مفروض من اللہ ہے۔ اور ایسا ہی اگر سرّی نماز میں سورت فاتحہ کی بسم اللہ یا کوئی اور آیت سورت فاتحہ کی پکار کر پڑھی جاوے تو بلا ریب یہ بھی مخالفت کتاب اللہ المجید کی ہے۔

ہاں اگر سوائے فاتحہ کے اور سورتوں کی بسم اللہ جہری نماز میں خفیہ یا خفیہ میں جہری پڑھی جاوے تو نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ کیونکہ وہ کالعدم تصور کیجاویگی اور باقی آیات اُس سورت کی کافی و شافی ہونگی۔

اس مسئلہ یعنی بسم اللہ کا بطریق جہر یا خفیہ پڑھنے کا ذکر و بیان بھی کما حقہ اتم اکمل طور پر اسی مدلل نماز مسمّٰی برہان الفرقان علےٰ صلوٰۃ الفرقان میں ہو چکا ہے۔ اس سبب سے یہ بیان بھی اس جگہ متروک و معطل کیا جاتا ہے۔ ناظرین وہاں سے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

سوال۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جملہ قرآن مجید میں تمام سورتوں کا ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ فرمایا اور باللہ الرحمٰن الرحیم کیوں نہ کسی جگہ لکھا۔ حالانکہ مدد۔ یاری۔ استغاثہ وغیرہ جملہ حاجات اللہ کی

ذات کی برکت سے مانگنی بہت ہی انسب اور الیق ہیں۔ کیونکہ جسقدر اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کی برکت سے اعانت و اغاثہ و امداد وغیرہ حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس قدر خالی اُس کے نام سے کس طرح حاصل ہونگی؟ اگر بالفرض خالی نام سے بھی وہ ساری باتیں برابر طور پر حاصل ہو سکیں۔ تو پھر بھی مناسب تھا کہ دونوں کے ساتھ ابتدا ہوتی۔ یعنی کسی سورت کے ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہوتا اور کسی سورت کے شروع میں باللہ الرحمن الرحیم۔ نہایت ہی تعجب و تحسر ہے کہ کسی جگہ بھی باللہ الرحمن الرحیم منزل من اللہ نہیں ہوا۔ اور ماسوائے بسم اللہ کے باقی جملہ قرآن مجید میں اوّل سے آخر تک خاص اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کی برکت ہی سے استعانت و استمداد و استغاثہ و استعاذہ کی تعلیم و ارشاد ہوا ہے۔

جواب - استعانت و استمداد دو قسم پر ہوتی ہیں۔ ایک استعانت تو ہوتی ہے ایقاء و احداث فعل پر یعنی اُس فعل کا عدم سے وجود میں ہونا۔ یا منہیات سے باز رہنے پر۔ یہ قسم استعانت و استمداد کا مختص بذات رب العالمین ہی ہے اور بس۔ اور یہی مطلوب ہے ایاک نستعین اور رب اعوذ بک من ھمزات الشیاطین و اعوذ بک رب ان یحضرون اور قل اعوذ برب الفلق الآیۃ الیٰ حسد اور قل اعوذ برب الناس الآیۃ الیٰ والناس میں

اور دوسرا قسم استمداد اور استعانت کا صرف ساتھ نام اللہ جلشانہ کے ہوتا ہے۔ اِس دوسرے قسم میں طلب معونت و مدد و برکت ہوتی ہے نیچ ہونے فعل کے معتد بہ شرعًا۔ یعنی جبتک اُس فعل کو ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے شروع نہ کیا جائے گا۔ تبتک وہ فعل عند اللہ بمنزلہ معدوم چیز کے ہوتا ہے۔ یعنی اُس فعل کا کوئی اجر و ثواب اللہ کے ہاں سے اُسکو نہیں ملتا۔ اور نہ اُس فعل پر اللہ جل شانہ کی خوشی و رضامندی ہوتی ہے۔ اسی واسطے جہاں کہیں وجود و احداث فعل کے واسطے مدد۔ یاری و اعانت کا ذکر قران مجید میں آتا ہے یا ہوتا ہے۔ وہاں ہر جگہ اللہ تبارک کی ذات ہی کی برکت سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور رب اعوذ بک من ھمزات الشیاطین وغیرہ وغیرہ بہت سی آیات کتاب اللہ المجید میں خاص ذات رب العالمین ہی کی برکت سے مدد یاری مانگنی مطلوب و مامور ہے۔

جب استعانت و استمداد کے دو قسم ہوئے تو اِس سبب سے جملہ عباد اللہ پر اپنی مراد کا تعین کرنا واجب اور ضروری ہے۔ اگر اوّل قسم یعنی وجود و احداث فعل مطلوب ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کی برکت سے استعانت و استمداد مانگنی چاہیئے۔ اگر یہ تعلیم ربانی نہوتی تو کس طرح معلوم ہوتا کہ یہ استعانت و استمداد کس قسم کی ہے یعنی ایقاء و احداث فعل پر ہے۔ یا فعل کے شرعًا معتد بہ ہونے پر۔

خلاصہ تقریر بالا کا یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو قسم کی استعانت واستمداد موجود و مذکور ہے پس جس جگہ فعل کے ایجاد و احداث پر استعانت و استمداد مطلوب ہو۔ وہاں صرف ذات رب العالمین ہی کی برکت سے استمداد مانگنی تعلیم قرآنی ہے جیسا کہ ایاک نستعین میں اور جس جگہ یہ مطلوب ہو کہ میرا یہ کام بدرگاہ رب العالمین منظور و مقبول ہو جاوے۔ اور اس فعل پر اجر وثواب اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی و مہربانی مطلوب ہو تو وہاں صرف اللہ تعالیٰ کے نام ہی کی برکت سے مدد دیاری مانگنی تعلیم ربانی ہے۔ تقریر ہذا سے بلا ریب قطعی و یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ دوسرے قسم استعانت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی پڑھنا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ بسم اللہ میں خاص یہی دوسرا قسم استعانت کا مراد ہوتا ہے۔ اسی واسطے قرآن مجید کی جملہ سورتوں کے ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی کی تعلیم ہوئی۔ کہ اللہ کے نام کی برکت سے یہ قرآن مجید پڑھا اور پڑھایا جاوے۔ تاکہ ہر ایک اس کا معلم اور متعلم مستحق ثواب و اجر عظیم ہو۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی و رضامندی اس ہر ایک کو مرزوق و موہوب ہو۔ کیونکہ خالی ایجاد و احداث فعل یعنی تعلیم و تعلم قرآن مجید میں انکو کیا فائدہ ہوگا۔ جس میں وہ مستحق اجر وثواب اور خوشنودی و رضامندی ربانی کے نہوں تو پھر محض مغز خوری اور تضیع اوقات کے سوا کیا فائدہ حاصل ہوا؟

انتخاب الاخبار

یونائیٹڈ اسٹیٹس ... ممالک متحدہ کی طرف زور کی بارشیں ہوئیں۔ بعض زیریں حصہ کے شہروں میں راعت کو نقصان بھی پہنچا۔ بوجہ کثرت بارش کھیت کے کام میں ہرج واقع ہو رہا ہے۔

لکھنؤ سے چار میل موضع منڈیوں میں ایک خوفناک قتل ہوا۔ دہن سنگھ اہیر نے اپنی بیوی کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ اور ابن آباد میں آکر اپنے کسی دوست کو سارا ماجرا سنایا۔ ایک سپاہی بھی اتفاق سے وہاں کھڑا تھا۔ جو مجرم کو گرفتار کر کے تھانہ میں لے گیا۔ لاش جس طرح سُنی تھی۔ اسی طرح برآمد ہوئی۔

مونگیر سے اطلاع ملی ہے کہ پانی کی رَو جو شہر پر چڑھ آئی تھی۔ اب اس سے زیادہ اندیشہ نہیں رہا۔ پھر بھی ابتک میلوں پانی ہی پانی نظر آتا ہے۔ بیگو سرائے کا پل ٹوٹ گیا ہے۔ گھر بھی گر گئے ہیں۔ مگر جانوں کا زیادہ نقصان نہیں ہوا۔

بمبئی میں بارش کا موسم گذر گیا ہے۔ مگر بارش نہیں ہوئی۔ قحط کا اندیشہ ہے۔ یہی حال لاہور امرتسر کا ہے۔

جنگی پولیس کی تعلیم کے لئے سالونیکا میں ایک کالج کھولدیا گیا ہے۔

امیر صاحب کابل اپنے ملک میں ہر طرح کی بیرونی دست اندازی کو روکنے کے لئے بحزم واحتیاط ساعی ہیں۔ چنانچہ اپنی فوج میں بہت بھاری ایزادیاں کرنیکا ایک سکیم تیار کیا ہے۔ جو افغانستان جیسے درمیانی ملک کے واسطے بہت ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

کلکتہ کے چڑیا گھر میں ۲۰ تاریخ کو ایک بڑے بندر نے ایک انگریز پنجسالہ لڑکی پر حملہ کرکے اُسکا ہاتھ چباڈالا۔ جو اُس کٹہرے کے پاس جس میں بندر بند تھا۔ جنگلے پر ہاتھ رکھے ہوئے تماشہ دیکھ رہی تھی۔ بندر نے جنگلے میں سے لڑکی کا ہاتھ پکڑکے کھینچ لیا۔ اور چباڈالا۔

ہز ہائینس راجہ صاحب بیکانیر نے بھی افواج خدمات شاہی کے مجوزہ اضافہ میں حصہ لینے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔ ہز ہائینس ممدوح غالباً اپنی ریاست کے مطابق شتر سواروں کی تعداد بڑھائیں گے۔ یا باربرداری کے اونٹ مع قواعدداں ساربانوں کے مہیا کریں گے۔

رنگون میں تین برمیوں کو ۷-۷ سال قید ہوئی۔ اپنے آقا مسٹر میگارتھ کا خیمہ لوٹا۔ اور اُسپر ضربات لگائیں۔

بمبئی کو صوبہ گجرات سے امساک بارش سے خوف قحط ہے۔

امرتسر کے بازاروں میں گائے۔ بیل بچھڑے بافراط پھرتے تھے جس سے واردات کا خوف اور گاڑی یکہ کے گذرنے میں بڑی تکلیف تھی۔ اسپر صاحب ضلع نے منادی کرادی کہ ۳۰ ر اگست تک مالکان گاؤ اپنا اپنا انتظام کرلیں۔ ۱۳ اگست کو جو گائے بازار میں پھرتی ہوئی پکڑی جائیگی۔ اگر اُسکا کوئی مالک نہ بنا تو نیلام کردیجائیگی اور اگر مالک بنا تو قانونی سزا کا مستوجب ہوگا۔ اس حکم کے جاری ہونے کی دیر تھی کہ ہر ایک نے اپنا اپنا انتظام کرنا شروع کردیا۔ اور اب تمام اہل شہر صاحب ممدوح کے شکر گذار ہیں۔

پنجاب میں جدید آنہار آبپاشی کی تجویز زیر غور ہے اسپر ساڑھے سات کروڑ روپیہ صرف کرنے کی تجویز ہے۔

امرتسر میں ہندو مسلمانوں میں جو تقسیم آب کا مسئلہ زیر بحث تھا اور جس میں روشن ضمیر میونسپلٹی نے تقسیم کی تجویز صاحب کمشنر کو بھیجی تھی۔ وہ واپس لے لیگئی ہے۔ دونوں قوموں کے نلکے ایک ہی رہیں گے ✦

دھرم پال کی نسبت ہماری قطعی رائے

اس سے پہلے تو ہم دہرم پال کے سوالات کے جواب لکھتے وقت قریباً انیسویں سوال کے جواب تک ہمیں لگا ہے گاہے وہم وخیال ہوتا تھا کہ یہ قرآن مجید جو سوال کرتا ہے تو شاید کسی جگہ اسکو شک وشبہ پڑتا ہو۔ گو سابقہ اعتراضات میں بھی اکثر تو اسکی کجروی اور عمداً بدگوئی کا گمان پڑتا تھا۔ اسی واسطے ہم جواب دیتے وقت اکثر لکھتے آئے ہیں۔ کہ شاید یہ عمداً ایسی بیہودہ گوئی کرتا ہے۔ یا جہالت اور ناواقفی سے ایسی بدگوئی بکتا ہے۔ یعنی ہم نے ابتک اسکی نسبت کوئی قطعی اور یقینی رائے قایم نہیں کی تھی کہ صرف کجروی ہی سے ایسا کرتا ہے۔ یا محض جہالت اور نادانی ہی سے ایسا لکھتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم ہر جگہ دونوں باتیں لکھتے آئے ہیں۔ رفتہ رفتہ آخر بیسویں سوال کے جواب میں رب العالمین نے مطابق اپنے سچے اور پکے وعدوں کے جو اس نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں۔ ہمیں ہدایت کی اور ہمارا سینہ کھولا۔ کما قال تعالیٰ

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب (پ۲۵ ع ۳) وقال جل ذکرہ

ویھدی الیہ من اناب (پ۱۳ ع ۱۰) وقال جل ثناءہٗ

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (پ۲۱ ع ۳) وقال جل مجدہٗ

یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمٰت الی النور باذنہ

ویھدیھم الی صراط مستقیم (پ۶ ع ۷)

خلاصہ ان جملہ آیات کا یہ ہے کہ جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کی درگاہ میں صدق دل سے استغاثہ واستعانت چاہتا ہے اور توجہ وانابت وکوشش وتندہی بلیغ۔ پوری پوری اتم اکمل طور پر کما حقہ ظاہراً وباطناً مخلص وحنیف ہوکر کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جو مجیب الدعوات وقاضی الحاجات ہے ضرور ہی اسکی اعانت واجابت کرتا ہے۔

سو خاکسار نے بھی باطاعت وامتثال آیات مذکورہ بالا کے توجہ وانابت وجہد وکوشش بدرگاہ رب العزت کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اب قطعی اور یقینی طور پر مجھے یہی ہدایت وشرح صدر فرمائی کہ اس نیوگ پرست دھرم پال کو جملہ قرآن مجید میں کسی جگہ کسی طرح کا شک وشبہ نہیں بلکہ محض عمداً اور دیدہ دانستہ بہتان وافترا اللہ تعالیٰ پر کرتا ہے اور جان بوجھکر ہتک واہانت وذلت وحقارت قرآن مجید کی کرتا رہتا ہے اور طرح طرح کی بیہودہ گوئیاں بے موقعہ اور بے محل بے ربط اور بلا مناسبت بکتا چلا جاتا ہے۔ محض نیوگ ہی کی خاطر اور دیانندیوں کی مدارات کیلئے

تاکہ نیوگ کی دعوت میں مجتبے و مصطفے ہو کر رہے ۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ (پ۸ - ع۱۲)

وما ارید ان اخالفکم الی ما انھکم عنہ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (پ۱۲ - ع۸)

ربنا لا تجعلنا مع القوم الظالمین (پ۸ - ع ۱۲)

ونجنا برحمتک من القوم الکافرین (پ۱۱ - ع۱۴)

اسی لئے ہم نے بیسویں سوال کے جواب سے جو رسالہ نمبر ۱۱ کے صفحہ ۳۴ سے شروع ہوتا ہے یہی قطعی رائے قایم کرلی ۔ کہ ضرور بالضرور اِس نامراد نے نیوگ ہی کی بدولت ایسی بکواس کی ہے ۔ اسکو حق ناحق سے کوئی مطلب نہیں ہے ۔ اور کسی مذہب کی سچائی یا بطالت سے اسے کوئی کام نہیں ۔ صرف تن پروری اور خواہش پرستی اسکا عین دھرم و ایمان ہے ۔

یہی ہم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد و ہدایت و شرح صدر فرمائی اور بس ۔ سو ہمنے اطلاعاً اُسکا اظہار کر دیا ۔ تاکہ کوئی بھائی اس بات کا وہم و خیال نہ کرے کہ سابقہ دس نمبروں تک کچھ لکھتے آئے ہیں اور اب گیارہویں بارھویں میں اُسکے خلاف کچھ اور ہی لکھ مارا ۔

اور یہ شرح صدر وغیرہ کا حال جو ہمنے یہاں ذکر کیا ہے ۔ وہ صرف مطابق تعلیم کتاب اللہ المجید کے کیا ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ

قال الملاء الذین من قومہ انا لنراک فی سفاھۃ وانا لنظنک من الکاذبین ۔ قال یقوم لیس بی سفاھۃ ولکنی رسول من رب العالمین ابلغکم رسالات ربی وانا لکم ناصح امین (پ۸ ع۱۶)

یعنی ہود سلام علیہ کو اُنکی قوم کے لوگ کہتے تھے کہ تیرے وجود میں تو ہم جہالت و حماقت پاتے ہیں ۔ اور تجھے جھوٹا خیال کرتے ہیں ۔ سو ہود سلام علیہ اپنے سے قوم کی یہ بدگمانی دور کیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے وجود میں سفاہت بھی کوئی نہیں اور نہ میں جھوٹا ہوں ۔ بلکہ میں تو صرف اللہ کا پیغام سنانے والا ہوں ۔ اور تمہارا سچا دلی خیر خواہ ہوں ۔

ایسا ہی نوح سلام علیہ کا حال مذکور ہے ۔ جہاں فرمایا :۔

قال الملاء من قومہ انا لنراک فی ضلال مبین ۔ قال یا قوم لیس بی ضلالۃ ولکنی رسول من رب العالمین ۔ ابلغکم رسالات ربی وانصح لکم واعلم من اللہ ما لا تعلمون (پ۸ ع۱۵)

اسی طرح اور جگہ آتا ہے ۔

والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الھوی (پ۲۷ - ع۵) وما ارید ان اخالفکم الی ما انھاکم عنہ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ الخ (پ۱۲ - ع۸)

حجت اسلام

بجواب

ترک اسلام

اعتراض ۲۱ - قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا کے ہاں کسی کی سفارش منظور نہیں ہوتی۔ مگر پھر فوراً کہدیا کہ ہاں بعضوں کی سفارش خدا منظور کریگا۔ بھلا سفارش اور گناہ کا کیا تعلق۔ قرآنی خدا ایک مطلق العنان بادشاہ ہے کہ جسکے سامنے قیدی لائے جاتے ہیں وزیر سفارش کررہا ہے کارکن دیگر امورات سلطنت سرانجام کررہے ہیں اور خاصہ اورنگ زیبی دربار لگا ہوا ہے۔ کاش میرے بھائیوں کی آنکھیں اور انکو صداقت نظر آوے آمین۔

مذکورہ بالا چند باتیں قرآنی خدا کے بارہ میں ہیں۔ جنکو پڑھ کر قرآنی خدا کا اندازہ لگ سکتا ہے کہ وہ کیا بلا ہے اور کس دماغ نے اسکو گھڑا ہے۔ کیا خدا کے بارے میں ایسی تعلیم روحانیت کا خون نہیں کرتی۔ کیا مکار۔ فریبی۔ لڑاکے۔ کینہ انداز۔ فتنہ پرداز۔ مسخرے۔ ٹھٹھول۔ ظالم بے انصاف وغیرہ صفات سے موصوف خدا کی پرستش کرنے سے ہم میں مذکورہ بالا صفات ذمیمہ نہیں آئینگی۔ اور کیا ہماری روح کا اُن سے خون نہیں ہوگا۔ حاضرین اسکا خود ہی جواب دیں۔ خدا کے بارے میں جو یہ تعلیم ہے۔ وہ اُن تمام خوبیوں پر سیاہی پھیر دیتی ہے۔ جو قرآن میں کہیں کہیں بطور صحرائی نخلستان کے مذکور ہیں۔ اور قرآن صرف یہی نہیں کہ ایک الہامی کتاب کے درجے سے گر جاتا ہے۔ بلکہ وہ ایک معمولی کتاب سے بھی نیچے ہو جاتا ہے۔ اسکے علاوہ دوسری بات جو قرآنی تعلیم میں قابل اعتراض ہے۔ وہ انسانی پیدائش ہے مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بائیبل سے لئے ہوئے قصے کہانیوں کا نام الٰہی کلام رکھ دیا گیا ہے۔ مثلاً آدم کا قصہ جو بائیبل میں موجود ہے۔ اسی کو کچھ ہیر پھیر کرکے قرآن میں داخل کر دیا گیا ہے۔ قرآنی بابا آدم کوئی نئی بلا نہیں ہے۔ بلکہ اُسکی کہانی سے بچہ بچہ واقف ہے۔ محض اس بات کو مدنظر رکھکر کہ ایک الٰہی کلام کا دم بھرنے والی کتاب میں ایسی ایسی لغویات کا ہونا کتنا سخت قابل اعتراض ہے۔ میں چند باتیں یہاں بتاتا ہوں۔

جواب ۲۱ - سفارش کے متعلق جو کچھ اس نیوگ پرست نے لکھا ہے۔ اسکا جواب دینا ہم پر ضروری ہے۔ سو ہم قرآن شریف ہی سے اس مسئلہ کے متعلق بحث کرکے جواب دیتے ہیں۔ تارک اسلام اور معزز ناظرین ذرا غور سے سُنیں۔ وہو ہذا۔

آجکل شفاعت دو طرح لوگوں میں مشہور ہے۔ شفاعت کبریٰ۔ اور شفاعت صغریٰ۔
شفاعت کبریٰ سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ جب لوگ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے حساب کتاب شروع کرنے میں توقف کرنے سے تنگ آکر معزز انبیاء کے پاس جائیں گے۔ اور کہینگے کہ آپ خدا کے پاس ہماری سفارش کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا حساب کتاب شروع کرے۔ ہم میدان محشر میں نہایت تنگ ہیں۔ تو اُس وقت سب انبیا کچھ نہ کچھ عذر کریں گے اور پھر اخیر میں سب لوگ محمد رسول اللہ سلام علیہ کے پاس آئینگے۔ تو آپ اس کام کے لئے تیار ہو جاوینگے اور خدا تعالیٰ کے پاس سفارش کرکے لوگوں کا حساب کتاب شروع کرائیں گے۔ اس شفاعت کے تو ہم بھی منکر ہیں۔ کیونکہ اس تمام قصے کا قرآن مجید میں کہیں بھی ذکر نہیں۔ بلکہ یہ آیات قرآن مجید کے صریح خلاف ہے۔ قیامت کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسها وتوفی کل نفس ما عملت وهم لا یظلمون (پ ۱۴ ع ۲۱)
ترجمہ اُس دن (یقیناً بدکاروں پر غضب اور نیکوکاروں پر رحمت ہوگی جبکہ) ہر نفس حاضر ہوگا۔ (اور اُنکی یہ حالت ہوگی کہ) صرف اپنی ہی رستگاری کے لئے جھگڑتا ہوگا "

ایک مقام پر فرمایا :- یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه لکل امرء منهم یومئذ شان یغنیه (پ ۳۰ ع ۵) ترجمہ اُس دن ہر شخص اپنے بھائی - اپنی ماں - اپنے باپ - اپنی جورو اور اپنے بیٹے سے بھاگیگا - یعنی بیزار و بے اختیار ہوگا - ان میں سے ہر ایک بڑے سے بڑا بشر بھی اُسدن ایسے سخت فکر میں ہوگا - کہ وہ فکر اسکو ہر ایک دوسری چیز سے ہٹائیگا "

ایک اور جگہ ارشاد ہے - ولقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقناکم اول مرة وترکتم ما خولنکم وراء ظهورکم وما نری معکم شفعاءکم الذین زعمتم انهم فیکم شرکاء لقد تقطع بینکم وضل عنکم ما کنتم تزعمون (پ ۷ ع ۱۷)

ایک اور مقام پر فرمایا :- ونفخ فی الصور ذلک یوم الوعید وجاءت کل نفس معها سائق وشهید (پ ۲۶ ع ۱۶)

ایک اور جگہ فرمایا :- لکل امرء منهم یومئذ شان یغنیه (پ ۳۰ ع ۵)

اِن سب آیات سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز کوئی شخص کسی کی سفارش نہیں کر سکیگا۔ بلکہ ہر شخص اپنے جملہ اقربا کے حق میں کسی طرح بول نہ سکیگا - اِن آیات میں رسول سلام علیہ کو بھی مستثنےٰ نہیں کیا گیا - پس آپ بھی اپنے بھائی - برادر - ماں - باپ - اہل عیال - بیبیوں و بیٹیوں وغیرہ تمام اقربا و احبا کے حق میں کچھ بول نہ سکیں گے - بلکہ اُن کے واسطے ذلت و حقارت سے بھی عرض معروض نہیں کر سکیں گے - سوائے شہادت کے - پس جبکہ آپ اپنے عزیزوں کی بھی ذرہ

پھر سفارش نہیں کر سکیں گے۔ تو ما و شما کس شمار میں ہیں۔ اسی مضمون کی اور کئی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں۔ لیکن بغرض اختصار انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

شفاعت صغریٰ۔ یہ بھی دو طرح کی مشہور ہے۔ ایک تو یہ کہ جب لوگوں کا حساب اللہ تعالیٰ لے رہا ہوگا۔ تو بعض گناہگار جو اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جانے کے لائق ہونگے۔ اُنکو رسول اللہ یا دیگر رسل انبیا سلام علیہم خدا تعالیٰ کے پاس سفارش کر کے دوزخ میں جانے سے بچا لیں گے۔ یا سزا میں تخفیف کرائیں گے۔ اس طرح وہ اپنے جرموں کی سزا سے بچ جائیں گے۔ یا اُنکو تخفیف ہوگی۔ اس تہمت سے بھی قرآن شریف پاک ہو۔ کیونکہ یہ عقلاً و نقلاً بے انصافی و ظلم ہے۔ اس جہان فانی میں بھی اگر کوئی حاکم کسی مجرم کو کسی کی سفارش سے چھوڑ دے اور اُس کے جرموں کی سزا اُسے نہ دے تو ہر ایک عقلمند ایسے حاکم کو ظالم اور بے انصاف کہتا ہے اور ایسا حاکم تمام لوگوں کی نظروں میں مفسد شمار رہتا ہے اور جملہ حکام کے نزدیک بھی اُسکی اس بدچلنی کی وجہ سے سخت بدنامی ہوتی ہے۔ بلکہ اُسکا یہ جرم اگر اُسکے اعلیٰ اور افسر حکام تک پہونچ جائے تو اُسے خود بھی گھر کی سیر کرنی پڑتی ہے۔ افسوس صد افسوس ہے مسلمانوں پر جو عیسائیوں کی طرح سفارش کی بیہودہ گوئی و بداعتقادی میں رب العالمین کی کس قدر ہتک و اہانت و ذلت و حقارت کرتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ حاشا للہ۔ ما قدروا اللہ حق قدرہ۔ اور

والکافرون ھم الظلمون اور ربنا لا تجعلنا مع القوم الظالمین۔ اور ونجنا برحمتک من القوم الکافرین۔

پس ایسے ظلم اور بے انصافی کو خدا تعالیٰ کے ذمے لگانا عقلاً بھی بڑا قہر ہے اور قرآن مجید کے بھی سراسر خلاف ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:۔

واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون (پ۳-ع۶)

ترجمہ اور ڈرو قیامت کے دن سے جبکہ تم اللہ کیطرف لوٹا کر لائے جاؤ گے۔ پھر ہر ایک مکلف قرآن مجید کو اُس کے عمل کی پوری پوری جزا و سزا دیجائیگی اور کسی نفس پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائیگا۔" ایک اور جگہ یوں فرمایا:۔

وما کان لنبی ان یغل ومن یغلل یأت بما غل یوم القیامۃ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون (پ۴ ع۸) ترجمہ نبی کی شان سے یہ بات نہایت بعید ہے کہ وہ خیانت کرے اور (دیگر جو کوئی ہو) جو شخص خیانت کرے (تو) قیامت کے دن (خدا تعالیٰ کے روبرو) وہ اپنی خیانت کے ساتھ ہی پیش ہوگا۔ پھر ہر ایک نفس مخاطب و مکلف قرآن شریف کو (خواہ رسل انبیا اور تمام ملائکہ ہی کیوں نہ ہوں) اُس کے عمل کی پوری پوری جزا و سزا دیجائیگی

اور ظلم (ذرہ بھر) نہو گا۔"
اسی مضمون کی اور بہت سی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مکلف کتاب اللہ کو اُن کے گناہ کی سزا ضرور ہی ملیگی اور ملیگی بھی پوری پوری جسقدر کہ اُس گناہ کی سزا خدا تعالیٰ نے کتاب اللہ میں مقرر کی ہوئی ہے۔ اور کسی کی سفارش کے ساتھ اُس سزا سے نہ وہ بالکل بچ سکیگا اور نہ اُس سزا میں کسی صورت ذرہ بھر بھی کمی یا تخفیف ہو سکیگی۔ خواہ وہ اولوالعزم نبی اور رسول یا فرشتہ ملاء الاعلےٰ ہی کیوں نہو۔

دوسری قسم شفاعت صغریٰ کی یہ مشہور ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ حساب لینے کے بعد مجرم قرار دیکر دوزخ میں ڈالوا دیگا۔ اُن لوگوں کو رسول اللہ سلام علیہ یا دیگر رسل انبیاء پوری سزا ملنے سے پہلے دوزخ سے نکلوا لینگے۔"

قرآن مجید اس بہتان سے بھی بری ہے کیونکہ یہ بھی آیات قرآن مجید کے صریح خلاف ہے سورۃ ق میں مذکور ہے کہ جن نافرمانوں کے حق میں ہمیشہ کے لئے یا کسی خاص میعاد کے لئے سزائے جہنم کا حکم عدالت جبار سے سنا دیا جائیگا۔ انکو اللہ تعالیٰ اپنا یہ قانون بھی سنا دیگا۔ کہ:۔

ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید (پ ۲۶ - ع ۱۶) ترجمہ ہمارا یہ حکم ترکا القیا فی جھنم۔ مجرم کو دوزخ میں ہمیشہ یا کسی خاص میعاد کے لئے ڈالدو۔) ہمارے ہاں بدلا نہیں جائیگا کیونکہ ہمنے اپنے بندے پر (حساب کرنے میں) ذرا بھر بھی بے انصافی وظلم نہیں کیا۔ (تو ہم اپنا حکم کیوں بدلیں)۔" ایک اور جگہ فرمایا:۔

واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلماتہ (پ ۱۵ - ع ۱۶) ترجمہ (اے صاحب قرآن!) پڑھ وہ چیز جو بذریعہ وحی تیری طرف بھیجی جاتی ہے۔ یعنی اپنے رب کی کتاب جس (رب) کے حکموں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔"

ان اور کئی اور آیات سے صاف ظاہر ہے کہ جو حکم اور فیصلہ خدا تعالیٰ ایکدفعہ کر دیگا۔ پھر اُسکو خود بھی کبھی نہیں بدلیگا۔ اور نہ ہی کوئی اور بدل سکیگا۔ پس یہ خدا کی شان کے خلاف ہے کہ جن مجرموں کے حق میں وہ ذات پاک ایکدفعہ حکم سزا دوامی یا خاص میعادی صادر کر دے پھر کسی کے کہنے سننے سے یا خود بخود رحم کھا کر اُس میعاد میں کمی بیشی کرے یا کسی طرح ذرہ بھر بھی تخفیف کر دے اور اپنے حکم کو بدل دے۔ ہم ایسی آیات پہلے لکھ چکے ہیں جن سے بالصراحت ثابت ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اُس کے عمل کی پوری پوری جزا و سزا ملیگی۔ پس اگر کوئی شخص حسب قانون ربانی اپنے بداعمال کی وجہ سے ایک گھنٹہ دوزخ میں رہنے کا مستحق ہوا اور وہ ذات پاک کسی کی سفارش سے ایک منٹ یا اس سے بھی کم وقت اُسکی سزا میں کم کرے یا کسی طرح کی

تخفیف کرے - تو اسکا یہ وعدہ قرآنی ٹوٹ جائیگا - کہ "ہر ایک شخص کو اُس کے اعمال کی پوری پوری جزا و سزا دیجائیگی" - لیکن اللہ تعالیٰ نے یقیناً اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کریگا - کیونکہ وہ خود ہی فرماتا ہے - کہ ان اللہ لا یخلف المیعاد اگر بالفرض والتقدیر جملہ ملائکہ مقربین الملاء الاعلیٰ اور تمام رسل انبیا سلام علیہم ملکر چاہیں کہ اپنے کسی پیارے اور عزیز کی خاطر اُسکی کسی قسم کی سزا اور عذاب قیامت کے روز اپنے سر پر اُٹھالیں اور اُس اپنے پیارے کو جو مجرم ہے سزا سے بچالیں تو ایسا ہرگز نہیں ہوسکے گا - جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے :-

واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا (پ ۱ - ع ۶) ترجمہ ڈرو قیامت کے دن سے جس دن کوئی نفس (رسول یا فرشتہ بھی) کسی نفس کی سزا اپنے سر پر نہیں اُٹھا سکیگا - یعنی اگر کوئی رسول یا فرشتہ یا کوئی اور قیامت کے روز کسی بشر کو عذاب نار سے بچانے کے لئے اُس کی بجائے خود دوزخ یا کسی اور سزا میں داخل ہونا چاہے - تو اس طرح بھی اُسکو بچا نہیں سکیگا - کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ تبادلہ منظور نہ کریگا - تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی سفارش کر کے کسی کو بچا سکے - یا اُسکی سزا سے ذرہ بھر بھی تخفیف یا کمی کرا سکے -

جس شفاعت کا قرآن مجید قائل ہے وہ یہ ہے

لغت میں شفاعت کے معنے اس طرح لکھے ہیں :-

شفعت الشئ شفعا ای ضممت الی الفرد ترجمہ ملایا (جمع کیا) یعنے شئی کو فرد کے ساتھ - وشفعت الرکعۃ جعلتہا اثنتین (مصباح المنیر) ترجمہ کیا میں نے اسے دو رکعتیں یعنی ایک رکعت کے ساتھ دوسری کو جمع کیا "

پس ثابت ہوا کہ شفاعت کے معنے ایک فرد کے ساتھ دوسرے فرد کو جمع کرنے اور ملانے کے ہیں - جیسے کہ ایک رکعت کے ساتھ دوسری رکعت کو جمع کرنا اور ملانا -

پس قیامت کے دن جو شفاعت ہوگی - وہاں بھی یہی معنے ہیں کہ ایک شخص اپنے تئیں خدا کے سامنے کسی کے ساتھ جمع کریگا - یعنی ایک شخص ابتداءً خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنے ذاتی حساب و کتاب کے لئے پیش کیا جائیگا - تو دوسرا شخص بھی وہاں اُس کے ساتھ لاکر کھڑا کیا جائیگا - اس دوسرے کا پہلے کے ساتھ جمع ہونا - اگر سفارش کی غرض سے ہوگا تو وہ خود بخود آئیگا - جیسا کہ قاعدہ ہے کہ مجرموں کے سفارشی خود بخود حکام کے پاس سفارش کرنے کے لئے جاتے ہیں - جبراً و حکماً نہیں بلائے جاتے - مگر وہ خود بخود نہیں آئینگے - بلکہ بلائے ہوئے آئیں گے - جو اُنکے شفارشی نہ ہونے کی صریح بدیہی دلیل ہے -

اب ہم قرآن شریف سے یہ لکھتے ہیں کہ آیا اُس احکم الحاکمین کے حضور میں وہ دوسرے شفعاء لوگ حکماً بلائے جائیں گے یا خود بخود آئیں گے۔ سو فرمایا اللہ تعالیٰ نے :- کہ

من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ (پ۳-ع۲) ترجمہ کس شخص کی طاقت ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اُس کے حکم کے بغیر شفاعت کر سکے اور اپنے آپ کو (پہلے صاحب مقدمہ شخص کے ساتھ) ملا سکے "

جسوقت کوئی شخص اپنے ذاتی مقدمہ کے لئے بدرگاہ رب العزت حاضر ہوگا تو دوسرا کوئی آدمی یا فرشتہ یا رسول اُس صاحب مقدمہ شخص کے ساتھ اپنے آپ (خود) کو نہ ملا سکیگا۔ لہذا کوئی شخص وہاں کسی کا سفارشی نہیں ہو سکیگا۔ کیونکہ سفارشی حکماً نہیں بلائے جاتے۔ رہا یہ امر کہ اگر سفارشی نہیں پھر کون ہوگا؟ سو اسکا جواب یہ ہے کہ صرف شاہد ہی ہوگا۔ اور وہ بھی بالاذن (بالحکم) جیسا کہ گواہ حکماً وجبراً بلائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے قد فصلنا الایٰت کے مطابق خود ہی اسکی تفصیل بھی کر دی۔ اور فرما دیا۔ کہ :-

وجاءت کل نفس معہا سائق وشہید (پ۲۶-ع۱۶) ترجمہ ہر ایک نفس مکلف خدا تعالیٰ کے حضور آئیگا۔ اور اُسکے ساتھ اُس کا چلانے والا اور اُسکا گواہ ہوگا "

ہر ایک انسان کے گواہ بہت ہونگے۔ بشر زمین وغیرہ حتیٰ کہ اُس کے اپنے اندام بھی گواہ ہونگے۔ یہاں شہید کا لفظ واحد اس لئے آیا ہے کہ گواہ ایک ایک ہو کر پیش ہوگا۔ جیسا کہ دستور ہے۔ پس اس جگہ واحد بتاویل کل واحد بولا گیا ہے۔ یعنی ایک ایک گواہ علیحدہ علیحدہ شہادت کے لئے پیش کیا جائیگا " ایک مقام پر یوں فرمایا ہے :-

یایہا النبی انا ارسلناک شاہداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ (پ۲۲-ع۲)

ترجمہ اے ہمارے نبی ہمنے اپنے حکم سے تجھکو تیرے حاضرین لوگوں کا شاہد اور مومنوں کو جنت وغیرہ کی خوشخبری دینے والا اور بدکاروں کو خدا کے عذاب سے ڈرانے والا اور لوگوں کو (کتاب) اللہ کی طرف بلانے والا رسول کیا ہے " ایک جگہ اس طرح ارشاد ہے :-

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علیٰ ہؤلاء شہیداً (پ۵-ع۷) ترجمہ پس اُسوقت کیا حال ہوگا جبکہ ہم لوگوں کے ہر ایک گروہ سے اُنکا گواہ لائیں گے۔ اور (اے صاحب قرآن!) تم کو بھی ہم اِن (تمہارے حاضرین) لوگوں کا گواہ لائیں گے "

ایک مقام پر ارشاد ہے :-

وکذٰلک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیداً (پ۲-ع۱) ترجمہ اور (اے تابعدار کتاب اللہ!) اسی طرح ہمنے تمکو افراط

تفریط سے پاک بالکل وسط اور ہر طرح برگزیدہ طریقے پر قایم رہنے والا عظیم الشان گروہ بنا رکھا ہے آخر کار تم اپنے حاضرین لوگوں پر گواہ ہوگے اور خصوصًا اللہ کی بھیجی ہوئی ہر ایک کتاب بھی اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں پر گواہ ہوگی؟

اِن تمام آیات سے ثابت ہے کہ ہر ایک بھیجی ہوئی کتاب خدا اور جملہ رسل انبیاء اور دیگر نیک لوگ بھی قیامت کے دن خداوند تعالیٰ کے سامنے لوگوں کی صرف شہادت ہی دینگے۔ قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی شخص کسی کی شفاعت بھی کریگا۔ اور واضح ہو کہ ہر ایک شخص کسی کے اُن ہی نیک و بداعمال کی شہادت دے سکیگا۔ جسکو اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہوگا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول بھی صرف اپنی دید وشنید ہی کی شہادت دے سکیں گے۔ اور بس۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے۔

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم (پ ۷ ع ۵) **ترجمہ** اور داشتن سے ڈرو جسدن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کریگا۔ اور فرمائیگا۔ کہ تم کو لوگوں نے کیا جواب دئیے؟

پس جن لوگوں نے رسولوں کو نہ دیکھا اور نہ جوابدیا اُنکی بابت رسولوں پر سوال نہیں ہوگا۔ کہ تمہارے لوگوں نے تمکو کیا جواب دیا۔ قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ عیسےٰ سلام علیہ سے فرمائیگا۔ کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو بزرگ بنالو؟ تو آپ اپنے جواب میں منجملہ دیگر باتوں کے یہ بھی کہیں گے۔

وکنت علیہم شہیدا فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علیٰ کل شئ شہید (پ ۷ ع ۶) **ترجمہ** میں اُن کے حال کی اتنی ہی شہادت دیسکتا ہوں۔ جتنا عرصہ کہ میں اُن میں رہا۔ پس جب تو نے مجھے اُن سے قبض کرلیا۔ تو اُس کے بعد تو ہی اُنکا محافظ رہا اور تو ہی ہر ایک چیز کو خوب دیکھنے جاننے والا ہے؟

اِس آیت سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عیسےٰ سلام علیہ اُن ہی لوگوں کی شہادت دینگے جن میں کہ وہ رہے اور جنکے اعمال واقوال آنکھوں سے دیکھتے اور کانوں سے سنتے رہے پس یہی حال قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے حضور دیگر انبیاء کا بھی ہوگا۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن شفاعت یعنے سفارش ہرگز نہیں ہوگی۔ بلکہ محض یعنے شہادت ہی ہوگی اور شاہد صرف اپنے دیدہ شنیدہ واقعات ہی کی شہادت دے سکیں گے اور بس یعنی جسوقت ہر ایک شاہد اللہ کے حکم سے بلایا جاویگا۔ اور اُس سے حکمًا گواہی لیجائیگی۔ تو اُسوقت وہ حکم ربانی کی تعمیل کریگا۔ اور اپنی دید وشنید کے مطابق شہادت دیگا۔ پھر اگر اُنکی شہادت

مطابق نفس الامر اور واقع کے سچی اور صحیح ہوگی تو قبول کیجائیگی ورنہ وہ شہادت بھی بالکل مردود ومطرود ہوگی۔ کما قال تعالیٰ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا (پ ۳۰ - ع ۲) یعنی قیامت کے روز جملہ رسل انبیاء اور تمام ملائکہ مقربین الملأ الاعلیٰ وغیرہ میں سے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں کوئی بھی نہ بول سکیگا۔ مگر جسکو اللہ تبارک و تعالیٰ حکم کریگا۔ اور (اس صورت میں اُسکی گواہی لائق شنید کے ہوگی کہ) وہ کہیگا بالکل حق بات۔

اس سے آگے چلکر اسی نمبر ۱۲ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سراسر افترا و بہتان ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جملہ عیوب و نقصانات سے پاک ہے اور مکار۔ فریبی۔ لڑاکا۔ کینہ انداز۔ فتنہ پردار۔ مسخرا۔ ٹھٹھول۔ ظالم۔ بے انصاف وغیرہ اُس کے حق میں صریح بدگویاں ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے حق میں اِن الفاظ کا نام تک نہیں اور جس مقام کا تارک اسلام نے حوالہ دیا ہے۔ وہاں اس قسم کا اشارۃً اور کنایۃً وھم وگمان تک نہیں۔ تارک اسلام اصل میں شرارت کرتا ہے اور ہٹ دھرمی سے تعصب اور ضد کا پتلا بنکر ایسی بے تکی ہانکے چلا جاتا ہے۔ جس کا نہ سر ہے نہ پیر ورنہ تبلاویں کہ اس اعتراض میں کجا سفارش کے مسئلہ پر اعتراض اور کجا خدا پاک کی نسبت اِن مذکورہ الفاظ کا افترا و بہتان اور کجا آدم سلام علیہ کے قصہ کو مخول اور مسخرپنے سے ادا کرنا۔

اگر قرآن مجید میں اشارہ یا کنایہ تک بھی اِن الفاظ بے بنیاد کا رب العالمین کے حق میں ہوتا۔ تو اِن شاءاللہ العزیز کامل مکمل اتم اکمل طور پر جواب باصواب تحریر کرتے۔ مگر چونکہ سراسر یہ بہتان و افترا ہے۔ اس سبب سے اس فصاحت و بلاغت کا جواب دینے سے ہم معذور ہیں۔ جبتک ہم کو اِس بہتان کا پتہ و نشان نہ مل سکے۔ تب تک ہم ایسکا کیا جواب دے سکیں! تارک اسلام پر فرض ہے کہ وہ اُن آیات کو تحریر کرے۔ جن سے اُسکو یہ بدالفاظ اللہ جلشانہ کے حق میں نظر آئے۔

* باقی رہا آدم سلام علیہ کی بابت آپ کا یہ اعتراض کرنا کہ اُنکا قصہ بائیبل میں بھی پایا جاتا ہے؟ تو پھر قرآن میں کیوں موجود ہے؟ مگر افسوس کہ نیوگ پرست کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ خاص قرآن مجید ہی میں سے بعض بعض مسائل جملہ رسل انبیاء پر لوگوں کی ہدایت کے لئے اُن کے حسب حال خدا تعالیٰ بھیجتا رہا ہے۔ جب پہلی تمام آسمانی کتابیں اسی قرآن شریف ہی سے منزل من اللہ ہوتی رہی ہیں تو پھر اُن پہلی کتابوں کے مسائل قرآن شریف کے ساتھ کیوں نہ متفق ہوں۔ بلکہ قرآن شریف کا دعویٰ صداقت یہی ہے کہ جملہ کتب سماویہ کا مصدق اور موافق اور مطابق ہے۔ کسی مسئلہ میں کسی طرح کا ذرہ بھر بھی مابین ان کے تخالف و تناقض نہیں ہے۔ چونکہ تارک اسلام پہلے تمام کتب سماویہ سے بھی ناآشنا ہے اور قرآن شریف سے بھی بے خبر ہے اس لئے اُسکا ایسا کلام قابل سماعت نہیں ہے جبکہ وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ پہلی تمام کتابیں بھی جب اللہ ہی کی کلام ہوئیں لعد قرآن مجید بھی اللہ

ہی کا کلام ہوا تو اِن کا آپس میں اتفاق ہونا چاہیے تھا یا کہ مخالفت ہونی مناسب تھی۔ نیوگ کے بندے کو اتنی بھی خبر نہیں کہ ایک متکلم کی کلام میں تخالف و تناقض اچھا ہوتا ہے یا برا۔ افسوس صد افسوس ہے انکی ایسی سمجھ پر۔ کیا اب بھی تارک اسلام اپنی کجروی کا معترف نہوگا۔

چونکہ اگلی کتابیں بھی اسی قرآن شریف ہی سے بھیجی گئی تھیں۔ اس لئے اُنکا کوئی مضمون قرآن مجید سے علیحدہ نہ تھا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیات سے ہمارا مدعا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے:۔

وانہ لتنزیل رب العالمین۔ نزل بہ الروح الامین۔ علی قلبک لتکون من المنذرین۔
بلسان عربی مبین۔ وانہ لفی زبر الاولین (پ ۱۹۔ ع ۱۵)

اِن آیات سے صریح اور صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہی قرآن مجید جملہ کتب سابقہ منزلہ آسمانی میں موجود و مذکور ہے۔ یعنی ماسوائے اِس قرآن مجید کے اور کوئی غیر مسئلہ ان کتابوں میں ہرگز نہیں ہے۔ پس جب یہی قرآن مجید ہی کے مسائل ان کتابوں میں ہوئے تو آدم سلام علیہ کے قصہ کو بائیبل میں دیکھ کر قرآن شریف پر اعتراض کرنا سراسر نادانی ہے۔ کیونکہ اُن کتابوں میں جو مضامین ہیں وہ قرآن مجید ہی سے منزل من اللہ ہیں۔ تو آدم سلام علیہ کا قصہ جب بائیبل میں موجود ہُوا تو پھر بائیبل کے اصل قرآن شریف میں کیوں نہو۔ ہاں یہود نصاریٰ وغیرہ نے کتب سابقہ منزلہ آسمانی کے ترجمے یا تفسیروں و تشریحات وغیرہ میں جو جو تحریفات و تغیر و تبدل کئے ہیں وہ ضرور اِس قرآن مجید میں نہیں مل سکتے۔ اور ملیں بھی کس طرح جبکہ قرآن شریف اِس قسم کی بیہودہ گوئیوں سے بالکل پاک اور ہر طرح منزل ہے۔ تعالیٰ اللہ علوا کبیرا اور اللہ تعالیٰ کی ہر ایک کتاب کیونکر پاک ہو۔ جبکہ وہ خود جملہ عیبوں نقصانوں سے پاک ہے۔ وقال تعالیٰ

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (پ ۳ ع ۱۷)

اِس آیت سے بھی ظاہر باہر طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جملہ رسل انبیاء کو قرآن مجید ہی میں سے بعض بعض مسائل اُس زمانہ کی تربیت و مصلحت کے مطابق دیئے جاتے رہے ہیں یا کوئی مسئلہ اُنپر سوائے اِس قرآن مجید کے مسائل کے ہرگز ہرگز منزل من اللہ نہیں ہوا۔

اور وآمنوا بما انزلت مصدقا لما معکم ولا تکونوا اول کافر بہ (پ ۱ ع ۵)

اور واذا قیل لہم اٰمنوا بما انزل اللہ قالوا نؤمن بما انزل علینا ویکفرون بما وراءہ وھو الحق مصدقا لما معہم (پ ۱ ع ۱۱)

اور ولما جاءہم رسول من عند اللہ مصدق لما معہم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتب کتاب اللہ وراء ظہورہم کانہم لا یعلمون (پ ۱ ع ۱۲)

اور والذی اوحینا الیک من الکتاب ھو الحق مصدقا لما بین یدیہ ان اللہ بعبادہ لخبیر بصیر (پ۲۲-ع۱۴) اور

وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ (پ۶-ع۱۱)

اور یاایھا الذین اوتوا الکتاب اٰمنوا بما نزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نطمس وجوھا فنردھا علی ادبارھا الایہ (پ۵-ع۷) اور

نزل علیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ (پ۳-ع۹)

علاوہ ازیں اور بھی قرآن شریف میں کثرت سے ایسی آیات موجود ہیں جن سے بدرجہ عین الیقین وحق الیقین ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید جملہ کتب سماویہ کے ہر ایک بڑے اور چھوٹے مسئلہ کا عموماً وخصوصاً مصدق ومطابق وموافق ومہیمن یعنی سب پر حاوی ہے۔ اور اُن میں کوئی بھی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو قرآن مجید میں موجود و مذکور نہ ہو۔

ہمیں نہایت ہی تعجب وتحسر وتحیر ہے اس تارک اسلام پر کہ صرف نیوگ ہی کی خاطر جان بوجھکر اس قسم کی بیہودہ گویاں وبہتان وافترا اللہ تبارک وتعالیٰ پر باندھ رہا ہے۔ اور بہت ہی بڑھکر ہتک وذلت واہانت وحقارت قرآن مجید کی کر رہا ہے۔ ورنہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی شان وعظمت میں لاشریک ہے اسی طرح اُسکا پاک کلام بھی اپنی شان وعظمت میں جملہ اقسام کی دوسری کلاموں سے افضل۔ اعظم اور ارفع ہے جسکے ساتھ کسی قسم کی بھی کسی اور کلام کو کوئی نسبت نہیں ہوسکتی۔ یہی معنی ہیں لاریب فیہ کے یعنی اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجایش ممکن ہی نہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں اتنی بات کی گنجائش بھی نہیں کہ تمام مخلوقات جن۔ انس۔ ملائکہ میں سے کوئی بھی اس کتاب کے اندر کہیں انگلی رکھکر دکھائے کہ اس جگہ کچھ تردد یا شک یا شبہ یا حیرت ہے یا یہاں شک کرنے کا کچھ احتمال ہی ہے۔ غرضکہ یہ لاریب فیہ کا جملہ ہر کسی کے ریب کی بالکل نفی کر رہا ہے۔ قرآن مجید میں اسکی تفصیل یہ ہے کہ اس کتاب میں حرف حرف اور کلمہ کلمہ تک بالکل عین حق۔ عین علم۔ عین یقین موجود ہے۔

کما قال تعالیٰ وبالحق انزلناہ وبالحق نزل (پ۱۵-ع۱۲) ترجمہ اس پاک کتاب کو ہمنے پورے پورے حق اور سچ کے ساتھ اُتارا ہے اور پورے پورے حق اور سچ کے ساتھ ہی یہ کتاب اُتری ہے" وقال سبحانہ

الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق (پ۲۷-ع۱۷) ترجمہ کیا مؤمنوں کے لئے ابھی تک ایسا وقت نہیں آیا کہ ہر وقت یاد الٰہی اور ہر وقت اُس چیز کے پڑھنے سننے کے جو کامل حق اُترا ہے (یعنی قرآن مجید) اُنکے دل نرم اور خوفناک ہوں؟

اک وھو الحق مصدقا لما معھم (پ۱-ع۱۱) ترجمہ اور یہ قرآن مجید کامل صفات جامع کمالات حق ہے جو تصدیق کرتا ہے اُس ہر ایک کتاب آسمانی کی جو اُن کے پاس ہے۔

اک تلک آیات اللہ نتلوھا علیک بالحق وانک لمن المرسلین (پ۲-ع۱۷) ترجمہ اونبی! یہ عالی رتبہ سورت اللہ کی آیات ہیں جو ہم تجھ کو کامل حق اور سچ کے ساتھ پڑھکر سناتے ہیں اور بیشک تو اُن لوگوں میں سے ہے جو رسول بناکر بھیجے گئے ہیں"

ار ولقد جئنا ھم بکتاب فصلناہ علی علم ھدی ورحمۃ لقوم یؤمنون (پ۸-ع۱۳) ترجمہ اور البتہ تحقیق ہم نے انکو بڑی عظیم الشان اور عالی قدر کتاب عطا کی ہے جسکی تفصیل وتفسیر بھی ہم نے آپ ہی علیٰ علم کردی ہے۔ جو ایمان کے طالبوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے"

ار قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (پ۱۵-ع۹) ترجمہ ای صاحب قران! پکار کرسنا دے کہ کامل حق یعنی قرآن مجید آگیا اور ہر قسم کا باطل جو سوائے قرآن مجید کے ہے نیست ونابود ہوگیا۔ بیشک ہر قسم کے باطل کی یہی شان ہے کہ وہ مردود کیا جاوے

ار قل جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید (پ۲۲-ع۱۱) ترجمہ ای صاحب قرآن! پکار کرسنا دے کہ کامل صفات جامع کمالات حق یعنی قرآن مجید آپہونچا اور ماسوائے اِس کے جو سب کچھ باطل ہے نہ تو از سر نو پیدا ہوگا اور نہ کوئی پہلے باطل میں سے اعادہ کرسکیگا"

ار وانہ لحق الیقین (پ۲۹-ع۶) ترجمہ اور بیشک یہ قرآن کریم عظیم الشان جلیل القدر حق ہے۔ یعنی کامل صفات جامع کمالات یقین ہے۔ جس میں کسی قسم کا شک وشبہ وغیرہ نہیں ہوسکتا

خلاصہ اِن جملہ آیات کا یہ ہے کہ تمام قرآن مجید میں بدرجہ حق الیقین وعین الیقین تمام کلمات وآیات وادوات کا صرف ایک ہی یقینی اور سچا اور حق اور پکا معنے ہوتا ہے۔ نہ کہ ایسے ایسے معانی ومطالب جنہیں تردد یا شبہ یا شک یا ریب کو کچھ بھی دخل ہو۔ یعنی قرآن شریف میں ایک حرف بھی ایسا نازل نہیں ہوا۔ جسکے ایک ہی جگہ میں کم از کم دو معنے بھی ایسے ہوسکتے ہوں جو آپس میں مختلف یا ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ پس یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کسی آیت یا کسی کلمہ یا حرف کے معنے میں او۔ او یعنے یا یہ معنی ہے یا یہ معنے ہے۔ یا یوں بھی اِس کے معنے ہوسکتے ہیں اور یا اِس طرح اِسکے معنے ہوسکتے ہیں۔ لاریب فیہ کا جملہ یا اِس کے معنے کی مفصل اور مصدق آیات کو اگر دل کی آنکھوں کے سامنے رکھا جاوے تو سارے او بھول جاتے ہیں کیونکہ او او کے لکھ دینے سے خواہ مخواہ دل میں خیال گذرتا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ جو صادق القول ہے اور اپنی نسبت ارشاد فرماتا ہے ومن اصدق من اللہ قیلا (پ۵-ع۱۵) ومن اصدق

من اللہ حدیثا (پ ۵ ع ۸) یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑھکر کون سچ بولنے والا ہے " اور اس پاک کتاب کی شان میں فرماتا ہے کہ لاریب فیہ یعنی اس کتاب مقدس میں کسی طرح کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ممکن ہی نہیں ہے - پس ہر ایک منصف مزاج صاحب عقل سلیم اللہ کے بندی کو صدق دل سے یہ اعتقاد رکھنا واجبات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بالکل سچا ہے اور قرآن شریف میں جو کچھ فرمایا ہے سب سچ اور یقینی اور قطعی طور پر فرمایا - اس میں کسی طرح کسی جگہ کچھ تردید اور شبہ اور شک ہو ہی نہیں سکتا اور ہمیشہ اس بات سے ڈرتا رہے کہ مبادا قرآن مجید کے الفاظ کے مختلف معنے بیان کرکے اللہ تعالیٰ کی اس کلام کو جو لا ریب فیہ ہے جھوٹا کر دے - یعنی یہ کہ منہ سے تو لا ریب فیہ کہے جسکی اصلی مراد و مفہوم یہ ہے کہ کوئی دھریہ - عیسائی - یہودی - دیانندی - منکر و مخالف کتاب اللہ - آتش پرست - بت پرست - گور پرست وغیرہ وغیرہ سب کے سب عموماً و خصوصاً - کسی شخص کو بھی جملہ معشر الانس والجن سے کسی طرح طاقت و قدرت نہیں ہو سکتی اور قیامت تک نہ ہو سکیگی - کہ قرآن مجید میں کسی جگہ کسی طرح کسی قسم کے شک و شبہ کا وھم و خیال بھی کر سکے - مگر پھر آپ ہی اُس کے معانی میں تردد اور شک و شبہ کرنے لگجاوے - پس اُسکا قول اور فعل دونوں ایک دوسرے کے مخالف و متضاد ہونگے - پس اُس شخص کو چاہئے کہ اس آیت کو جو درج ذیل ہے اپنی اس بیماری کا تریاق سمجھکر ہمیشہ مدنظر رکھے -

یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون (پ ۲۸ ع ۹) ترجمہ اے زبانی مدعی ایمان کے تم صرف منہ سے کیوں ایسی باتیں کہدیا کرتے ہو جن کو تم عمل میں نہیں لایا کرتے - تمہاری یہ بدچلنی کہ زبان سے کتاب اللہ پر ایمان لانیکا دعویدار ہونا اور عملدرآمد دین اسلام کے بارہ میں اپنی اپنی مذہبی کتب کو بھی اُس کے ساتھ ملانا اللہ تعالیٰ کے بڑے بھارے غضب کا موجب ہوتی ہے "

پس حسب تعلیم قرآنی و موافق ارشاد ربانی ہمارا اسپر عین ایمان ہے کہ سارا قرآن مجید من اولہ الی آخرہ بالکل حق اور سچ اور یقینی اور قطعی طور پر منزل من اللہ ہے - اس کے ایک حرف میں بھی ریب یا تردد یا شبہ یا شک یا تحیر - بلکہ ان عیوب کے کسی قسم کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا - کیونکہ یہ رب العالمین - علیم - لطیف - خبیر کا کلام ہے - پس جو کچھ نیوگ پرست نے قرآن مجید کے حق میں بیہودہ گوئی و بدچلنی ظاہر کی ہے وہ سراسر شرارت و کجروی سے کی ہے - نہ کہ اُسکو اس پاک کلام میں کسی طرح کا شک و شبہ مخیل و موہوم ہوا ہے - غرضیکہ جو کچھ اُس نے قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کے حق میں بدگوئی کی ہے وہ صرف نیوگ ہی کی خاطرداری ہے - تا کہ دیانندی لوگ اس بیہودہ گو کو نیوگ میں برگزیدہ و چیدہ جانیں +

دیانندی نیوگ یعنی ظاہر باہر زنا کی تشریح

ہم کئی جگہ لکھتے آئے ہیں کہ دہرمپال نے صرف نیوگ ہی کی خاطر دیانندی مذہب قبول کیا۔ مگر اکثر اہل اسلام وغیرہ لوگوں کو چونکہ نیوگ کے معنے معلوم نہیں اور وہ نیوگ کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں۔ اس لئے اُنکی خاطر خاص آریوں کے سرمرشد سوامی دیانندجی کے اقوال جو انہوں نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں بطور سوال وجواب لکھے ہیں۔ تشریح وتفصیل کرکے نیوگ کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ اور اپنے پاس سے اس میں کچھ نہیں لگاتے۔ صرف سوامی جی کے الفاظ کی تشریح کرینگے۔ تاکہ سب لوگوں پر روشن ہو جاوے کہ اس دیانندی مذہب میں یہی خوان یغما ہے۔ جس پر دھرم پال جیسے خوانندہ بیہودہ گو بھی شیفتہ ہو جاتے ہیں۔ پس ناظرین غور سے سنیں۔ وہو ہذا:-

سوال:- جب نسل بند ہو جاوے تب بھی اُس کا خاندان برباد ہو جاویگا۔ اور عورت مرد زناکاری میں لگ کر اسقاط حمل وغیرہ بہت بُرے کام کرینگے۔ اس لئے ازدواج ثانی اچھا ہے۔

جواب:- نہیں نہیں۔ کیونکہ اگر عورت مرد مجرد رہنا چاہیں۔ تو کوئی بھی برائی نہوگی اور اگر نسل قایم رکھنے کے لئے کسی اپنی ذات برادری والے کا لڑکا گود لے لیں تو اُس سے نسل قایم رہیگی۔ اور نہ زناکاری بھی نہوگی۔ اور اگر برہم چرج نہ رکھ سکیں (یعنی مجرد رہنا نہ چاہیں) تو نیوگ کرکے اولاد پیدا کرلیں۔ (یعنی جبتک حمل نہ ہو جائے تبتک ظاہر باہر طور زنا کرتے رہیں)۔

سوال:- دوبارہ شادی اور نیوگ میں کیا فرق ہے؟

جواب:- اوّل جس طرح بیاہ کرنے میں لڑکی اپنے باپ کا گھر چھوڑکر خاوند کے گھر جا رہتی ہے۔ اور اُس کا باپ کے ساتھ کچھ خاص تعلق نہیں رہتا۔ (اس کے برعکس) بیوہ عورت اپنے پہلے خاوند کے ہی گھر میں رہتی ہے۔

دوئم۔ اُس نیوگ کرنے والی عورت کے لڑکے شادی شدہ خاوند کی جائداد کے وارث ہوتے ہیں اور بیوہ عورت کے لڑکے نیوگ کرنے والے کے نہ لڑکے کہلاتے ہیں۔ اور نہ اُس کا گوترہ اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی اُس کا دعوےٰ اُن لڑکوں پر ہوتا ہے۔ بلکہ وہ (اُس عورت کے) مرحوم خاوند کے لڑکے دشمار کئے جاتے ہیں) اُسی کے گوترا اور اُسی کی جائداد کے دعویدار ہوکر اُسی گھر میں رہتے ہیں۔

سوئم۔ ازدواج میں عورت اور مرد کو باہم خدمت اور پرورش کرنی ضرور ہے اور نیوگ کرنے والے مرد اور عورت کا ایسا کچھ بھی تعلق نہیں رہتا۔ (یعنی فقط زنا کرنے میں ہی اِن دونوں کا علاقہ

رابطہ اور دوستی ہوتی ہے ۔ زنا کے علاوہ اور کسی بات میں اونکا تعلق نہیں ہوتا ۔ مرد کو اس زنا کا معتاضہ اور اُجرت یا روٹی کپڑا وغیرہ نہیں دینا پڑتا ۔ ایسا ہی عورت کو بھی کوئی حق نہیں کہ اُس غیر مرد کے گھر کا کوئی کام دہندا کرے ۔ کھانا پکا دے ۔ کپڑے دہوئے ۔ چکی پیس دے ۔ یا کم از کم اُس کی ڈاڑھی یا سر سے جوئیں نکالے ۔ بلکہ صرف حیوانات گدھے اور کتے کی مانند اپنا زنا کا مطلب نکالا اور دونوں الگ الگ ہو بیٹھے) ۔

چہارم ازدواج میں مرد و عورت کا تعلق تا حیات رہتا ہے اور نیوگ کرنے والے مرد اور عورت کا بعد ادائے رسم نیوگ قطع تعلق ہو جاتا ہے ۔ (یعنی ایک شخص سے زنا کرنے کے بعد اگر عورت کا دل خوش نہو تو وہ عورت کسی اور سے زنا کرنے کے لئے دوستی پیدا کرلے ۔ تو پہلے زانی کو مجاز نہیں کہ وہ عورت مذکورہ سے کہے کہ تو مجھ سے ہی زنا کر دوسرے سے نہ کر ۔ بلکہ دو چھوڑ تین چار ۔ پانچ چھ بلکہ گیارہ تک بھی ظاہر طور پر زنا کرنے کے لئے غیر مردوں کو یار رکھ سکتی ہے ۔ گیارہ میں سے جسکے ساتھ جس وقت اُسکا دل چاہے بے خوف ظاہر با ہر طور پر زنا کرتی رہے ۔ تاکہ پہلے بیاہتے خاوند کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے ۔ چونکہ ظاہر طور پر زنا کروانے کے لئے گیارہ یار رکھنے والی عورت کا فیضان عام ہوگا اس لئے اُس کا درجہ بھی اعلیٰ ہوگا ۔)

پنجم ۔ ازدواج سے مرد اور عورت ملکر گھر کے کام پورا کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں (مگر) نیوگ کرنے والے عورت اور مرد اپنے گھر کے کام کیا کرتے ہیں ۔

(ستیارتھ پرکاش اردو مترجمہ راد ہاکشن مہتہ مطبوعہ مطبع کشن چند کمپنی لاہور صفحہ ۱۴۲)

سوال :- نیوگ خاوند کے مرنے کے بعد ہوتا ہے یا زندگی میں بھی ؟

جواب :- زندگی میں بھی ہوتا ہے جب خاوند اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو ۔ تب اپنی عورت کو اجازت دے کر اے نیکبخت عورت ! خوش نصیبی کی خواہش کرنے والی عورت ! تو مجھ سے علاوہ دوسرے خاوند کی خواہش کر ۔ کیونکہ اب مجھ سے اولاد پیدا کروانے کی امید مت رکھ ۔ لیکن اس بیاہے ہوئے قابل تعظیم خاوند (وہ بیاہا ہوا خاوند کیوں نہ قابل تعظیم ہو جبکہ وہ سخاوت میں بے نظیر اور دوسروں کو فیض پہنچانے میں بڑا باحوصلہ ہوا ۔ اسلئے اُس) کی خدمت میں کمربستہ رہ ۔ (صفحہ ۱۵۰ کتاب مذکور)

سوال :- جب ایک بیاہ ہوگا ۔ ایک مرد کے لئے ایک عورت اور ایک عورت کے لئے ایک مرد رہیگا ۔ اس صورت میں عورت حاملہ ۔ دایم المریض یا مرد دایم المریض ہو اور دونوں کی عمر جوانی کی ہو (یعنی مرد دایم المریض ہو اور عورت جوان اور ہر طرح صحیح سالم ہو ۔ یا عورت حاملہ یا دایم المریض ہو اور مرد جوان اور صحیح سالم تندرست ہو ۔ جس سے رہا نہ جائے ۔ تو پھر کیا کریں ؟

جواب :- اس کا جواب نیوگ کے بیان میں دیکھے ہیں ۔ حاملہ عورت سے ایک سال جماع نہ کرنے

کے وقت میں مرد یا عورت سے رہا نہ جائے تو کسی سے نیوگ کر کے اس کے لئے لڑکا پیدا کر لے۔" (صفحہ ۱۵۷ کتاب مذکور)

یہ ہے سوامی جی کی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کی عبارت جس میں نیوگ یعنی ظاہر باہر زنا کرنے کا دیانندی عورات کو حکم ہے اور جو ہماری زیادہ تشریح کا محتاج نہیں۔ عبارت اردو ہے۔ کوئی سنسکرت یا عربی الفاظ نہیں۔ ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں۔

اعتراض ۲۲ - قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ اور اس میں روح پھونکی یعنی پہلے ایک مٹی کا پتلا بنایا گیا۔ اور پھر اس میں جان ڈالی گئی۔ وہ روح کہاں سے آگئی اگر ہم یہ کہیں کہ خدا نے اپنی روح اس میں ڈالی تو ماننا پڑیگا۔ کہ خدا میں بھی وہ صفات ذمیمہ موجود ہیں۔ جو اس کے ایک روح میں (جو آدم میں آیا) موجود تھیں۔ اگر یہ کہیں کہ خدا نے نیستی سے روح پیدا کی تو یہ بالکل لغو ہے۔ کیونکہ نیستی سے کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ نیستی نام ہی اس چیز کا ہے۔ کہ جسکا کوئی وجود معلوم نہیں ہو سکتا۔ بہر وجہ قرآن کا یہ مسئلہ میں تسلیم نہیں کر سکتا۔

جواب ۲۲ - اس سوال میں تین شقیں ہیں (۱) آدم کو مٹی کے پتلے سے بنایا۔ (۲) خدا نے اپنی ذاتی روح اس میں ڈالی (۳) اگر ذاتی روح نہیں ڈالی تو کوئی غیر روح نیستی سے پیدا کر کے اس کے بدن میں خارج سے داخل کر دی۔ اب ہم ہر ایک شق کا نمبروار جواب باصواب تحریر کرتے ہیں۔

جواب شق اوّل:- ہم نمبر ۱۴ کے جواب میں مفصل مبین طور پر لکھ چکے ہیں کہ اسکے سوالات بالکل بے محل و بے موقع ہوتے ہیں۔

بھلا اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت و طاقت میں کوئی ذی ہوش شک و شبہ کر سکتا ہے کہ روح کو کس طرح پیدا کر سکتا ہے۔ اور بدن کو کس طرح۔ اگر دھرمپال صرف اپنی ہی پیدائش کا خیال کرتا اور عقل و فکر سے کام لیتا۔ تو آدم علیہ السلام کے بدن اور روح کے پیدا ہونے میں کس طرح انکار کر سکتا۔ جملہ حیوانات و نباتات و جمادات و ذرات میں تدبر و تفکر و تفقہ و تذکر کرتا تو خواہ مخواہ بلا چون و چرا اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت و طاقت کاملہ باہرہ کا قائل ہو جاتا۔

ربنا لا تجعلنا مع القوم الظالمین - ونجنا برحمتك من القوم الکافرین -

تارک اسلام کا یہ کہنا کہ میں اس تعلیم قرآنی کو نہیں مانتا سراسر لغو اور بے فائدہ ہے۔ کیونکہ اوّل ہی سے سب لوگوں پر واضح و ظاہر ہو چکا ہے کہ تارک اسلام قرآن شریف کو نہیں مانتا اسلئے وہ قرآن مجید کی ہتک و اہانت و ذلت و حقارت کرتا رہتا ہے۔ پھر اسکا بار بار یہ کہنا کہ میں یہ مسئلہ قرآنی نہیں مانتا لغو نہیں تو کیا ہے۔ اگر وہ جان بوجھکر بے محل بے موقع قرآن مجید

کی توہین کرتا ہے - پھر بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم اس متعصب کو جواب باصواب دیتے رہیں - تاکہ تمام لوگوں کو اسکی لیاقت علمی وعملی ہر طرح سے معلوم ومفہوم ہو جاوے کہ یہ شخص ایسے ایسے افترا وبہتان اللہ تعالیٰ پر اپنے دل سے گھڑ لیتا ہے - ہم گذشتہ تقریر میں بھی ہر ایک سوال کے جواب کے ماتحت اتنی بات ثابت کرتے آئے ہیں کہ یہ شخص محض اپنی کجروی ہی سے اللہ تبارک وتعالیٰ پر بہتان وافترا باندھ لیتا ہے - سوال ہذا میں بھی اس نے ایسا ہی کیا ہے - کیونکہ قرآن مجید میں آدم کو پتلے سے بنانا یا اسمیں ذاتی روح داخل کرنا یا نیستی سے پیدا کرکے خارج سے داخل کرنا ان تینوں شقوں میں سے کسی شق کا قرآن مجید میں ذکر تک بھی نہیں ہوا - خدا تعالیٰ نے آدم کی پیدائش کے متعلق الفاظ ذیل کا استعمال کیا ہے - تراب (یعنی مٹی) طین (یعنی کیچڑ) حما مسنون (یعنی سیاہ کیچڑ) کما قال تعالیٰ

ان مثل عیسے عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون (پ ۳ ع ۱۴)

اسجگہ پیدائش آدم تراب سے بیان کی گئی ہے - دوسری جگہ فرمایا :-

وبدء خلق الانسان من طین (پ ۲۱ ع ۱۴) اس آیت میں لفظ طین سے پیدائش آدم سلام علیہ بتلائی ہے - اور فرمایا ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حما مسنون - (پ ۱۴ ع ۳) یہاں پیدائش انسان حما مسنون سے فرمائی - اسی طرح اور بھی بہت آیات ہیں جنمیں آدم سلام علیہ کے پیدا ہونے کا ذکر ہے - مگر پتلے سے پیدا کرنے کا ذکر کسی جگہ اشارۃً یا کنایۃً ہرگز ہرگز نہیں -

جواب شق ثانی - کا اشاعۃ القرآن ماہواری نمبر ۱ کے سولہویں اعتراض کے جواب میں مفصل طور پر ہم بیان کر آئے ہیں - جسکا خلاصہ یہ ہے کہ روح کی اضافت اللہ کی طرف ایسی ہے جیسی دوسری اشیاء مذکورہ فی القرآن کی اضافت اللہ کیطرف ہے - مثلاً (۱) ارض اللہ واسعۃ (۲) لما قام عبد اللہ (۳) فقال لہم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیہا (۴) افبعذابنا یستعجلون (۵) وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا وغیرہ وغیرہ اس قسم کی آیات کتاب اللہ میں بہت مذکور ہیں - جنمیں اشیا بکثرت اسکی طرف مضاف ہیں - معاذ اللہ - حاشا اللہ - کیا وہ اشیاء خدا کی ذات ہو گئیں - نہیں ہرگز نہیں - بلکہ ان سے یہ مراد ہوتی ہے - کہ وہ اشیاء اللہ کی مخلوق ومملوک ہیں - اسی طرح جہاں کہیں ذکر آتا ہے - کہ آدم میں خدا تعالیٰ نے اپنی روح پیدا کردی - وہاں یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا کی ذاتی روح آدم میں آگئی - بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے - کہ خدا کی پیدا کی ہوئی اور ارادہ کی ہوئی اور اس کی چاہی ہوئی اور اسکی مملوک روح آدم میں ظاہر کی گئی - اس اعتراض سے بھی تحقیقاً معلوم ہوتا ہے کہ دھرم پال کو جہان کی کچھ بھی خبر نہیں -

ہر ایک مذہب کا آدمی بولتا ہے کہ میں بھی اور میرا جان و مال غرض سب کچھ جو موجود ہے خدا کا ہے گیا اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ ذات خدا ہے یا اس کا جزو ہے ہرگز نہیں کیونکہ اضافت سے مضاف کا ذات مضاف الیہ ہوجانا کہاں سے خیال ہوتا ہے ۔ علمیت کا یہ حال ہے ۔ کہ نسبت اضافت کا بھی مطلب کبھی اپنے نہیں سنا اور نہ سمجھا ۔ پڑیں پتھر سمجھ پر ایسی گر سمجھے تو کیا سمجھے ۔

جواب شق ثالث[١] ۔ قرآن مجید میں کسی جگہ سے اشارۃً یا کنایۃً بھی یہ وہم وگمان نہیں ہوسکتا ۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رُوح آدم سلام علیہ کی یا کسی اور بنی آدم کی اوّل عدم ہی سے خارج میں پیدا کرکے بعدہٗ اسکو بدن انسانی میں داخل کیا ہے یا کریگا ۔ بلکہ صاف صریح طور پر تمام قرآن مجید سے واضح وظاہر ہوتا ہے ۔ کہ بدن ہی میں باقی اعضا واجزا کی طرح ازسرِنو ہر ایک انسان میں رُوح بھی اسکے بدن ہی کے ساتھ ساتھ باقی اعضا واندام کی طرح پیدا کی جاتی ہے ۔

کما قال تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ۔ ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ۔ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشانٰہ خلقا اٰخر فتبارک اللہ احسن الخالقین ۔ (پ۱۸-ع۱)

خلاصہ ان آیات کا یہ ہے کہ آدم سلام علیہ کو اللہ تعالیٰ نے گیلی مٹی سے بنایا ۔ اور باقی تمام اولاد کو نطفہ منی سے بناتا رہتا ہے ۔ جسوقت آدم سلام علیہ کا تمام بدن اتم اکمل طور پر پورا ہوچکا ۔ اور اسی طرح پر اس کی اولاد کا بھی جسوقت تمام بدن کامل اکمل طور پر تیار ہوجاتا ہے تو پھر مطابق ثم انشانٰہ خلقا اٰخر کے آدم سلام علیہ کے بدن میں اور نیز اُسکی تمام اولاد کے بدن میں دوسری قسم پیدائش (یعنی رُوح) بھی اُس بدن ہی میں سے پیدا کردیتا ہے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے باقی اعضا واجزا کی طرح اُسکی رُوح بھی اُسی مادہ سے پیدا کردیتا ہے جس سے باقی اعضا واجزا بنائے جاتے ہیں ۔ اور خارج سے آنے والی کوئی چیز نہیں ہے ۔ اب قابل الذکر یہ بات ہے کہ آیت ثم انشانٰہ خلقا اٰخر سے تو اظہر من الشمس پایا جاتا ہے کہ ہر ایک انسان کی رُوح خواہ آدم سلام علیہ ہو ۔ خواہ اُنکی اولاد ۔ سب کی رُوح اندر ہی میں پیدا ہوتی ہے ۔ جیسے اور اعضا واندام پیدا ہوتے ہیں ویسے ہی رُوح بھی پیدا ہوتی ہے ۔ اور جس جگہ قرآن شریف میں فنفخت فیہ من روحی آتا ہے ۔ وہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خارج میں پیدا کی ہوئی روح اندر داخل کی جاتی ہے ۔ پس صورت موجودہ میں ہر دو آیات کا تخالف ہوا ۔ اور یہ تخالف قرآن مجید کو کلام الٰہی ہونے سے روکتا ہے ۔ اسوجہ سے نفخ کے معنے خارج سے پھونکنے کے نہیں بن سکتے ۔ لہٰذا کتب لغت کیطرف رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ نفخ کے معنے پیدا کرنے کے بھی آئے ہیں ۔ (دیکھو منتہی الارب وغیرہ) پس یقیناً ثم انشانٰہ خلقا اٰخر کے مطابق ہوا ۔

[١] ان اللہ علی کل شئ قدیر

لہذا نفخت فیہ من روحی میں قطعی اور یقینی طور پر نفخ کے معنے پیدا کرنا ہی ہو سکتے ہیں۔ اور لمبی ہمیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ تینوں شقوں کے جواب بخوبی آ گئے ہیں۔

اعتراض ۲۳ – قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا نے آدم سے اُنکی بیوی کو پیدا کیا۔ مگر یہ صاف معلوم نہیں ہوتا کہ آدم کی بیوی اُس سے کیونکر پیدا کیگئی۔ آیا آدم میں عورتوں کی طرح بچہ دان یا رحم تھا۔ اگر رحم سے پیدا ہوئی تو نطفہ کہاں سے گیا۔ خدا کے ہاں سے نازل ہوا۔ یا کسی فرشتے نے آدم کو حمل ٹھیرایا۔ اور کیا پھر ایک بیوی کو پیدا کر کے آدم کا بچہ دان گم ہو گیا۔ زیادہ اولاد آدم کے رحم سے کیوں نہ پیدا ہوئی۔ اس لحاظ سے کیا ہم آدم کو مذکر کہیں۔ یا مؤنث۔ اگر مذکر کہیں۔ تو اُس کے پیٹ سے اُسکی بیوی کیسے پیدا ہوئی۔ اگر مؤنث کہیں تو پھر اُسکو بیوی کی کیا ضرورت۔ اگر ہم یہ کہیں کہ آدم کے بچہ دان تو نہیں تھا۔ بلکہ اُنکی بیوی اُنکی پسلی سے پیدا کی گئی تھی۔ تو یہ اور بھی ہنسی کی بات ہے۔ بھلا خدا کو آدم کی پسلی توڑنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ کیا مٹی ختم ہو گئی تھی۔ یا خدا آدم کا پتلا بنا کر ہی تھک گیا تھا۔ یا دوسرا پتلا بنانا ہی بھول گیا تھا۔ جہاں ایک پتلا بنایا تھا۔ وہاں اُنکی عورت کا پتلا بھی ساتھ ہی تیار کر کے اُسمیں بھی پھونک بھر دیتا۔ دوسری خدا کی کند ذہنی کی دلیل دیکھئے کہ جب خدا نے بائبل نازل کی تو وہاں آدم کی بیوی کا نام بتایا۔ مگر قرآن میں نام بتانا بھی بھول گیا۔ شاید اسلئے کہ جہاں بائبل سے اور بہت سی باتوں کا حل اہل قرآن کو مل جائیگا۔ وہاں آدم کی بیوی کا نام بھی مل جائیگا۔ کاش میرے بھائیوں کو سچی روشنی ملے۔

جواب ۲۳ – لعنت اللہ علی الکاذبین۔ یعنی جھوٹوں پر خدا کی لعنت ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا۔ یعنی اُس سے بڑھکر ظالم اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان و افترا باندھے نیوگ پرست کا فرض تھا۔ کہ اپنے اثبات دعوے میں اس مضمون کی کوئی آیت نقل کرتا۔ جس سے معلوم ہوتا کہ آدم کی بیوی اُنکی پسلی سے یا اُس کے اور کسی عضو سے پیدا کی گئی۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اس مضمون کی سارے قرآن میں ایک بھی آیت نہیں۔ جھوٹے پر خدا کی پھٹکار اب ہمارے لئے ضروری ہے کہ جس آیت میں دھرم پال نے کجروی کی ہے۔ اُس کو نقل کر کے صحیح معنے بتلا دیں۔ وھوھذا۔

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا و بث منھما رجالا کثیرا و نساء (پ ۴ – ع ۱۲)

اسجگہ دھرم پال نے وخلق منھا زوجھا پر دھوکہ دیا۔ پس غور سے سنو اصلی معنے یہ ہیں۔ وخلق منھا زوجھا یعنی پیدا کیا اُس (آدم کی جنس) سے اُنکی بیوی کو۔ یعنی جس مٹی کیچڑ سے آدم کو بنایا۔ اُسی مٹی کیچڑ سے اُس کی بیوی کو بھی بنایا۔ قرآن شریف اس قسم کی پیدائش کو صرف

صرف آدم اور اُنکی بیوی ہی کے حق میں خاص نہیں کرتا۔ بلکہ تمام بنی آدم کی بیبیوں کی پیدائش بھی انہیں الفاظ سے بیان کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا جعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ ورزقکم من الطیبات (پ۱۴-ع۱۶) وقال تعالیٰ

ومن اٰیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا (پ۲۱-ع۶)

اور نیز فرمایا فاطر السموٰت والارض جعل لکم من انفسکم ازواجا ومن الانعام ازواجا (پ۲۵-ع۳)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلی آیت میں جعل لکم من انفسکم ازواجا اور دوسری میں خلق لکم من انفسکم ازواجا۔ اور تیسری میں جعل لکم من انفسکم ازواجا فرمایا۔

یعنی تم سے تمہاری بیبیوں کو بنایا اور پیدا کیا۔ جسکا یہی مطلب ہے کہ تمہاری جنس ہی سے تمہاری بیویاں بنائیں گئیں اور پیدا کی گئیں۔ اُنکی اور تمہاری کوئی غیر جنس نہیں۔ بلکہ ایک ہی جنس ہے یعنی وہ بھی منی کے نطفے سے پیدا ہوتی ہیں اور مرد بھی منی کے نطفے سے پیدا ہوتے ہیں۔ عربی کا قاعدہ ہے کہ اکثر مضاف مقدر بھی ہوتا ہے اور یہاں سب جگہوں میں لفظ جنس مضاف مقدر ہے۔ جیسا کہ سورہ یوسف پارہ ۱۳-ع۴ میں آیا ہے۔

واسئل القریۃ التی کنا فیھا یعنی یوسف سلام علیہ کے بھائی اپنے باپ کو کہتے ہیں کہ جس بستی میں ہم تھے اُس سے پوچھ لے یعنی واسئل اھل القریۃ التی کنا فیھا۔ کیونکہ بستی سے سوال نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بستی والوں سے پوچھا جایا کرتا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا۔

فما ربحت تجارتہم (پ۱-ع۲) یعنی فما ربحت اصحاب التجارۃ۔

ایک اور جگہ فرمایا:- فلولا کانت قریۃ اٰمنت فنفعھا ایمانھا الا قوم یونس۔ ای اھل قریۃ۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:- فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین یعنی اھل بیت (الخ) یہی اس قسم کے محاورات قرآن شریف میں بہت جگہ پائے جاتے ہیں۔ جس طرح آیات مذکورہ بالا میں مضاف مقدر ہے۔ اسی طرح خلق منھا زوجھا اور من انفسکم ازواجا میں بھی مضاف مقدر ہے یعنی خلق من جنسھا زوجھا اور خلق من جنس انفسکم ازواجا۔

اعتراض ۲۴ - قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا نے آدم کو مع اُسکی بیوی کے بہشت میں رکھدیا کہ خوب کھاؤ پیو۔ مگر اس درخت کے پاس مت جانا گنہگار ہو جاؤ گے۔ ہمیں قرآن سے انار۔ انگور۔ زیتون۔ کیلے وغیرہ درختوں کے نام تو ملتے ہیں۔ مگر اُس ممنوع درخت کا نام کہیں نہیں

اس کے لئے پھر ہمیں بائبل تلاش کرنی پڑتی ہے - کیونکہ وہ قرآن کی نسبت زیادہ مستند اور زیادہ پہلے کی ہے - ممکن ہے جب خدا نے بائبل نازل کی اُسوقت وہ درخت موجود ہو - اور جب قرآن نازل کیا - تو اُسوقت بالکل مفقود ہوگیا ہو - یہانتک کہ اُسکا نام بھی لوح محفوظ سے گھسکر مٹ گیا ہو - بیدار مغز شخص پوچھ سکتا ہے - کہ جب آدم اور اُسکی بیوی بہشت کے مزے لے رہے تھے تو اُسوقت بہشت کی حوریں اور غلمان کہاں تھے - اُنکو آدم کے ساتھ نیچے کیوں نہ پھینکا - یا حوروں اور غلمان کی پیدائیش ہی اُسوقت ہوئی - جب کہ آدم کا قصہ تو تمام ہو چکا تھا - اور جبرائیل عرب کے ریگستانوں میں پر مارتا ہوا - عربیوں کو حوروں کی خوشخبری دیکر لڑائی کے لئے جوش زن کر رہا تھا - میرے خیال میں حوریں محض قرآنی بیوہ ہیں - قرآن کے ساتھ اُنکی پیدائیش ہوئی - اور قرآن کے ساتھ ہی وہ ختم ہو جائینگی - مگر افسوس کتنے میرے نادان بھائی ایسے ہیں - جو حوروں کے پیچھے مر رہے ہیں - بھائیو! حوریں صرف خیالی پلاؤ ہیں - آپ صداقت اور حقیقت پسند بنیں -

جواب ۴۴ - تمام قرآن مجید میں آدم اور اُسکی بیوی کو بہشت میں داخل کرنیکا کہیں بھی ذکر نہیں آیا ہے - یہ بھی نیوگ پرست کا محض بہتان و افترا ہے - آدم سلام علیہ کا ذکر تمام قرآن شریف میں گیارہ جگہ آیا ہے - جس جگہ جنت میں اُسکی سکونت کا ذکر ہے - وہاں جنت سے دنیا کا باغ مراد ہے - کیونکہ لغت عرب میں جنت باغ کو کہتے ہیں - مسلمانوں کا ہو یا کافروں کا خواہ کسی اور کا ہو - بہشت کے لئے کتب لغت میں دار السلام و دار الخلد کا لفظ ہے - قرآن مجید میں جہاں کہیں لفظ جنت آیا ہے - وہاں سب جگہ پر باغ ہی مراد ہوتا ہے - باقی رہی یہ بات کہ آدم جس باغ میں سکونت پذیر ہوا تھا - وہ کس کا باغ تھا - جواب وہ جنوں کا باغ تھا - جنکا خلیفہ آدم بنا - جس طرح موسیٰ - نوح - لوط - ہود - صالح - شعیب سلام علیہم اپنی اپنی قوموں کے ہلاک ہونے کے بعد خلیفہ بنے - اسی طرح آدم سلام علیہ بھی جنوں کے ہلاک ہونے کے بعد خلیفۃ الجن قرار دیئے گئے - جیسا کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ سے واضح ہے - الارض کا الف لام اور خلیفہ کی تنوین عوض مضاف الیہ ہے - یعنی انی جاعل فی ارض الجن خلیفۃ الجن - اور مطابق قد فصلنا الآیات لقوم یومنون - اور کتاب فصلت آیاتہ کے آدم کے آگے جنوں کا ہونا قرآن مجید ہی سے ثابت ہے کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حماء مسنون - والجان خلقناہ من قبل من نار السموم پ۱۴ - ع ۳) -

ان ہر دو آیات سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آدم سلام علیہ سے پہلے دنیا میں جن موجود تھے - وقال تعالیٰ -

کان من الجن ففسق عن امر ربہ (پ۱۵ ع ۱۹)

اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ میں ارض الجن اور خلیفۃ الجن ہی مراد ہے۔ کسی آسمانی کتاب میں خواہ بائبل ہو خواہ کوئی اور کتاب ہو درخت کا نام اللہ تعالیٰ نے ہرگز نہیں بتلایا۔ اور نہ اُسکی شان تھی کہ وہ بتلاتا۔ کیونکہ اس بات کو (یعنی درخت کے نام لینے کو) تربیت ایمانی وروحانی میں ذرہ بھر بھی دخل نہیں ہے۔ معاذ اللہ وحاشا للہ۔ اس قسم کی بیہودہ گوئی اور باطل کلام سے کتاب اللہ کو کلام الٰہی ہونے سے خارج کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جیسے تمام عیوب ونقصانات سے پاک ہے۔ اُسی طرح اُسکا کلام بھی جملہ عیوب و نقصانات سے پاک ہے۔ جس طرح قرآن مجید کے ترجموں میں ترجمہ کرنے والوں نے یا تفسیروں میں تفسیر کرنے والوں نے خواہ اپنی غلطی سے یا تعصب مذہبی سے رطب یابس باتیں ملادی ہیں اُسی طرح کتب سابقہ سماویہ (بائیبل ہو یا انجیل۔ توریت ہو یا زبور) میں بھی مفسرین ومترجمین نے نہایت ہی بیہودہ گوئیاں اور باطل باتیں ملادی ہیں۔ غلطی سے یا کجروی سے۔ قرآن مجید ان بیہودہ گوئیوں اور کجرویوں اور تحریفوں کو رد کرتا ہے۔ بائیبل ہو یا کوئی اور کتاب سماوی ہو۔ اِن کتب میں جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ کی کلام موجود ہے۔ اُس ہر ایک بات کا قرآن مجید ہر طرح مصدق ومطابق وموافق ہے۔ ذرہ بھر بھی اُن کے درمیان اور قرآن مجید کے درمیان کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ جملہ کتب سابقہ سماویہ صرف قرآن مجید ہی سے منزل من اللہ ہوئی ہیں کوئی چیز اُن میں علاوہ قرآن مجید نہیں ہے۔ اگر کسی کتاب کے ترجمہ یا تفسیر میں کوئی چیز ہو جسکا قرآن مجید مصدق نہیں۔ بدرجہ حق الیقین وعین الیقین وہ غلطی یا کجروی مترجمین یا مفسرین اُن کے کی ہے۔ اگر بائبل میں یا کسی کتاب سابقہ میں درخت کا نام ہو۔ تو ضرور ہی ماننا پڑیگا کہ مفسد شیطان کا وہ بہتان وافترا علے اللہ ہے۔ باقی رہا سوال حوروں کا سو یہ بھی باطل ہے کیونکہ قرآن شریف میں کہیں بھی اشارۃً یا کنایۃً ذکر نہیں ہوا۔ کہ اس دنیا میں حوریں پیدا کی ہوئی ہیں۔ اور وہ فلاں جگہ اقامت پذیر ہیں۔ نادان کو عربی کلام کا کچھ بھی شعور نہیں۔ نہ ماقبل کی خبر رکھتا ہے نہ مابعد کی۔ بے محل بے موقع بے ربط بیہوشی سے بکتا چلا جاتا ہے۔ ہاں یہ بیان قرآن مجید میں آتا ہے۔ کہ جو لوگ مسلمان فرمانبردار کتاب اللہ ہونے کی حالت میں مرجاتے ہیں یا مارے جاتے ہیں۔ وہ قیامت کے روز زندہ ہو کر دار السلام (یعنی بہشت) میں داخل ہونگے۔ سب نعمت کھانا پینا لباس مکانات وغیرہ اُنکو اعلےٰ درجہ کا ملیگا۔ اور بیویاں بھی اُنکو نیک پاک ملینگی یعنی انسانوں کو وہی عورتیں ملینگی جو اولاد آدم دنیا میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ ایسا ہی جنوں کے لئے وہی بیویاں

ملینگی۔ جو ابوالجان کی اولاد سے دنیا میں پیدا ہوتی تھیں اور انہیں آدم سلام علیہ اور ابوالجان کی اولادیں سے کم سن لڑکیں جو مکلف کتاب اللہ کی نہوں۔ خواہ دہریہ آریہ۔ کافر۔ عیسائی چوہڑہ چمار۔ ہندو کی اولاد ہوں۔ خواہ زنا کے نطفے سے ہوں۔ اور ایسی غیر مکلف ہونے میں گئی وہ سب کی سب حوریں ہونگی۔ اور باقی رہیں عاقلہ بالغہ بڑی عورتیں۔ سو انمیں سے جو اُن میں سے جو صرف کتاب اللہ پر ہی ایمان رکھکر فرمانبردار و تابعدار رب العالمین کی ہوکر مریں۔ تو اُنکو بھی مردوں کی طرح قیامت کے روز زندہ کرکے دارالسلام (بہشت) میں داخل کیا جائیگا۔ اور اُنکو بھی تمام نعمتیں کھانا پینا۔ لباس۔ مکانات وغیرہ بہت ہی اچھے نہایت ہی بڑھکر عمدہ دئیے جائیں گے۔ اور اُن بہشتی مردوں کے ساتھ اُنکا نکاح بھی مطابق آیت الطیبت للطیبین والطیبون للطیبات ہوجائیگا۔ یعنی جس طرح دنیا میں پاک مردوں کے ساتھ پاک عورتوں کا نکاح جائز ہے۔ اسی طرح دارالسلام (بہشت) میں بھی پاک مردوں کا نکاح پاک عورتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جسطرح تمام بہشتی مرد منور بنور اسلام و ایمان ہونگے اسی طرح بہشتی عورتیں بھی منور بنور ایمان و اسلام ہونگی۔ مطابق آیت

یوم تری المؤمنین والمؤمنات یسعی نورھم بین ایدیھم و بایمانھم بشریکم الیوم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ذلک ھو الفوز العظیم (پ ۲۷ ع ۱۸)

اور نیز مطابق یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شیء قدیر (پ ۲۸ ع ۲)

خلاصہ اِن ہر دو آیات کا یہ ہے کہ قیامت کے روز بہشتی عورتیں اور مرد سب کے سب نور ایمانی و اسلامی سے ڈھنکے ہوئے ہونگے۔ حتیٰ کہ نور ہی نور ہو جائیں گے۔ قرآن مجید میں جس جگہ حوروں کا ذکر آتا ہے۔ وہاں بھی صرف محض فقط خاص یہی عورتیں مراد ہیں جو کہ اس جہان دنیا میں کامل مکمل اسلام کی حالت میں کامل درجہ حاصل کرکے مریں۔ یا چھوٹی عمر میں غیر مکلفہ خواہ کسی مذہب کی ہوں۔ مطابق تحریر مذکورہ بالا جنوں انسانوں کے سوا حوریں کوئی نئی جدا مخلوق نہیں ہے۔ نہ تو دنیا میں موجود ہیں اور نہ قیامت ہی میں پیدا کیجاویگی۔ تمام قرآن مجید سے من اولہ الی آخرہ کسی جگہ وہم خیال تک بھی نہیں ہوسکتا کہ حوریں کوئی جدا مخلوق ہیں۔ بلکہ متحقق متیقن طور پر صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ حوریں خاص یہی عورتیں ہونگی جو دنیا میں جن و انسان سے پیدا ہوتی رہتی ہیں اور غلمان کا بھی یہی حال ہے وہ بھی آدمیوں اور جنوں کے علاوہ کوئی جداگانہ مخلوق نہ اب ہے اور نہ قیامت کے روز بہشت میں پیدا کئے جاویں گے۔ وہ غلمان کوئی جدا مخلوق پیدا نہیں کیجائیگی۔ بلکہ وہ بہشتی مردوں اور عورتوں کے جو دنیا میں

فرزند پیدا ہوئے ہیں وہی ہونگے - اور اپنے والدین کی خاطر تعظیم و تکریم کے لئے اُنکے آگے پیچھے پھرینگے - اور اُنکی خاطرداری و خدمت گزاری کرینگے - کما قال تعالیٰ

وزوجناھم بحور عین الآیۃ الیٰ ویطوف علیہم غلمان لہم کانہم لؤلؤ مکنون +

(پ۲۷- ع ۴) یعنی پرہیز گاروں کا نکاح ہم خوبصورت اُنکی (اپنی دنیا والی) عورتوں کے ساتھ کر دینگے - لفظ حور کی تنوین عوض مضاف الیہ سے ہے - یعنی جنوں کی عورتیں اُنکی اپنی جنس جنوں ہی سے ہونگی - اور انسانوں کی عورتیں بھی اُنکی اپنی جنس انسانوں ہی سے ہونگی - اور غلمان کی تنوین بھی عوض مضاف الیہ سے ہے - یعنی اُنکے اپنے لڑکے جو دنیا میں اُن سے پیدا ہوئے تھے -

خلاصہ یہ ہے کہ حوروں یا غلمانوں کا ذکر جہاں کہیں بہشتیوں کے بارے میں ہوا ہے - وہاں حوروں سے مراد خاص دنیا ہی کی عورتیں ہیں جنوں میں جنوں کی جنس - انسانوں میں انسانوں کی جنس - کوئی جداگانہ مخلوق نہیں ہے - اور نہ قیامت کے دن ہوگی - کیونکہ حور کہتے ہیں خوبصورت عورت کو جسکی آنکھ مثل ہرن کی آنکھ کے ہو - یعنی آنکھ کی سیاہی بہت بڑھکر سیاہ ہو اور سفیدی بھی بہت بڑھکر سفید ہو - اور عین کہتے ہیں موٹی اور فراخ آنکھ والی کو -

اور یہی حال غلمان کا ہے یعنی جنوں کے غلمان جنوں کے اپنے فرزند اور انسانوں کے غلمان انسانوں کے اپنے فرزند ہونگے - جو اس جہان دنیا میں اُنکے یہاں پیدا ہوتے رہتے ہیں - وہ بھی کوئی جداگانہ مخلوق نہیں ہے - اور نہ قیامت کے دن پیدا کئے جاوینگے - بلکہ خاص یہی فرزند دنیا والے قیامت کے روز پیدا ہونگے اور بہشت میں اپنے والدین کے ہمراہ داخل ہونگے - جیسا کہ کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ الحقنا بھم ذریتھم - اس سے ظاہر و باہر ہے کہ غلمان بھی ذریۃ میں داخل ہیں - کیونکہ ذریت کا لفظ غلمان اور بیویاں وغیرہ عیال سب پر بولا جاتا ہے -

اعتراض ۲۵ - قرآن کی یہ تعلیم ہے - کہ آدم معہ اپنی بیوی کے بہشت سے نکالا گیا - اور زمین پر پھینکا گیا - وغیرہ وغیرہ جسکا نہ سر ہے نہ پیر - کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا جمع کر دیا گیا ہے - بائیبل کے پڑھنے سے بابا آدم کا قصہ کم ازکم ہمیں ایک مسلسل کہانی معلوم ہوتی ہے - مگر قرآن میں سلسلہ بھی ندارد ہے - بیسیوں مرتبہ آدم کا قصہ شروع ہوا مگر دو تین باتوں کو دہرا لینے کے سوا اور کچھ دماغ کے اندر سے نہیں نکل سکا - آخر انسانی دماغ انسانی دماغ ہی ہے - اتنی باتیں جو روز سُنی جاتی ہیں - اُن میں سے کس کس کو یاد رکھے - جو یاد رہگئی وہ خواب میں نظر آگئی الخ

جواب ۲۵ - سوال ہذا کی دو شقیں ہیں (۱) آدم کا قصہ بیسیوں جگہ شروع کیا گیا - یعنی

پورا نہیں (۲) اسکے علاوہ قیامت کے بارے میں میں قرآنی تعلیم کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

جواب شق اول۔ آدم سلام علیہ کے قصہ میں دھرمپال کو جسقدر اچون وچرا ہے۔ تفسیر القرآن بآیات الفرقان میں صفحہ ۲۳۲ آیت واذ قال ربک الی فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون سے ان شاء اللہ العزیز بالکلیہ دور ہو کر تسلی وتشفی ہوجائیگی۔ اور تفسیر مذکور دفتر انجمن اہل قرآن (مسجد اہل قرآن) بازار سریاں لاہور سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

جواب شق (۲) تفسیر مذکور کے صفحہ ۶۰ سے لیکر صفحہ ۶۶ تک آیت مالک یوم الدین کے تحت میں حاصل ہو سکتا ہے۔ جس صاحب کو تحقیق منظور ہو۔ ملاحظہ کرلے۔ رسالہ ہذا میں اسقدر گنجائش نہیں کہ وہ سب اوراق تفسیر نقل کئے جائیں۔

از دفتر انجمن اہل قرآن لاہور

جناب من! سلام علیکم

خدا کے فضل سے **اشاعۃ القرآن** کا ایکسال پورا ہو چکا ہے۔ اور محض اسی مالک کے فضل پر بھروسہ کرکے انجمن نے ارادہ کیا ہے کہ اس مفید رسالہ کو آئندہ کے لئے بھی جاری رکھا جائے۔ **اشاعۃ القرآن** نے جو خدمت کلام اللہ کی سال گذشتہ میں کی ہے وہ اس کے ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ کی کتاب کو تمام دیگر کتابوں سے برتر وافضل ثابت کرنا اور اسکو مقابلہ میں ان سب کا ہیچ ہونا اور اس جامع ومکمل واکمل کتاب کے ہوتے ہوئے ان تمام کا غیر ضروری ہونا۔ اسی مضمون کو مختلف پیرایوں میں نباہا گیا ہے اور آئندہ بھی اس پاک کتاب کی ہر ایک خدمت یہ رسالہ حتی الامکان سرانجام کریگا۔ انشاء اللہ العزیز۔ رسالہ نماز کے اوراق جیسا کہ پچھلے سال اشاعۃ القرآن میں شایع ہوتے رہے ہیں آئندہ بھی جبتک نماز کا مضمون پورا ہو جائے شایع ہوتے رہیں گے۔

جو ہمدردیاں آپ نے اسوقت تک اس رسالہ کے ساتھ ظاہر فرمائی ہے انجمن آپ کی اس کے لئے تہ دل سے مشکور ہے اور آئندہ بھی امید ہے کہ آپ ویسی بلکہ اس سے بڑھکر ہمدردی کا ثبوت دیں گے نئے سال کا پہلا نمبر سالانہ قیمت پیشگی کے لئے بذریعہ قیمت طلب پارسل خدمت جناب میں روانہ ہوگا امید ہے کہ آپ قیمت ڈاکخانہ میں ادا کرکے پیکٹ وصول فرمائیں گے۔

نوٹ۔ جن صاحب کو سال آئندہ کیلئے خریداری رسالہ منظور نہ ہو۔ مطلع فرماویں۔ تاکہ قیمت طلب پارسل ان کی خدمت میں نہ بھیجا جاوے۔	نیازمند محمد چٹو مہتمم اہل قرآن لاہور۔

فہرست کتب فروختنی

موجودہ دفتر انجمن اہل قرآن لاہور

اشاعۃ القرآن بجواب اشاعۃ السنۃ

اس میں اُن مولویصاحبان کی تحریرات کا جواب دیا گیا ہے جو قرآن شریف کو ایک ناقص اور مجمل کتاب تصور کرتے ہیں لہذا اس کے ساتھ زید عمرو کے کلام ملائے بغیر اس پر چلنے سے نجات نہیں سمجھتے۔ جوابات کا جواب محض قرآن شریف سے دئے گئے ہیں۔ اور اس میں حدیث کے متعلق ایک نہایت دلچسپ بحث درج ہے کہ احادیث مخالف و زائد از قرآن باطل ہیں۔ بار اوّل ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے دوبارہ چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے قیمت ۸/

زندہ جاوید امام

مؤلفہ مولوی امام الدین صاحب از گجرات۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ امام الوقت جس کی پیروی کے لئے زور دیا جاتا ہے اور جس کی بیعت نہ کرنے والے کو ہلاکت کی موت سے مرنے والا تصور کیا جاتا ہے۔ صرف قرآن کریم ہی ہے۔ اس رسالہ نے جھوٹے مدعیان امامت کو ساکت کر دیا ہے۔ قیمت ۱۰/

قول الہادی فی تفسیر یعبادی

مؤلفہ مولوی امام الدین صاحب ساکن گجرات۔ اس رسالہ میں مولوی صاحب موصوف نے یعبادی کی تفسیر از آیات قرآن مجید سے کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ یعبادی سے مراد یعباد اللہ ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی وغیرہ نے جو اس کے معنے یعباد الرسول کئے ہیں۔ اس سے انہوں نے درجہ شرک کے مستحکم کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ نبی کی شان اس قول کفر سے پاک ہے۔ قابل دید قیمت ۱۰/

مثل خواستیں نام مشتہر

المشتہر

سیکرٹری انجمن اہل قرآن مسجد اہل قرآن۔ بازار سریاں لاہور

دنیا بھر میں پہلی طرز کی کتب

از تالیفات مولوی عبد اللہ صاحب

تفسیر القرآن بآیات الفرقان

پارہ اوّل۔ حجم صفحات ۳۵۰۔ اس کا مضمون نام سے ظاہر ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر آیات قرآن مجید ہی سے ایسی بیان کی گئی ہے۔ جس سے کتاب الٰہی کے کمالات ظاہر اور اس پر مخالفین اسلام کے اعتراضات پامال ہو گئے ہیں۔ اہل اسلام کے لئے یہ بھاری خزانہ ہے۔ قیمت ۱۲؍

ردّ النسخ المشہور فی کلام الرب الغفور

نسخ کی حسب ذیل تین اقسام جو لوگوں میں مشہور ہیں (۱) عبارت قرآن میں موجود ہو اور اسکا حکم منسوخ ہو گیا ہو۔ (۲) حکم جاری ہو اور اصل عبارت قرآن میں موجود نہ ہو۔ (۳) عبارت اور اسکا حکم دونو منسوخ ہو گئے ہوں۔ ان میں سے کوئی قسم بھی قرآن کریم میں موجود نہیں۔ جن مقامات سے لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے انکی بحوالہ دیگر آیات قرآن ولغت ومحاورہ عرب وغیرہ کے ایسی صحیح صحیح تفسیر بیان کر دی گئی ہے۔ جس سے اس غلط فہمی کی بیخکنی ہو گئی ہے اور اصل مطلب روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے۔ قیمت ۳

صلوٰۃ القرآن کما علم الرحمٰن بآیات الفرقان

اس میں وہ نماز درج ہے جس کے پڑھنے کی تعلیم احکم الحاکمین نے قرآن شریف میں دی ہے۔ سبحان اللہ نماز کیا ہے نور علیٰ نور ہے۔ اسی کی صفت میں وارد ہے۔ ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ بھلا جن نمازوں میں انسانی ملاوٹیں ہیں کیا وہ اس سے کچھ مناسبت رکھ سکتی ہیں۔ اور کیا مختلف اقوال انسانی آیات رحمانی کے برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ قیمت ۸

المشتہر

سکرٹری انجمن اہل قرآن (مسجد اہل قرآن۔ بازار سریاں) لاہور

مطبع رفاہ عام لاہور میں حسب فرمائش شیخ محمد چٹو صاحب منتظم مسجد اہل قرآن چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ ... أَجْرًا كَبِيرًا

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

انجمن اہل قرآن لاہور کا ماہواری رسالہ

اشاعۃ القرآن

قیمت عام خریداروں سے سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک عہ	قیمت متمول اصحاب سے سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک للعہ

بابت ماہ ستمبر سنہ [illegible] ء مطابق ماہ رجب سنہ ۱۳۳۲ھ

وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ ... الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۞ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ

نمبر ۱ جلد ۲

اغراض و مقاصد

۱- مسلمانوں میں اس اصول کو پھیلانا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری دینی ضروریات کیلئے ہر طرح کافی ہے- اور یہ عالیشان و مکمل کتاب زید و عمر کی روایات کی محتاج نہیں-

۲- قصص انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو غلط قصے اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں انکی اصلاح و تردید اور ان سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا-

۳- مخالفین کو قرآن کریم سے مسکت جواب دینا-

۴- قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ و تفسیر جو غلط کئے گئے ہیں اس کی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ و تفسیر کرنا-

۵- قرآن شریف کی صداقت اور اس کی تعلیم کو عقل و فطرت کے موافق ثابت کرنا

۶- چیدہ خبروں سے اطلاع دینا

قواعد و ضوابط

۱- قیمت سالانہ ہر صورت پیشگی آنے پر رسالہ جاری ہو سکتا ہے

۲- نمونہ کا پرچہ ۳ر سے مل سکتا ہے-

۳- خط و کتابت یا روپیہ بھیجتے وقت اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہئے تاکہ روانگی میں کسی طرح کی غلطی نہ رہے-

۴- نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہونگی-

۵- جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف-

۶- جو صاحب ہمارے کسی مضمون پر معقول اعتراض کر بھیجیں گے انہیں معہ جوابات شائع کر دیا جاویگا-

۷- تجارتی اشتہارات بشرط منظوری و تصفیہ اجرت ضمیمہ میں چھپ سکیں گے اور مطبوعہ شدہ بھی تقسیم ہو سکتے ہیں-

۸- تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام مشتہر ہونی چاہئے

المشتہر سیکرٹری انجمن اہل القرآن مسجد اہل القرآن بازار حکیماں لاہور

پہلے اسے ضرور پڑھو!

مولوی عبد اللہ صاحب کا موعودہ رسالہ نماز

مسمّٰی بہ

برہان الفرقان علیٰ صلوٰۃ القرآن

مولوی عبد اللہ صاحب نے جب اپنا یہ اعتقاد ظاہر کیا کہ "صرف قرآن مجید ہی ہم تمام مسلمانوں کو دینی امور کے لئے کافی ہے بعد یہ کہ اسکی موجودگی میں کسی حدیث یا فقہ کی کتاب کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ احکم الحاکمین نے اپنی پاک کتاب کی ہر طرح تکمیل کر دی ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ جو امور انسان کی نجات اخروی کے لئے ضروری تھے ان سب کی کامل اکمل مفصل اور احسن طریق سے ذات پاک نے اس جامع کتاب میں تعلیم کر دی ہے اور اس تعلیم کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا جس کے لئے ہمیں عمرو زید کی کتابوں کی حاجت پڑے" تو فوراً مولوی صاحب کے اس اظہار اعتقاد پر ایک شور برپا ہو گیا۔ اور اس شور میں یہ صدا بڑے زور کے ساتھ آئی کہ تفصیل نماز قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اگر اپنے دعوے میں سچے ہو۔ تو نماز کی تفصیل و توضیح قرآن مجید سے دکھاؤ۔

اس پر مولوی صاحب نے ارادہ کیا کہ ایک مشرح رسالہ نماز شائع کیا جائے۔ جس میں ہر ایک امر متعلق نماز کا بیان مع دلائل آیات قرآنی ہو۔ لیکن بعض مخلصین نے یہ ضروری خیال کیا کہ پہلے صرف نماز کے اذکار و ارکان وغیرہ ضروری امور چھاپ دئے جائیں تاکہ جو لوگ مولوی صاحب کے فیض صحبت سے مستفیض ہو کر قرآنی نماز کو سمجھ چکے ہیں انکو اس نماز کے یاد کرنے میں سہولت ہو۔ چنانچہ ایک مختصر رسالہ بنام صلوٰۃ القرآن چھاپ دیا گیا۔ جسکی سینکڑوں کاپیاں شائع ہو چکی ہیں۔ خریداران رسالہ ہذا کے پاس اگر وہ نہ پہونچا ہو تو ارشاد فرماویں۔ تاکہ بھیجدیا جاوے۔

اب مفصل و مشرح رسالہ نماز کی اور بھی زیادہ ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ رسالہ تالیف ہو کر ساتھ ساتھ چھپتا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے ۱۵۲ صفحے اشاعۃ القرآن کے گذشتہ ۱۰ نمبروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس رسالہ میں بوجہ چند مجبوریوں کے نمبر کا کوئی صفحہ شائع نہیں ہوسکا ناظرین معاف فرماویں لیکن آئندہ اس کی کسر نکال دی جاویگی۔

ایڈیٹر

ہیں۔ پس یہ امر روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگیا کہ اَقِمۡ الخ میں جس دعا کے پڑھنے کی حکم ہے وہ اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ الخ ہے ٭

چونکہ نماز کے لئے قبلہ رو کھڑے ہونے اور ہاتھ باندھنے سے فعلی توجہ ہو چکتی ہے اسلئے اس کے بعد قولی توجہ ہی کا موقعہ ہے کیونکہ تمام نماز مرکب ہے افعال و اقوال سے مثلاً سجدے کا فعل اور اس کے اذکار۔ رکوع کا فعل اور اس کے اذکار وغیرہ وغیرہ اسی طرح توجہ اور اسکے اذکار۔ پس جب فعلی توجہ ہو چکی تو اُس کے ساتھ ہی قولی توجہ بھی اشد ضروری ہے تاکہ قول و فعل دونو آپس میں ملکر رکن نماز کامل طور پر ہو جاویں۔ اور جیسے سجدہ اور اس کے اذکار جدا نہیں ہوسکتے۔ ویسے ہی فعلی توجہ اور قولی توجہ بھی جدا نہیں ہوسکتی۔ **خلاصہ** یہ ہے کہ ہاتھ باندھنے کے بعد اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ الخ پڑھنے کا حکم ربانی ہے ٭

اس دعا (اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ) میں جو حنیفاً کا لفظ آیا ہے ذیل کی ساری دعا اس کا ترجمہ اور تفصیل ہے۔ حنیف کے معنی ہیں نرالا یعنی ہر ایک کام دینی محض اللہ ہی کے لئے کرنیوالا۔ اسی کے خوش کرنے کے لئے اور اُسی کی رضا کے لئے۔ اس کے ساتھ کسی طرح شرک نہ کرنیوالا اُس کے ہر ایک حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنیوالا اور یہی مضمون مندرجہ ذیل دعا کا ہے :۔

اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ لَا شَرِیۡکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ۔ (پ۸-ع۶)	ترجمہ۔ تحقیق نماز میری اور (باقی ساری) میری عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا واسطے اللہ (ہی کے راضی کرنے) کے ہے۔ نہیں کوئی شریک ہرگز اس کا اور (میں اس اخلاص کا اقرار کرتا ہوں کیونکہ مجھے) اس (اقرار کرنے ہی) کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اللہ کے حکم ماننے کے لئے تیار ہوں ٭

واضح رہے کہ اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ الآیۃ الیٰ وَمَا اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ پڑھنے سے اَقِمۡ وَجۡهَکَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا کی کامل اور پوری تعمیل ہو جاتی ہے۔ اِنَّ صلاتی الآیۃ الیٰ

وانا اول المسلمین لفظ حنیفًا کا ترجمہ اور تفصیل ہے اسلئے اس کا پڑھنا مزید ثواب اور فضیلت اور درجے کا باعث ہے۔ لیکن اگر یہ (ان صلاتی الآیہ الیٰ وانا اول المسلمین) نہ بھی پڑھی جاوے تو بھی اقم وجھک للدین حنیفًا کی تعمیل میں نقص نہیں رہتا۔ اس لئے یہ دعا نفلی ہے جو پڑھیگا اس کو مزید ثواب ہوگا جو نہیں پڑھیگا اس کی نماز میں کوئی حرج ونقص واقع نہ ہوگا +

اَقِمْ وجھکَ الخ کے حکم اور اسکی تعمیل کا ذکر ہو چکا۔ اب مُنِیبِینَ اِلَیْہِ اور وَاتَّقُوْہُ کا ذکر ہوتا ہے۔ (صفحہ ۱۴۴ سے ۱۵۱ تک) ثابت ہو چکا ہے کہ منیبین الیہ میں کفار کے ظلم و ایذا سے انابت الی اللہ بیان کرنے اور واتقوہ میں ان کی تکالیف سے حفاظت مانگنے کا حکم ہے۔ اب اس جگہ بھی وہی سوال پیش آئیگا کہ انابت و اتقا کی دعائیں کہاں سے تلاش کی جائیں۔ تو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ہم کو قرآن مجید ہی سے تلاش کرنی چاہیئے۔ پس کتاب اللہ میں ہم کو ذیل کی ایک دعا ملتی ہے:۔

رَبَّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْکَ اَنَبْنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَۃً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ (پ ۲۸ ع ۸)	ترجمہ:۔ اے رب ہمارے اوپر تیرے ہی بھروسہ رکھتے ہیں ہم اور طرف تیری ہی رجوع کرتے ہیں۔ اے رب ہمارے نہ بننے دے ہم کو محل ظلم (یعنی مظلوم و مغلوب) کفار کا کسی طرح اور پردہ پوشی کر کے بخش دے بالکل ہم کو گناہ ہمارے۔ اے رب ہمارے تحقیق تو ہی سب سے بڑھکر غالب اور حکمت والا ہے ۔

فتنہ کے معنی لسان العرب میں ظلم کے بھی لکھے ہیں اور اسی لئے ہم نے ترجمہ مرقومہ بالا میں فتنہ کے معنی محل ظلم کئے ہیں۔ علاوہ ازیں رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَۃً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے بالاتفاق یہی مراد ہے کہ ہم کو کافروں کا مظلوم و زیر دست نہ رہنے دے۔ اس دعا میں اظہار انابت و اتقا دونو موجود ہیں اور اسلئے احکام

منیبین الیہ واتقوہ کی یہ کامل واکمل وجامع تعمیل ہے۔ قرآن مجید میں انابت اور اتقا کی علیحدہ علیحدہ بھی دعائیں ہیں۔ ان میں سے بھی اگر کوئی بطور نفل پڑھ لی جائے تو مزید ثواب ہوگا۔ انابت کی صرف ایک اور دعا ہے اور اتقا کی زیادہ۔

انابت کی دعا یہ ہے:۔

(۱) عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۔ (پ۱۲ ۔ ع۳)	ترجمہ۔ اوپر اسی کے بھروسہ کیا میں نے اور طرف اسی کی رجوع کرتا ہوں"۔

اتقا کی دعائیں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (پ۱۱ ۔ ع۱۴)	ترجمہ۔ اوپر اللہ کے ہی بھروسہ رکھتے ہیں ہم۔ اے رب ہمارے نہ رہنے دے ہم کو محل ظلم کا (یعنی مظلوم ومغلوب) ان ہمارے مخالف لوگوں کا جو ظالم ہیں اور بچا ہم کو ساتھ رحمت اپنی کے ہمارے مخالف لوگوں سے جو منکر ہیں کتاب اللہ کے"۔
(۲) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (پ۸ ۔ ع۱۲)	ترجمہ۔ اے رب ہمارے نہ رہنے دے ہم کو ساتھ ہمارے مخالف لوگوں کے جو ظالم ہیں"۔

اتقا کی اور بھی چند دعائیں ہیں لیکن بخوف طوالت نقل نہیں کی گئیں شائقین قرآن سے خود تلاش کریں لیکن یہ دعائیں نفلی ہیں ان کا پڑھنا باعث ثواب ہے اور نہ پڑھنے سے نماز میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ مگر اس پہلی آیت ربنا علیک توکلنا الخ کا پڑھنا فرض ہے۔ اس کے بغیر نماز ہرگز درست نہیں ہوسکتی۔ ہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ربنا علیک توکلنا الخ والی آیت پڑھنی فرض ہے اور باقی نفلی ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جس جگہ یہ حکم ہے وہاں دونو باتوں انابت اور اتقا کا اکٹھا حکم ہے اور اس آیت ربنا علیک الخ والی میں اُن دونو حکموں انابت اور تقوے کی تعمیل وتکمیل یکجا جمع کی گئی ہے۔ یہی بھاری قرینہ اس کے فرض ہونیکا ہے۔

دوسری دعاؤں میں انابت اور اتقا یکجا نہیں بلکہ انابت کی دعا ایک سیپارہ میں اور اتقا کی دوسرے میں ہے +

توجہ انابت اور اتقا کی دعاؤں کے بعد قیام میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ۔ (پ ۱۴۔ ع ۶)	ترجمہ۔ اور بے شک ہم نے تجھکو (عظیم الشان نعمت فاتحہ کی) سات آیتیں دے رکھی ہیں) جن کا حق یہ ہے کہ ہر نماز میں بار بار پڑھی جائیں اور وہ تمام قرآن مجید کے مضامین کا عظیم الشان خلاصہ ہیں۔ (پس تو اس نعمت کی حق ادائی میں مصروف رہ یعنی تو اس کو تمام نمازوں کی ہر ایک رکعت میں پڑھتا رہ اور کفار کی بدگوئی کا خیال بھی نہ کر) +

(۱) سبعاً کی تنوین عوض مضاف الیہ ہے اور (۲) مضاف الیہ آیات ہے۔ (۳) من بیانیہ بمعنی اللاتی ہے۔ (۴) هُنَّ مبتدا مقدر ہے۔ (۵) المثانی اسکی خبر ہے (۶) هن المثانی لفظاً جملہ خبریہ ہے۔ لیکن معناً جملہ انشائیہ ہے اس کے معنی ہیں وہ دوہرائی جاویں نماز میں بار بار پڑھی جاویں (۷) المثانی کا الف لام عوض مضاف الیہ ہے۔ (۸) اور مضاف الیہ کل صلوٰۃ ہے۔ پس سبعاً من المثانی کی تقدیر اس طرح ہوگی۔ سبع آیات اللاتی هن مثانی کل صلوٰۃ۔ جس کا ترجمہ یہ ہوگا۔ سات آیتیں جن کا حق یہ ہے کہ نماز میں بار بار پڑھی جاویں۔ (۹) اور وہ سات آیات سورۂ فاتحہ کی ہیں +

ان نو ۹ امور مذکورہ کے ثبوت میں گزارش ہے۔ (۱) کہ تنوین کا عوض مضاف الیہ ہونا ایک عام مسئلہ ہے۔ نحو کی چھوٹی چھوٹی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ سبعاً کی تنوین بھی عوض مضاف الیہ ہی ہو سکتی ہے تنوین کی اور کوئی قسم یہاں نہیں بن سکتی۔ اور (۲) والقرآن العظیم اور اٰتینا ظاہر کرتے ہیں کہ مضاف الیہ قرآن مجید کی کوئی چیز ہے حروف یا الفاظ یا آیات یا سورتیں۔ حروف و الفاظ بالاتفاق نہیں سورتیں بھی نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ سات سورتوں کا نماز میں دُہرانا آسان نہیں اور فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کے خلاف ہے۔ پس اس جگہ خاص آیات ہی کا لفظ مضاف الیہ ہو سکتا ہے اور پس (۳) مِنْ بیانیہ بمعنی اللاتی اور (۴) هُنَّ کا مبتدا مقدر ہونا اتفاقی امر ہے

(۵) المثانی (دُہرائی ہوئیں) خبر ہے اس میں بھی اختلاف نہیں (۶) چونکہ پہلا جملہ فاصفح الصفح الجمیل انشائیہ ہے۔ اس لئے وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ کا بھی انشائیہ ہونا ضروری ہے، کیونکہ سوائے موقعہ وہم کے معطوف و معطوف علیہ جس وقت ہر دو جملے ہوں تو اُن میں موافقت ہونی ضروری ہے۔ اگر پہلا جملہ خبریہ ہو تو دوسرا بھی خبریہ ہونا چاہیئے خواہ لفظاً ہو خواہ معناً۔ اور اگر پہلا انشائیہ ہو تو دوسرا بھی انشائیہ ہونا ضروری ہے خواہ لفظاً ہو خواہ معناً۔ ورنہ عطف ناجائز ہوگا۔ چنانچہ مطول میں لکھا ہے :۔

واما الوصل (عطف بعض الجمل علی بعض) لدفع الایہام کقولہم لا وایدک اللّٰہ فقولہم لا رد لکلام سابق کان قیل ھل الامر کذٰلک فقیل لا ای لیس الامر کذٰلک فھٰذہ جملۃ اخباریۃ وایدک اللّٰہ جملۃ انشائیۃ معنیً لانہا بمعنی الدعاء فبینہما کمال الانقطاع لکن ترک العطف ھٰھنا یوھم خلاف المقصود فانہ لو قیل لا ایدک اللّٰہ لتوھم انہ دعاء علی المخاطب بعدم التائید فلدفع ھٰذا التوھم جیئ بالواو العاطفۃ × × × × × × × واما الوصل للتوسط بین حالتی کمال الانقطاع (اختلافہما خبراً وانشاء لفظاً ومعنیً)[ص۱۴۲] وکمال الاتصال (کون الثانیۃ مؤکدۃ للاولیٰ او بدلاً عنہا او بیاناً لہا)[ص۱۵۱] فاذا اتفقتا الجملتان خبراً وانشاء لفظاً ومعنیً او معنیً فقط بجامع ای مع وجود جامع بینہما ۔

ترجمہ۔ اور وصل (ایک جملے کا عطف دوسرے پر) یا تو وہم کے رفع کرنے کے لئے ہوتا ہے مثلاً اہل عرب کہتے ہیں لا وایدک اللّٰہ (ایسا ہرگز نہیں۔ اللہ تیری مدد کرے) یہاں لا کلام سابق کا رد کرتا ہے گویا کہ پہلے یہ کہا گیا کہ کیا یہ امر ایسا ہے تو جواب میں کہا گیا نہیں یعنی یہ امر اس طرح نہیں۔ پس یہ جملہ خبریہ ہے۔ اور ایدک اللّٰہ جملہ انشائیہ ہے معناً کیونکہ یہ دعا کے معنوں میں ہے پس ان دونوں کے درمیان کمال انقطاع ہے لیکن اس جگہ عطف کا چھوڑنا اصل مطلب کے خلاف وہم پیدا کرتا ہے کیونکہ اگر یہ کہا جائے لا ایدک اللّٰہ تو اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ مخاطب کو بد دعا ہے۔ پس اس وہم کو رفع کرنے کے لئے واو عاطفہ لائی گئی × × × × × × × اور یا وصل (ایک جملہ کا عطف دوسرے پر) اس وقت ہوتا ہے جبکہ دونو جملے نہ بالکل آپس میں منقطع ہوں اور نہ بالکل متصل۔ یعنی نہ تو ایسا ہو کہ ایک جملہ خبریہ اور ایک انشائیہ ہو (کیونکہ یہ کمال انقطاع ہے) اور نہ ایسا ہی ہو کہ ایک جملہ دوسرے کا موکد یا بدل یا بیان ہو (کیونکہ یہ کمال اتصال ہے) بلکہ اوسط ہو یعنی جب دونو جملے خبریہ اور انشائیہ ہونے میں لفظاً اور معناً متفق ہو جائیں یا فقط معناً متفق ہو جائیں اور اُن میں کوئی وجہ جامعہ یعنی ربط بھی ہو تو اس وقت جملہ کا عطف جملہ پر کیا جاتا ہے"۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جملہ کا عطف جملے پر دو موقع پر ہوتا ہے۔ ایک تو رفع وہم کے لئے جیسے لاوایدك الله ہیں۔ دوسرے جب پہلا اور دوسرا جملہ دونو متفق ہوں یعنی دونو خبریہ ہوں یا دونو انشائیہ ہوں لفظاً یا معناً یا فقط معناً۔ اور یہ آٹھ طرح پر ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ صاحب مطول لکھتے ہیں :-

(۱) دونو جملہ خبریہ ہوں لفظاً و معناً	(۵) دونو جملہ انشائیہ ہوں لفظاً و معناً
(۲) " " " فقط معناً لیکن لفظاً دونو انشائیہ ہوں	(۶) " " " " " " معناً لیکن لفظاً دونو خبریہ
(۳) " " " " " " " پہلا انشائیہ ہو دوسرا خبریہ	(۷) " " " " " " " " " " پہلا انشائیہ دوسرا خبریہ
(۴) " " " " " پہلا خبریہ دوسرا انشائیہ	(۸) " " " " " " " " " " پہلا خبریہ دوسرا انشائیہ

اس کے بعد مطول میں ایک دو قسموں کی مثالیں لکھی ہیں۔ بغرض اختصار صرف ایک مثال نقل کی جاتی ہے جو ہمارے مدعا کے متعلق ہے :-

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (پ - ع)	ترجمہ - اور تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے والدین اور اہل قرابت اور یتیموں کے ساتھ احسان کرو اور لوگوں کی ہدایت کے لئے اللہ کی کتاب بیان کیا کرو"۔

اس آیت میں لا تعبدون خبر ہے بمعنی انشا۔ لا تعبدوا۔ یعنی لا تعبدون مضارع منفی ہے جس کے معنی ہیں "نہیں عبادت کرتے ہو تم"۔ لیکن اس کے معنی اس موقعہ پر نہی کے ہیں یعنی "نہ عبادت کرو تم"۔ اور لا تعبدون پر قولوا کا عطف ہے اور اسی طرح بالوالدین احسانا کا فعل مقدر تحسنون بھی بمعنی احسنو ہے۔ یہ آیت مذکورہ آٹھ قسموں میں سے اخیر کی قسم ہے۔ یعنی دونو جملے معناً انشائیہ ہیں۔ لیکن پہلا لفظاً خبریہ ہے اور دوسرا لفظاً بھی انشائیہ +

خبر کے الفاظ بمعنی انشا بولنا بعض موقعہ پر زیادہ بلیغ ہوتا ہے بہ نسبت صریح امر کے جیسا کہ صاحب مطول لکھتے ہیں :-

وهو ابلغ من صريح الامر لانه كانه سوع الى الامتثال فهو يخبر عنه	ترجمہ - اور یہ (خبر بمعنی انشا بولنا) صریح امر کی نسبت زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس میں سے فی الحقیقت مخاطب کو کسی کام کے کرنے کے لئے برانگیختہ و تیز کیا جاتا ہے - اگرچہ بظاہر متکلم اس کی نسبت خبر بیان کرتا ہے"+

ہماری بول چال میں بھی اس قسم کی مثالیں روزمرہ واقع ہوتی ہیں۔ مثلاً کسی بچے کے مدرسے جانے کا وقت ہو تو کہا جاتا ہے کہ یہ بچہ تو بہت اچھا ہے خود بخود مدرسے چلا جایا کرتا ہے تو اس طرح کا کہنا زیادہ مفید ہوگا بہ نسبت اس طرح کہنے کے کہ وقت ہوگیا تم مدرسے جاؤ۔ کیونکہ پہلی طرز سے بچے کو شوق پیدا ہوگا اور وہ خوشی سے مدرسے جائیگا لیکن دوسری صورت میں اُس کو مدرسے جانیکا حکم معلوم ہوگا اور اگر جائیگا بھی تو اکراہاً بیدلی سے۔ غرضیکہ بعض موقع پر اخبار بمعنی انشاء بہ نسبت صریح امر کے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اس صنعت سے کئی جگہ کام لیا گیا ہے۔ چار مثالیں نقل کی جاتی ہیں :-

(۱) وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ (پ ۳ - ع ۵)	ترجمہ۔ اور جو کچھ تم مال حلال میں سے خرچ کروگے اس کا فائدہ تمہاری اپنی جانوں کو ہی ہوگا۔ اور نہ خرچ کرو مگر اللہ کی رضاجوئی کے لئے " +

ماتنفقون مضارع منفی ہے بمعنی نہی لا تنفقوا۔ پہلا جملہ لفظاً و معناً انشائیہ ہے۔ دوسرا لفظاً خبریہ معناً انشائیہ۔ یعنی ساتویں قسم۔

(۲) اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهٗ ۚ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ (پ ۲۹ - ع ۱۶)	ترجمہ۔ بے شک یہ قرآن کامل عظیم الشان نصیحت ہے، پس جو کوئی چاہے اس سے نصیحت پکڑے اور لوگ نصیحت نہ پکڑیں مگر اسی چیز سے جس سے اللہ چاہتا ہے (یعنی صرف قرآن ہی سے)
(۳) اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ پ ۲۹	ترجمہ۔ بلاریب یہ قرآن کامل عظیم الشان نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف اللہ کا رستہ اختیار کرے اور تم نہ چاہا کرو مگر وہی جو اللہ چاہتا ہے (یعنی صرف کتاب اللہ سے رستہ پکڑنا) " +
(۴) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ (پ ۳۰ - ع ۵)	ترجمہ۔ یہ قرآن اور کچھ نہیں مگر تمام جہان والوں کے لئے نصیحت ہی ہے اس شخص کے لئے جو استقامت چاہے اور تم نہ چاہو مگر وہی جو اللہ چاہتا ہے۔ (یعنی صرف کتاب اللہ سے استقامت چاہو) " +

ان ہر سہ آیات میں بھی پہلے جملے یعنی معطوف علیہ لفظاً و معناً انشائیہ ہیں اور دوسرے فقط معناً۔ گو لفظاً خبریہ ہیں۔ ما یذکرون اور ماتشاؤن نفی مضارع ہیں بمعنے نہی لا یذکروا اور لا تشاءوا یعنی نصیحت نہ پکڑیں وہ اور نہ چاہو تم۔ بعض مترجمین و مفسرین نے ان آیات کے ترجمہ و تفسیر کرنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے اور مایذکرون اور ما تشاؤن کا یہ ترجمہ کرتے ہیں۔ "وہ نصیحت نہیں پکڑ سکتے ہیں"۔ "تم نہیں چاہ سکتے ہو"۔ حالانکہ اس ترجمہ سے مضمون بالکل لغو ہو جاتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ اسقدر زور شور سے اختیار دے کہ جو کوئی چاہے نصیحت پکڑے اور جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف رستہ پکڑے اور پھر ساتھ ہی کہدے کہ تم خود کچھ چاہ ہی نہیں سکتے اور وہی چاہ سکتے ہو جو اللہ چاہے۔ اگر انسان خود کچھ چاہ نہیں سکتا اور جو کچھ اللہ چاہتا ہے وہی انسان چاہتا ہے تو اس کہنے سے فائدہ کیا کہ تم میں سے جو کوئی چاہے نصیحت پکڑے۔ پھر تو یہی کہدینا کافی تھا کہ یہ قرآن نصیحت تو بے شک ہے لیکن تم خود بخود اس سے نصیحت نہیں لے سکتے ہاں جب اللہ چاہیگا تم اس سے نصیحت پکڑ سکو گے۔ اور اگر انسان اپنے اختیار سے کچھ نہیں چاہ سکتا تو اس کو عذاب و ثواب کیوں؟ کیونکہ جب پہلے اللہ ہی نے چاہا کہ زید زنا کرے۔ چوری کرے۔ شراب پیئے۔ ڈاکہ مارے۔ خون کرے اور پھر زید نے ان کاموں کو کرنا چاہا یا کر لیا تو اس کا کیا قصور؟ بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کا نہایت فرمانبردار ہوا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی منشا اور خواہش پوری کی یہ حضرات یا تو اس قاعدہ (اخبار بمعنی انشا) سے واقف نہ تھے جس کا گمان ذرا مشکل ہو سکتا ہے اور یا واقف تھے تو ان آیات پر اس قاعدہ کو جاری کرنے کی طرف بوقت ترجمہ و تفسیر ان کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ اور یا ان کو سخت تقلید سلف نے ڈبو دیا۔ جب ایک نے لکیر کھینچدی تو دوسرے اسی کے فقیر ہو لیئے۔

غرضیکہ ان ہر سہ آیات میں چونکہ معطوف علیہ جملے (فمن شاء وغیرہ) انشائیہ ہیں۔

اسلئے دوسرے جملے ماید کرون وما تشاؤن وغیرہ بھی انشائیہ ہیں +

بیان بالا سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مطابق قواعد عرب جب جملے کا عطف جملے پر ہو تو ہر دو جملوں میں اتفاق ضروری ہے یعنی اگر پہلا انشائیہ ہو۔ تو دوسرا بھی انشائیہ ہوگا۔ اور اگر پہلا خبریہ ہو تو دوسرا بھی خبریہ ہوگا۔ یعنی مطابق آٹھ اقسام مذکورہ بالا کے۔ پس اب ہم اصل آیت کو لیتے ہیں یعنی اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ اس میں پہلا جملہ فاصفح الصفح الجمیل لفظاً و معناً انشائیہ ہے اسلئے ضروری ہے کہ دوسرا جملہ بھی انشائیہ ہو خواہ لفظاً و معناً خواہ فقط معناً۔ لیکن اس میں لقد اٰتینٰک سبعاً جملہ انشائیہ نہیں بن سکتا۔ پس ھن المثانی گو لفظاً جملہ خبریہ ہے لیکن معناً انشائیہ ہے ورنہ کل جملہ انشائیہ نہیں بن سکیگا۔ اور عطف ناجائز ہوگا۔ پس سوا اس کے کچھ چارہ نہیں کہ ھن المثانی کو بمعنی انشا لیا جائے جس صورت میں اس کے معنی ہونگے وہ دُہرائی جائیں +

صفحہ ۱۵۶ پر جو نو باتیں مذکور ہوئی تھیں ان میں سے چھ کا ثبوت ہو چکا۔ جن صاحبان نے انصاف اور غور سے مطالعہ کیا ہوگا۔ امید ہے کہ ہر شش امور مذکورہ ان کے ذہن نشین ہو گئے ہونگے۔ نمبر ۷ المثانی کے الف لام کا عوض مضاف الیہ ہونا بھی کسی ثبوت کا محتاج نہیں۔ نمبر ۸ مضاف الیہ کل صلوٰۃ ہے کیونکہ ماقبل و مابعد نماز کا ذکر ہے۔ مفصلہ ذیل آیات کے بعد سبعاً من المثانی کا ماقبل و مابعد نقل کیا جائیگا۔

فرمایا اللہ تعالےٰ نے :-

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (پ ۱۶ - ع ۱۷)

ترجمہ - (چونکہ ان موذیوں کی سزا کا ایک خاص وقت مقرر ہے اسلئے اے پیغمبر) جو برا بھلا یہ (کفار) تجھ کو کہتے ہیں اسپر تو صبر کیا کر اور نماز پڑھ تا رہ مطابق اپنے رب کی رضا یعنی حکم کے۔ سورج کے نکلنے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور اس کے بعد رات کے حصوں میں بھی نماز پڑھا کر خاصکر دن کے حصوں میں نماز ضرور پڑھا کر تا کہ تو اجر پاکر خوش ہو اور (نماز میں) نظر اٹھا کر نہ دیکھ اُن چیزوں

کی طرف جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیاوی زندگی کی زیب وزینت کے سامان چند روزہ استعمال کے لیئے دے رکھے ہیں (جو لوگ اس زیب وزینت میں پڑکر گمراہ ہوجاتے ہیں) آخرکار ہم ان کو گمراہی میں چھوڑ دیتے ہیں اور تمہارے پروردگار کی دی ہوئی روزی (یعنی ثواب آخرت) اس سے نہایت ہی بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے اور اپنے تابعداروں کو بھی کتاب اللہ والی نماز کا حکم دے اور اس (نماز کے پڑھنے پڑھانے) پر پکا رہ ۔

یہ آیت جیساکہ پہلے وقتوں کے باب میں بیان ہوچکا ہے۔ نماز کے متعلق ہے۔ اس میں مفصلہ ذیل باتیں قابل غور ہیں۔ اول حکم نماز (سبح بحمد ربك) سے پہلے کفار کی بدگوئی وایذا پر صبر کرنے کا حکم مذکور ہے (فاصبر علی ما یقولون)۔ دوم حکم نماز کے بعد یہ امر مذکور ہے کہ نماز میں ادھر اُدھر دیکھا نہ کرو۔ (لا تمدن عینیك)۔ سوم اس آیت کے اخیر میں یہ فرمان ہے کہ اپنے اہل کو بھی نماز کا حکم کیا کر۔ ان تینوں باتوں کو مدنظر رکھکر سبعا من المثانی کے ماقبل ومابعد پر غور کرنا چاہیئے۔ ذیل میں اس کا ماقبل و مابعد نقل کیا جاتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے :۔

إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ۔ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ۔ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ۔ كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ۔ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ۔ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۞ (پ ۱۴ ع ۶)

ترجمہ قیامت کی گھڑی یقیناً ضرور آنیوالی ہے (اور ان کفار کو ضرور ان کی ایذا رسانی کی سزا ملیگی) پس تو ان سے بطریق مناسب درگزر کیا کر کیونکہ تیرا رب نہایت ہی بردبار اور ان کے تمام حالات جاننے والا ہے۔ علاوہ ازیں ہم نے تجھ کو (عظیم الشان نعمت) سات آیتوں والی سورت (فاتحہ) دے رکھی ہے جسکا حق یہ ہے کہ ہر نماز کی ہر ایک رکعت میں بار بار پڑھی جاوے اور وہ تمام قرآن مجید کے مضامین کا عظیم الشان خلاصہ ہے۔ پس تو اس نعمت کی حق ادائی میں مصروف رہ یعنی سورۂ فاتحہ کو نماز کی ہر ایک رکعت میں پڑھتا رہ (اور نماز میں) نظر اُٹھا کر نہ دیکھ ان چیزوں کی طرف جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دی ہوئی ہیں اور ان (کے برا بھلا کہنے) پر غم نہ کر اور کتاب اللہ کے ماننے والوں کو نماز کی تعلیم کیا کر۔ اور کہہ تو (کہ اگر تم اس تعلیم قرآنی کو قبول نہیں

ؔ وأمر اهلك بالصلوٰۃ

کروگے تو میرا کیا حرج) میرا کام (تو صرف) عذاب خدا سے واضح طور پر ڈرا دینا ہے (اور اللہ تعالٰی نے فرماتا ہے کہ میں اسی طرح ان تیرے موذیوں کو عذاب کرونگا) جیسے کہ ہم نے (پہلے) ان لوگوں پر نازل کیا تھا جنہوں نے نماز کو بانٹ دیا (یعنی جن لوگوں نے کتاب اللہ کی نماز کو جدا جدا کر دیا۔ یعنی ہر فرقے نے اپنی جدا جدا نماز بنالی) پس (تو اسے پیغمبر اپنے ہر ایک مخاطب کو کہدے) کہ مجھے تیرے رب کی قسم (اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ) ہم ضرور ان سب سے ان کے اعمال کی بازپرس کرینگے۔ اور (اے پیغمبر) تجھ کو جو حکم دیا جاتا ہے تو اس کو صاف صاف سُنادے اور ان مشرکوں کی کچھ پروا نہ کر کیونکہ ہم ان ہنسی ٹھٹھا کرنیوالوں سے تیری حفاظت کے لئے کافی ہیں یہ لوگ خدا کے ساتھ دوسروں کی بھی تابعداری کرتے ہیں۔ پس جلدی ہی اس کا نتیجہ ان کو معلوم ہو جاویگا اور (تو تسلی رکھ) ہم تیرا حال خوب جانتے ہیں کہ ان کی بدگوئی سے تیرا دل تنگ ہوتا ہے (تو ان کی بدگوئی کی کچھ پروا نہ کیا کر) اور نماز میں مصروف رہا کر مطابق اپنے رب کی تعلیم کے نماز کے سجدوں کا خاص کر اہتمام کیا کر اور (اور بھی اپنے رب کے سامنے (قولاً فعلاً) عجز و نیاز کیا کرتے کہ تجھے موت آجاوے۔

اس آیت کو نقل کرنے سے پہلے ہم نے ناظرین سے درخواست کی تھی کہ وہ تین امور کو مدنظر رکھکر آیت مذکورہ پر غور فرماویں۔ اگر ناظرین ایسا کرینگے تو انہیں واضح ہو جائیگا کہ ان دونو آیتوں کے مضامین میں بہت کچھ توافق و تطابق ہے یعنی ان ہر دو آیات کے مضامین آپس میں بالکل ملتے جلتے ہیں اور جیسے پہلی آیت نماز کے متعلق ہے ویسے ہی دوسری آیت بھی نماز کے متعلق ہے۔ ان ہر دو آیات کے مفصلہ ذیل مضامین آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ (اول) پہلی آیت میں ہے فاصبر علی ما یقولون (ان کی بدگوئی پر صبر کر)۔ دوسری میں ہے فاصفح الصفح الجمیل (پس تو ان سے بطریق مناسب درگزر کیا کر)۔ (دوم) پہلی آیت میں ہے ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم (اور نماز میں آنکھ اٹھا کر مت دیکھ ان چیزوں کی طرف جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیاوی زندگی کے زیب و زینت کے سامان استعمال کے لئے دے رکھے ہیں)۔

اس حکم کے نماز سے متعلق ہونے میں کسی ذی ہوش کو کلام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر سوا نماز کے ہر وقت سامان دنیا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ممانعت ہو تو دنیا کا کارخانہ بند ہو جائے۔ کوئی کام جہان کا نہ چل سکے۔ اگر آدمی دیکھے ہی نہ تو خرید و فروخت لکھنا پڑھنا۔ ملازمت۔ حرفت۔ صنعت کیسے ہو سکے۔ ایسا لغو اور ناممکن التعمیل اور احمقانہ حکم دینا کتاب اللہ کی شان کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں اس حکم کے ماقبل و مابعد

نماز ہی کا ذکر ہے جیسا کہ ثابت ہو چکا۔ پس اظہر من الشمس ہوا کہ لا تمدن عینیک کا حکم صرف نماز ہی کے متعلق ہے۔ لیکن جو لوگ اس آیت سے یہ حکم مراد لیتے ہیں کہ کفار کے مال ومتاع کو حسرت و رشک سے نہ دیکھ ان کی سخت غلطی ہے۔ کیونکہ اس مضمون کو ماقبل و مابعد کے ساتھ ہرگز کوئی ربط و مناسبت نہیں اور اللہ کی کلام بے ربطی سے پاک ہے۔ جب کہ اس آیت کے ماقبل و مابعد نماز ہی کا ذکر ہے تو بطریق اولیٰ اس کو نماز ہی کے متعلق کرنا صحیح ہے۔ دوسری آیت میں بھی یہی الفاظ ہیں لا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منہم۔ یہ حکم بھی جیسا کہ بیان ہوا عام نہیں ہو سکتا بلکہ صرف نماز کے متعلق۔ پس دوسری آیت میں اگر بالفرض نماز کا اور کوئی ذکر نہ ہو تو صرف یہی آیت کافی ثبوت ہے کہ یہ آیت نماز کے متعلق ہے (سوم) پہلی آیت میں حکم ہے۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ۔ دوسری آیت میں ارشاد ہے وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ

اور اپنے تابعداروں کو کتاب اللہ والی نماز کا حکم کر

صفحہ ۱۶۲ پر اس کا ہم نے یہ ترجمہ کیا ہے "اور کتاب اللہ کے ماننے والوں کو نماز کی تعلیم کیا کر"۔ اس آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے "اور پھیلا اپنے پر واسطے (حفاظت) کتاب اللہ کے ماننے والوں کے"۔ خفض کے معنی بسط (پھیلانا۔ فراخ کرنا) کتب لغت میں لکھے ہیں اور جناح کے معنی پر کے جن کو پرندے اڑنے میں ہلاتے ہیں (دیکھو لسان العرب قاموس۔ منتہی الارب۔ مصباح المنیر وغیرہ)۔ قرآن مجید میں بھی ان معنوں میں جناح استعمال ہوا ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے :۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ (پ ۷ - ع ۱۰)	ترجمہ۔ اور جتنے حیوانات اس زمین میں چلتے پھرتے ہیں اور جتنے پرندے اپنے دو پروں پر اڑتے ہیں۔ یہ سب بھی تم لوگوں کی طرح گروہ گروہ ہیں۔

اور سیپارہ ۲۲ رکوع ۷ میں فرشتوں کی صفت اولی اجنحۃ آئی ہے اور یہاں بھی سب لوگ پر ہی مراد لیتے ہیں۔ پیغمبر صاحب کو جو حکم ہوا کہ مومنوں کے لئے اپنے پر

پھیلا- تو یہ ایک استعارہ ہے- جب مرغی اپنے بچوں کے لئے پر پھیلاتی ہے تو وہ گویا بچوں کے لئے حفاظت کا سامان تیار کرتی ہے اور جب بچے ان پروں کے نیچے آجاتے ہیں تو چیلوں- بلیوں وغیرہ اپنے علوی اور سفلی موذیوں قاتلوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں پیغمبر صاحب کو- جو مومنوں کے لئے پر پھیلانے کا حکم ہوا تو اس سے مراد یہ ہے کہ تو ان کے لئے حفاظت کا سامان کر- لیکن کیسی حفاظت کا- کیا چوروں وچکاروں- لٹیروں اور قاتلوں وغیرہ سے حفاظت کا سامان کرے جس سے ان کا جان ومال محفوظ رہے- ہرگز نہیں- یہ انتظام رسولوں کا حق نہیں بنتا بلکہ یہ کام سلطنت کے ہیں- بادشاہوں کا یہ فرض ہوتا ہے کہ پولیس وفوج وغیرہ کا انتظام کریں تاکہ رعایا کا جان ومال محفوظ رہے- یہ کام رسالت کے فرائض میں کسی عقلمند کے نزدیک داخل نہیں رسول کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ مومنوں کے ایمان کی حفاظت کا سامان کریں یعنی ایسا سامان اُن کے لئے مہیا کریں جن سے ان کے ایمان محفوظ وسلامت رہیں- جو چیزیں ایمان کی قاتل ودشمن ہیں اُن سے بچنے کے سامان کا مومنوں کے لئے انتظام کریں- ہر ایک ذی ہوش جانتا ہے کہ گناہ ایمان کے دشمن اور قاتل ہیں- پس رسول کا منصب یہ ہے کہ ایسی چیز مومنوں کو بتائے جس سے اُن کا ایمان گناہوں سے محفوظ رہے- اب ہمیں قرآن مجید سے دیکھنا چاہیے کہ وہ کونسی چیز ہے جو گناہوں کو ایمان پر حملہ کرنے سے روکتی ہے جیسا کہ مرغی کے پر چیل وبلی کو چوزوں پر حملہ کرنے سے روکتے ہیں-

کلام اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ایسی چیز ہے- چنانچہ کتاب پاک میں فرمایا اللہ تعالےٰ نے:-

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ۲۱ پ	ترجمہ- تحقیق کتاب اللہ کی بتائی ہوئی نماز بچاتی ہے (ایمان کو) ہر قسم کے جرم اور گناہ سے +

مطابق آیت ہذا نماز ایسی چیز ہے جو گناہوں کو روکتی ہے اور اُن کو ایمان پر حملہ کرنے نہیں دیتی

یعنی مومن کے ایمان کو محفوظ رکھتی ہے اور گناہوں کو اُسپر حملہ آور نہیں ہونے دیتی۔
پس واخفض جناحک للمؤمنین میں جو خاتم النبیین سلام علیہ کو حکم ہوا تھا کہ مومنوں کے
لیئے ان کے ایمان کی حفاظت کا سامان کر۔ تو اس سے یہ مراد ہے کہ ان کو نماز کی تعلیم
کر کیونکہ نماز ہی ایسا سامان حفاظت ہے جو ایمان کو اُس کے دشمنوں اور قاتلوں سے
محفوظ رکھتا ہے۔ الغرض واخفض الخ کا یہ جو ترجمہ کیا گیا تھا کہ مومنوں کو نماز کی تعلیم
کیا کر یہ بالکل صحیح ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نماز کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ
نے ایمان کا پر کہا ہے +

واخفض الخ سے تعلیم نماز مراد ہونے کے دو اور بھی زبردست قرینے ہیں۔ ایک
تو یہ کہ اس سے پہلے ولا تحزن علیھم کا ارشاد ہے یعنی کفار کی بدگوئی وغیرہ سے غم نہ
کر اور یہ قرآن کریم کا محاورہ ہے کہ جہاں مخالفین کی ایذا وغیرہ پر صبر کا حکم ہو تو ساتھ ہی نماز
کا حکم ہوتا ہے لہٰذا یہ امر بھی دلالت کرتا ہے کہ واخفض الخ میں تعلیم نماز کا حکم ہے۔ دوسرا
قرینہ یہ ہے کہ اس سے اگلی آیات میں جو اوپر اُس کے ساتھ ہی نقل ہو چکی ہیں اور
بالکل اس کی تفسیر ہیں صریح الفاظ میں نماز کا حکم موجود ہے۔ چنانچہ ان آیات میں
فرمان ہوتا ہے کہ تو کہدے کہ میرا کام تو ڈرانا ہے اللہ تم کو عذاب دیگا۔ تمہارے اعمال
کی باز پرس کریگا۔ اے پیغمبر تو ان مشرکوں کی پروا نہ کر اپنا کام کئے جا۔ ہم ان ہنسی
ٹھٹھا کرنے والوں کے لیئے کافی ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ کفار کے بُرا بھلا کہنے سے
تیرا دل تنگ ہوتا ہے یہاں تک لا تحزن (غم نہ کر) کی تفسیر ہے۔ اس کے ساتھ
ہی صریح الفاظ میں نماز کا حکم ہوتا ہے فسبح بحمد ربک۔ پس یہ بھی دلالت کرتا ہے
کہ واخفض میں نماز مراد ہے۔ الحاصل واخفض الخ کے ماقبل و مابعد کے قرائن بھی
اسی امر کی شہادت دیتے ہیں کہ اس میں نماز کی تعلیم مراد ہے +

جو لوگ وَاخْفِضْ الآیہ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ مسلمانوں کی تواضع۔ خاطر و مدارات

کیا گیا ان کی غلطی ہے کیونکہ اس مضمون کو ماقبل و مابعد کے ساتھ کوئی ربط و مناسبت نہیں اور بے ربطی سے قرآن مجید پاک ہے +

اگر سوال کیا جائے کہ اللہ تعالےٰ نے کیوں نہ صاف الفاظ میں کہدیا کہ مومنوں کو نماز کی تعلیم کیا کرو اور کیوں یہ مضمون ایسے پیچیدہ الفاظ میں بیان کیا۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ بالکل پیچیدہ نہیں۔ چونکہ لوگ حدیث و فقہ پر بہت وقت ضائع کرتے ہیں اور قرآن پر کافی تدبّر نہیں کرتے۔ محض بطور رسم پڑھا جاتا ہے اس لئے ان کو یہ الفاظ پیچیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر واخفض الخ سے نماز کی تعلیم مراد لینا پیچیدگی ہے تو اس سے خاطر و مدارات کا حکم مراد لینا بھی تو پیچیدگی ہے۔ کیونکہ خاطر و تواضع کسی لفظ کا ترجمہ نہیں۔ لفظی ترجمہ تو یہ لوگ بھی اس طرح کرتے ہیں۔ "جھکا اپنے بازو ایمان والوں کے واسطے" (دیکھو ترجمہ شاہ عبدالقادر وغیرہ) اب اس ترجمہ میں خاطر تواضع کے الفاظ کہاں ہیں۔ بظاہر یہاں کوئی ایسا لفظ نہیں۔ پس اگر ان حضرات کو 'بازو جھکانے' سے خاطر و مدارات مراد لینے کا حق ہے تو مجھے پر پھیلانے سے نماز سکھانا مراد لینے کا کیوں حق نہیں۔ یہ تو الزامی جواب تھا۔ تحقیقی جواب سُنئے۔

ہر زبان میں مجازات و استعارات استعمال کئے جاتے ہیں۔ زبان عرب میں بھی ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی مجازات و استعارات استعمال ہوتے ہیں۔ تمام زبانوں میں مجاز و استعارہ و کنایہ کو ایک خوبی خیال کیا جاتا ہے۔ صاحب مطول نے یہ باب باندھا ہے قد اطبق البلغاء علی ان المجاز والکنایۃ ابلغ من الحقیقۃ والتصریح یعنی اہل بلاغت نے اسپر اتفاق کیا ہے کہ مجاز و کنایہ حقیقت و تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔ کنایہ و مجاز کی چند نظیریں کلام اللہ سے نقل کی جاتی ہیں:-

(۱) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ — ترجمہ۔ چلائیے رکھ ہم کو سیدھے رستے پر۔

اب یہاں سیدھی راہ سے کیا مراد ہے۔ کیا کوئی کنکر روڑے یا ریل کی سڑک جو

سیدھی ہو۔ ہرگز نہیں۔ سب لوگ اس سے سخاوت مراد لیتے ہیں اور کوئی اسکو پیچیدہ کلام نہیں کہتا۔ دوسری نظیر ملاحظہ ہو :۔

(۲) تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ (پ ۲۹ ع ۱) ترجمہ بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں تمام ملک ہے۔

کیا اس سے یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ تمام ملک کو ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہے۔ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کے اختیار میں تمام ملک ہے۔ اسکے قبضۂ قدرت میں ہے

(۳) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (پ ۲ ع ۶) ترجمہ۔ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کے لباس ہو۔

کیا عورتیں کوئی کپڑے ہیں کہ مرد ان کو پہنتے ہیں یا مرد کپڑے ہیں جو عورتیں ان کو پہنتی ہیں۔ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دونو ایک دوسرے کو لباس کا کام دیتے ہیں۔ جس طرح لباس انسان کے لئے پردہ پوشی اور زینت اور سردی گرمی کے دفع کرنے کا کام دیتا ہے اسی طرح مرد عورت ایک دوسرے کو پردہ پوشی اور زینت اور دوزخ کی گرمی اور زمہریر کی سردی سے بچانے کا کام دیتے ہیں۔

(۴) وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ (پ ۲ ع ۵) ترجمہ۔ شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔

کیا اس سے یہ مراد ہے کہ جہاں مٹی پر شیطان کے قدموں کے نشان ہوں وہاں قدم نہ رکھو۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کے وسواسوں کی پیروی نہ کرو۔ اس قسم کی مثالوں سے قرآن بھرا پڑا ہے اور ہم لوگ اپنی روزمرہ کی زبان میں بھی ایسے مجاز بولتے ہیں۔ کوئی ذی ہوش اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ واخفض جناحك للمؤمنين سے یہ مراد لینا کہ مومنوں کو نماز کی تعلیم کر مطابق محاورہ زبان عربی و عقل بالکل صحیح ہے پس آیات منقولہ صفحہ ۱۶۱ کا مضمون سوم بھی ایک ہی ہے۔

اس وقت تک جو کچھ ہم نے آیت ان الساعۃ لاتیۃ الخ منقولہ صفحہ ۱۶۲ کے متعلق لکھا ہے اس سے ہماری غرض اس امر کا ثابت کرنا ہے کہ یہ آیت تمام نماز کے متعلق ہے۔ امید ہے کہ یہ بات منصف مزاج ناظرین کے ذہن نشین ہوگئی ہوگی۔

اس آیت میں بنفسہٖ بھی نماز کا ذکر موجود ہے اور جیسا کہ اوپر بڑی تشریح و تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ اس آیت اور آیت فاصبر علیٰ ما یقولون منقولہ صلا[۱۶] کے مضامین میں کمال مطابقت ہے۔ اور وہ آیت بالاتفاق نماز کے متعلق ہے یہ امر اس دعوے کی مزید تائید کرتا ہے کہ زیر بحث آیت نماز کے مضمون کو بیان کرتی ہے۔ ولقد اٰتینٰک سبعًا من المثانی اسی آیت میں ہے۔

اب ہم پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی المثانی کے الف لام کا عوض مضاف الیہ کل صلوٰۃ ہونا چونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس کے ماقبل وما بعد تمام آیت میں نماز کا ذکر ہے لہٰذا الصلوٰۃ کا مضاف الیہ ہونا بالکل صحیح ہے۔ اس کے متعلق مزید عرض ہے ہے کہ ایک اور زبردست قرینہ بھی اس کی تائید کرتا ہے یعنی وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ الخ کے پہلے درگزر و صبر کا حکم ہے فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ اور یہ بھی قرآنی محاورہ ہے کہ اکثر جہاں کفار کی ایذا رسانی سے صبر کا حکم ہے تو ساتھ ہی ماقبل ومابعد نماز کا حکم ہوتا ہے۔ اس کی چند نظیریں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں :-

(۱) فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ (پ ۲۶ - ع ۱۶)	ترجمہ - پس ان کی بدگوئی پر صبر کیا کر اور اپنے رب کی تعلیم کے مطابق نماز پڑھا کر طلوع آفتاب اور غروب سے پہلے اور رات کے اوقات میں ضرور نمازیں پڑھا کر۔
(۲) فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ کَفُوْرًا وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ (پ ۲۹ - ع ۲۰)	ترجمہ - پس تو اپنے رب کے حکم پر پکا رہ اور ان میں سے کسی نافرمان یا کافر کی اطاعت نہ کر اور صبح شام اپنے رب کی نماز پڑھا کر اور رات کے وقت بھی نماز پڑھا کر۔
(۳) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ (پ ۲۴ - ع ۱۱)	ترجمہ - پس تو ان کی ایذا رسانی پر صبر کر یقیناً اللہ کا وعدہ بالکل حق ہے اور اپنی بھول چوک کی معافی مانگتا رہ اور صبح و شام اپنے رب کی نماز پڑھا کر۔

(۴) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ۝ (پ۲۷-ع۴)

ترجمہ - اور تو اپنے رب کے حکم پر پکا رہ کیونکہ تو ہمارے زیر نظر ہے اور اپنے رب کی تعلیم کے مطابق نماز پڑھا کر جبکہ تو اٹھا ہوا ہوتا ہے (یعنی دن کے وقت) اور رات کے وقت بھی اس کی نماز پڑھا کر اور صبح کے وقت بھی۔

(۵) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۝ (پ۲۹-ع۱۳)

ترجمہ - اور نماز پڑھا کر اپنے رب کی اور (نماز میں) سب سے ٹوٹ کر اسی کا ہو رہ کیونکہ تمام مشرق و مغرب کا وہی رب ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اسی کو اپنا وکیل بھی سمجھ اور ان کی بدزبانی پر صبر کیا کر اور بطریق احسن ان سے الگ رہ۔

(۶) أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ (پ۲۱-ع۱۱)

ترجمہ - کتاب اللہ کی بتائی ہوئی نماز قائم کیا کر اور موافق آسمانی کتاب نیک کاموں کا حکم کیا کر اور بری کاموں سے منع کیا کر اور (ان کاموں کے بجالانے میں) تجھے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کر۔

(۷) وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ الخ (پ۱۵-ع۱۶)

ترجمہ - اور اپنے نفس کو پکا رکھ تو اور تیری تابعدار بھی جو صبح شام اپنے رب کی نمازیں پڑھتے ہیں۔

(۸) أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (پ۱۲-ع۱۰)

ترجمہ - کتاب اللہ کی بتائی ہوئی نماز دن کے دونوں ٹکڑوں میں پڑھا کر اور رات کے ٹکڑوں میں بھی کیونکہ یہ نمازیں تمام برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ (تغیر و تبدل اوقات) نمازیوں کو خدا یاد دلاتا ہے اور صبر کر کیونکہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

(۹) فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ (پ۱۶-ع۸)

ترجمہ - پس تو ان کی بدزبانی و بدگوئی پر صبر کیا کر اور اپنے رب کی تعلیم کے موافق طلوع و غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھا کر اور رات کے وقتوں میں بھی ضرور نماز پڑھا کر اور دن کے ٹکڑوں میں بھی تاکہ تو خوش رہے۔

(۱۰) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (پ ۱۹ ع) | ترجمہ- اور بھروسہ رکھ اوپر اُس ذات کے جو ہمیشہ زندہ ہے کبھی نہیں مرتا- اور اپنے رب کی تعلیم کے مطابق نماز پڑھا کر-

بعض مقامات پر ایسا بھی ہے کہ کفار کے ظلم وستم و ایذا رسانی کا ذکر ہے اور ساتھ ہی نماز کا حکم ہے گو وہاں صبر کا حکم صریح الفاظ میں نہیں لیکن قرینہ یہی دلالت کرتا ہے کہ اس ظلم و ایذا سے صبر اور نماز میں پکار رہنے کا حکم ہے- ملاحظہ ہوں پ ۱۵ ۹- پ ۱۶ ۵- پ ۱۷ ۱۷- پ ۱۹ ۴- پ ۲۱ ۵- پ ۲۳ ۹- پ ۲۹ ۲- پ ۳۰ ۲۱- پس فی صفحہ الصفح الجمیل بھی چاہتا ہے کہ ولقد اٰتینٰک سبعًا من المثانی میں نماز کا ذکر ہو- یہ بات بھی اس موقعہ پر بیان کرنے کے قابل معلوم ہوتی ہے- کہ ایذا و ظلم پر صبر اور ساتھ ہی نماز کا حکم دینے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ تو ان لوگوں کے ظلم و ایذا کی وجہ سے نماز نہ چھوڑ بیٹھ- بلکہ ان کے ظلم و ایذا پر صبر کر اور نماز کتاب اللہ پر پکا رہ واضح رہے کہ نماز ہی ایسی چیز ہے جسکی وجہ سے مخالفین زیادہ مشتعل ہوتے اور ایذا رسانی وظلم کرتے ہیں- تمام مذاہب میں اور ہر ایک مذہب کے تمام فرقوں میں عموماً نفاق وجدائی اور باہمی مخالفت کا سب سے بڑا موجب طریق عبادت کا اختلاف ہوتا ہے اگر مسلمان- عیسائی- یہودی- ہندو اور آریہ وغیرہ سب ایک ہی طرح کی عبادت کریں تو ان میں اس قدر باہمی دوری نہ ہو- لیکن چونکہ مسلمان اور وضع کی نماز پڑھتے ہیں عیسائی اور طرح کی- یہودی اور قسم کی- ہندوؤں کا طریق عبادت بالکل جدا ہے وغیرہ وغیرہ ایسا ہی مسلمانوں کے تمام فرقوں میں بڑی بھاری وجہ اختلاف یہی آمین- رفع الیدین فاتحہ خلف الامام- ہاتھوں کے سینے پر یا زیر ناف باندھنے یا کھلے چھوڑنے- تعداد رکعات اختلاف اذکار نماز وغیرہ ہے- کوئی سبحنک اللہ پڑھتا ہے- کوئی اللھم باعد بینی کوئی اللھم انی وجہت وغیرہ وغیرہ- انبیا اور دیگر مومنین کی مخالفت بھی مخالفین زیادہ تر اسی وجہ سے کرتے تھے کہ ان کی نماز اُن کی نمازوں سے مختلف ہوتی تھی- انبیاو

مومنین کی نمازوں کے اقوال وافعال آسمانی کتاب کے مطابق وموافق ہوتے تھے لیکن مخالفین کی نمازیں اُن کے اپنے مُلّاؤں۔ اماموں۔ بزرگوں کی تجویز کی ہوئی ہوتی تھیں۔ جن کو وہ آج کل کے مسلمانوں کی طرح کسی گذشتہ نبی کی طرف منسوب کرتے تھے مخالفین چاہتے تھے کہ انبیا نئی نمازیں (بزعمہم) چھوڑدیں اور اُن کی سی نمازیں پڑھیں۔ اور اس غرض کے پورا کرنے کے لیئے وہ معمولی بحث ومباحثہ کے علاوہ ظلم وزیادتی اور جبر بھی کرتے تھے تاکہ مومنین اُن کے دباؤ اور اُن کی زیادتیوں سے تنگ ومجبور ہوکر اپنی نمازیں چھوڑدیں۔ شیعب سلامٌ علیہ کا بھی اپنی قوم سے اسی نماز پر جھگڑا تھا۔ ان کا اور اُن کی قوم کا سوال وجواب ذیل میں نقل کیا جاتا ہے :-

(۱) قَالُوا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآءُنَا (پ ۱۲-ع ۸)

ترجمہ۔ (قوم نے کہا) اے شیعب کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تیری نماز کی خاطر ہم وہ نماز چھوڑدیں جو ہمارے بزرگانِ دین پڑھتے چلے آئے ہیں۔

یہی اعتراض آج کل مجھ پر کیا جاتا ہے کہ کیا تیرہ سو (۱۳۰۰) سال سے جو نماز چلی آتی ہے۔ جسکو تمام امت۔ تمام اصحاب۔ تابعین۔ تبع التابعین۔ امام۔ ولی۔ غوث۔ قطب۔ مجتہد پڑھتے آئے ہیں کیا وہ نماز ہم چھوڑدیں۔ اور یہ تیری نئی من گھڑت نماز پڑھیں۔ لیکن جو جواب شیعب سلامٌ علیہ نے اپنی قوم کو دیا ہے وہی میں دیتا ہوں :-

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ (پ ۱۲-ع ۸)

ترجمہ۔ شیعب نے کہا۔ اے میری قوم تم ظاہر دیکھ رہے ہو کہ میں اپنے رب کی عظیم الشان کتاب پر ہی چلتا ہوں اور اُسنے مجھے اپنی جناب سے نہایت ہی حلال روزی بھی دے رکھی ہے اور میں تمکو جس چیز سے منع کرتا ہوں (یعنی غیر قرآنی نماز) اس سے میری یہ غرض نہیں کہ میں تمہارے ساتھ مخالفت کروں بلکہ میرا ارادہ تو صرف اپنی طاقت کے مطابق تمہاری اصلاح کرنیکا ہے اور مجھکو کوئی توفیق نہیں مگر ساتھ مدد اللہ کے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں اور اے میری قوم ایسا نہو کہ میری دشمنی ضد تمکو (کتاب اللہ کی نافرمانی کا) مجرم بنادے۔

پس یہی میرا جواب میری قوم کو ہے کہ میں کتاب اللہ ہی پر چلتا ہوں۔ صرف کتاب اللہ ہی کی تابعداری کی تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ اور میری اس سے غرض ہرگز اپنی معاش کے لئے روپیہ پیسہ اکٹھا کرتا نہیں۔ مجھے خدا نے اپنی جناب سے روزی دے رکھی ہے۔ میں تم میں سے کسی کے ایک پیسہ کا بھی محتاج نہیں ہوں۔

اس جواب کا جو جواب شعیب سلام علیہ کو ان کی قوم نے دیا وہی مجھے دیا جاتا ہے

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝ پ ۱۲ ع

ترجمہ - انہوں نے کہا اے شعیب تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں آتی ہی نہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہم تو جانتے ہیں کہ تیری عقل و دماغ ضعیف ہے اور اگر تیری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تجھے مارے پتھروں کے مار ڈالتے اور تیرا مار ڈالنا ہمارے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں (یعنے گناہ نہیں)

اسی قسم کے جوابات مجھے بھی دیئے جاتے ہیں کہ تیری الٹی الٹی باتیں ہیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ تیری تو عقل ماری ہوئی ہے۔ اگر انگریزی راج نہ ہوتا تو ہم تجھے قتل کر دیتے اور تیرا قتل کرنا عین ثواب ہے۔ اسکا جواب جو شعیب سلام علیہ نے اپنی قوم کو دیا وہی میں دیتا ہوں

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۝ پ ۱۲ ع

ترجمہ (شعیب نے) کہا اے میری قوم کیا میری برادری کا ڈر تم کو خدا سے زیادہ ہے اور تم لوگوں نے خدا کو اپنے پس پشت ڈال رکھا ہے بیشک جو کچھ تم کرتے ہو سب میرے پروردگار کے احاطہ علم میں ہے۔ اور اے میری قوم کے لوگو تم اپنی جگہ عمل کرو میں (اپنی جگہ) عمل کرتا ہوں۔ جلدی ہی تم کو معلوم ہو جائیگا کہ کون سخت خوار کرنیوالے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور کون جھوٹا ہے اور تم بھی اس وقت کے منتظر رہو میں بھی اسکا انتظار کرتا ہوں +

میں بھی اپنے بھائیوں کو یہی کہتا ہوں کہ جتنا انگریزی راج سے ڈرتے ہو اس سے زیادہ خدا سے خوف کرو اور اس کی کتاب کو پس پشت نہ ڈالو۔ قیامت کے عذاب سے ڈرو۔ اور اگر تم کو ضد و تعصب نہیں چھوڑنا تو تم اپنی جگہ عمل کرو۔ میں اپنی جگہ کرتا ہوں قیامت کے دن سب فیصلے

ہوجائیں گے کہ کس کی باتیں اُلٹی اُلٹی ہیں۔ اور کس کی سیدھی تمہاری یا میری اور یہ کہ تمہاری عقل ماری گئی ہے یا میری۔ غرضیکہ شعیب سلام علیہ کو بھی اسی قرآنی نماز کی خاطر اپنی قوم سے برا بھلا سُننا پڑتا تھا۔ اور اذیتیں پہنچتی تھیں اور مخالفین جب دلائل سے پورے نہ اُتر سکتے تو بدزبانی و ظلم پر آمادہ ہوجاتے۔

ذیل کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خود خاتم النبیین اور آپکے اصحاب کو بھی اسی نماز سے روکا جاتا تھا اور تکلیفیں دیجاتی تھیں۔ آیات ملاحظہ ہوں۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْہٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝ × × × کَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ پ۳۰ ع۲۱	**ترجمہ** اے پیغمبر تم نے اس شخص کے حال پر بھی نظر کی جو ہمارے بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ × × × × (اس سے آگے اسکی اور مذمت ہے) × × خبردار اسکا کہنا نہ ماننا اور نماز پڑھے جاؤ اور قرب الٰہی حاصل کرو۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۝ × × وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝ پ۲۲ ع۶	**ترجمہ**۔ اے ایمان والو! اللہ کو یاد کرو خشوع و خضوع کے ساتھ بہت دفعہ یعنی دن رات کی تمام نمازیں پڑھو × × × × اور اے مومن ان منافقوں کافروں کا کہنا نہ مان اور اُنکی ایذا کی پرواہ نکر اور اللہ پر بھروسہ رکھ کیونکہ اللہ ہی کارساز کافی ہے۔
فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۝ وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ پ ع	**ترجمہ** پس تو اپنے رب کے حکم پر پکا رہ اور ان میں سے کسی نافرمان یا کافر کا کہنا نہ مان اور صبح شام اپنے رب کی نماز پڑھ۔ اور رات کے وقت بھی نماز پڑھا کر۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ والی نماز کی خاطر انبیاء و مؤمنین کو برا بھلا سننا پڑتا تھا۔ تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ ان پر ظلم و ستم ہوتے تھے پس نماز کے حکم کے ساتھ ہی اکثر مقامات قرآن مجید میں جو صبر کا حکم ہوا ہے تو اس سے مقصود یہ ہے کہ نماز کی وجہ سے جو ایذائیں تمکو پہنچتی ہیں ان پر صبر کرو اور موذیوں سے ڈر کر نماز نہ چھوڑ بیٹھنا۔ نماز میں پکے رہنا۔

ولقد آتیناک سبعًا من المثانی کا جو ترجمہ ہم نے کیا تھا اس کی صحت کے ثبوت میں تمام ضروری دلائل کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ پس اس آیت میں یہ حکم ہے کہ سات آیتیں نماز میں بار بار پڑھی جائیں (۹) اور ساتھ ہی ان آیتوں کا پتہ بھی بتا دیا ہے۔ والقرآن العظیم یعنی وہ سات آیتیں قرآن عظیم بھی ہیں یعنے ایسی جامع ہیں۔ کہ کتاب اللہ کے تمام مضامین کا لُب لباب ان میں موجود ہے۔ اس صفت سے موصوف سورہ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں۔ ذیل میں اسکا ثبوت پیش کیا جاتا ہے:۔

کسی مسلمان کو اس سے اختلاف نہیں ہوگا کہ سورۂ فاتحہ تمام قرآن مجید کے مطالب و معانی کا خلاصہ ہے۔ اہل اسلام کے تمام فرقے اس پر متفق ہیں مروجہ تفاسیر میں سے بھی کوئی اس کے مخالف نہیں۔ اور اس لئے مقلدین کے سامنے اسکا ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن اہل تحقیق کے لئے لکھا جاتا ہے کہ تفسیر القرآن بآیات الفرقان میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر کے ذیل میں اس مضمون کو بڑی شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ اس جگہہ اسکا پورا نقل کرنا باعث طوالت ہوگا۔ شائقین تفصیل اصل تفسیر کو ملاحظہ فرمائیں۔ اس جگہہ صرف چند مقامات کو نقل کیا جاتا ہے:۔

"خلاصہ تمام مقاصد قرآن شریف کا یہی ہے کہ قوائے ثلاثہ یعنے قوت بہیمی قوت سبعی اور قوت ملکی کو صحیح طور پر ارادہ ربانی کے مطابق استعمال کیا جائے سو یہ سورت اس خلاصہ پر حاوی ہے۔" (صٓ) (قوائے ثلاثہ کا کچھ ذکر اس رسالہ میں صٓ لغایت صٓ میں ہو چکا ہے زیادہ تفسیر میں مذکور ہے) تفسیر کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے "کہ بِسْمِ اللّٰهِ اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسکی جملہ اسمائے حسنٰی کی طرف اور ان سب علموں کی طرف جن سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور طریق عبادت حاصل ہوتا ہے اور الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات اور جملہ صفات کمال کے ظہور کی طرف اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اشارہ ہے بیشمار نعمتوں اور ان کے شکر کی طرف

اور ان نعمتوں کا یہ حال ہے کہ اُن میں سے وہ نعمتیں جو اطبانے بدن انسان کی تشریح میں قریب پانچہزار کے بیان کی ہیں قطرہ اور دریا کی نسبت سے ہیں اور رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں اشارہ ہے اصناف موجودات یعنے عقول نفوس اجسام اور اعراض اور ان کی تربیت کی طرف نیز ذوی العقول کی تربیت جسمانی اور ایمانی کی طرف یعنی فطرت کی تینوں قوتوں کی طرف اشارہ ہے اور پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اشارہ ہے آفات سے خلاصی پانے اور فوز بالخیرات کی طرف اور یہ علم حقانی یعنی قرآن کریم کا بڑا بھاری مقصد ہے مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ایک دن جزا اور سزا کے لئے ضرور ضرور مقرر ہے جس سے کسی طرح بھی بھاگ نہیں سکتے اور نیز اسبات کی طرف کہ ہم بالکل اللہ کے اختیار میں ہیں اور ہمارا کوئی جزو بھی اللہ تعالے سے اِدھر اُدھر چھپ نہیں سکتا۔ اور نیز اس میں اشارہ ہے بعض لوگوں کی سعادت اور بعض کی شقاوت اور کل عالم کی تخریب اور فنا اور نفخ فی الصور اور میدان قیامت میں کھڑے ہونے اور میزان اور حساب اور شفاعت یعنی شہادت اور دخول جنت وجہنم وغیرہ وغیرہ علوم اعتقادیہ اور اعمالیہ اور اصلاح نفس اور دہشت قیامت اور مالکیت جبّار قہّار اور اس کے خوف کی طرف اور اِیَّاكَ نَعْبُدُ میں اشارہ ہے انواع واقسام کی عبادات قلبیہ وقالبیہ کی طرف اور عقلا کو پیدا کرنے سے بڑا بھاری مقصود یہی ہے یعنی یہ کہ قوت ملکی کی تربیت انواع واقسام کی جملہ عبادات ہی سے ہوا کرتی ہے جیساکہ فرمایا اللہ تعالے نے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿﴾	ترجمہ۔ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور بس ✦

اور اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ قوت سبعی کی تربیت واصلاح کی جاسئے اور اس میں افراط وتفریط راہ نہ پاوسے اور یہ غرض بغیر استعانت ربانی اور استعاذہ رحمانی کے حاصل نہیں ہوتی اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اشارہ ہے

طلب ہدایت اور تصفیہ قلب اور اصلاح اعمال کی طرف یعنی فطرت کی تینوں قوتوں کی ٹھیک ٹھیک تربیت کرنے کی طرف اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اشارہ ہے نبوت اور رسالت اور اعتقادات صحیحہ اور اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کی جانب اور نیز اس بات کی طرف کہ صراط مستقیم انھیں میں منحصر ہے اور غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ اشارہ ہے کفار و فساق اور عقاید باطلہ اور اخلاق ردیہ اور اعمال سیئہ کی طرف جس سے اجتناب اور احتراز ضروری اور واجب ہے گویا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ساری کی ساری آیت صراط مستقیم کی تشریح و توضیح ہے سُبْحَانَ اللّٰہ! کیسی عجیب سورت ہے یہی تو قرآن مجید کی فصاحت ہے کہ کوزے میں سمندر بند کر دیا ہوا ہے گنتی میں تو سات آتیں ہیں۔ مگر مقاصد و معانی اسقدر بیشمار ہیں کہ انسان احاطہ کر سکتا ہی نہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بخوبی ثابت کیا گیا کہ یہ سورۃ مبارکہ قرآن مجید کے جملہ مطالب پر حاوی ہے۔"

صفحہ ۲۴ پر بسم اللہ کی تفسیر اس طرح لکھی ہے:۔ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ تو اللہ تعالیٰ کے نام سے جو جملہ مخلوقات پر اپنی عام بخشش کرتا رہتا ہے اور جو اپنے فرمانبردار بندوں پر کامل رحمت کرتا رہتا ہو۔ اَللّٰہ اس ذات پاک کا نام ہے جو ازلی ابدی واجب الوجود جامع جمیع صفات کمال ہے جو تمام عیبوں سے منزہ اور جملہ نقصانوں سے مقدس ہے جو خالق اور رب ہے جملہ مخلوقات کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ سورہ فاتحہ کا نام اللہ تعالےٰ نے القرآن العظیم رکھا ہے اور ہم اشارہ کر آئے ہیں کہ اسکا پورا پورا ثبوت تفسیر کرتے وقت دیا جائیگا۔ سو جاننا چاہیئے جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ سارے نبیوں اور تمام دینوں اور کل کتابوں اور تمام قرآن شریف کی تعلیمات کا مدار صرف یہی ہے۔ کہ فطرۃ اللہ التی فطر الناس

علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون
یعنے تم اپنی اس فطرت کو نگاہ رکھو جس پر اللہ تعالے نے جملہ معشر الانس والجن کو پیدا
کر رکھا ہے۔ اللہ تعالے کی پیدا کردہ شدہ حالت میں تغیر و تبدل کرنا ہرگز ہرگز
درست اور جائز نہیں ہے اور یہی وہ کامل جمیع صفات والا دین ہے جو براہ راست
جنت کو لیجاتا ہے اور ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ کہ فطرت کی تین قوتیں ہیں قوت
ملکی قوت بہیمی اور قوت سبعی اور یہ بھی پہلے بتا چکے ہیں کہ ہر ایک قسم کے لئے
دو دو قسم کی تعلیم موجود ہے یعنی ایک تو وہ تعلیم کہ جس کے کرنے سے اعتدال قائم
رہے۔ اور اس کی درست اور جائز اور ٹھیک تربیت ہووے۔ اور دوسری وہ قسم
جو ایسی باتوں کو روکے جو فطرت کی جائز تربیت کی سدراہ ہوں اور اس کے لئے
مفاسد اور مہالک کا دروازہ کھولیں یعنے افراط و تفریط پیدا کردیں اور یہ بھی بتا
چکے ہیں کہ اللہ تعالے نے جو فاطر فطرت ہے یہ بھی ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم ہر ایک
قوت کی حق شناسی اور حق رسانی کریں جو علم اور عدل کا خاصہ ہے۔ پس
بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہم کو یہ تعلیم بیان فرمائی ہے کہ جو کام
شروع کریں اس کے شروع کرنے سے پہلے اپنی قوتوں کو اعتدال پر رکھنے کا خیال کر لیا
کریں سو اس کی بابت ہم کو ارشاد ہوا کہ تم سب سے پہلے اللہ کا نام لو۔ اور چونکہ قوت
ملکی اپنے شان اور اپنے رتبے کے لحاظ سے سب قوتوں سے اعلےٰ اور ارفع اور
اشرف اور افضل ہے کما قال اللہ تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
الآیہ۔ میں نے جملہ جنوں اور انسانوں کو اسی اراد ہ سے پیدا کیا ہے کہ وہ میری
عبادت کرتے رہیں کیونکہ عبادت محض اسی کا ہی خاصہ ہے اس واسطے اس کے
اعتدال کی مناسبت کے لئے سب سے پہلے اللہ کا لفظ بولا گیا ہے جو جامع جمیع صفات
کمال ہے۔ جس میں ارشاد ہے کہ اے معشر الانس والجن اتم اللہ تعالے

کی ذات کی قدر کرنا اور اس کی جمیع صفات کمال کا علم حاصل کرنا اور اسی ذات
پاک کے ساتھ ہی ان جملہ صفات کو مختص کر دینا ایسا کرتے رہوگے۔ تو تمہاری قوت ملکی
اعتدال پر قائم رہے گی اور افراط تفریط کی طرف نہ جھکنے پائے گی۔ اس کے
بعد الرحمن کا لفظ فرمایا جسکے معنے ہیں اپنی جملہ مخلوقات کی بانتہا اور احصا کا پتہ اس کے
سوائے کسی کو نہیں ہے اور اس کی رحمانیت اور عام بخشش ہر مخلوق کے شامل
حال ہے اور چونکہ قوت بہیمی کے لوازمات جو خاص تربیت جسمانی کے ساتھ تعلق
رکھتے ہیں مثلاً کھانا پینا جماع کرنا وغیرہ وغیرہ من الشہوات النفسانیہ بکثرت ہیں
اسواسطے اس لفظ کے ارشاد سے یہ تعلیم فرمائی کہ اے معشر الانس والجن تم اللہ تعالے
کی رحمانیت یعنی عام اور بکثرت بخشش کی قدر کرنا اور تمنے اس رحمان کی عطا کی
ہوئی بخششوں کی قدر شناسی کرنا اور انہیں کے مطابق ان بخششوں کی حق
شناسی کرنا یعنے ان کو اپنے محل پر برتنا اور اس رحمان کی تعلیم کے مطابق اپنی قوت
بہیمی کی تربیت کرنا اور ایسا کروگے تو تمہاری بہیمی قوت اعتدال پر قائم رہیگی
اور افراط و تفریط کے آسیب سے محفوظ اور چونکہ قوت بہیمی کا کام پل پل اور دم
بدم جاری رہتا ہے۔ اور قوت سبعی کا کام گاہ بگاہ ہوتا ہے اسواسطے قوت
بہیمی کو اعتدال پر رکھنے کی تعلیم کو قوت سبعی کے اعتدال پر رکھنے کی تعلیم سے
مقدم بیان فرمایا ہے یعنی الرحمن کو پہلے الرحیم کو پیچھے۔ اور لفظ رحیم
میں جسکے معنے ہیں کامل مہربانی کرنے والا صرف انہیں لوگوں پر جو اسکے فرمانبردار
ہیں خاصکر تعلیم ہے قوت سبعی کو اعتدال پر رکھنے کی کیونکہ رحمت یعنی مہربانی
ضد ہے۔ غیظ و غضب کی کما قال اللہ تعالیٰ فبما رحمۃ من اللہ لنت
لہم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولك الآیۃ اور غضب اور
اسکے لوازمات خاصہ سبعی ہیں۔ اور چونکہ بہیمی تربیت میں جہاں تہاں ہر حیوان و انسان

مین خواہ مخواہ بھی بالضرور قوت سبعی غلبہ کرلی رہتی ہے اور اسکے غلبہ اور جوش کے سبب سے ہی قوت بہیمی اور قوت ملکی کا اعتدال جاتا رہتا ہے اسواسطے الرحیم کے لفظ سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ خواہ انسان ہو خواہ جن قوت سبعی کے غلبہ اور جوش کو دور کرکے رحمت کو اختیار کرو تاکہ تمہاری قوت سبعی اپنے حال پر قایم اور غلبہ اور جوش سے محفوظ رہے اور پھر اسکے سبب سے قوت بہیمی اور قوت ملکی بھی اپنے اپنے حال پر معتدل اور برابر برابر قایم رہین۔ پس یہی وجہ ہے کہ الرحیم کا لفظ الرحمن کے لفظ کے پیچھے بیان فرمایا ہے اور چونکہ اللہ کے جملہ اسماے حسنی مین سے بخصوص انہی تینوں ناموں یعنے اللہ۔ الرحمن۔ الرحیم کو فطرت اللہ اور خلق اللہ کی تربیت اور اعتدال اور اصلاح اور اسلام اور حفاظت اور نگہبانی مین سب سے زیادہ دخل ہے۔ اسواسطے بسم اللہ الرحمن الرحیم مین خاص یہی تین نام مذکور ہوے ہین اور چونکہ جملہ سور قرآن شریف مین صرف فطرت اللہ وخلق اللہ کی حفاظت اور نگہبانی کی تعلیم موجود ہے اور خلاصہ کے طور پر بسم اللہ الرحمن الرحیم مین بھی اسواسطے ہر ایک سورت کے پہلی بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی اوس سورت کے ساتھہ ہی منزل من اللہ ہوئی ہے تاکہ بطور صنعت براعت استہلال بسم اللہ الرحمن الرحیم پہلے ہی سے آگاہ کردیوے کہ اس ساری سورت کا خلاصہ بالخصوص یہی ہے کہ تم فطرت اللہ وخلق اللہ یعنے قوئے ثلاثہ ملکی و بہیمی وسبعی کو اعتدال پر رکھاکرو الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

صفحہ ۵۰ سے ۵۱ تک الحمد للہ کی تفسیر کے ضمن مین مذکور ہے کہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین فطرت یعنی قوئے ثلثہ (ملکی۔ بہیمی۔ سبعی) کی

تربیت اور ان کو اعتدال پر رکھنے کی تعلیم ہے اور چونکہ اس میں خلاصہ کے طور پر یہ
تعلیم ہے۔ اب اسی خلاصہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ
یہ سورت القرآن العظیم ہے یعنے سارے قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ ہے
جس کے ثبوت کے لئے ہمنے وہاں لکھ دیا تھا۔ کہ اس کا ثبوت اسکی تفسیر کرتے
وقت دیا جاویگا۔ سو اب ناظرین ہمارے اس وعدہ کے ایفا پر غور کریں۔
تفصیل یہہ ہے:-

الحمد للہ میں ال استغراق کے لئے ہے اس واسطے اسکا ترجمہ سب قسم اور
ہر طرح کیا گیا ہے۔ یعنے اللہ تعالےٰ ہی جامع جمیع صفات کمال ہے جو سدا بذات
خود قایم ہر عیب و نقصان سے پاک۔ اپنے ارادے پر غالب اور قادر۔ محض عدم کو
وجود کی شکل میں لانے والا۔ ذرہ ذرہ کو پیدا کرنے والا۔ ذرہ ذرہ پر متصرف ذرہ ذرہ
کا مالک ذرہ ذرہ کا جاننے والا۔ ذرہ ذرہ کے حال سے پورا پورا آگاہ۔ ذرہ ذرہ کو
دیکھنے والا۔ مخفی سے مخفی اور خفیہ سے خفیہ چیزیں اس کے علم میں ایسی ہیں جیسے
علانیہ سے علانیہ اور ظاہر سے ظاہر۔ اس کی ذات بھی پاک اور اس کی صفات
بھی پاک وہ ہے ہی سراسر پاک۔ غرضیکہ جو صفاتِ کمال ہیں۔ وہ سب کی سب
لفظ اللہ کے اندر داخل اور شامل ہیں۔ اور مختص بذات باری ہیں۔ اور بس۔ اب
ہم بفضلہ تعالےٰ بتلاتے ہیں کہ لفظ اللہ کے مفہوم میں جملہ اسمائے حسنیٰ داخل
اور شامل ہیں یعنے یہہ کہ اللہ جو ذاتی نام اور ذاتِ واجب الوجود کا عَلَم ہے
تمام صفاتِ کمال کا جامع اور حاوی ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ جل شانہ نے۔
وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا (پ ۹ ع ۱۱) ترجمہ اور اللہ ہی کے لئے تمام اسمائے
حسنیٰ خاص ہیں پس تم اسی کے اسماء سے اسے پکارا کرو۔ اور یہ تمام نام قرآن
مجید میں جابجا اپنے اپنے محل اور موقع پر استعمال کئے گئے ہیں۔

غرضیکہ اس ذات پاک کے جسکا ذاتی نام اللہ ہے بہت سے نام ہیں اور یہ نام اصل میں اللہ تعالےٰ کی صفات کمال ہیں۔ جن کا ذات خداوندی میں باطلاق کمال موجود ہونا از حد ضروری ہے۔ اگر کوئی بھی صفت کمال اس میں نہو یا کسی صفت میں کوئی بھی نقص ہو تو وہ اللہ نہیں ہے۔ پس کلمہ الحمد للہ کے معنے ہر قسم اور ہر طرح کی حمد اللہ ہی کے لئے مختص ہے۔ کیسا صادق ہے۔ اور اگر کسی اور شئے میں کسی ایک صفت کا بھی کمال ہو تو پھر اللہ تعالےٰ کا خاصہ کمال ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اس سے اللہ کی صفات مین نقص آجاتا ہے۔ کیونکہ اس خاص صفت میں وہ شئے اللہ کے ساتھ شریک ہو جاتی ہے۔ اور یہ محال ہے۔
پس ہر طرح سے ثابت ہو گیا کہ صفات کمال کا مالک بجز اللہ کے اور کوئی ہو نہیں سکتا حتے کہ من دُون اللہ یعنی اللہ تعالےٰ کے سوائے باقی جتنی مخلوقات ہے ملاء اعلےٰ کے مقرب سے مقرب فرشتے سے لیکر تحت الثرےٰ کی ادنےٰ سے ادنےٰ مخلوق تک سب کی سب ایسی ہیں کہ ان میں کوئی بھی صفت کمال نہیں ہے ایک موت ہی کو دیکھو اس نے سب کو شکار کرنا ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت اور کل شئی ھالکٌ الا وجھہ وغیرہ وغیرہ آیات اسپر شاہد ناطق ہیں یعنے یہ کہ ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے خواہ ملک الموت ہی کیون نہ ہو اور ہر چیز معرض ہلاکت میں پڑی ہے اور اسکو ضرور فنا ہونا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک کو بقا ہے مقرب سے مقرب رسول و نبی کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وحی کو دخل شیطان سے پاک رکھنے کے لیئے فرشتون کی چوکی پہرہ لگا دیتا ہے۔
غرضکہ کیا فرشتے اور کیا اولوالعزم رسول سب کے سب اللہ تعالےٰ کی ذات کو ہر عیب و نقصان سے پاک اور اپنے تئیں اسی کے محتاج مانتے ہیں۔ باقی مخلوقات کا کیا ذکر پس لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سب قسم اور ہر قسم کی ستائش اور

تعریف اور ان کے لوازمات شکر اور مدح اور ہر قسم کی عبادت سب محض اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار اور مختص اور زیبا ہیں باقی بس۔ یہ تمام کام یعنے ستائش و تعریف شکر و مدح و عبادت قوت ملکی کے کام ہیں۔ پس یہ کلمہ الحمد للہ ایسا ہے کہ اس میں پوری پوری تعلیم بطور ترغیب اس امر کی ہے۔ کہ جملہ جن و انس امور مذکورہ کے بجالانے سے اپنی فطرت کی قوت ملکیہ کی تربیت کریں اور اسکو اعتدال پر رکھیں اور اس امر کی پوری پوری نگاہ رکھیں کہ مبادا ان کی یہ قوت باقی کی دو قوتوں یعنے قوت بہیمی اور قوت سبعی کی مقہور و مغلوب ہو جاوے"۔

صفحہ ۸۰ پر رب العالمین کی تفسیر کے ذیل میں مسطور ہے کہ "رب قرآن مجید میں کئی معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ مثلاً سید مالک۔ خالق۔ مربی اور مدبر یہاں یہ سارے معنے مراد ہیں اور العلمین میں ال استغراقی ہے۔ اور عالمین ہے جمع عالم کی۔ اور عالم کہتے ہیں اس چیز کو جسکے سبب سے خالق کا پتہ لگ جاوے اور یہاں کلمہ رب اللہ کی صفت کاشفہ بمنزلہ علت واقع ہوا ہے۔ اور اسی طرح اگلی صفات الرحمن الرحیم۔ ملک یوم الدین بھی۔ پس رب العلمین کے معنے اب یہ ہوئے (۱) کل مخلوقات کا سید یعنی سردار کیونکہ اس کا رتبہ اور مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے۔ اور اسی واسطے سب سے اعلےٰ حمد کا مستحق ہے اور نیز اس لئے کہ اپنے بندوں پر اپنی سرداری کی حیثیت سے انعام و اکرام کرتا ہے۔ (۲) کل مخلوقات کا مالک پس جب وہ مالک ٹھیرا تو اب کس کی مجال ہے کہ اس کی ملک میں کسی قسم کا بھی تصرف کر سکے پس اس لحاظ سے بھی ہر طرح کی حمد کا مستحق اللہ ہی ہوا (۳) کل مخلوقات کا خالق تو اس لحاظ سے بھی اللہ تعالےٰ ہی مستحق حمد ہر نوع ہے۔ کیونکہ نابود سے بود اور نیست سے ہست کرنا یا یوں ہی کہ اپنے جملہ افعال و صفات کمال کا بدرجہ اتم ظاہر کرنا خالق

ہی کا کام ہے۔ اور وہ اللہ ہی ہے اور بس۔ (۴) کل مخلوقات کا مربی یعنی ان کی حالت فطرتی اور خلقی کے مطابق ان کی تربیت کرنے والا۔ پس اس لحاظ سے بھی اللہ ہی مستحق حمد جملہ اقسام ہوا (۵) کل مخلوقات کا مدبر یعنی ہر ایک شئے کی ابتدائی حالت سے لیکر اسکے انتہائی درجہ کی حالت تک اسکے مختلف حالات کے مطابق اس کی تربیت کرنے والا۔ پس منجملہ مخلوقات کے جملہ معشر الجن و الانس کی نہ صرف جسمانی تربیت ہی کرنے والا بلکہ ان کی روحانی تربیت بھی کرنے والا یعنے یہ کہ ایسی تدبیرین بتانے والا۔ جو ان کی معاش اور معاد اور دنیا اور عقبے دونون کے لیئے کارآمد ہون اور وہ اپنی ابتدائی حالت سے ترقی کرتے کرتے اعلے مراتب تک پہنچ جاویں۔ پھر ضرور ہوا کہ ان کی تربیت جسمانی اور روحانی کے لیئے اب اپنی مہربانی سے ہدایت نامہ منزلہ آسمانی عطا فرماوے جس میں ہر قسم کی طہارت جسمانی و روحانی اور تمام قسم کی عبادت اور سب طرح کے معاملات کا ذکر ہو۔ اور چونکہ رب کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی مخلوقات کی تربیت کرے۔ اسواسطے لازمی نتیجہ نکلا کہ وہ خود ہر قسم کی تربیت کے طریقے بتاوے۔ نہ کہ خود مربوب آپ اپنی تجویز سے اختراع کرے اور یہ بھی ضرور ہوا کہ اس ہدایت نامہ کی تعلیم کرنے والے یعنی انبیاء و رسل سلام علیہم کو بھی خود اللہ تعالیٰ ہی اپنی ربوبیت کے تقاضا سے مبعوث فرماوے۔ × × × × × × × ×

× پس کلمہ رب العالمین مین بھی ترغیبی ارشاد ہے۔ کہ اے جنو! اور اے انسانو! تم اپنی فطرت کی ان تین قوتوں ملکی بہیمی سبعی کی تربیت مطابق ہدایت نامہ منزلہ آسمانی تربانی کیا کرو۔ اور رب العلمین کی تعلیم کے مطابق انکی نگہبانی کیا کرو۔ اور ان کو اعتدال پر رکھا کرو۔ یہ ساری باتین خود لفظ رب سے بطور خلاصہ مفہوم او معلوم ہوتی ہین اور چونکہ یہ سورت یعنے سورۃ الفاتحہ

سارے قرآن شریف کا خلاصہ ہے اسواسطے اسمیں ہر قسم کی تعلیم بھی صرف خلاصہ کے طور پر ہی کو دی ہے
اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تفسیر میں لکھا ہے:- "ہر کہ دمہ کے تجربا ور
مشاہدہ میں آرہا ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی کافر کی بھی تربیت بند نہیں کرتا نہ جسمانی اور
اور نہ روحانی کیونکہ وہ برابر جسمانی تربیت کی طرح روحانی تربیت بھی جاری رکھتا ہے
خواہ کوئی کیسا ہی کفار عنید کیوں نہ ہو اور خواہ کیسا ہی سرکش کیوں نہ ہو۔ تو اب سوال
یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ اس کی وجہ میں اللہ تعالےٰ نے ایک
اور صفت بیان فرما دی یعنے الرحمن جس کے معنے ہیں عام بخشش کرنیوالا
سو کافروں کی تربیت نہ بند کرنے کی وجہ خود لفظ الرحمن میں موجود ہے اور اسکی
تشریح جا بجا قرآن شریف میں موجود ہے۔ مثلاً ایک جگہ یہ ہے کہ ہم سب کو ان کے
اپنے اپنے حال پر چھوڑے رکھتے ہیں۔ ان کو بھی اور ان کو بھی اور اس کی وجہ تیرے
رب کی عام بخشش ہے نہ کچھ اور بات اور تیرے رب کی عام بخشش کا یہ حال ہے

کلا نمد ھؤلاء وھؤلاء من عطاء ربك وما کان عطاء ربك محظورا پ ۱۵ ع ۲	کہ وہ کبھی بھی کسی سے بند نہیں کی گئی۔ سب پر ہمیشہ جاری رہتی

ہے۔ سو یہاں بھی اللہ تعالےٰ نے خلاصہ کے طور پر یہی وجہ بیان فرمائی کہ ہم سب قسم کی
لوگوں کی دونو قسم کی تربیت جسمانی بھی اور روحانی بھی کرتے رہتے ہیں اور کسی کی
یہ تربیت بند نہیں کرتے کیونکہ ہم الرحمن ہیں۔ ہماری رحمانیت کا تقاضا ہے
کہ دونوں قسم کی تربیت جاری رہے اور ربوبیت اور رحمانیت دونو
اللہ تعالےٰ کی عام صفتیں ہیں۔ اور قاعدہ کی بات ہے کہ بفحوائے وخلق الانسان
ضعیفا (پ ۵ ع ۲) (انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے) اللہ تعالےٰ کی ان عام بخششوں
اور کرموں کو دیکھ کر انسان کی طبیعت گستاخیوں اور افراط و تفریط کی طرف مائل ہونے
لگتی ہے اور اپنے مہربان رب کی قدر و منزلت اور اس کا وقار اس کے دل میں

کی مبنغی نہیں بیٹھتا اسواسطے اس نے ربط وافراط کو دور کرنے کی غرض سے آگے ایک اور صفت بیان فرمادی کہ اے انسانو اور سلے جنو تم اگر ہماری تربیت اور رحمانیت کی قدر کروگے اور اپنے رحمان کے ساتھ اس تعلیم کے موافق جو ہم نے بحیثیت رب اور رحمان ہونے کے تمہاری فطرت کو بحال اور علی حد اعتدال رکھنے کے لیئے کی ہے تعلق پیدا کر لوگے تو ہم تم پر خاص خاص عنایات بھی کرینگے اسواسطے الرحمن کے ساتھ ہی دوسری صفت الرحیم بیان فرمادی کیونکہ الرحیم اللہ تبارک وتعالےٰ کی صفت اس وجہ سے ہے کہ وہ شکرگذاروں کے مرتبے بڑھائے اور جون جون کوئی ذلیعقل اللہ تعالیٰ کی ان صفات مین معرفت کو بڑھا دے اللہ تعالےٰ بھی اس کی اس سعی کی قدر دانی کرے اور اس کو ضائع نہ کرے بلکہ مہربانی کرے۔ مگر ضمناً اس کی ضد سے فوراً سمجھا جاتا ہے کہ جو شکرگذار نہ ہون بلکہ اُلٹے ناشکر گذار اور نافرمان ہوں اور ربوبیت اور رحمانیت کی قدر نہ کرین تو ان کے لیئے کچھ سزا ہو۔ سو یہ سزا بھی اشارۃً الرحیم کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے"۔

پس رب العلمین الرحمن الرحیم مین یہ تعلیم ہے۔ کہ ربوبیت ورحمانیت پر عزہ ہو کر افراط وتفریط میں نہ پڑ جانا بلکہ اپنی فطرت کو بحال وبراعتدال رکھنا اور اگر ایسا کروگے تو بتقاضائے رحیمیت تمہاری سعی کی قدر دانی کیجائیگی اور تم پر رحم ہوگا اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت بتا کر یہ تعلیم فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالے کے ساتھ تعلق پیدا کرے اور اپنی فطرت کو اعتدال پر رکھے اور ضمناً یہ وعید بھی ہے کہ اگر ایسا نہ کروگے تو محل غضب بنوگے۔

مالک یوم الدین کی تفسیر مین مفصلہ ذیل مرقوم ہے "کلمہ الرحمن الرحیم مین بھی قوت بہیمی اور قوت سبعی کی تربیت کرنے اور اعتدال پر رکھنے کی ترغیبی تعلیم موجود ہے

جیساکہ پہلے بھی الرحمن الرحیم مین بیان ہوچکا ہے۔ مگر اللہ تعالی نے اس ترغیب پر جو اوپر اشارۃً بیان ہوئی ہے بس نہین کی بلکہ اس سے اگلی آیت مالک یوم الدین مین تصریح فرمادی کہ ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت پر غرہ ہوکر اپنی فطرت کو برباد نہ کرلیں کما قال

یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِي اَيِّ صُورَةٍ مَا شَاۤءَ رَكَّبَكَ ۔ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ۔ پ ۳۰ ع ۶

ترجمہ اے جنو اور لے انسانو کس چیز نے تم کو تمہارے رب کریم کے کرمون پر گستاخ کردیا ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور ٹھیک ٹھاک بنایا اور تمہارے جوڑ بند مناسب رکھے پھر جس طرح چاہا تمہارے جوڑون کے پیوندون کو ملادیا۔ بات یہ ہے کہ قیامت کے دن کو تم مانتے نہین ہو ورنہ کہان تم اور کہان تمہاری یہ گستاخیان۔

یہ آیت کل مسایل معاد کا خلاصہ ہے۔ جن کی تفصیل جابجا قرآن کریم مین بیان ہوئی ہے۔ مثلاً موت کے وقت کا حال احوال قیامت۔ عالم حشر و نشر و حساب۔ اور دوزخ و جنت اور ان کے آلام و آرام وغیرہ وغیرہ سب کے سب بطور خلاصہ اس مین مذکور ہین۔ غرضکہ رب العالمین اور الرحمن مین تو اپنی فطرت کو اعتدال پر رکھنے اور اس کو کسی نوع سے بھی متغیر و متبدل نہ کرنے کی ترغیبی تعلیم صریح طور پر مذکور ہے اور الرحیم مین نیکو کارون کی محل عنایت خاص ہونے کی صراحت اور بدکردارون کے محل غضب ہونے کی اشارت ہے۔ اور مالک یوم الدین مین صریح طور پر دونو قسم کے لوگون کے لئے یعنے نیکو کارون کو اپنی ہر قسم کی نیکیون اور بدکردارون کو اپنی ہر قسم کی بداعمالیون کے بدلے دیئے جانے کا ارشاد ہے اب دوسری طرح اسکو یون سمجھو کہ الرحمن الرحیم تک یہ مذکور ہے

کہ ہم کو دنیا مین رہ کر کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے اور ملک یوم الدین مین یہ تعلیم ہے کہ قیامت کو ہم سے کیا ہوگا۔ اور کس طرح ہوگا۔ اس آیت مین بھی تینون قوتون کو معتدل رکھنے کی تعلیم ہے مگر ترہیبی۔ پہلی آیات مین جیسا لکھا جا چکا ہے محض ترغیبی تعلیم تھی اور چونکہ ایک ضد سے دوسری ضد کا حکم سمجھا جاتا ہے۔ اسواسطے پہلی آیات مین صریح طور پر ترغیبی تعلیم ہے اور اشارۃً ترہیبی اور اس آیت مین صریح طور پر ترہیبی اور اشارۃً ترغیبی تعلیم ہے کہ اے جنو اور اے انسانو اگر تم اپنی فطرت کو حد اعتدال پر رکھوگے یعنے موافق تعلیم ہدایت نامہ منزلہ آسمانی حکمون کی تعمیل کروگے۔ تو تمہارے لئے جنات ہین ورنہ جہنم۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ ہی فقط مستحق حمد ہے اور بس۔

ایاک نعبد وایاک نستعین کی تفسیر کے اخیر مین مندرج ہے کہ اب ہم بتاتے ہین کہ اس آیت کو اپنے سے پہلی آیت کے ساتھ اور پھر اس کی پہلی شق کو اپنی دوسری شق کے ساتھ کیا ربط ہے اور قوائے ثلاثہ مین سے کس کس کی تربیت ان مین موجود ہے سو واضح ہو جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ پہلی آیات مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ فقط اللہ ہی ہر قسم کی حمد کا مستحق ہے اور صرف وہی اللہ یعنے معبود ہونے کا استحقاق رکھتا ہے اور چونکہ رب العلمین مین بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی فقط روحانی اور جسمانی تربیت کرتا ہے اسواسطے اب ضروری ہوا کہ اللہ تعالےٰ کل مخلوقات کو دایرۂ عبودیت مین داخل کرے اور ان کو بتائے کہ تم اسی ذات پاک کے ہر ایک بات مین عاجز اور محتاج بندے ہو۔ سو فرمایا اے ذوی العقول تم اس طرح پر دل اور زبان سے اقرار کیا کرو ایاک نعبد وایاک نستعین اور چونکہ روحانی تربیت اشرف اور افضل اور اہم اور اتقی ہے اسواسطے اپنی صفات کمال کے بیان کے بعد ہی روحانی تربیت کے لئے جملہ ذوی العقول کو اپنی عبودیت کے

اقرار کے لئے یہ آیت نازل فرمادی ۔ کیونکہ اس میں جملہ انواع واقسام عبادت اور استعانت کو مختص بذات باری قرار دیا گیا ہے ۔ اور عبادت اگرچہ عام ہے اور استعانت بھی ایک نوع کی عبادت ہے جو کلمہ ایاک نعبد مین شامل ہے مگر ہے چونکہ سب سے اشہر اور اعظم اور اہم اور اکثر اسواسطے بطور تخصیص بعد تعمیم ایاک نعبد کے پیچھے ایاک نستعین بیان فرمایا ۔ ایاک نعبد مین قوت ملکی کی تربیت ہے اور ایاک نستعین مین قوت بہیمی اور قوت سبعی کی تربیت ہے یعنے یہ کہ ملکی قوت چونکہ اشرف ہے اسواسطے اس کی تربیت پہلے بیان فرمائی اور چونکہ اس قوت کی تربیت کی ترقی کی سد راہ باقی کی دو قوتین یعنے بہیمی اور سبعی ہوتی ہین اسواسطے ان دونو کی مزاحمت یعنے انکے ظلم سے بچانے کے لئے اور ان کو اپنے اعتدال پر بحال رکھنے کیلئے اس کے ساتھ ہی ایاک نستعین فرمادیا"۔

اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر کا ایک حصہ اس طرح پر لکھا ہے "۔ الصراط مین ال عہدی ذکری ہو ۔ جسکو عہدی خارجی بھی کہا جاتا ہے ۔ اور اس کے معنے ہین بڑی لمبی چوڑی سڑک اور المستقیم کے معنے ہین جو سیدھا جاتا ہے یعنی خدا کی طرف پس الصراط المستقیم سے مراد وہی الدین القیم ہے جو ذیل کی آیۃ وافی ہدایہ مین مذکور ہے ۔ یہ آیت پوری پہلے اس رسالہ میں کئی مقامات پر نقل ہوئی ہے ۔ یہاں اسکا ایک حصہ نقل کیا جاتا ہے

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۝ پ ۲۱ ع ۶

ترجمہ ۔ (نمازکی غرض تم) اللہ تعالیٰ کی اُس فطرت یعنے پیدا کردہ حالت کی نگہبانی کرنا ہو جسپر اللہ تعالیٰ جمیع جن انس غیرہ ذوی العقول کو پیدا کرتا رہتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ کی اس خلق یعنے فطرت یا پیدا کردہ حالت مین تبدیل کرنا جائز نہین ہے یہی ہے وہ کامل اور جمیع صفات حسنہ والا دین جو سیدھا خدا کی طرف جاتا ہے مگر بہت سے جن اور انسان نہین جانتے "۔

اور ہم پہلے بتا چکے ہین (دیکھو تفسیر صفحہ ۳۳ لغایت ۱۰) کہ الدین القیم وہ دین ہے جس مین

فطرت یعنی ان تین قوتون ملکی بہیمی سبعی کے اعتدال پر قایم رکھنے کے لیئے قواعد
اور قوانین موجود ہین پس اھدنا الصراط المستقیم مین الصراط المستقیم سے
وہ دین اور طریق مراد ہے جس مین تینون قوتون کے بحال اور علی حد اعتدال رکھنے
کی تعلیم موجود ہو جس کی تفصیل خود قرآن مجید مین دوسری جگہ یون مذکور ہے اسد
تعالے کفار کی توہمات اور ان کے اختراعی حلال وحرام وغیرہ کے بیان کے بعد فرماتا ہے

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا
تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا
وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ
نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ
الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ
بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ
إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا
الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا
إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ
ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ
بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي
مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ پ ع -

ترجمہ: اے پیغمبر لوگون کو کہدو کہ آؤ مین تمکو وہ چیزین پڑھکر
سناؤن جو تمہارے رب نے تمپر کھولکر بیان کر دی ہین
اور وہ یہ ہین ۔ کہ کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھیراؤ
اور والدین کے ساتھ ہر قسم کا احسان کرتے رہنا
اور مفلسی کی وجہ سے اپنے بچون کو قتل نہ کیا
کرنا تم کو بھی تو روزی ہم ہی دیتے ہین اور انکو
بھی ہم ہی ۔ اور جملہ انواع و اقسام کے فواحش
یعنے ہر طرح کی بے حیائی کے پاس بھی خواہ ظاہر ہو خواہ
پوشیدہ نہ پھٹکنا اور جس جان کو قتل کرنا اسد تعالے نے
حرام کر دیا ہے اسکو قتل نہ کرنا مگر حق پر ۔ یہ وہ باتین ہین
جنکا حکم تم کو اسد تعالی نے کیا ہے تاکہ تم عقل سے
کام لو ۔ یعنی ان باتون کو سمجھ کر اسد تعالے کے جملہ
حقوق کو جان جاؤ ۔ اور احکام بھی سنو جو عبرت
اور تذکر کے متعلق ہین یعنے یہ کہ یتیم کے مال کے پاس
بھی نہ جانا مگر ایسی وجہ پر جو اس کے حق مین بہتر ہو
یہانتک کہ وہ اپنی جوانی کی عمر تک پہنچ جاوے
اور انصاف کے ساتھ پورے پورے ناپ اور پورے پورے
تول کیا کرو یعنے اپنی سمائی اور وسعت کے مطابق
کیونکہ ہم کسی شخص پر اسکی سمائی سے بڑھکر بوجھ نہین
ڈالتے اور جب مونہہ سے بولو گو تمہارا اپنا قرابتی
ہی کیون نہ ہو انصاف سے بولو اور اسد تعالے کے ساتھ
جو عہد باندھ چکے ہو اسکو پورا کرو ۔ یہ ہین وہ احکام
جنکا حکم تمکو خدا نے کیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور

اے پیغمبر کل دنیا کو پکار کر اب یونہی سمجھا دو کہ اللہ تعالےٰ نے یہ بھی فرما دیا ہے
کہ بس یہی ہمارا سیدھا رستہ ہے۔ سو لوگو! اسی رستے پر چلو۔ اور اِدھر
اُدھر کے دوسرے رستوں پر نہ چل پڑنا۔ کہ یہ تم کو اللہ تعالےٰ کے رستے سے بھٹکا کر
تتر بتر کر دینگے۔ غرض یہ سب وہ احکام ہیں۔ جن کی بجا آوری کے لئے تم کو اللہ تعالےٰ
نے حکم دیا ہے۔ تاکہ تم بچ جاؤ۔ یعنے فطرت اللہ و خلق اللہ کی تغییر و تبدیل اور امانت
اللہ کی خیانت اور نعمت اللہ کے کفران (ناشکری) سے

ان آیات میں تینوں قوتوں کی تربیت کی تعلیم موجود ہے۔ اور ان کے اندر جو
احکام بیان فرمائے ہیں ان کو اپنی طرف نسبت کرکے فرمایا ہے کہ ان ھذا صراطی
مستقیما یعنے یہ باتیں میرا سیدھا رستہ ہیں اسی سیدھے رستے کو اللہ
تعالےٰ نے سورۂ فاتحہ میں الصراط المستقیم کے نام سے یاد فرمایا ہے اور سب کو
حکم دیا ہے کہ تم مجھ سے اس طرح دعا مانگا کرو۔ اھدنا الصراط المستقیم یعنی ہمکو
تو اپنے ہر طرح مستقیم دکھلائے ہوئے رستہ پر قایم رکھ جو سیدھا تیری طرف
جاتا ہے۔ اور اِدھر اُدھر نہیں جاتا۔ یعنے اس دین و طریقہ پر ہمکو ہمیشہ ثابت و قائم
رکھ جس میں ہر سہ قوے کی تربیت کی تعلیم موجود ہے۔

اس آیت میں تعلیم ہے۔ کہ فطرت کی تینوں قوتوں کو حد اعتدال پر رکھا جائے اور ہر
ایک قوت کے لئے جو جو کچھ درکار اور مطلوب ہے اور رب العالمین نے اپنی ربوبیت
کے تقاضے سے اپنی پاک کتاب میں اسکو واضح کرکے بیان کر دیا ہے اللہ تعالےٰ
ہی سے انکا جادے اور جہاں کہیں قرآن مجید میں صراط مستقیم کا لفظ آیا ہے
وہاں سب جگہ اسکی مراد ہے فطرۃ اللہ اور خلق اللہ کی تینوں قوتوں کی تربیت سے
اور الدین القیم سے۔ پس اگر کہیں بھی کسی قوت کی تربیت میں فرق آگیا تو
صراط مستقیم میں فرق آگیا اور چونکہ یہ یقینی امر ہے کہ جہاں کہیں کوئی نبی رسول

ہوتا ہے وہ صراط مستقیم پر ہی رہتا ہے۔ اور پھر ایسی کوئی قوم نہین ہوگزری جہان
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور نبی نہین بھیج چکا اسواسطے اب جو لوگ صراط مستقیم
پر یقیناً چلتے ہین اُن کا نام بھی اور جو صراط مستقیم سے اتر کر اور اور راہین اختیار
کرکے خدا تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوگئے ہین ان کا نام بھی لے دیا تاکہ عام سے
عام اور موٹی سی موٹی عقل والے بھی اس راہ پر چلنے اور دوسری راہون سے نفرت
کرنے لگ پڑین خواہ ان کا کوئی سا مذہب اور فرقہ کیون نہ ہو۔ چنانچہ فرمادیا
صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔
تفسیر شریف پر لکھا ہے کہ "اگرچہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہوچکی ہے مگر بطور خلاصہ ما تقدم کچھ بیان
کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ یہہ سورۂ فاتحہ سارے قرآن شریف
کا خلاصہ ہے اور اسی واسطے اُس کو القرآن العظیم اور ام الکتب
کہا گیا ہے۔ سو واضح ہو کہ اس سورت مین بطور خلاصہ جملہ مسائل کیا اصول اور کیا فروع
کیا اعتقادات کیا اعمال اور کیا عبادات اور کیا معاملات غرضکہ تمام مسائل معاد و
معاش اس کے اندر موجود ہین مثلاً اصول مین سے یہہ باتین ہین کہ اللہ تعالیٰ کی
معرفت اس طور پر حاصل ہو کہ وہی ذات واجب الوجود کے سہارے تمام موجودات
قائم ہین۔ سوائے اُس کے کوئی چیز بذاتہٖ قائم نہیں رہ سکتی۔ اور یہ بات بسم اللہ الرحمن
الرحیم کے لفظ اللہ سے حاصل ہوتی ہے اس کی تشریح جابجا قرآن شریف مین
موجود ہے اسی طرح لفظ الرحمن اور الرحیم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود
کی معرفت اس نہج پر حاصل ہو کہ اُس نے محض بتقاضائے رحمت خود موجودات کو نیست
سے ہست کیا اور الحمد للہ رب العلمین۔ الرحمن الرحیم۔ ملک یوم الدین
سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کی معرفت اس طرح پر حاصل ہو کہ
یہ جملہ صفات الٰہی اصل مین وہ کمالات اس ذات واجب الوجود کے ہین۔

فہرست کتب فروختنی

موجودہ دفتر انجمن اہل قرآن لاہور

اشاعۃ القرآن بجواب اشاعۃ السنۃ

اس میں اُن مولویصاحبان کی تحریرات کا جواب دیا گیا ہے جو قرآن شریف کو ایک ناقص اور مجمل کتاب تصور کرتے ہیں لہذا اس کے ساتھ زید عمرو کے کلام ملائے بغیر اس پر چلنے سے نجات نہیں سمجھتے - جواباً لاجواب محض قرآن شریف سے دئے گئے ہیں - اور اس میں حدیث کے متعلق ایک نہایت دلچسپ بحث درج ہے کہ احادیث مخالف و زائد از قرآن باطل ہیں - بار اول ختم ہو چکا تھا - اس لئے دوبارہ چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے قیمت ۳

زندہ جاوید امام

مؤلفہ مولوی امام الدین صاحب از گجرات - اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے - کہ امام الوقت جس کی پیروی کے لئے زور دیا جاتا ہے اور جسکی بیعت نہ کرنے والے کو ہلاکت کی موت سے مرنے والا تصور کیا جاتا ہے - صرف قرآن کریم ہی ہے - اس رسالہ نے جھوٹے مدعیان امامت کو ساکت کر دیا ہے - قیمت ۱۰/

قول الہادی فی تفسیر یعبادی

مؤلفہ مولوی امام الدین صاحب ساکن گجرات - اس رسالہ میں مولوی صاحب موصوف نے یعبادی کی تفسیر تمام آیات قرآن مجید سے کی ہے - اور ثابت کیا ہے - کہ یعبادی سے مراد یعباد اللہ ہے - مرزا غلام احمد صاحب قادیانی وغیرہ نے جو اسکے معنے یعباد الرسول کئے ہیں - اس سے انہوں نے درجہ شرک کے مستحکم کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا - نبی کی شان اس قول کفر سے پاک ہے - قابل دید قیمت ۱۰/

کل درخواستیں بنام مشتہر ہوں

المشتہر

سکرٹری انجمن اہل قرآن (مسجد اہل قرآن - بازار سریاں) لاہور

مطبع رفاہ عام لاہور میں حسب فرمائش شیخ محمد چٹو صاحب منتظم مسجد اہل قرآن چھپا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹

ان ہذا القرآن یہدی للتی ہی اقوم و یبشر المؤمنین ... ان لہم اجرا کبیرا

واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون

انجمن اہل قرآن لاہور کا ماہواری رسالہ

اشاعۃ القرآن

قیمت		قیمت
عام خریداروں سے سالانہ پیشگی مع محصولڈاک عہ		متمول اصحاب سے سالانہ پیشگی مع محصولڈاک للعہ

بابت ماہ اکتوبر و نومبر سنہ ۱۹۰۴ء مطابق ماہ شعبان و رمضان سنہ ۱۳۲۲ھ

ولقد صرفنا فی ہذا القرآن للناس من کل مثل ... وقال الذین کفروا لا تسمعوا لہذا القرآن والغوا فیہ

واذا ذکرت ربک فی القرآن وحدہ ولوا علی ادبارہم نفورا

وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ

نمبر ۲ و ۳ جلد ۲

اغراض و مقاصد

۱- مسلمانوں میں اس اصول کو پھیلانا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری دینی ضروریات کیلئے ہر طرح کافی ہے۔ اور یہ عالیشان و مکمل کتاب زید و عمر کی روایات کی محتاج نہیں۔

۲- قصص انبیا علیہم السلام کے متعلق جو غلط فہمیاں اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں انکی اصلاح و تردید اور ان سے انبیا علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا۔

۳ مخالفین کو قرآن کریم سے مہذبانہ جواب دینا۔

۴ قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ و تفسیر جو غلط کئے گئے ہیں اس کی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ و تفسیر کرنا۔

۵ قرآن شریف کی ضرورت اور اس کی تعلیم کو عقل و فطرت کے موافق ثابت کرنا

۶ چیدہ خبروں سے اطلاع دینا

قواعد و ضوابط

۱- قیمت سالانہ بصورت پیشگی آنے پر رسالہ جاری ہو سکتا ہے

۲- نمونہ کا پرچہ ۲ ر سے مل سکتا ہے۔

۳- خط و کتابت یا روپیہ بھیجتے وقت اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہئے تاکہ روانگی میں کسی طرح کی غلطی نہ رہے۔

۴- نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہونگی۔

۵- جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۶- جو صاحب ہمارے کسی مضمون پر معقول اعتراض لکھکر بھیجینگے اُسے مع جوابات شائع کر دیا جاویگا۔

۷- تجارتی اشتہارات بشرط منظوری بقیمت اجرت ضمیمہ میں چھپ سکینگے اور مطبوعہ شدہ بھی تقسیم ہو سکتے ہیں۔

۸- تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام مشتہر ہونی چاہئے

المشتہر سکرٹری انجمن اہل قرآن (مسجد اہل قرآن) بازار [illegible] لاہور

پہلے اسے ضرور پڑھو!

مولوی عبداللہ صاحب کا موعودہ رسالہ نماز

مسمّٰی بہ

بُرہَانُ الفرقان علیٰ صلوٰۃ القرآن

مولوی عبداللہ صاحب نے جب اپنا یہ اعتقاد ظاہر کیا کہ "صرف قرآن مجید ہی ہم تمام مسلمانوں کو دینی امور کے لئے کافی ہو سکتا ہے کہ اسکی موجودگی میں کسی حدیث یا فقہ کی کتاب کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ احکم الحاکمین نے اپنی پاک کتاب کی ہر طرح تکمیل کر دی ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ جو امور انسان کی نجات اخروی کے لئے ضروری تھے ان سب کی کامل اکمل مفصل اور احسن طریق سے ذات پاک نے اس جامع کتاب میں تعلیم کر دی ہے اور اس تعلیم کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا جس کے لئے ہمیں عمرو زید کی کتابوں کی حاجت پڑے" تو فوراً مولوی صاحب کے اس اظہار اعتقاد پر ایک شور برپا ہو گیا۔ اور اس شور میں یہ صدا بڑے زور کے ساتھ آئی کہ تفصیل نماز قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اگر اپنے دعوے میں سچے ہو۔ تو نماز کی تفصیل و توضیح قرآن مجید سے دکھاؤ۔

اس پر مولوی صاحب نے ارادہ کیا کہ ایک مشرح رسالہ نماز شائع کیا جائے۔ جس میں ہر ایک امر متعلق نماز کا بیان مع دلائل آیات قرآنی ہو۔ لیکن بعض مخلصین نے یہ ضروری خیال کیا کہ پہلے صرف نماز کے اذکار و ارکان وغیرہ ضروری امور چھاپ دیئے جائیں تاکہ جو لوگ مولوی صاحب کے فیض صحبت سے مستفیض ہو کر قرآنی نماز کو سمجھ چکے ہیں انکو اس نماز کے یاد کرنے میں سہولت ہو۔ چنانچہ ایک مختصر رسالہ بنام صلوٰۃ القرآن چھاپ دیا گیا۔ جسکی سینکڑوں کاپیاں شائع ہو چکی ہیں۔ خریداران رسالہ ہذا کے پاس اگر وہ نہ پہونچا ہو تو ارشاد فرماویں تاکہ بھیجدیا جاوے۔

اب مفصل و مشرح رسالہ نماز کی اور بھی زیادہ ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ رسالہ تالیف ہو کر ساتھ ساتھ چھپتا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے ۱۹۲ صفحہ اشاعۃ القرآن کے گذشتہ نمبروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس رسالہ میں ۲۰ صفحے از ۱۹۳ تا ۲۱۲ شائع کئے جاتے ہیں+

ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترک افتراء تعامل

واضح رہے کہ رسول سلام علیہ کے اپنے ذاتی اجتہادی افعال واقوال کے اتباع کا خدا نے حکم نہین دیا۔ بلکہ جو آیات آپ پر نازل ہوئی ہیں انکے اتباع کا ہی حکم ہے آپ کے کردکہانے کے اتباع کا کوئی حکم نہیں ہوا۔

ہمارے ایک کرم فرما حدیث کے متعلق ایک سوال لکھتے ہیں۔ انکی منشا ہے کہ یہ سوال اور اسکا جواب اشاعۃ القرآن میں شائع کیا جاوے میں بموجب انکے ارشاد کے اگلے پرچہ میں انکا مندرجہ ذیل سوال لکھکر ساتھ ہی جواب دیا جاتا ہے ہمارے ناظرین خصوصاً اہل حدیث صاحبان غور وانصاف سے ملاحظہ فرماویں۔ وھوھذا (ایڈیٹر)

سوال جو احکام قرآن مجید میں مذکور ہیں اور جنکی تعمیل کے لئے قرآن شریف میں حکم ہے مثلاً نماز حج۔ زکواۃ وغیرہ انکو جبتک رسول اللہ سلام علیہ اپنے عمل کے ساتھ لوگوں کو کرنہ دکہائیں تبتک کسی شخص کو صرف قرآن شریف ہی کے پڑھنے پڑھانے سے کیا پتہ لگ سکتا ہے؟ کہ نماز کیونکر پڑھی جائے اور زکواۃ کیونکر دیجائے۔ یعنی قرآن شریف کے الفاظ سے نماز کی رکعتوں اور سجدوں اور رکوع وقیام قعدہ وغیرہ کی تعداد اور کیفیت کا پورا پتہ جبتک رسول سلام علیہ کے فعل کو نہ دیکہا سنا جائے ہرگز نہیں لگ سکتا۔ ایسا ہی زکوٰۃ کے متعلق بہی اونٹ گائے بکری وغیرہ حیوانات۔ اور چاندی۔ سونا وغیرہ جمادات۔ اور انگور۔ کہجور۔ کیلے۔ انار۔ شہتوت وغیرہ نباتات کی زکوٰۃ کے اقسام اور تعداد اور کیفیت وکمیت اور اُسکے ادا کرنے کے اوقات کا بلا رسول سلام علیہ کی عملی تعلیم کے صرف قرآن مجید ہی سے کیا سمجہہ آسکتا ہے۔ پس یہی عملی تعلیم ہے جو حدیث رسول یا سنت نبوی کے نام سے نامزد ہے۔ جس سے کسی حالت میں انکار نہیں کیا جاسکتا اگر انکار کی کوئی وجہ ہے تو پیش کیجئے۔؟

جواب۔ جملہ کتب سماویہ کے کسی مقام سے بہی یہ وہم وخیال نہیں ہوسکتا کہ کسی رسول کی عملی تعلیم بہی دین اسلام میں داخل ہے۔ جس کے ساتھ ایمان رکھنا ضروری ہو۔ اور جس کے بغیر آسمانی کتاب کے احکام ناکمل یا عقدہ لاینحل ہوسکتے تھے۔ محمد رسول اللہ سلام علیہ کا بہی یہی حال ہے۔ یعنی آپ کی عملی تعلیم بالفرض اگر کوئی ہو تو اسکے بغیر ہی قرآن مجید کے احکام مکمل ومفصل ہین۔ یہ کہنا کہ نماز وغیرہ جبتک کہ رسول اللہ سلام علیہ اپنے عمل سے کرنہ دکہائیں۔ قرآن شریف سے اسکی کیفیت کا

پتہ نہیں لگ سکتا۔ خدا کو گونگا بنانا ہے۔ یعنی نماز وغیرہ کی کیفیت جو اپنے بندوں سے وہ پوری کرانا چاہتا تھا اسکو الفاظ میں بیان نہیں کر سکا۔ افسوس کہ شاعر اور ناول نویس وغیرہ تو دقیق و باریک خیالات الفاظ میں ادا کر سکیں اور عجیب عجیب سمے باندہ دیں۔ لیکن خدا کو نماز یا حج کی کیفیت ظاہر کرنے کے لئے الفاظ نہ ملیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جن الفاظ کی ہیئت و کیفیت خدا نے قرآن کریم میں بیان ہی نہیں فرمائی وہ رسول سلام علیہ کو کیسے معلوم ہوئی۔ کیا آپ نے اپنے اجتہاد و قیاس سے ایجاد کی۔ یہ امر ناممکن ہے اور رسول سلام علیہ دین میں اول تو کوئی کام اپنے قیاس سے کرتے ہی نہ تھے اگر کرتے تو اس میں القاء شیطن ہو جاتا۔ اور اسکو اللہ تعالے اپنی کتاب میں منسوخ کر دیتا رہا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (پ ۔ ع ۱۴) ترجمہ اور (اے رسول) تجھ سے پہلے بھی ہم نے کوئی ایسا ہمارا رسول یا نبی نہیں بھیجا (جسکی یہ حالت نہ ہوئی ہو کہ) جب کبھی اُس نے کسی دینی مسئلہ میں اپنی آرزو (خیال و قیاس) و فکر کیا تو شیطانی خیال نے اسکے قیاس میں ضرور ہی دخل دیا۔ پس اللہ تعالیٰ شیطانی خیال کے دخل کو منسوخ کر دیتا رہا ہے۔ اور پھر اپنی کتاب کی آیات کو محکم فرماتا رہا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بڑھکر علم والا اور بہت بڑی حکمت والا ہے ؛؛ آیت ہذا سے بلا ریب یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ اپنے قیاس و آرزو سے دین میں رسول اللہ علیہ سلام سلام علیہ سے جو قول و فعل صادر ہوا اسکو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں منسوخ کر دیا اور صرف اپنی آیات ہی کو ثابت رکھا۔ پس بس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر کا کوئی فعل و قول دین اسلام میں علاوہ کتاب آسمانی کے ہرگز جاری و قابل عمل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ ضرور بضرور القاء الشیطان کی وجہ سے منسوخ ہو جاتا رہا ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ پیغمبر صاحب کو جبرائیل سلام علیہ نے کر کے دکھایا تو ہم پوچھتے ہیں کہ جبرائیل سلام علیہ نے کیسے سیکھا کیا اسکو خدا نے خود نماز پڑہ کر دکھائی تھی یا اسکو الفاظ ہی سے سمجھا دیا اور اگر اسکو الفاظ ہی سے سمجھا دیا تو پیغمبر صاحب کو محض الفاظ قرآن سے کیوں نہ سمجھا سکا اور اگر کہو کہ خدا نے خود طہارت۔ استنجا۔ وضو کر کے بوریا بچھا کر نماز پڑھ کر دکھائی تھی تو لوگ تم کو احمق و پاگل کہیں گے۔ قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ (پ ۲۶ ع ۵) ترجمہ اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور کتاب اللہ کے مطابق نیک عمل کرتے ہیں یعنی اس چیز پر ایمان و عمل رکھتے ہیں جو محمد رسول اللہ علیہ سلام پر نازل کیگئی جو کہ اُن کے رب کے پاس سے صداقت

آئی ہے تو اللہ تعالیٰ اُنکی بُرائیاں دور کر دیتا ہے۔ (یعنی بُرے کام اُن سے چھوٹ جاتے ہیں اور
گذشتہ معاف ہوجاتے ہیں) اور اُنکی حالت درست کر دیتا ہے ۲۶؎
غرضیکہ ما نزل علیٰ محمد ہی پر ایمان رکھنا مامور بہ و مطلوب و مقصود ہے۔ نہ کہ بفعل محمد سلام علیہ
و بقول محمد سلام علیہ خود محمد رسول اللہ سلام علیہ کو بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی صرف کتاب اللہ
ہی پر ایمان رکھیں اور ما سوائے کتاب اللہ کے اپنے ایجاد کردہ قول و فعل وغیرہ کا اتباع نہ کریں۔

کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالَیٰ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ الایۃ الی وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰی اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (پ۲۱ ع ۱) ترجمہ
اے ہمارے پیغمبر ہماری کتاب کی مخالفت سے بچ اور تابعداری کر اُس کتاب کی جو تیری طرف تیرے
پروردگار کے ہاں سے بذریعہ وحی بھیجی جاتی ہے وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی
اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (پ۹ ع ۱۴) ترجمہ
کہہ تو (اے پیغمبر) کہ میں صرف اُسی کتاب کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے پروردگار کے
ہاں سے وحی بھیجی جاتی ہے۔ یہ آیات قرآن تمہارے رب کے پاس سے روشنیاں آئی ہیں
اور کامل ہدایت اور رحمت ہیں نیک لوگوں کے لئے جو اُن پر ایمان رکھتے ہیں ۲۷؎
اور فرمایا قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (پ۷ ع ۸) ترجمہ اور (اے
پیغمبر کہدے کہ) میری طرف یہ کامل صفات جامع کمالات قرآن وحی کے ذریعہ بھیجا گیا ہے۔
تاکہ میں اس قرآن کے ساتھ تم کو اور جس کو یہ قرآن پہونچے (عذاب الٰہی) سے ڈراؤں ۲۸؎
اور اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (پ۲۷ ع ۱۱) ترجمہ نہایت ہی بڑھکر بخشش کرنیوالے (خدا) نے
سکھایا ہے قرآن اپنا ۲۹؎ اور اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا
وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ (پ۲۰ ع ۳) ترجمہ
(اے پیغمبر تو ان لوگوں سے کہہ کہ) مجھ کو تو یہی خاص حکم ملا ہے کہ اس تمہارے شہر کے رب ہی
کی صرف عبادت کروں۔ جس نے اُسکو عزت دی اور جسکا سب کچھ ہے۔ اور (نیز) مجھکو یہ حکم
ملا ہے کہ صرف کتاب اللہ ہی کے فرمانبرداروں میں رہوں اور یہ کہ (لوگوں پر) صرف
کامل صفات جامع کمالات قرآن مجید ہی کی تلاوت کروں اور (انکو پڑھ پڑھکر سناؤں ۳۰؎
اور فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ (پ۲۵ ع ۷) ترجمہ پس اللہ کی کلام یعنی
اُسکی آیتوں کے بعد کونسی اور کسکی حدیث (کلام) پر (لوگ) ایمان رکھیں ؟ اور اَوَلَمْ
یَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ (پ۲۱ ع ۱) ترجمہ کیا غیر کتاب اللہ کو

بھی مانتے ہیں اور نہیں کافی انکو ہماری تیری طرف اُتاری ہوئی عظیم الشان کتاب جو پڑھی جاتی ہے ان پر ۹" اور وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ (پ۲۵ ع۳) ترجمہ اور کہہ تو اے رسول سلام علیکا ایمان رکھتا ہوں میں اُسی چیز کے ساتھ جو اللہ تعالی نے نازل کی ہے یعنی اللہ کی کتاب" اور وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ (پ۱۱ ع۱۶) ترجمہ اے رسول اُسی کتاب کی تابعداری کر جو تیری طرف بذریعہ وحی بھیجی جاتی ہے۔ اور اُسی پر پکارہ اس مضمون کی اور بھی بہت آیات قرآن مجید میں موجود ہیں جنمیں صرف محض فقط خاص مَا يُوْحٰى اور بِمَآ اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ اور مَآ اُنْزِلَ ہی کے ایمان واتباع و اطاعت واقتدا کا حکم ہوا ہے۔ لیکن بغرض اختصار ان تمام آیات کو نقل نہیں کیا گیا۔ بطور مشت نمونہ خروار چند آیات مذکورہ بالا پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ اب یہ امر دیکھنا ضروری ہے کہ وہ مَا يُوْحٰى اور مَآ اُنْزِلَ اور مَا نُزِّلَ جسکے اتباع وایمان واطاعت واقتدا کا اسقدر تاکید کے ساتھ رسول اللہ سلام علیہ کو بھی قرآن مجید میں حکم ہوا ہے۔ کیا چیز ہے؟ پس واضح ہوئے خدا کے بندو! خبردار ہو کر سنو! کہ وہ شئے محض صرف قرآن مجید ہی ہے۔ جو رسول اللہ کی طرف وحی کیگئی اور اُتاری گئی۔ اس کے سوا اور کوئی چیز ہرگز ہرگز آپ پر وحی اور منزل نہیں ہوئی۔ ذیل میں وہ چند آیات نقل کی جاتی ہیں۔ جنمیں رسول اللہ پر وحی آنے کا ذکر ہے۔ اور جن سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے۔ کہ صرف قرآن مجید ہی آپ پر بذریعہ وحی نازل ہوا ہے۔ فرمایا ہے اللہ تعالٰے نے فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ الایۃ الی۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (پ۱۲ ع۲) ترجمہ بلکہ (اسوائے تجھے مجنون کاہن شاعر کہنے کے یہ ہی) کہتے ہیں کہ (محمد جس چیز کو وحی خدا کہتا ہے) اِس کو اپنے پاس ہی سے گھڑ کر اللہ کے ذمے لگا دیتا ہے۔ (اے پیغمبر) تو ان سے کہو کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ میری اپنی بنائی ہوئی کلام ہے تو تم بھی اس وحی جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ اور خدا کے سوا جس کو بلا سکو اپنی مدد کیلئے بلا لو" اور وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَاۗءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (پ۱ ع۳) ترجمہ اور اگر ہو تم (اے مخالفین اسلام) بیچ کسی قسم کے شک کے اُس کتاب سے جو اُتاری ہم نے اوپر بندے اپنے (محمد) کے تو ضرور بنا لاؤ ایک سورت اِس قرآن کی پوری پوری مثل۔ اور سوائے اللہ کے اپنے حمایت

کنندوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو۔" ان دونوں آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جو وحی رسول اللہ
پہ منزل من اللہ ہوتی تھی اسی کی مثل بنا کر لانے کو اللہ تعالی نے فرمایا ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ
مثل قرآن مجید ہی کی چاہی گئی ہے جسکے لانے سے تمام دنیا عاجز ہو گئی۔ پس اظہر من الشمس ہے
کہ رسول اللہ سلام علیہ پر قرآن مجید ہی منزل من اللہ ہوتا تھا۔ اور بس۔ کیونکہ مطابق
آیات بالا وحی منزل من اللہ وہی چیز ہے جسکی خدا کے سوا کوئی مثل نہ بنا سکے۔ معاذ اللہ
حاشا للہ نقل کفر کفر نباشد اگر سوائے قرآن مجید کے اور حدیثیں بھی وحی من اللہ ہوتیں تو انکی
بھی مثل نہ بن سکتی۔ حالانکہ جملہ مذاہب اہل اسلام نے اپنے اپنے مذہب کے اثبات کے لئے
بہت کچھ خانگی من گھڑت موضوعہ خود ساختہ احادیث بنا رکھی ہیں۔ جو کہ محمد رسول اللہ
سلام علیہ پر صریح صاف طور پر بہتان و افترا ہیں۔ اور جنکا ثبوت قرآن مجید سے بھی موہوم
و مخیل نہیں ہو سکتا۔ پس بدرجہ عین الیقین وحق الیقین یہ امر واضح ہے کہ اظہر من الشمس طور پر
ہر ایک مذہب والے نے دوسرے مذہب کی حدیثوں کی مثل اپنے مذہب کی حدیثیں بنا رکھی
ہیں۔ پس ہر ایک مذہب اسلامی کی حدیثوں میں یہی الفاظ ہوتے ہیں کہ حدثنا فلان اخبرنا
فلان انبانا فلان قال رسول اللہ سمعت رسول اللہ رئیت رسول اللہ فعل رسول اللہ
قرار رسول اللہ غرضیکہ سب فرقوں کی قولی و فعلی و تقریری حدیثیں آپسمیں ایک دوسرے کی مثل ہیں۔
پس جبکہ سب مذاہب کی حدیثیں ایک دوسرے کی مثل ہوئیں تو قطعی اور یقینی طور پر ثابت
ہوا کہ وہ مَا اُوحِیَ اور مَا اُنزِلَ اور مَا نُزِّلَ سے خارج ہیں اگر بالفرض والتقدیر وہ
مذہبی احادیث جو سوائے قرآن مجید لوگوں میں مروج ہیں۔ مَا یُوحِیَ وَمَا اُنزِلَ وَمَا
نُزِّلَ میں داخل ہوتیں تو ضرور ہی انکی مثل کسی سے سوائے اللہ کے نہ بن سکتی۔ حالانکہ آج
بھی اگر کوئی مثلاً بخاری جیسی کتاب بنانی چاہے تو اسی طرح راویوں کے نام اور متن
احادیث لکھکر بنا سکتا ہے۔ اور قرآن مجید کا معجزہ تو ظاہر باہر ہے کہ کوئی شخص اسکی
مثل نہ آجتک لا سکا اور نہ آئندہ لائیگا۔ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
الایۃ الی اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (پ ۱۱ ع ۹) ترجمہ اور (جانو کہ) یہ کامل صفات
و جامع کمالات قرآن مجید ایسا نہیں کہ سوائے خدا کے اور کوئی اپنے پاس سے اسکو بنا
سکے الی آخرہ (ایسی کلام کو ماننا تو بجائے خود) بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ محمد اس قرآن کو اپنے

پاس سے بناکر اللہ کے ذمے لگا دیتا ہے۔ (اے پیغمبر) تو ان سے کہہ کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو تو تم بھی تو میرے جیسے بشر ہو پس تم بھی اس قرآن مجید کی مثل کوئی سورت ہی بنا لاؤ۔ اور خدا کے سوا جسکو بلا سکو اپنی مدد کیلئے بلا لاؤ" اس آیت شریف سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کفار کو قرآن مجید ہی کی مثل لانے کو کہا گیا ہے جسکے لانے سے وہ سب کے سب عاجز ہیں عَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ اور اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ والی آیتیں میں صرف مَا يُوحٰى اور مَا نَزَّلْنَا کا معارضہ چاہا گیا ہے اور مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ والی آیت (جو بالکل قریب ہے) میں قرآن مجید ہی کا معارضہ چاہا گیا ہے۔ پس ان ہر سہ آیات کے ملانے سے نتیجہ یہ نکلا کہ مَا يُوحٰى اور مَا نَزَّلْنَا بھی صرف قرآن مجید ہی ہے اور پس علاوہ ازیں ان تینوں آیتوں میں اسقدر مطابقت ہے کہ ان تینوں کے الفاظ تک بھی ہو بہو آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ جس چیز کو پہلی دو آیات میں مَا يُوحٰى اور مَا نَزَّلْنَا کہا گیا ہے اُسی کو تیسری آیت میں قرآن کہا گیا ہے۔ تاکہ روز روشن اور آفتاب نیم روز کیطرح لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ مَا يُوحٰى الى محمد اور مَا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا محض قرآن مجید ہی ہے۔ یعنی رسول اللہ سلام علیہ پر صرف قرآن مجید ہی بذریعہ وحی آتا تھا۔ چونکہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب جانتا تھا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہونگے جو یہ کہیں گے۔ کہ محمد رسول اللہ سلام علیہ پر قرآن مجید کے سوا کوئی اور وحی خفی وغیرہ بھی آتی تھی۔ اسی واسطے پروردگار نے اتمام حجت کیلئے اس وہم خیال کی تردید میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا ذیل میں تین آیات اور لکھی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ رسول اللہ سلام علیہ پر صرف قرآن مجید ہی بذریعہ وحی نازل ہوا تھا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَاتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ (پ ۱۵ ع ۱۶) ترجمہ (اور اے پیغمبر) جو چیز تیری طرف بذریعہ وحی نازل ہوئی ہے۔ یعنی تیرے رب کی کتاب اُسکو پڑھتے پڑھاتے رہا کرو۔ اس آیت شریف سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ سلام علیہ پر فقط اللہ کی کتاب ہی بذریعہ وحی آتی تھی اور کوئی چیز علاوہ کتاب اللہ کے نہیں آتی تھی اور وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (پ ۲۵ ع ۲) ترجمہ (اور اے پیغمبر جان کہ) جس طرح پہلے رسولوں پر ہم وحی بھیجتے رہے ہیں (اُسیطرح بھیجی تیری طرف عظیم الشان جلیل القدر افصح عربی زبان میں قرآن شریف بذریعہ وحی بھیجا ہے تاکہ تو بڑے شہر (مکہ) اور اُسکے اردگرد کے لوگوں کو (خدا کے عذاب سے) ڈرائے

اور قُلْ اِنَّمَا اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ (پ۱۷ ع ۴) ترجمہ (اے پیغمبر لوگوں سے) کہدے کہ سوائے
اسکے اور کوئی بات نہیں کہ میں تم کو فقط اللہ کی وحی سے ڈراتا ہوں" پہلی آیت سے
معلوم ہوا کہ رسول اللہ سلام علیہ صرف کتاب ہی پڑھتے پڑھاتے تھے جو انکی طرف بذریعہ وحی
اُترتی تھی اور دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ آپ صرف قرآن شریف ہی سے ڈراتے تھے
اور تیسری آیت سے معلوم ہوا کہ آپ وحی سے ڈراتے تھے۔ پس بلاریب ثابت ہوا کہ وحی
اور کتاب صرف قرآن مجید ہی ہے اور بس ان آیات سے روز روشن کی طرح واضح
ہوگیا۔ کہ محمد رسول اللہ سلام علیہ پر صرف ایک ہی وحی یعنی صرف وحی قرآن مجید ہی نازل
ہوتی تھی قال تعالیٰ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ الایۃ پ۲۱ ع ۱۷) اور قُلْ اِنَّمَا اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ الایۃ
پ۹ ع ۱۴) میں یہ حکم خدا ہے کہ صرف اُس چیز کی پیروی کیجاوے جو رسول اللہ پر بذریعہ
وحی نازل ہوئی۔ اور ان کے بعد کی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز خاتم النبیین کی
طرف وحی کیگئی ہے وہ صرف قرآن مجید ہی ہے اور بس۔ تو اظہر من الشمس ثابت ہوا کہ دین
اسلام کا ہر ایک مسئلہ مباح تک بھی صرف قرآن مجید ہی سے ثابت ہے۔ ماسوائے
قرآن مجید کے اور کسی چیز کو دین اسلام میں ذرہ بھر بھی دخل نہیں ہے۔ اب ذیل میں وہ
آیتیں اور اس مضمون کی پیش کی جاتی ہیں کہ آسمانی کتاب کے سوا ہر ایک دینی کام کرنا
شرک وکفر ہے خواہ کوئی شخص ہو۔ جو ایسا کریگا۔ وہ مشرک وگمراہ ہوگا ہرچند کہ انبیا کی
شان شرک وکفر سے مبرا اور پاک ہے اور کسی نبی سے شرک وکفر ہونا بالکل ہی ناممکن ہے
اور کسی رسول سے ذرہ بھر یا اس سے بھی کم شرک وکفر نہیں ہوا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کو
اپنی کتاب کے اتباع کی تائید وتاکید یہاں تک منظور ہے کہ اُس نے اولوالعزم انبیا کا نام
لیکر یہ کہدیا کہ اگر وہ بھی بالفرض والتقدیر مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ (یعنی کتاب اللہ) کے سوائے
کوئی کام کرتے تو مشرک وکافر ہو جاتے چنانچہ ابراہیم سلام علیہ (جنکی ملت پر چلنا
محمد رسول اللہ سلام علیہ کا فخر تھا) اسکی نسبت بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسکی
ملت یہی تھی کہ جو چیز اُسکی طرف نازل کیگئی تھی وہ اُس کا مطیع ومتبع تھا اگر وہ ایسا نہ
کرتا تو مشرک ہو جاتا جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے " وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى
تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

وَمَا أُوْتِيَ مُوسٰى وَمَا أُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (پ ع ۱۶) ترجمہ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہودی یا نصاریٰ بن جاؤ تو تم ہدایت پاؤ گے (اے رسول!) ان سے کہدے کہ ہم تو ایسا نہیں کرتے) بلکہ (ہم تو) طریقہ ابراہیم کی تابعداری کرتے ہیں (اور اگر خود ابراہیم سلام علیہ بھی اس طریقہ پر نہ چلتے تو مشرک ہو جاتے) اور (حال یہ ہے کہ) وہ مشرک نہ تھے (اور یہ بھی تم انکو) کہدو کہ ابراہیم سلام علیہ کی پیروی ہم اس طرح کرتے ہیں کہ) ہم ایمان رکھتے ہیں ساتھ اللہ کے اور اُس کتاب کے جو ہماری طرف نازل کیگئی ہے اور جو ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب سلام علیہم اور اُنکی اولاد کی طرف نازل کیگئی تھی اور جو موسیٰ و عیسیٰ سلام علیہ کو دی گئی اور جو تمام نبیوں کو انکے رب کے ہاں سے دی گئیں ہم اُن میں سے کسی میں فرق نہیں جانتے اور اس کتاب کی (جو انبیا کیطرف اُتاری گئی ہے) تابعدار ہیں۔

اس آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ ابراہیم سلام علیہ کا طریقہ و ملت خاص یہی تھا کہ آپ صرف ما انزل اللہ (اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب) ہی کی پیروی کرتے تھے یعنی جو کتاب خود انپر یا اُن سے پہلے انبیا پر نازل ہوئیں صرف اُنہی کی فرمانبرداری کرتے تھے اور اگر آپ ایسا نہ کرتے تو آپ مشرک ہو جاتے لیکن آپ ہر قسم کے شرک سے پاک تھے۔ اور ہم مسلمانوں کو بھی یہی حکم ہے کہ اُنکے طریقہ کی پیروی کریں یعنی صرف ما انزل اللہ ہی پر عمل کریں ورنہ ہم بھی مشرک ہو جاویں گے جبکہ ابراہیم سلام علیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ کتاب اللہ کے سوا اور کسی چیز پر عمل کرتے تو مشرک ہو جاتے تو کسی اور کا کیا ذکر ہے؟

اس قسم کا ذکر سلیمان سلام علیہ کا بھی آیا ہے کہ جو باتیں اُنکی آسمانی کتاب میں درج نہ تھیں اور لوگوں نے وہ از خود بنا کر اُنکے ذمے لگا دیں اللہ تعالیٰ نے انکار (اسطرح پر کیا ہے کہ اگر سلیمان سلام علیہ کتاب اللہ کے ماسوا کچھ کہتا تو وہ بھی کافر ہو جاتا۔ لیکن اُس نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا (پ ع ۱۲) ترجمہ جب ایسے لوگوں کے سامنے عظیم الشان اللہ کا اُتارا ہوا رسول (قرآن مجید) آتا ہے وہ اُس کتاب اللہ کی تصدیق کرتا ہے جو اُن کے پاس ہے تو اہل کتب

میں سے بہت لوگ اپنی آسمانی کتاب کو اپس پشت ڈال دیتے ہیں گویا کہ وہ اُس کو جانتے ہی نہیں اور اُن باتوں کی تابعداری کرتے ہیں جو اُن کے شیطانوں (یعنی پیروں ومولویوں) نے سلیمان سلامؑ علیہ کے زمانہ رسالت میں آپ پر افترا کیں (ماسوائے کتاب اللہ کے جو باتیں یہ لوگ سلیمان سلامؑ علیہ کے ذمے لگاتے ہیں اگر وہ یہ باتیں کہتا تو کافر ہو جاتا (مگر) حال یہ ہے کہ سلیمان سلامؑ علیہ نے کوئی کفر نہیں کیا بلکہ ان کے شیطانوں (یعنی پیروں اور مولویوں) نے کفر کیا (کہ ماسوائے کتاب اللہ کے باتیں اپنے پاس سے کہیں اور ذمے سلیمان سلامؑ علیہ کے لگا دیں)۔

اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر سلیمان سلامؑ علیہ بھی بالفرض والتقدیر ماسوائے کتاب اللہ کے کچھ لوگوں کو بتاتے تو کافر ہو جاتے۔ لیکن نبی کی شان کفر سے مُبرا ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ سلیمان سلام علیہ یا کسی اور نبی نے ماسوائے کتاب اللہ کے کوئی قولی یا فعلی یا تقریری حدیث اپنی اُمت میں جاری کی ہو چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ پ ع ۱۱) ترجمہ اور سمجھ لو کہ جو شخص دین میں ہر ایک امر مباح تک بھی صرف اللہ کی اُتاری ہوئی کتاب کے ساتھ نہ کرے تو ایسے تمام اشخاص کافر کتاب اللہ ہیں ؛؛

وقال اللہ تعالےٰ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ پ ع ۱۱) ترجمہ اور سمجھ لو کہ جو شخص دین میں ہر ایک امر مباح تک بھی صرف اللہ تعالےٰ کی اُتاری ہوئی کتاب کے ساتھ نہ کرے تو ایسے تمام لوگ اللہ کی حق تلفی کرنیوالے ہیں ؛؛

وقال اللہ تعالیٰ۔ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ پ ع ۱۱) ترجمہ اور سمجھ لو کہ جو شخص دین میں ہر ایک امر مباح تک بھی صرف اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی کتاب کے ساتھ نہ کرے تو ایسے سب لوگ اللہ کی حکم عدولی کرنیوالے ہیں ؛؛

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی رسول فرشتے جبرائیل سلام علیہم وغیرہ کو بھی مستثنےٰ نہیں کیا۔ اور عام حکم دیا ہے کہ جو شخص ہر مسئلہ میں (مباح تک بھی) کتاب اللہ کے ساتھ حکم نہ کرے وہ ظالم فاسق اور کافر ہے خواہ کوئی ہو۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ محمد رسول سلام علیہ نے ماسوائے کتاب اللہ کے بھی کچھ احکام بتلائے ہیں وہ حقیقت میں خاتم النبیین پر سب کرتے ہیں یعنی ان مرحہ آیات کا آپکو محل و مورد بتاتے ہیں معاذ اللہ حاشا للہ خدا انکو راہ راست

کی توفیق دیوے۔ کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے انبیا اور رسولوں کے اقوال وافعال یعنی احادیث قولی وفعلی وتقریری پیش کرنے کا مرض ایک قدیم مرض ہے اور جس طرح مختلف اسلامی فرقے آجکل قرآن مجید کے سامنے احادیث پیش کرتے ہیں اور اُن کو محمد سلام علیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں یہی حال اُن لوگوں کا تھا جو آپ کے زمانہ میں موجود تھے اور آپ کے ساتھ مباحثے وتکرار کرتے تھے وہ بھی یقیناً صرف اہل حدیث ہی تھے۔ کیونکہ ابراہیم اسماعیل سلیمان یعقوب اسحٰق موسیٰ عیسیٰ سلام علیہم کی احادیث قولی وفعلی قرآن مجید کے سامنے پیش کرتے تھے اللہ تعالے نے اِن رسل انبیا سلام علیہم کی ایسی احادیث سے برئیت ظاہر کی اور ان احادیث کو کفر وشرک کہا۔ جیساکہ مذکورہ بالا آیات سے واضح ہے اور رسول اللہ سلام علیہ کو یہ تعلیم دی کہ تم اُن کو جواب دو کہ میں ان مشرکانہ اقوال وافعال کا کیوں اتباع کروں۔ مجھے تو یہ اللہ کے ہاں سے حکم ملا ہے کہ اگر میں شرک کروں تو میرے تمام عمل برباد ہو جاوینگے۔ جیساکہ فرمایا اللہ تعالی نے۔ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ الایۃ الی لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (پ ۲۴ ع ۲) ترجمہ اور تابعداری کرو صرف احسن چیز کی جو تمہارے رب کے پاس سے تمہاری طرف اُتاری گئی ؛ . x البتہ اگر تو کتاب اللہ کے ساتھ شرک کریگا یعنی اگر کسی اور کتاب پر چلیگا تو تیرے تمام عمل برباد ہو جائینگے اور تو سخت خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیگا۔" ان آیات میں اول کتاب اللہ کے اتباع کا حکم ہوا ہے اور اسکے ساتھ ہی شرک کے وعید آئے ہیں۔ پس مطابق آیت وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (پ ۱۵ ع ۱۷) اس جگہ شرک سے کتاب اللہ کے ساتھ شرک کرنا مراد ہے اور اسی کی مخالفت ہے۔ کتاب اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کے احکام کو واجب الاتباع جانے اسی طرح کسی اور کتاب یا شخص کے حکم کو واجب الاتباع جانے۔ جس طرح شرک فی العبادت کا موجب عذاب ہے اسی طرح مطابق آیات اِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ (پ ۱۲ ع ۱۵) أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَالْآخِرَةِ اور وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا کے شرک فی الحکم یعنی مسائل دین میں سوائے اللہ تعالے کے اور کا حکم ماننا بھی اعمال کا باطل کرنیوالا باعث ابدی ودائمی عذاب ہے افسوس صد افسوس اور نہایت ہی بڑھکر افسوس ہے کہ شرک فی الحکم میں آجکل اکثر لوگ مبتلا ہیں۔ شرک فی العبادت کو تو اکثر لوگ سمجھتے ہیں اور بُرا جانتے ہیں لیکن شرک فی الحکم

تو بمنزلہ شکر شیر لوگوں کی طبیعتوں میں ایسا مل گیا ہے کہ اُسکو اب وہ ایک دینی مسئلہ سمجھتے ہیں اور اس کے بُرا ہونے کا اُن کو خیال تک بھی نہیں آتا۔ بلکہ اس کے بُرا سمجھنے والے کو بُرا سمجھتے ہیں علانیہ اور بڑے زور شور سے کہتے ہیں اور اس اپنے دعویٰ پر قرآن مجید سے دلائل پیش کرتے ہیں کہ جس طرح اللہ کا حکم ماننا فرض ہے اسی طرح محمد رسول اللہ سلام علیہ کا العجب ثم العجب اور اس مشرکانہ خیال کو دین اسلام کا اصل اصول جانتے ہیں اے اہل حدیث و دیگر اُنکے ہم خیال مسلمانو غور کرو کہ تم کس قدر راہ حق سے دور جا پڑے ہو اور شرک جسکی بیخکنی کرنا اسلام کا پہلا مدعا تھا اُسی میں تم مبتلا ہو گئے ہو اور اس بدعمل کے تم دل وجان سے عاشق اور دلدادہ ہو گئے ہو زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ (پ ۲۰ ع ۱۶) ترجمہ ان کے شیطان (یعنی احبار ورہبان) ان کے عمل (ماسوائے قرآن مجید) ان کو اچھے کرکے دکھاتے ہیں اور انکو راہ حق (قرآن مجید) سے روک رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ اچھے سمجھ بوجھ والے ہیں۔ نہ صرف زمانہ محمد رسول اللہ سلام علیہ کے لوگ ہی کتاب اللہ کے سامنے احادیث انبیا پیش کرتے تھے بلکہ یہ ملعون بدرسم اس سے بھی پہلے کی جاری ہے اور قریب قریب تمام انبیا کے زمانہ میں یہی حال رہا کہ لوگ کتاب اللہ کے روبرو ایسی احادیث پیش کرتے تھے جن کو وہ اپنے زعم میں گزشتہ انبیا کے اقوال وافعال سمجھتے تھے۔ فرعون بھی اہل حدیث ہی تھا اور موسیٰ سلام علیہ کے روبرو یوسف سلام علیہ کی احادیث پیش کرتا تھا۔ اور اُن کو خاتم المرسلین جانتا تھا اور موسیٰ سلام علیہ کو دعویٰ رسالت کرنے کی وجہ سے کافر کہتا تھا۔ اور اُن کی رسالت سے انکار کرتا تھا۔ جیسا کہ راوی صادق (اللہ تعالیٰ) نے روایت کی ہے کہ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ الایۃ الی وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُم بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللَّهُ مِن بَعْدِهِ رَسُولًا (پ ۲۴ ع ۹) ترجمہ اور آل فرعون میں سے ایک مومن آدمی نے جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کہا کہ اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف سلام علیہ روشن دلائل ومسائل کتاب اللہ لیکر آیا بس تم اس کے بعض مسائل میں بھی شک ہی کرتے رہے حتیٰ کہ جب وہ فوت ہو گیا تو تم یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اسکے بعد کوئی اپنا رسول نہیں بھیجیگا !! الغرض فرعون اپنے آپ کو یوسف سلام علیہ کے تابعداروں میں سے اعلیٰ درجہ کا اول نمبر شمار کرتا تھا اور جو جو احادیث اس کے

زمانہ میں مروج اور یوسف سلام علیہ کی طرف منسوب تھیں اُنکی بنا پر یوسف سلام علیہ کو خاتم المرسلین جانتا تھا اور موسیٰ سلام علیہ کو کہتا تھا انت مِنَ الکافرین تو کافروں میں سے ہے پس کتاب اللہ کے سامنے احادیث منسوب بہ انبیا پیش کرنا فرعون وغیرہ کفار کی سنت ہے۔ اور ایک سچے مسلمان کو یہ امر دلادینے کے لیئے کافی ہے کہ اُمت محمدیہ کس چاہ ضلالت میں جاگری ہے۔ اور محض کتاب اللہ کا اتباع کرنے کی بجائے جو انبیا وصلحا کی سنت تھی جھوٹی احادیث کا اتباع کرنے لگ گئی ہے۔

ان جملہ آیات کتاب اللہ المجید سے اظہر من الشمس طور پر ثابت ہے کہ سوائے کتاب اللہ المجید کے کسی رسول اللہ کا کوئی قول وفعل کسی طرح لائق سند واعتبار نہیں ہو سکتا خصوصًا واضح رہے کہ آپکا یہ کہنا کہ ”قرآن مجید میں احکام مجمل ہیں اور وہ محمد رسول اللہ سلام علیہ کی تفصیل وتشریح اور عملی تعلیم یعنے اُن کے خود عمل کرکے لوگوں کو دکھلانے کے محتاج ہیں“ ایسا ہے جیسا کہ دن کو رات کہنا۔ احکام وآیات قرآن مجید کے مفصل ہونے پر کتاب اللہ میں اس قدر زور دیا گیا ہے کہ منصف مزاج آدمی یہ بات سنکر حیران ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ کہ ایک قرآن مجید کا معتقد اور اسکو پڑھنے جاننے ماننے والا اسے مجمل کہتا ہے۔ قبل اس کے کہ قرآن مجید کے مفصل ومشرح ہونے پر آیات قرآن مجید لکھی جائیں۔ اس امر کا بیان کردینا ضروری ہے۔ کہ قرآن مجید کے مفصل ومبین ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو مسائل لوگوں نے از خود تراش رکھے ہیں اور جنکو غلطی سے یہ لوگ مسائل دین کہتے ہیں وہ بھی قرآن مجید میں مذکور ہوں اور کہ بخاری مسلم صحاح وغیرہ اور ہدایہ شرح وقایہ اور صحاح اربعہ کافی کلینی وغیرہ وغیرہ کتب اہل مذاہب کے تمام مضامین قرآن مجید میں مفصل طور پر موجود ہوں بلکہ اسکا صاف اور صرف یہ مطلب ہے کہ جن امور کا بتلانا اللہ تعالےٰ نے دین اسلام کے متعلق ضروری اور مناسب سمجھا اُن سب کو اپنے پاس کی کتاب میں بطریق احسن واکمل بیان کردیا مطابق اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا وپ ۶ ع ۵ ترجمہ آج کے دن تمہارے واسطے ہم نے تمہارا دین کامل کردیا اور ہم نے تم پر اپنی نعمت (قرآن مجید) پوری کردی۔ اور تمہارے واسطے دین اسلام کو پسند کیا تھا

اب ذیل میں وہ آیات لکھی جاتی ہیں جن میں قرآن شریف کے مفصل ومبین ہونے کا بیان ہے۔

مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ (پ ۱۳ ع ۷)
ترجمہ یہ قرآن مجید ایسا کلام نہیں ہے کہ کسی بشر کا بنایا ہوا ہو اور خدا کے ذمہ لگایا ہوا ہو اگر ایسا ہوتا تو پہلے نازل شدہ (احکام من اللہ) کے مخالف ہوتا۔ لیکن یہ تو اپنے سے پہلے جملہ کتب منزل من اللہ کے تمام مسائل اصول و فروع کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اس میں دین اسلام کے ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسئلہ کی بھی تفصیل ہے"

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (پ ۱۰ ع ۱۱) ترجمہ اے رسول جس طرح ہم نے مسائل مذکورہ ماقبل کی تفصیل کی ہے اسی طرح ہم اپنی سب آیتوں کی تفصیل کیا کرتے ہیں۔ تاکہ جاننے والے لوگ فائدہ اٹھائیں"

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (پ ۸ ع ۱۲)
ترجمہ اور ہم نے ان کے پاس اپنی ایسی کتاب بھیجی ہے جسکی ہم نے اپنے علم کے مطابق تفصیل کردی ہے۔ اور یہ مومن لوگوں کے لئے کامل ہدایت اور بھاری رحمت ہے"

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا (پ ۸ ع ۱) ترجمہ:
اے رسول ان سے کہہ کہ تم میرے ساتھ کیوں عداوت کرتے ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارا دین اختیار کرلوں اور اللہ کے سوا کوئی اور اپنا حاکم بنالوں حالانکہ وہ اللہ ایسا اچھا حاکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف نہایت ہی مفصل کتاب بھیجی ہے"

اس اخیر آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر خدا تعالےٰ مجمل کتاب بھیجتا تو وہ اچھا حاکم نہوتا کیونکہ مجمل کتاب کچھ بھی فیصلہ نہیں کرسکتی۔ تو اس حالت میں اُسکی کتاب کو چھوڑ کر کسی اور کو حاکم بنانا ضروری ہوتا۔ لیکن اب جبکہ اُس نے نہایت ہی مفصل کتاب بھیجدی ہے اور اُس سے ہر ایک فیصلہ ہوسکتا ہے تو پھر خدا کے سوا کسی اور کو میں کیوں اپنا حاکم مانوں؟

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پ ۱۱ ع ۹) ترجمہ اور جان لو کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ جامع کمالات کامل صفات قرآن مجید سوائے خدا کے کسی اور نے اپنی طرف سے بنا لیا ہو (اگر ایسا ہوتا تو اس میں خدا کے پہلے نازل شدہ احکام کا خلاف ہوتا) لیکن یہ تو خدا کے پہلے اُتارے ہوئے سارے احکام و فروع

واصول) مباح تک کی بھی تصدیق کرتا ہے اور اس میں تمام مسائل شریعت کی تفصیل بھی موجود ہے (پس) اسبات میں کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ قرآن مجید پروردگار عالمیں کی طرف سے نہیں ہے "

اس آیت میں قرآن مجید کے مفصل ہونیکو اسکے کلام الٰہی ہونیکی دلیل میں پیش کیا گیا ہے۔ پس قرآن مجید کو مجمل کہنا اسکو کلام غیر اللہ ثابت کرنا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا (پ۱۵ ع۱)

ترجمہ اور جان لو کہ دین اسلام کے ہر ایک مسئلہ کی ہم نے نہایت ہی کامل اکمل اتم طور پر تفصیل و توضیح و تشریح کردی ہے كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ (پ۱۱ ع۱)

ترجمہ یہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے جسکی تمام آیتیں نہایت ہی بڑھکر دانا اور خبردار خدا نے باحکمت اور مفصل و مشرح بیان کی ہیں "

وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (پ۹ ع۱۲) ترجمہ اور اے رسول جان لو کہ جسطرح ہم نے مسائل مذکورہ ماقبل کی تفصیل و تشریح کی ہے اسی طرح ہم اپنی سب آیتوں کی تفصیل و توضیح کیا کرتے ہیں۔ اسلئے کہ ضرور (کتاب اللہ کی طرف) پھر آویں "

قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ (پ۸ ع۲) ترجمہ تحقیق تشریح و توضیح کردی ہم نے تمام آیات کی واسطے اُن اچھے لوگوں کے جو نصیحت ہماری قبول کرنی چاہیں "

كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (پ۱۱ ع۱۱) ترجمہ ای رسول جس طرح ہم نے مسائل مذکورہ ماقبل کی تفصیل و تشریح کی ہے اسی طرح ہم اپنی سب آیتوں کی تفصیل و تشریح کرتے ہیں واسطے ہدایت اچھے لوگوں کے جو فکر کریں "

كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (پ۲۱ ع۷) ترجمہ اے رسول جس طرح ہم نے مسائل مذکورہ ماقبل کی تفصیل و تشریح کی ہے اُسی طرح ہم اپنی سب آیتوں کی تفصیل و تشریح کرتے ہیں واسطے خیرخواہی ہدایت اچھے لوگوں کے جو عقل سے کام لیتے ہیں "

جس شخص کا دل تعصب ضد ہٹ دہری اور تقلید سے پاک ہوگا وہ ان آیات کو پڑھکر کبھی وہم و خیال تک بھی نہ کر سکیگا۔ کہ قرآن مجید میں کوئی آیت یا حکم یا مسئلہ مجمل طور پر بیان و مذکور ہوا ہے۔ اِن آیات سے اظہر من الشمس ہے کہ ہر ایک مسئلہ اسلام میں فرضی نفلی مباح وغیرہ وغیرہ سب کے سب صرف قرآن مجید ہی میں مفصل و مشرح واتم و اکمل طور پر بیان ہوئے ہیں۔ پس جبکہ محض قرآن مجید ہی میں دین اسلام کی ہر ایک چیز من کل الوجوہ مفصل

ومشرح طور پر بیان ہوگئی ہے۔ تو اب وحی خفی یا حدیث کی کیا ضرورت ہے۔
جو لوگ قرآن مجید کو مجمل کہتے ہیں اور پیغمبر سلام علیہ کو اسکا شرح کرنیوالا مانتے ہیں وہ اپنے دعوے کا ثبوت ذیل کی دو آیتوں سے دیا کرتے ہیں۔

پہلی آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (پ۱۳ ع ۱۱) ترجمۂ انصاحبان "ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اُسکی قوم کی زبان میں تاکہ وہ اپنی زبان سے اس حکم کو جو خدا تعالیٰ نے اُتارا بیان کرے اور کھول دیوے"

دوسری آیت۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (پ۱۴ ع ۱۱) ترجمہ انصاحبان "اور تیری طرف ہم نے قرآن مجید اسلئے اُتارا ہے کہ لوگوں کے لئے اسکو کھول کر بیان کرے اور تاکہ وہ فکر و تدبر کریں"

ان دونوں آیات میں یبین کے معنے "جو بیان کرے اور اُسکو کھولدے" کرنا بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ یبین کے معنے صرف ظاہر و آشکارا کرنے کے ہیں شرح و تفصیل کرنے کے نہیں۔ دیکھو منتہی الارب۔ قاموس۔ لسان العرب۔ مصباح المنیر۔ پہلی آیت میں صرف یہ ذکر ہے کہ جو چیز رسولوں پر اُترتی تھی وہ اُس کو لوگوں کے آگے ظاہر کر دیتے تھے۔ اپنے ہی دل میں نہیں رکھتے تھے۔ ایسا ہی دوسری آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ سلام علیہ قرآن مجید کو لوگوں کے سامنے بیان یعنی ظاہر کرتے تھے۔ اپنے ہی دل میں نہیں چھپا رکھتے تھے۔ ان دونوں آیات میں تفصیل و تشریح و توضیح و تفسیر کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تمام قرآن مجید میں کسی جگہ سے کوئی ایسی آیت پیش نہ کرسکے گا۔ جس سے محمد رسول اللہ سلام علیہ کی نسبت قرآن مجید کی تفصیل و تشریح و توضیح و تفسیر کرنیکا وہم خیال تک بھی ہو سکے۔ آپکی نسبت صرف قرآن شریف کے بیان و تبلیغ و تعلیم و تلاوت وغیرہ اس قسم کے الفاظ آئے ہیں۔
پس جبکہ قرآن مجید میں دین اسلام کی ہر ایک چیز مباح تک بھی من کل الوجوہ مفصل و مشرح طور پر بیان ہو چکی ہے تو محمد رسول اللہ سلام علیہ کی تشریح و توضیح و تفصیل و تفسیر اور اُن کی عملی تعلیم یعنی خود عمل کر دکھانا مثلاً نماز پڑھکر دکھائی اور دوڑ پھر کر حج ادا کرنا۔ علی ہذالقیاس باقی تمام مسائل کا اس طرح اپنی عملی طریق سے کرکے لوگوں کو دکھانے کا قرآن مجید کہاں محتاج رہا۔ غرضیکہ جس طرح اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کسی طرح کسی حالت میں محمد رسول اللہ سلام علیہ کا محتاج نہیں اسی طرح اسکی پاک جامع کمالات

اور کامل صفات کتاب قرآن مجید بھی محمد رسول اللہ سلام علیہ کی تفصیل و تشریح و توضیح و تفسیر و تعلیم عملی کی کسی طرح ذرہ بھر بھی محتاج نہیں ہے۔ تعالی اللہ علوا کبیراً۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْکَافِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ معاذاللہ حاشا للہ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ۔ بالفرض اگر عملی تعلیم کا قرآن مجید کو محتاج مانا جاوے تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ جہان کی جملہ بدکاریاں و بدمعاشیاں۔ جوا بازی شترنج۔ راہزنی۔ سود خواری۔ رشوت وغیرہ وغیرہ منہیات قرآنی جنکا نام لینا اور سننا بھی انسان برداشت نہیں کرسکتا کیا وہ بھی سب کے سب محمد رسول اللہ سلام علیہ نے عملی تعلیم کے ساتھ لوگوں کو کرکے دکھائے اور سکھائے بعدہ انکو مجمل قرآن سنا کر ان بدکاریوں و بدمعاشیوں سے ممانعت کی ؟ حاشا وکلا۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اگر کوئی شخص کہے کہ بدکاریاں تو لوگ جانتے ہیں اسواسطے اُن کی عملی تعلیم کا قرآن مجید محتاج نہیں ہے مگر نیکی کے احکام نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ وغیرہ دینیات کے امور اکثر لوگ نہیں جانتے اسواسطے نیک اعمال میں تعلیم عملی سکھانے کی ضرورت ہے۔ سو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ قرآن مجید چونکہ مصدق لما بین یدیہ ہے اور جو نیکی کے احکام نماز روزہ۔ حج۔ زکوۃ وغیرہ جو قرآن مجید میں موجود ہیں وہ بابا آدم سلام علیہ سے لیکر ہر زمانہ میں چلے آئے ہیں یعنی جملہ کتب منزلہ من اللہ میں پے درپے جاری رہے ہیں محمد رسول اللہ کے زمانہ میں از سرنو جاری نہیں ہوئے۔ اگر بالفرض والتقدیر از سرنو جاری ہوتے تو پھر سائل کا سوال اور معترض کا اعتراض لائق شنید ہوتا مگر ایسا ہرگز نہیں ہے۔

قرآن مجید سے صریح صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ سلام علیہ کے زمانہ کے لوگ جو آپ کے ساتھ مباحثہ و تکرار کرتے تھے وہ اپنے آپ کو ابراہیم و اسمٰعیل یعقوب اسحاق وغیرہ رسل انبیا سلام علیہم کے پیرو کہلاتے تھے۔ اور وہ لوگ اپنی اپنی سمجھ و اعتقاد کے مطابق اہل حدیث بنے ہوئے تھے۔ اور رسل انبیا کی طرف منسوب شدہ اقوال و افعال موضوعہ و خود تراشیدہ من گھڑت قرآن کے سامنے پیش کرتے تھے۔ رب العالمین نے انکی خانگی احادیث موضوعہ کو رد فرمایا اور کہا اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ کَانُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہُ پ ۱ ع ۱۶ ترجمہ کیوں کہتے ہو تم کہ تحقیق ابراہیم اور اسحق

اور یعقوب اور اولاد اُن کی تھے وہ یہودی مذہب والے یا عیسائی تو کہدے کیا تم اچھا جانتے ہو یا اللہ" اور فرمایا۔

قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَا إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ رپ ۴ ع ۱) ترجمہ کہہ تو اے رسول ہمارے لاؤ کتاب اللہ کی توریت پس پڑھو اسکو اگر ہو تم سچ کہنے والے"۔

ان ہر دو آیات سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ محمد رسول اللہ علیہ سلام کے زمانہ میں آپ کے ساتھ مباحثہ و مقابلہ کرتے تھے وہ سب لوگ صرف محض فقط گروہ اہل حدیث ہی تھے۔ اور اُنکے اپنے خود ساختہ اقوال و افعال جو رسل انبیا پر بہتان و افترا لگائے گئے ہوئے تھے آپ کے سامنے پیش کرتے تھے علیم بذات الصدور نے ان کی خانگی اور من گھڑت موضوعہ اور خود ساختہ سب کی سب قولی و فعلی حدیثوں کو رد فرمایا اور رسل انبیاء کا ایمان و عمل در آمد صرف کتاب اللہ ہی پر بیان فرمایا۔ مگر پھر بھی وہ لوگ اپنی بد چلنی و بد مذہبی سے باز نہ آئے اور بدستور سابق رسل انبیا کے ذمہ جھوٹی حدیثیں لگاتے گئے اور کہتے رہے کہ پہلے نبیوں اور رسولوں ہی سے یہ قولی و فعلی حدیثیں ثابت ہیں۔ تو اللہ تعالے نے اُنکو توبیخ و تبکیت کی اور دوسرے طریق پر شرمسار فرمایا۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُوْنَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ پ ۱ ع ۱۶) ترجمہ وہ گروہ رسولوں کا تھا۔ جو اپنے اپنے وقتوں میں ہو گذرے خاص اُنھی کو ملیگا بدلہ اُس عمل کا جو کیا اُس جماعت نے اور خاص تم ہی کو ملیگا۔ بدلہ اُس چیز کا جو کرتے ہو تم اور ہرگز نہ پوچھے جاؤ گے تم اُن کاموں سے جو تھے وہ کرتے"۔

یعنی اگر بالفرض والتقدیر ابراہیم اسماعیل اسحاق یعقوب موسیٰ عیسیٰ وغیرہ وغیرہ رسل انبیا سلام علیہم کے یہ قولی یا فعلی یا تقریری حدیثیں فی الواقعہ ہیں تو پھر بھی چونکہ کتاب اللہ المجید کے سوا ہیں اور علاوہ ہیں۔ اس لئے سب کی سب لائق سند و اعتبار ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ وہ خود ھی پوچھی جائیں گے یعنی اُن کو بھی سوال ہوگا۔ کہ تم نے سوائے کتاب اللہ کے یہ اقوال و افعال کیون کئے چہ جائیکہ اُن کے من گھڑت اقوال و افعال کی پیروی کی جاوے۔ معاذ اللہ حاشا للہ کلا ثمہ کلا ہرگز نہین۔ ہرگز نہین خلاصۃ المرام الغرض کہ رب العالمین نے محمد رسول اللہ صلعم کو فرمایا کہ تم ان لوگوں

کو جو رسل انبیا کے اقوال و افعال کتاب اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ دیکھو کہ ابراہیم اسماعیل اسحاق یعقوب موسیٰ عیسےٰ یوسف سلیمان سلام علیہم وغیرہ وغیرہ سب کے سب کتاب اللہ کے سوا باقی تمام حدیثوں سے بالکل بری و پاک تھے۔ وہ سب کی سب قولی و فعلی و تقریری حدیثیں رسل انبیا پر بہتان و افترا ہیں۔ ان تمام موضوع حدیثوں سے ہم بالکل بیزار و دست بردار ہیں۔ ہاں جو جو کتابیں ان پر اللہ کی طرف سے نازل ہوتی رہی ہیں۔ اُن پر ہمارا ظاہرًا و باطنًا از دل و جان عین ایمان و اذعان ہے۔ جملہ کتب منزل من اللہ اور قرآن مجید میں ہم کسی طرح بھی ذرہ بھر فرق نہیں کرتے۔ مطابق اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (پ ۳ ع ۸) ترجمہ ایمان رکھتا ہے رسول ہمارا (محمد سلام علیہ) بہ اس قرآن مجید کے جو اُتارا گیا اس کی طرف رب اُسکے سے اور باقی جملہ اللہ کے رسل انبیا ایمان رکھتے تھے۔ ساتھ اپنی اپنی کتاب اللہ کے جو ہر ایک پر اُتاری جاتی تھی۔ اور ساتھ جملہ فرشتوں اُس کے کے اور ساتھ جملہ کتب اُسکی کے اور ساتھ جملہ رسولوں اُسکے کے اور کہتے تھے کہ سنتے ہیں ہم کتاب اللہ کو اور فرمانبرداری بھی کرتے ہیں اُسکی۔ طلب کرتے ہم تیری بخشش اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف پھرنا ہمارا ہے ؏

خصوصًا یہ بھی ہماری دلیل ہے بطلان احادیث پر جو کہ سوائے قرآن مجید اور علاوہ کتاب اللہ اسلامی اہل مذاہب نے اپنے اپنے مذہب کے ثبوت کے لئے خانگی خود ساختہ من گھڑت موضوعہ قولی و فعلی حدیثیں بنا رکھی ہیں۔ دیکھو شیعوں کی حدیثیں سنیوں کی حدیثوں سے مخالف اور وہابیوں یعنی اہل حدیث کی احادیث ائمہ اربعہ کی احادیث سے مخالف۔ اسی طرح رافضی خارجی۔ معتزلہ جبری قدری وغیرہ وغیرہ جملہ مذاہب اہل اسلام کی حدیثوں میں سخت تخالف و تناقض ہے صرف یہی اظہر من الشمس دلیل اور حجۃ اللہ البالغہ و برہان القاطعہ ہے۔ ان تمام مذہبی حدیثوں کے بطلان پر مطابق ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا (پ ۵ ع ۸) ترجمہ اور اگر قرآن مجید کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو ضرور اسمیں

بہت وجہ سے اختلاف پاتے ‘‘

اس آیت شریف میں بہت ہی بڑھکر قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ جو حکم اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں سے ہو اس میں بوجہ من الوجوہ کسی طرح تخالف وتناقض نہیں ہو سکتا اور جس کتاب میں تخالف وتناقض ہو وہ اللہ کی جانب سے نہیں ہو سکتی اس تقریر کو ناظرین ذہن نشین کرکے حدیثوں کی طرف نظر دوڑائیں۔ تو بیشک وہ اُن میں بہت بڑا زمین و آسمان کا اختلاف پائینگے۔ یہی نہیں کہ ایک فرقہ کی حدیثیں دوسرے فرقہ سے مخالف ہیں۔ بلکہ ایک ہی فرقہ کی حدیثیں اُسی فرقہ کی اور حدیثوں سے مخالف۔ بلکہ ہر ایک کتاب (مثلاً بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد وغیرہ صحاح ستہ وصحاح اربعہ میں سے جس کتاب کو دیکھو خاص اسی ایک کتاب ہی میں طرح طرح کا سخت تخالف وتناقض پایا جاویگا۔ تو بدرجہ عین الیقین وحق الیقین ثابت ہوا کہ وہ سب کی سب کتابیں ماسوائے کتاب اللہ کے اللہ کی جانب سے نہیں ہیں۔ اور نہ قابل عمل اور نہ قابل سند ہیں۔ اگر بالفرض والتقدیر ماسوائے قرآن مجید کے اور احادیث بھی وحی خفی اللہ کے ہاں سے ہوتیں تو ہرگز ہرگز اُن میں ایسا اختلاف نہ ہوتا۔ کیونکہ رب العالمین اس عیب ونقص سے بالکل پاک ومنزا ہے۔ کما قال اللہ تعالےٰ

لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ (پ۱۱ ع۱۲) ترجمہ ہرگز تبدیلی نہیں ہو سکتی اللہ کی باتوں میں‘‘

وقال تعالےٰ۔ وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ (پ۱۵ ع۱۶)

ترجمہ اے صاحب قرآن پڑھ وہ چیز جو بذریعہ وحی تیری طرف بھیجی جاتی ہے۔ یعنی اپنے رب کی کتاب جس رب کے حکموں کو کوئی بدل نہیں سکتا‘‘ وقال تعالےٰ

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (پ۸ ع۱)

ترجمہ اور اے پیغمبر تیرے رب کا فرمانا بالکل سچ اور کامل انصاف سے پورا ہوتا ہے اُس کے فرمانوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں ہے کیوں کہ وہ کامل صفات جامع کمالات سننے والا اور جاننے والا ہے‘‘ وقال تعالےٰ

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ (پ۲۶ ع۱۷) ترجمہ نہیں بدلا جاتا قول ہمارا ہمارے ہاں اسلئے ہم ہرگز اپنے بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں ہیں‘‘

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ایہا الناظرین میرے اور خلیفہ رجب دین مرید مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مابین مناظرہ ہوا۔ خلیفہ نے مجھ سے اسوال کیئے۔ اور وہیں بیٹھے مولوی نور الدین صاحب کے سامنے بالمشافہ جواب دیئے۔ اور مولوی صاحب نے قلم بند کئے۔ چونکہ خلیفہ صاحب کا اور میرا مباحثہ کافی نہ سمجھا گیا۔ آج چہارم ماہ رجب۔ میاں سراج الدین صاحب نے جنکے مکان پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رونق افروز ہیں۔ ایک خط پنسل سے لکھا ہوا بھیجا جسمیں مسطور تھا کہ میں مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کی گفتگو مولوی حکیم نوردین صاحب سے کرا دیتا ہوں۔ یہ بات معلوم رہے۔ کہ مولوی نوردین صاحب نے مجھ سے کہا ہوا ہے۔ کہ میں نے قرآن مجید صرف مرزا صاحب ہی سے سیکھا ہے۔ قبل از بیعت میں قرآن مجید کے نکات اور دقائق کو بخوبی نہ جانتا تھا۔ لہذا اب مرزا صاحب کی موجودگی میں مولوی نوردین صاحب سے بحث فضول ہے۔ اُستاد کے ہوتے ہوئے شاگرد کی کیا ضرورت ہے۔

ایک طرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو دعوے ہے۔ کہ جو کوئی مجھے مامور من اللہ اور امام وقت نہ مانے وہ جہنمی ہے۔ ایسا ایک طرف مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی اہل قرآن کو دعوے ہے۔ کہ جو کوئی قرآن مجید کے علاوہ کسی اور کتاب کو دینی معاملات میں اپنا حکم بنائے وہ یقیناً کافر اور راندہ درگاہ ایزدی ہے۔ اور میں یعنی شیخ محمد چٹو مدت مدید اور عرصہ دراز سے علما کا خادم رہا ہوں۔ اور اب بھی ہوں۔

میں نے دل میں مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ کہ جدہر حقانیت اور صداقت دیکھوں اُدہر ہی کا ہو رہوں۔ اور ہمیشہ احکام قرآنی کا پابند رہوں اور قرآن پر ہی خاتمہ ہو۔ لہذا میں بذریعہ اشتہار عرض پرداز ہوں کہ مرزا صاحب اپنا مامور من اللہ اور امام وقت و مہدی و مسیح ہونا قرآن مجید سے ثابت کریں۔ اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی سے محض بحوالہ آیات قرآنی اس مسئلہ میں گفتگو فرمائیں اور خود بھی قرآن کے متعلق جتنے سوال چاہئیں کر لیں۔ اور ہر دو صاحبان کی تقریر بالمشافہ ہو۔ اور ساتھ ساتھ قلم بند ہوتی جائے۔ بعدہ طبع کرا کے فیصلہ کا دارومدار پبلک پر چھوڑ دیا جائے۔ اور میرے بعض احباب اہل حدیث جو فرقہ احمدیہ میں شامل ہیں مجھ کو نہایت ہی اصرار سے کہتے ہیں۔ کہ مولوی عبداللہ صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب کی باہم گفتگو ہو کر سچائی اور حقانیت ظاہر ہو جائے۔ لہذا میں دل سے چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب میری التماس کو ضرور ہی منظور فرمائیں اور انکے خاص الخاص احباب بھی اُن کو مولوی عبداللہ صاحب سے گفتگو پر آمادہ کریں۔ تمام لوگ نہایت ہی شوق سے مناظرہ کے منتظر ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں صاحب فی زمانہ نرالے دعوے کے مدعی تمام دنیا سے الگ اور حقانیت اور صداقت کے دعوے دار ہیں۔ میرے خیال میں انجمن حمایت اسلام لاہور کا مکان مناظرہ کے لیے بہت ہی مناسب ہے۔ اور سرکاری انتظام جو مرزا صاحب نے اپنے لکچر کے واسطے کرایا ہے۔ وہی انتظام کافی اور وافی ہے۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

کہ جن کے سبب سے صرف وہی ذات واجب الوجود سزاوار حمد وثنا ہے اور صرف وہی مستحق عبادت ہے اور رب العلمین سے ثابت ہے کہ تربیت کا تقاضا ہے حیات وعلم وارادہ و قدرت وجزا و سمع وبصر وکلام یعنی یہ کہ جو رب ہوگا وہ خواہ مخواہ یقیناً یقیناً الحی القیوم اور علیم اور مرید اور وزیر اور مالک اور مکلفین کے اقوال وافعال کے لئے سمیع وبصیر اور مکلفین کو تکلیف یعنی شریعت امور ہدایت کے لئے کلیم ضرور ہوگا۔ غرضکہ رب العلمین کے اندر وہ تمام آیات قرآنیہ شامل ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات مذکورہ بالا کا بیان ہے اور یہی اسماء الٰہی یعنی صفات الٰہی حقیقت میں خالق اور مخلوق کے درمیان ایسے واسطے اور ذریعے ہیں کہ انہیں صفات کے سبب سے اللہ تعالےٰ تربیت کرتا ہے اور رحمت بھی کرتا ہے اور ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشتا ہے وغیرہ وغیرہ اور نیز اُن سے اس امر کی معرفت حاصل ہوتی ہے کہ تربیت کرنیوالا فقط اللہ ہی احد لا شریک لہ ہے اور جو کچھ اُس ذات پاک کے سوائے ہے وہ سب کے سب اُسی رب العلمین کے مربوب ہیں نیز اُس سے اس امر کی شناخت حاصل ہوتی ہے کہ فقط وہی مستحق عبادت ہے اور بس کیونکہ فقط وہی منعم ہے اور فقط وہی اپنی خاص خاص مہربانیوں سے ایک دوسرے کو ایک دوسرے پر فضیلت بخشتا ہے اور فقط وہی ہر ایک کا مرجع ہے نیز اس سے اس امر کی شناخت حاصل ہوتی ہے کہ عبد یعنی بندے کو ہر دم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف احتیاج اور افتقار اور حاجت مندی ہے ابتداءً بھی کیونکہ یہ مربوب ہے اور اللہ تعالےٰ ہی فقط رب ہے اور وسطاً بھی کیونکہ اللہ تعالےٰ ہی فقط الرحمن الرحیم ہے اور انتہاءً بھی کیونکہ اللہ تعالےٰ ہی فقط مالک یوم الدین ہے غرضکہ یہ آیات خلاصہ ہیں اُن تمام آیات قرآنیہ کا جن میں اُن امور مذکورۃ الصدر کا مفصل بیان ہے اور صراط الذین انعمت علیہم سے رسولوں اور نبیوں کی رسالت اور نبوت کی معرفت اور رسولوں اور نبیوں کے مخلص تابعداروں کی صلاحیت اور سعادت کی شناخت حاصل ہوتی ہے اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے کفر اور فسق

اور بدعت اور نیز سعادت اور شقاوت معلوم ہوتی ہے یہ آیت ان تمام آیات قرآنیہ کا خلاصہ ہے جن میں رسالت اور نبوت اور ان کے تعلقات ولوازمات وخواص کا مفصل ذکور ہے اور الرحمٰن الرحیم ملك یوم الدین سے اللہ تعالےٰ کا فضل اور عدل معلوم ہوتا ہے اور ایاك نعبد سے لیکر انعمت علیہم تک چونکہ پہلے عبادت اور استعانت ہے پھر اُن پر ہدایت اور استقامت ہے اور پھر اُن کے پیچھے انعام کا ذکر ہے اور یہ ترتیب حقیقت میں کمال درجہ کی حکمت پر مبنی ہے اس واسطے ان آیات سے اللہ تعالےٰ کا حکیم علی الاطلاق اور اُس کے کلام کا ترتیب ونظام کا ہونا ثابت ہوتا ہے اور نیز ایاك نعبد و ایاك نستعین سے قطعی طور پر اللہ تعالےٰ کی قضا وقدر کی معرفت حاصل ہوتی ہے کیونکہ عقلمند لوگ استعانت اور مدد بالیقین اُسی سے مانگا کرتے ہیں جو مدد دے سکنے کی قابلیت اور جو کچھ چاہے اُس کے کر سکنے اور عمل میں لا سکنے کی طاقت رکھتا ہو اور جس میں ایسی لیاقت ہی نہ ہو اُس سے مدد کا مانگنا کیا - ان آیات میں قرآن شریف کے اُس حصے کا خلاصہ ہے جس میں جملہ اقسام عبادات واستعانت وہدایت واستقامت و مسائل اعتقادات ومعاملات کا مفصل بیان ہے - اور بسم اللہ سے مبدا اور ملك یوم الدین سے معاد ثابت ہوتا ہے جس طرح اوپر کے اصول اس ساری سورت میں بطور خلاصہ موجود ہیں ان کی تفصیل وتشریح جابجا قرآن شریف میں مذکور ہے اسی طرح فروع کا حال ہے مثلاً ایاك نعبد سے جملہ عبادات اور ایاك نستعین سے جملہ مسائل معاملات ومناکحات وحکومات ثابت ہیں یعنی وہ تمام آیات جن میں قرآن مجید میں ان جملہ مسائل کا بالتفصیل ذکر ہے اس آیت کے اندر شامل ہیں کیونکہ عقل صحیح اور فطرت سلیم کے معارض ان جملہ مسائل میں ہوائے نفسانی ہے اور اھدنا الصراط المستقیم سے واجب ومندوب ومباح وصحیح کا علم حاصل ہوتا ہے اور حرام ومکروہ وفاسد کا علم اجمالی غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے حاصل ہوتا ہے اور ان

مسائل کے ماخذ کا علم یعنی علم امر ایاک نعبد سے اور علم نہی غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین سے اور اوامر کی تعمیل اور بجا آوری اور نواہی کے ارتکاب کی سزا اور جزا اور وعدہ اور وعید کا علم صراط الذین انعمت علیھم اور غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین سے +

غرضکہ اس سورت میں بطور خلاصہ تمام قرآن مجید بھرا پڑا ہے اس واسطے اس کا نام اللہ تعالےٰ نے القرآن العظیم بیان فرمایا ہے +

حاصل یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ تمام مطالب و معانی کلام اللہ کا خلاصہ ہے اور یہی القرآن العظیم ہے جو کہ سبعًا من المثانی مذکور ہے +

نتیجہ یہ ہے کہ ولقد اٰتینٰک سبعًا من المثانی میں یہ فرضی حکم ہے کہ ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھی جائے +

اب ہمیں قرآن مجید سے یہ دیکھنا ہے کہ سورۂ فاتحہ نماز کے کس رکن میں پڑھنی مفروض ہے۔ پس جاننا چاہیئے کہ قیام میں اس کے پڑھنے کا فرضی حکم ہے۔ چنانچہ سورۂ مزمل میں اس حکم کے بعد کہ نماز تہجد کا قیام قلیل ہونا چاہیئے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَہٗ وَثُلُثَہٗ وَطَآئِفَۃٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّہَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (پ ۲۹ ع ۱۲)

ترجمہ۔ اے پیغمبر! نماز تہجد تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر شروع سے اسواسطے نفل مقرر کی گئی ہو کہ تیری رب کو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے مومن لوگ سونے کے وقت کی کبھی دو تہائی سے کم کبھی اس کا نصف اور کبھی اس کی تہائی قیام کرسکا کروگے اور دن رات کی نمازوں کے قیام کے اندازہ کا حکم دینا کہ قلیل ہو یا کثیر اسی اللہ ہی کا حق ہے اور اللہ جانتا تھا کہ تم نمازوں میں طویل قیام کی نگہداشت نہیں کرسکوگے اسلئے اُسنے تم پر تخفیف کر رکھی ہے پس تم ہر قیام نماز میں وہ آسان چیز پڑھ لیا کرو جو (بلحاظ مضامین) کامل قرآن ہے (یعنی سورۂ فاتحہ) اور سورۂ فاتحہ کے بعد بھی طویل قرأت کا تم کو خدا نے

حکم نہیں دیا کیونکہ) وہ جانتا تھا کہ تم میں سے بعض لوگ بیمار ہوا کرینگے اور کبھی لوگوں کو زمین پر خدا تعالیٰ کا فضل (معاش وغیرہ) حاصل کرنے کے لیئے دوڑ دھوپ کرنی پڑیگی اور بعض خدا کی راہ میں جنگ کیا کرینگے اسلیئے تم سے طویل قیام کی حفاظت نہیں ہوسکیگی۔ پس (قیام میں سورۂ فاتحہ کے بعد) قرآن میں پھر جو کچھ تم آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو اور باقی کی نماز بھی پوری کیا کرو اور زکوٰۃ بھی دیتے رہو +

اس آیت میں ہمارا استدلال فاقرء وا ماتیسر من القرآن سے ہے۔ فاقرءوا کا حکم رات دن کی تمام نمازوں کے قیام کے لئے ہے یعنی تمام نمازوں کے قیام میں پڑھا کرو۔ کیونکہ اس کے ماقبل قیام نماز ہی کا ذکر ہے۔ اس امر سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہوگا کہ ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل الخ سے مراد قیام نماز تہجد ہے واللہ یقدر اللیل و النہار میں قیام صلوٰۃ مضاف مقدر ہے۔ یہ امر کسی لمبے چوڑے ثبوت کا محتاج نہیں بلکہ صاف ظاہر و واضح ہے۔ کیونکہ ماقبل وما بعد نماز ہی کا ذکر ہے اور مراد یہ ہے کہ دن رات کی نمازوں کے قیام کے متعلق احکام صادر کرنا کہ ان میں قلیل وقت صرف کیا جاوے یا کثیر اللہ ہی کا منصب ہے تمہارا حق نہیں اور نہ ہی تم اس کے مقرر کردہ اندازے میں کسی طرح کمی بیشی کرنے کے مجاز ہو۔ غرضکہ اللیل والنہار سے پہلے قیام صلوٰۃ مقدر ہے پس تقدیر عبارت اس طرح ہے واللہ یقدر قیام صلوٰۃ اللیل والنہار۔ اگر اس جگہ کوئی لفظ مقدر نہ نکالا جائے تو معنی بہت لغو ہو جاتے ہیں۔ جو مترجمین مقدر نہیں نکالتے وہ اس طرح ترجمہ کرتے ہیں "رات اور دن کا ٹھیک اندازہ اللہ ہی کرسکتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ تم وقت کا حفظ نہیں کرسکتے"۔ لیکن اب تو چھوٹے بڑے چار بھی ٹھیک اندازہ کرسکتے ہیں گھڑیاں عام ہیں جن سے دن رات کے لاکھویں حصے بلکہ اس سے بھی کم کا اندازہ کرنا ممکن ہے اور نہایت عمدگی سے حفظ وقت ہوسکتا ہے اور لوگ کر رہے ہیں۔ ریل اور تار والے کیسی وقت کی حفاظت کرتے ہیں۔ دنیا کے کتنے کارخانے حفظ وقت سے چل رہے ہیں ایک مترجم صاحب نے اس آیت پر مفصلہ ذیل حاشیہ لکھا ہے:-

"حفظ وقت سے مراد ہے اس کی نگہداشت یعنی تم ٹھیک نہیں جان سکتے کہ کتنی رات آئی اور

کتنی کتنی یہ ان وقتوں کا مذکور ہے۔ جب گھڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی اور رات کے وقت خصوصاً ابر و باد کے دنوں میں اٹکل کرنا مشکل تھا"۔

گویا خدا تعالیٰ کا یہ دعوےٰ کہ میں ہی رات دن کا ٹھیک اندازہ کر سکتا ہوں تم نہیں کر سکتے اور اس لئے تم سے وقت کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ اب ٹوٹ گیا۔ یہ فرنگی لوگ بڑے زبردست ہیں کہ انہوں نے گھڑیاں بنا کر خدا کے دعوے بھی توڑ دئیے۔ معاذاللہ علمنا اللہ۔ ماقدروا اللہ حق قدرہٖ۔ اگر یہ لوگ اللہ اور اسکی کلام کی قدر جانتے تو ایسے بیہودہ ترجمے نہ کرتے اور ترجمہ کرتے وقت ذرا غور و فکر سے کام لیتے۔ صاف بات ہے کہ واللہ یقدر اللیل الخ کے ماقبل قیام نماز کا ذکر ہے کہ وہ قلیل ہو کثیر نہ ہو اور اس لئے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ ہی شب و روز کی نمازوں کے قیام کا حکم دے سکتا ہے۔ تقدیر کے معنی کتب لغت میں حکم دینا بھی لکھا ہے (دیکھو منتہے الارب) پس علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرءوا ما تیسر من القرآن سے یہ مراد ہے کہ اللہ کو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ تم طویل قیام کی ہمیشہ نگہداشت نہیں کر سکو گے اسلئے وہ تم پر تخفیف کرتا ہے۔ پس تم کو قیام نماز میں بہت لمبی طویل قرأت پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ چیز پڑھا کرو جو ما تیسر من القرآن یعنی آسان بھی ہے اور بلحاظ مضامین و مطالب تمام قرآن کا خلاصہ بھی ہے اور وہ الحمد ہے۔ واضح رہے کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمام اذکار و ادعیہ قیام کی جگہ الحمد ہی کافی ہے بلکہ اس میں صرف رہبانیت پسند لوگوں کو طوالت قیام کی ممانعت ہے کہ شوق میں حد سے نہ بڑھ جاؤ کہ ساری ساری رات کھڑے قیام میں قرآن مجید پڑھتے جاؤ۔ بلکہ تسلی رکھو کہ الحمد ایسی چیز ہے کہ سارے قرآن مجید کا مغز ہے اور اس میں تمام قرآن مجید کا لب لباب موجود ہے واقیموا الصلوٰۃ جو اس آیت کے اخیر میں مذکور ہے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ الحمد کے سوا باقی نماز کے اذکار و ارکان جو قرآن مجید کے دیگر مقامات پر بتائے گئے ہیں ان کو بھی ادا کرو۔

من القرآن کا من بیانیہ بمعنی الذی ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی فاقرءوا

ما تیسر الذی ھو القرآن - پس پڑھو ہر قیام نماز میں آسان چیز جو کامل قرآن ہے یعنی تمام قرآن مجید کے مضامین کا خلاصہ ہے اور اوپر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس صفت سے موصوف سورۂ فاتحہ ہے - پس فاقرءوا ما تیسر من القرآن میں یہ حکم ہے کہ ہر قیام نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھا کرو - القرآن سے سارا قرآن مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ سارے قرآن کا ہر قیام میں پڑھنا ناممکن اور تکلیف مالا یطاق ہے - لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا - اور من تبعیضیہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں یا تو یہ معنی ہونگے کہ قرآن کا جو حصہ آسان ہے وہ پڑھو - حالانکہ قرآن کا ہر ایک حصہ آسان ہے ایسا نہیں کہ کوئی حصہ مشکل اور کوئی حصہ آسان ہو جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے :-

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر	ترجمہ - اور البتہ تحقیق تمام قرآن کو ہم نے نہایت آسان کر رکھا ہے واسطے خیر خواہی جن وانس کے تو کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے ۔

اور یا یہ معنی ہونگے کہ تم کو جس حصے کا پڑھنا آسان ہو وہ قیام نماز میں پڑھو یعنی قیام کے لئے کوئی خاص مقام مخصوص نہیں جو تم آسانی سے پڑھ سکو - پڑھ لو - یہ معنی دیگر آیات کے متناقض ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انی وجہت وغیرہ کا قیام میں پڑھنا فرض ہے - یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک جگہ تو اللہ تعالےٰ انی وجہت وغیرہ کا پڑھنا فرض کرے اور دوسری جگہ رخصت دیدے کہ جو کچھ چاہو - پڑھ لو - پس فاقرءوا ما تیسر من القرآن میں من تبعیضیہ نہیں ہو سکتا بلکہ بیانیہ ہے - اور اس آیت میں حکم یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ ہر قیام نماز میں پڑھا کرو - اس کا کچھ ذکر رکعتوں کے باب میں آئیگا ۔

قرأت کے بیان میں

اب ہم فاقرءوا ما تیسر من القرآن کے مابعد کی آیات پر غور کرتے ہیں ان آیات میں مرض ، کسب معاش - جہاد وغیرہ میں انسانی معذوریوں کا ذکر کر کے پھر ارشاد ہوتا ہے فاقرءوا ما تیسر منہ اگر ما تیسر منہ سے بھی سورۂ فاتحہ مراد لی جاوے تو تکرار بے فائدہ لازم آئیگا جو سخت عیب ہے اور جس سے کلام الٰہی

بائبل پاک ہے اسلئے اس فاقرءوا الخ سے علاوہ سورۂ فاتحہ کے عام قرآن پڑھنا ہی مراد ہو سکتا ہے اور سورۂ فاتحہ کے حکم کے بعد قرأت کا امر ہونا یہ ترتیب بھی بتاتا ہے کہ پہلے الحمد پڑھو اور پھر عام قرأت۔ اور ماتیسر ظاہر کرتا ہے کہ جہاں سے اور جسقدر آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لو۔ پس قیام میں پہلے انی وجہت پڑھے۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور پھر جہاں سے اور جسقدر قرآن ہو سکے پڑھ لے۔ قرأت کا فرمان اور آیات سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ اسی سورہ مزمل ہی کے شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (پ ۲۹ ع ۱۲)	ترجمہ۔ اے بار رسالت کے اٹھانے والے رات کے وقت نوافل نماز تہجد) میں صرف تھوڑا سا وقت کھڑے رہا کرو۔ نصف شب یا اس سے کچھ کم کر لیا کرو یا قدرے اس سے زیادہ کر لو اور (قیام میں) قرآن مجید کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

اس آیت میں رتل القرآن کا حکم قیام نماز تہجد کے متعلق ہے۔ کیونکہ ماقبل قیام ہی کا ذکر ہے۔ اور آدھی رات یا اس سے بھی زیادہ صرف سورۂ فاتحہ یا انی وجہت یا رکوع سجود کی دعاؤں میں صرف نہیں ہو سکتی۔ یہ امر بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ قیام میں قرآن مجید علاوہ فاتحہ اور انی وجہت کے پڑھنے کا بھی حکم ہے دو اور آیات اس مضمون کی ملاحظہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ انبیا کے ذکر کے بعد فرماتا ہے:۔

(۱) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (پ ۱۶ ع ۶)	ترجمہ۔ یہ انبیا ہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے اپنی نعمت (کلام الٰہی) بھیجی وہ بنی آدم ہیں اور ان کی نسل میں سے ہیں جن کو ہم نے کشتی پر نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور خاصکر ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد میں اور یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے اپنی راہ دکھا کر برگزیدہ کر لیا جب ان پر خدائے رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو عاجزی سے رکوع سجدے میں گر پڑتے اور بہت روتے تھے (خوف خدا سے) پھر ان کے بعد ان کے ناخلف خلیفے ہوئے جنہوں نے کتاب اللہ والی نماز کو لگا دیا اور اپنی اپنی خواہشوں کے تابع ہو گئے پس ضرور ان کو ان کی گمراہی کی سزا ملیگی۔

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا - قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۔ (پ ۱۵ ع ۱۲)

ترجمہ ۔ تحقیق وہ لوگ جن کو قرآن سے پہلے آسمانی کتاب کا علم دیا گیا تھا جب اُن پر کتاب اللہ کی آیات پڑھی جاتی تھیں تو مُنہ کے بل رکوع سجدے میں گر پڑتے تھے اور کہتے تھے (یعنی رکوع سجدوں میں یہ دعا پڑھتے تھے) سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ (پاک ہے رب ہمارا) كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۔ (سارے رب کے وعدے بالکل سچے اور پورا ہوتے ہیں) اور دوبارہ سجدوں میں ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے تھے ۔ زاری کرتے تھے اور یہ دعا ان کے خشوع کو اور بڑھاتی تھی (اگر پوچھیں کہ بھلا رکوع و سجود میں تو یہ دعا پڑھتے تھے لیکن رکوع و سجود میں گرنے سے پہلے کون سی آیات پڑھتے تھے کہ ہم بھی وہ پڑھیں باطاعت و امتثال فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ جواب ہیں) ان کو کہدے کہ خواہ وہ آیات پڑھو (جن میں اس کے ذاتی نام) اللہ (وغیرہ آتے ہیں خواہ وہ پڑھو جن میں اس کے صفاتی نام رحمان (وغیرہ مذکور ہیں) کیونکہ یہ (اللہ رحمان وغیرہ) سب اسی کے اسماء حسنے ہیں اور نہ تو اپنی ہر ایک نماز آواز بلند پڑھ اور نہ ہر ایک نماز آہستہ پڑھ اور اس کے درمیان درمیان اللہ کا حکم کتاب اللہ سے تلاش کر ۔

یہ ہر دو آیات نماز کے متعلق ہیں اضاعوا الصلوٰۃ و لا تجہر بصلاتک اس پر دلالت کرتے ہیں ۔ سجدًا بھی نماز کے متعلق ہے اور اس سے تلاوت کے سجدے مراد نہیں جو کہ ایک بدعت ہے جیسا کہ صفحات (۱۹۰ تا ۲۰۰) پر ثابت کیا گیا ہے ۔

ان آیات میں یہ بیان ہوا ہے کہ انبیاء پر نماز میں جب آیات کتاب اللہ پڑھی جاتی تھیں تو رکوع سجود کے لیئے گر پڑتے تھے یعنی پہلے رکوع کرتے تھے اور پھر سجدے ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات وہ پاک لوگ قیام میں پڑھتے تھے کیونکہ رکوع کے پہلے قیام ہی ہوتا ہے جیسا کہ رکوع کے باب میں ثابت کیا گیا ہے اور آیات پڑھتے ہی رکوع میں گر جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام کا خاتمہ آیات پر ہوتا تھا ۔ قیام کا شروع انکی وجہت سے ہوا اور خاتمہ آیات پر ۔ پس فاتحہ ان کے درمیان میں پڑھی جائیگی ۔ کیونکہ تیسری چیز یہی ہے جس کے قیام میں پڑھے جانے کا

حکم ہوا ہے۔ آیات جو قیام کے خاتمے پر پڑھنی مفروض ہیں اُن کی کوئی تخصیص و تعیین نہیں کی گئی بلکہ صاف فرما دیا گیا ہے ایاما تدعوا یعنی خواہ کوئی سی اور کتنی سی آیات پڑھو۔

آیات منقولہ بالا کا جو ترجمہ کیا گیا ہے اس سے قرأت قیام کا بخوبی ثبوت ملتا ہے۔ لیکن ہم کو ابھی اس ترجمہ کی صحت کا ثبوت دینا ہے۔ پس واضح ہو کہ خروا سجدًا اور یخرون للاذقان سجدًا میں رکعًا کا لفظ مذکور نہیں لیکن ترجمہ میں رکوع سجود دونو لکھے گئے ہیں وجہ یہ ہے کہ رکعًا سجدًا میں بقاعدۂ تغلیب داخل ہے۔ پہلے ہم قاعدۂ تغلیب کی تشریح کرتے ہیں پھر ثابت کرینگے کہ مواقع مذکور میں یہ قاعدہ مستعمل ہوا ہے ذیل بحث تغلیب مطول میں لکھا ہے :۔

ترجمہ	عبارت
ترجمہ۔ اور اسی (تغلیب) کی قسم میں سے ہیں ابوان (ماں باپ) وغیرہ عمرین ابی بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے اور قمرین شمس و قمر کے لئے اور حسنین حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے اور جو اس کے مشابہ ہو یعنی جہاں دو ہم صحبت یا متشابہ چیزوں میں سے ایک کو دوسری پر غالب کیا گیا ہو اس طرح کہ دوسرے کو پہلے یعنی غالب کا ہمنام بنایا جائے پھر اس اسم (غالب) کا تثنیہ بنایا جائے اور دونو اکٹھے مقصود میں شامل ہوں اور چاہیئے کہ ادنے کو مغلوب کیا جائے لیکن اگر دونو لفظوں میں سے ایک مذکر ہو تو اس کو مونث پر غالب کیا جاویگا جیسے قمرین میں۔	ومنہ ابوان ونحوٖ کالعمرین لابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما والقمرین للشمس والقمر والحسنین للحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وما اشبہ ذٰلک مما غلب احد المتصاحبین او المتشابہین علی الاٰخر بان جعل الاٰخر متفقًا لہ فی الاسم ثم ثنی ذٰلک الاسم وقصد الیہما جمیعًا وینبغی ان یغلب الاخف الا ان یکون احد اللفظین مذکرًا فانہ یغلب علی المؤنث کالقمرین۔ (مطول صفحہ ۱۵۹ طبع مصر)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اہل عرب جب دو متشابہ یا ہم صحبت چیزوں کا اکٹھا ذکر کرنا چاہتے ہیں تو ان میں سے ایک کا صیغہ تثنیہ بولتے ہیں اور مراد دونو چیزیں ہوتی ہیں گو لفظاً دوسری مذکور نہ ہو۔ اور جو چیز درجہ میں کم یا مونث ہو اس کے لئے لفظ نہیں لاتے مثلاً ابو (باپ) اور اُمّ (ماں) جب یکجا کلام میں مقصود ہوں تو ابوین بولتے ہیں جس کے حقیقی معنی ہیں دو باپ اور اس سے مراد ماں باپ لیتے ہیں اور اُمّ

(ماں) کو بوجہ مؤنث و کم درجہ ہونے کے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کی مثالیں قرآن شریف میں بھی ملتی ہیں۔ یوسف سلام علیہ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ (پ ۱۳ - ۴)	ترجمہ ۔ پس جب وہ یوسفؑ کے پاس گئے۔ تو وہ (یوسفؑ) اپنے ماں باپ سے گلے ملے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اپنے ماں باپ کو عظیم الشان تخت پر بٹھایا ۔

یہ لفظ ان ہی معنوں میں قرآن مجید میں اور بھی کئی جگہ مستعمل ہؤا ہے ملاحظہ ہوں پ ۱۳ - پ ۱ - پ ۱۰ - مطول کی عبارت منقولہ بالا میں اس قسم کی اور بھی مثالیں دی گئی ہیں مثلاً عمرین ۔ قمرین ۔ حسنین ۔ اس صنعت کا نام تغلیب ہے ۔ اس کی اور بھی قسمیں مطول میں بیان ہوئی ہیں اور ان میں سے اکثر کی مثالیں بھی قرآن مجید سے ہی دی گئی ہیں۔ لیکن ہم کو صرف قسم مذکورہ سے ہی غرض ہے ۔ اسلئے باقی اقسام کا ذکر چھوڑا جاتا ہے ۔ اوپر جو مثالیں دی گئی ہیں ان میں دو متشابہ چیزوں میں سے ہر ایک واحد تھی اور ان دونو کے لئے ایک کا صیغہ تثنیہ آیا ہے ۔ لیکن ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک جماعت دوسری جماعت کے متشابہ یا ہم صحبت ہو ۔ اس صورت میں بھی تغلیب ہو سکتی ہے ۔ یعنی جب ہر دو لفظ بصیغہ جمع ہوں تو پھر بھی تغلیب جائز ہے ۔ لیکن اس صورت میں صیغہ تثنیہ کا نہیں لایا جاویگا جیسا کہ اوپر بیان ہؤا کیونکہ تثنیہ واحد کا ہو سکتا ہے جمع کا نہیں ہو سکتا۔ جمع کی جمع پر تغلیب کے موقع پر صرف ایسا ہوگا کہ مغلوب لفظ مذکور نہ ہوگا اور غالب لفظ بول کر ہی ہر دو جماعتیں مراد لی جاویںگی۔ غالب اسی جماعت کو کیا جائیگا جو درجہ میں زیادہ ہو مثلاً قرآن مجید میں عموماً اوامر و نواہی کے مخاطب مرد ہی مذکور ہیں۔ نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ زکوٰۃ کے احکام بصیغہ مذکر بیان ہوئے ہیں حالانکہ بالاتفاق وہی حکم عورتوں کے لئے بھی ہیں ۔ پس عورتیں بوجہ درجہ میں کم ہونے کے تغلیباً ان احکام کے خطاب میں داخل ہیں :۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ (فرض کئے گئے تم پر روزے) اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (قائم کرو نماز ۔ کتب اللہ تعالیٰ)

حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ - اٰتُوا الزَّکٰوۃَ - حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ
حج بیت اللہ کا فرض ہے صاحب طاقت پر - زکوٰۃ دو - حرام کیا گیا تم پر مردار ذبیحہ بہاؤ اور خون اور خنزیر کا گوشت
ان سب میں مذکر کے صیغے ہیں۔ مونث کے صیغوں سے یہ احکام کہیں مذکور نہیں لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ عورتیں ان احکام کی مخاطب نہیں۔ سب کے نزدیک ہیں۔ اور بقاعدۂ تغلیب ان خطابات میں شامل ہیں +

رُکَّعًا بھی سُجَّدًا میں اسی قاعدہ سے داخل و شامل ہے کیونکہ سجدے کا درجہ رکوع سے زیادہ ہے اس میں خدا کی تعظیم اور انسان کے عجز و نیاز کا اظہار بہ نسبت رکوع کے زیادہ ہے۔ رکوع سجدہ آپس میں مشابہ ہیں کیونکہ ان دونو میں خرّ یعنی گرنا ہے۔ لیکن رکوع میں گرنا کم اور سجدہ میں بدرجہ کمال ہوتا ہے۔ ان ہر دو متشابہ چیزوں میں سے رکوع کو جس کا درجہ نسبتاً کم ہے مغلوب کیا جائیگا۔ پس سجدًا کو غالب اور رکّعًا کو مغلوب کیا گیا۔ اور مراد رکّعًا سجدًا دونو ہیں +

واضح ہو کہ تغلیب بھی مجاز میں داخل ہے اور کسی کلام میں مجاز اسی جگہ قرار دیا جا سکتا ہے جہاں کوئی قرینہ مانع حقیقت ہو پس اب ہم کو یہ دکھانا ہے کہ یخرون للاذقان سجدًا اور خرّوا سجدًا میں حقیقی معنی مراد لینے سے کونسی چیز مانع ہے سو جاننا چاہئے کہ ان الفاظ کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ انبیا آیات کتاب اللہ پڑھتے ہی سجدے میں گر پڑتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آیات سجدے سے پہلے کسی رکن میں پڑھی جاتی تھیں وہ رکن یا قیام ہو سکتا ہے یا رکوع یا قومہ۔ لیکن رکوع یا قومہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ان میں مخصوص و معین آیات ہی پڑھنے کا حکم ہے (دیکھو رکوع اور قومہ کا باب) لیکن مذکورہ آیات میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ خرّ سے پہلے جو آیات رکن نماز میں پڑھی جاتی تھیں وہ مخصوص یا معین نہیں۔ لہذا ان غیر مختص و معین آیات کے پڑھنے کا محل رکوع یا قومہ نہیں ہو سکتا بلکہ قیام ہی ہو سکتا ہے اور فاقرءوا ما تیسّر منہ اور رتّل القرآن بھی جن سے ثابت ہو چکا ہے کہ بعد فاتحہ قیام میں جہاں سے ہو سکے قرآن پڑھنے کا

حکم ہے۔ اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ خرّ سے پہلے تلاوت آیات کا محل قیام ہی ہے۔ پس ان آیات کے حقیقی معنی کے موافق قیام کے بعد سجدہ ہے لیکن دیگر آیات قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ قیام کے بعد رکوع اور قومہ بھی ہے (دیکھو رکوع وقومہ کے باب) پس آیات مذکورہ میں اگر حقیقی معنی مراد لئے جاویں تو کتاب اللہ میں تخالف وتناقض لازم آئیگا۔ لہذا ان آیتوں میں سُجَّدًا سے مراد رُكَّعًا وَسُجَّدًا لیا جائیگا۔ اور قاعدۂ تغلیب جاری ہوگا +

اگر اعتراض کیا جائے کہ رکوع پر لفظ خرّ کا اطلاق نہیں ہوسکتا تو جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں رکوع پر بھی یہ لفظ بولا گیا ہے۔ چنانچہ پ۲۳ رکوع ۱۱ میں خَرَّ رَاكِعًا واقع ہوا ہے +

سجدۂ تلاوت — قرآن مجید کے متعلق جو بدعتیں ایجاد کی گئی ہیں ان میں سے ایک سجدۂ تلاوت بھی ہے۔ مذکورہ ہر دو آیات خرّ پڑھنے پر بھی سجدہ کیا جاتا ہے اور یہی ان آیات کی کافی تعمیل سمجھی جاتی ہے۔ ہرچند کہ سجدے کا بہت مقامات قرآن مجید میں ذکر ہے لیکن صرف چند موقعوں پر کیا جاتا ہے۔ پھر ان میں بھی اختلاف ہے کوئی دس سجدے بتلاتا ہے کوئی گیارہ کوئی پندرہ۔ ان سجدوں کے مقرر کرنے میں بھی کسی اصول کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ بعض آیتوں میں سجدہ کا حکم ہے اور وہاں سجدۂ تلاوت کیا جاتا ہے۔ بعض آیات میں سجدہ کا حکم موجود ہے لیکن وہاں نہیں کیا جاتا۔ مثلاً مفصلہ ذیل آیات میں کیا جاتا ہے:-

(۱) أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا (پ۲۷ ع)	ترجمہ[1] - اس بات سے اچنبا کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو سو سجدہ کرو اللہ کے آگے اور بندگی۔
(۲) كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب (پ۳۰ ع ۲۱)	ترجمہ - کوئی نہیں نہ مان اس کا کہا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو۔

(۱) یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی کا ہے)

(۳) يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ (پ۱۷-ع۱۰)

ترجمہ[۵۱] اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور بندگی کرو اپنے رب کی ،۔

مفصلہ ذیل آیات میں حالانکہ سجدے کا حکم موجود ہے لیکن ان کی تلاوت کے وقت سجدہ نہیں کیا جاتا +

(۴) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (پ۱۴-ع۶)

ترجمہ[۵۲] سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور ہو سجدہ کرنیوالوں میں اور بندگی کر اپنے رب کی جب تک پہنچے تجھ کو یقین

(۵) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا وَّمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا (پ۲۹-ع۲۰)

ترجمہ۔ اور یاد کر نام اپنے رب کا صبح اور شام اور کچھ رات میں سجدے کر اس کو اور پاکی بول اس کی بڑی رات تک

(۶) يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (پ۳-ع۱۳)

ترجمہ۔ اے مریم بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے۔

آیت نمبر ۶ کی نسبت شائد کہا جائے کہ یہ تو مریم کے حق میں ہے ہم کیوں سجدہ کریں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ آیت نمبر ۱ کفار کے حق میں ہے۔ ایسا ہی سورۃ فرقان میں جس آیت پر سجدہ ہے وہ بھی کفار ہی کے حق میں ہے۔ ان کی تلاوت کرتے ہوئے سجدہ کیوں کرتے ہو اور پ۲۳ ع۱۱ میں داؤد کے قصہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَرَّ رَاكِعًا جس کے لفظی معنی ہیں کہ وہ رکوع میں گر پڑے وہاں کیوں سجدہ کر لیتے ہو۔ آیت نمبر ۴ کے متعلق شائد سوال کیا جائے کہ اس میں تو صرف رات کے وقت سجدہ کرنے کا حکم ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا رات کے وقت اس کی تلاوت کرتے ہوئے کبھی تم نے سجدہ کیا ہے۔ آیت نمبر ۳ میں رکوع کا حکم بھی ہے اور سجدہ سے پہلے ہے لیکن اس آیت کو تلاوت کرتے ہوئے سجدہ تو کیا جاتا ہے پر رکوع نہیں کیا جاتا معلوم نہیں رکوع سے کیا دشمنی ہے ؟

بعض آیات ایسی ہیں کہ گو ان میں سجدہ کا صیغہ امر تو حکم نہیں لیکن بہ پیرایہ ترغیب سجدہ کا ذکر

[۵۱] یہ ترجمہ ترجمے رشید (عبد القادر) سے ہیں

ہوا ہے ان میں سے بھی بعض کو تو سجدہ کا شرف دیا جاتا ہے اور بعض کو محروم ہی رکھا جاتا ہے بطور نمونہ ہر دو قسم کی چند آیتیں لکھی جاتی ہیں۔ سجدہ تلاوت کی چند آیات یہ ہیں :-

(۱) اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ (پ ۲۱ - ع ۱۵)	ترجمہ[1] ہماری باتوں کو مانتے ہیں وہ کہ جب ان کو سمجھائیے ان سے گر پڑیں سجدہ کر کر اور پاک ذات کو یاد کریں اپنے رب کی خوبیوں سے اور وہ بڑائی نہیں کرتے ،
(۲) وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (پ [illegible])	ترجمہ - اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں خوشی سے اور زور سے اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام ،
(۳) وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ (پ [illegible])	ترجمہ - اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے کوئی جانور اور فرشتے اور وہ بڑائی نہیں کرتے ،
(۴) اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ (پ ۹ - ع ۱۴)	ترجمہ - جو لوگ پاس ہیں تیرے رب کے بڑائی نہیں رکھتے اس کی بندگی سے اور یاد کرتے ہیں اس کی پاک ذات کو اور اسی کو سجدہ دیتے ہیں ،

مفصلہ ذیل آیات میں سجدہ تلاوت نہیں کرتے :-

(۵) لَیْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَهُمْ یَسْجُدُوْنَ (پ ۴)	ترجمہ - وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدہ کرتے ہیں ،
(۶) وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا (پ ۱۹ - ع ۴)	ترجمہ - اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے آگے سجدہ میں یا کھڑے ،
(۷) اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ (پ ۲۳ - ع ۱۵)	ترجمہ - بھلا ایک جو بندگی میں لگا ہے گھڑیوں رات کی سجدے کرتا اور کھڑا حذر رکھتا ہے آخرت کا ،
(۸) وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ (پ ۲۷)	ترجمہ - اور جھاڑ اور درخت لگے ہیں سجدے میں ،
(۹) التَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ (پ ۱۱)	ترجمہ - توبہ کرنیوالے بندگی کرنیوالے شکر کرنیوالے بے تعلق رہنے والے رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے ،

[1] یہ تمام ترجمے شاہ عبد القادر کے ہیں

آیت نمبر ۱ میں سجدہ تلاوت ہے۔ نمبر ۵ و ۶ و ۷ میں نہیں کیا جاتا تھا حالانکہ مضمون متعلق سجدہ دونوں میں ملتا جلتا ہے آیات نمبر ۲ و ۳ اور بعض اسی مضمون کی دیگر آیات میں سجدہ کرتے ہیں۔ لیکن آیت نمبر ۸ میں نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ اس میں بھی وہی مضمون ہے کہ زمین و آسمان کی تمام چیزیں خدا کو سجدہ کرتی ہیں۔ آیت نمبر ۴ و ۹ کا بھی مضمون واحد ہے یعنی ساجدین کی تعریف لیکن ایک میں سجدہ کیا جاتا ہے دوسری میں نہیں ٭

غرضیکہ سجود تلاوت کسی خاص اصول پر مقرر نہیں کئے گئے۔ اندھا دھند کارروائی ہے۔ لیکن خدا کا کوئی کام بے اصول نہیں ہوتا۔ بے اصول کام کرنا تو بیوقوفوں اور احمقوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے کاموں سے پاک ہے۔ پس یہ تلاوت کے سجدے خدائی حکم نہیں۔ یہ بخاری و مسلم وغیرہ محدثین یا اُن کے کسی اُستاد راوی کی ایجاد و احداث ہیں۔ اللہ کا پیارا رسول بھی اِن سجدوں سے بالکل پاک و بری ہے۔ اگر بہ فرضِ محال خاتم النبیین نے ہی یہ سجدے مقرر کئے ہوتے تو تاہم یہ بیہودگی و لغویت نہ ہوتی کہ بعض سجدہ کی آیتوں میں تو سجدہ ہے اور بعض میں نہیں۔ میرا تو ایمان ہے کہ یہ بے اصول حرکت آپ کے کسی دشمن یہودی یا نصرانی نے آپ کی طرف منسوب کر دی ہے اور محدثین نے بلا سوچے سمجھے آنکھیں بند کر کے اس مضمون کی احادیث اپنی کتابوں میں درج کر دی ہیں ٭

اگر یہ سجدے اسلئے کئے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم وجوباً یا ترغیباً اِن آیات میں کیا ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ جن آیات میں قیام یا رکوع کا حکم ہے ان کی تلاوت کے وقت کیوں فوراً قیام و رکوع نہیں کیا جاتا اور جن آیات میں جہاد اور قتل و قتال کا حکم ہے کیوں اُن کو پڑھتے ہی کم از کم دو چار آدمیوں کا سر نہیں اُڑا دیا جاتا اور جب النساء حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم نماز میں پڑھتے ہیں

توکیوں اسی وقت اس پر عمل نہیں شروع کر دیتے۔ اے میرے بھائیو! ضد و تعصب اور ہٹ کو چھوڑ دو اور ذرا عقل سے کام لو کہ اگر ہر ایک آیت کی تعمیل اسے پڑھتے ہی کرنے لگو تو کیسی مشکل لازم آئے اور پھر تم کو لوگ بے ہوش کہیں یا باہوش ❖

الحاصل یہ تلاوت کے سجدے نہ خدائی حکم ہیں اور نہ رسول نے کئے ہیں بلکہ یہ ایک قبیح بدعت ہے جس کا ترک کرنا مسلمانوں کو فرض ہے ❖

اب ہم اپنے ناظرین کو چند احادیث متعلقہ قیام کی سیر کراتے ہیں لیکن اس سے پہلے ہم ان کو یہ تکلیف دینا چاہتے ہیں کہ وہ صفحہ ۱۰۹ کو ذرا دوبارہ پڑھ لیں تاکہ تذکرہ احادیث سے جو ہمارا مقصود ہے وہ ان کو یاد آجائے۔

کتب حدیث میں اللہ کے رسول سلام علیہ پر ایک یہ افترا بھی درج ہے کہ آپ اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ صحاح ستہ کی قریباً تمام کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے۔ بخاری میں سے اس حدیث کو نقل کیا جاتا ہے :-

(۱) عن ابی قتادۃ الانصاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی وھو حامل امامۃ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولابی العاص بن ربیعۃ بن عبد شمس فاذا سجد وضعھا واذا قام حملھا۔ بخاری کتاب الصلوۃ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ فی الصلوۃ	ترجمہ۔ ابی قتادہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے درآنحالیکہ آپ امامہ کو اٹھائے ہوئے ہوتے تھے جو کہ آپ کی بیٹی زینب زوجہ ابی العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھی۔ پس جب آپ سجدہ کرتے تھے۔ تو اس کو رکھ دیتے تھے۔ اور جب کھڑے ہوتے تھے تو پھر اٹھا لیتے تھے۔

اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ سلام علیہ اپنی نواسی امامہ کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ آپ پر محض افترا و بہتان ہے۔ جو لوگ حدیث کو قرآن مجید کا قاضی و حاکم و ناسخ جانتے ہیں۔ ان کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ ان کے علاوہ تو ہر ایک معقول پسند

آدمی اس بات کو مکروہ جانیگا۔ ہم نے تو کبھی کسی ہندو یا چوہڑے کو بھی نہیں دیکھا کہ وہ اپنی پوجا پاٹ کے وقت لڑکی یا لڑکے کو اُٹھائے ہوئے ہو۔ اور یہ اہل حدیث بھی شاذ و نادر ہی ایسا کرتے ہیں اگر یہ لوگ اس فعل کو فعل نبی اور سنت رسول جانتے ہیں تو اس پر کیوں بالعموم عمل نہیں کرتے۔ کوئی شخص ڈپٹی کمشنر یا تحصیلدار یا کسی اور اعلےٰ و ادنےٰ حاکم کی عدالت میں بھی بوجہ رعب و ادب کے بچے کو اُٹھا کر حاضر نہیں ہوتا تو کیا رسولؐ کے دل میں خدا کا اتنا بھی رعب نہ تھا جتنا ایک عام آدمی کے دل میں تحصیلدار وغیرہ کا ہوتا ہے معاذاللہ رسول تو اللہ سے بہت ڈرنے والے تھے۔ عام مومنوں کی صفت میں اللہ فرماتا ہے وَهُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ یعنی وہ نمازوں میں بہت خشوع کرتے ہیں تو رسولوں کے خشوع کا اندازہ کرنا چاہیئے۔ علی رضی اللہ عنہ کی نسبت روایت مشہور ہے کہ آپ کی پنڈلی میں تیر لگ گیا اور ایسا لگا کہ نکل نہیں سکتا تھا۔ اس میں اُلٹے کانٹے لگے ہوئے تھے۔ لیکن اس کا نکالنا بھی ضروری تھا۔ بالآخر آپ نے یہ تجویز بتائی کہ جب میں نماز میں کھڑا ہوں تو نکال لینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ نماز میں کھڑے ہوئے اور ایسے مستغرق باللہ ہوئے کہ وہ تیر جھٹ نکالا گیا۔ لیکن اس کی الٹی درانتی سی شاخیں گوشت کو چیرتی ہوئی نکلیں۔ اتنی بڑی بھاری تکلیف میں بھی آپ نماز میں ویسے ہی محو رہے کہ آپ نے ذرہ بھر بھی تکلیف محسوس نہ کی۔ اسے روایات کے عاشقو! اگر علی رضی اللہ عنہ نماز میں ایسے مستغرق ہو جاتے تھے تو پیغمبر صاحب سلام علیہ کو کیونکر لڑکیاں اُٹھانے کا ہوش رہتا ہوگا +

بخاری و مسلم وغیرہ میں اس مضمون کی احادیث موجود ہیں کہ بیل بوٹے والے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے۔ بخاری سے حدیث نقل کی جاتی ہے:۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی خمیصۃ لہا اعلام فنظر الی اعلامہا نظرۃ فلما انصرف قال اذھبوا بخمیصتی ھذہ الی ابی جہم واتونی بانبجانیۃ ابی جہم فانہا الھتنی انفا عن صلوتی۔ بخاری کتاب الصلوۃ باب اذا صلی فی ثوب لہ اعلام ونظر الی علمہا۔ الجزء الثانی ص۲۲ مطبع مصطفائی	ترجمہ۔ عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر میں نماز پڑھی۔ اس پر نقش و نگار تھے۔ پس آپ نے اس کے نقش و نگار کو ایک نظر دیکھا۔ پس جب آپ فارغ ہوئے۔ تو فرمایا کہ میری اس چادر کو ابی جہم کے پاس لے جاؤ۔ اور مجھے ابی جہم کی کملی لا دو۔ اس نے ابھی مجھے نماز سے غافل کر دیا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے اس کو بھی پسند نہ کیا کہ چادر کے نقش و نگار کو نماز میں ایک نظر بھی دیکھیں اور ایسی چادر کو دفع کر دیا لیکن تعجب ہے

کہ آپ نے لڑکی کو نماز میں اٹھانا کیونکر گوارا کیا اور پھر بار بار اُس کو زمین پر رکھنا اور بار بار اُٹھانا۔ کیا یہ نماز سے غافل کرنے والی حرکات نہیں اور کیا یہ بیہودہ حرکات نبی کی شان سے بعید نہیں ہیں اور ضرور ہیں۔ ناممکن ہے کہ خاتم النبین نے ایسا کیا ہو۔ یہ آپ کے بدترین دشمنوں نے آپ پر بہتان باندھے ہیں +

بعض لوگ اور بھی ترقی کرتے ہیں اور وہ اس حدیث سے یہ دلیل پکڑتے ہیں۔ کہ نماز میں آدمی اور حیوان کو اٹھانا بھی جائز ہے۔ فتح الباری میں لکھا ہے واستدل علی صحۃ صلوٰۃ من حمل ادمیاً وکذا من حمل حیوانا طاہرا یعنی دلیل پکڑی گئی ہے اس شخص کی نماز کے صحیح ہونے پر جو آدمی کو اُٹھائے اور ایسا ہی جو حیوان پاک کو اُٹھائے۔ نووی وغیرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ گویا بٹیرے۔ بلبلیں۔ سُرخ۔ کبوتر۔ مرغ۔ ہرن کا بچہ۔ خرگوش کا بچہ۔ بکری کا بچہ وغیرہ اُٹھائے ہوئے بے شک نماز پڑھو۔ اور جب نماز میں ان جانوروں کا اُٹھانا جائز ہوا تو آگے پیچھے بطریق اولے جائز ٹھیرا۔ اے اہل حدیث تم ایسے ایسے اتفاقات سے ضرور باز آؤ۔ کیونکہ ان سے بٹیر بازی بلبل بازی مرغ بازی وغیرہ سب جائز ہو جاتی ہیں +

ان لوگوں میں سے بھی بعض عقلمندوں نے اس حدیث کی لغویت کو محسوس کیا ہے۔ چنانچہ ابن حجر اور نووی نے لکھا ہے کہ مالکی لوگ اس حدیث کو منسوخ جانتے ہیں اور بعض لوگ اس کو رسول اللہ کا خاصہ جانتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کسی ضرورت کی وجہ سے رسول اللہ نے ایسا کیا۔ لیکن دونو نامبردہ بزرگ فرماتے ہیں وکل ذلک دعاوی باطلۃ مردودۃ لا دلیل علیہا۔ یعنی یہ تمام دعاوی باطل۔ مردود اور بلا دلیل ہیں۔ اچھا صاحب! آپ ہی کے دعوے سچے اور با دلیل سہی اوروں کے باطل ہی سہی +

(۲) بخاری میں ایک حدیث اس طرح لکھی ہے :-

(۲) عن ابی حازم قال سالوا سہل بن سعد من ای شئ المنبر قال ما بقی فی الناس اعلم بہ منی ہو من اثل الغابۃ عملہ فلان مولی فلانۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقام علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین عمل ووضع فاستقبل القبلۃ کبر وقام الناس خلفہ فقرا و رکع و رکع الناس خلفہ ثم رفع راسہ ثم رجع القہقری فسجد

ترجمہ۔ ابی حازم سے روایت ہے کہ لوگوں نے سہل بن سعد سے پوچھا کہ پیغمبر صاحب کا منبر کس چیز کا تھا (معلوم نہیں اسکے دریافت کرنیکی ان کو کیا ضرورت پڑی تھی) تو اس نے کہا کہ اس بات کو مجھ سے بہتر جاننے والا دنیا میں کوئی نہیں رہا (قربان جائیے آپکے اس فخر پر) وہ موضع غابہ کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اسکو فلاں آدمی نے جو فلاں عورت کا آزاد کردہ غلام تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنایا تھا پس جب وہ بن چکا اور جگہ پر رکھا گیا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور قبلے کی طرف منہ کیا اور تکبیر کہی اور لوگ آپکے پیچھے کھڑے ہوئے پھر آپ نے قرأت پڑھی اور رکوع کیا اور لوگوں نے

علی الارض ثم عاد علی المنبر ثم قرأ ثم رکع ثم رفع رأسه ثم رجع فنقری حتیٰ سجد بالارض فهذا شانه. بخاری باب الصلوٰۃ فی السطوح والمنبر والخشب۔	آپ کے پیچھے رکوع کیا پھر آپ نے سر اٹھایا اور اُلٹے پاؤں نیچے اترے اور زمین پر سجدہ کیا پھر منبر پر واپس آ گئے اور قرأت پڑھی اور رکوع کیا اور سر اٹھایا پھر اُلٹے پاؤں نیچے اترے حتیٰ کہ زمین پر سجدہ کیا۔ پس یہ ہے اس منبر کا قصہ۔

اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ سلام علیہ نے منبر پر کھڑے ہو کر امامت کرائی۔ قیام رکوع تو آپ منبر پر کرتے تھے لیکن سجدے کے لئے نیچے اتر آتے تھے۔ اور سجدہ کرکے پھر منبر پر چڑھ جاتے تھے۔ مسلم میں جو اس مضمون کی حدیث آئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اس کی تین سیڑھیاں تھیں فعمل هذه الثلاث درجات یعنی اس غلام نے تین سیڑھیوں والا منبر بنایا۔ پس رسول اللہ سلام علیہ مطابق حدیث ہذا نماز میں اس منبر پر بار بار چڑھتے تھے اور اترتے تھے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ اس اتار چڑھاؤ کی کیا ضرورت تھی۔ ایسی حرکات سے نماز میں خشوع و خضوع کب رہ سکتا ہے۔ بخاری کی حدیث میں تو اس کی کوئی وجہ بیان نہیں ہوئی جس سے یہ اُتار چڑھاؤ بالکل لغو نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری اور اُن کے اُستادوں کو یہ خیال ہی نہیں آیا۔ کہ اس کی کوئی وجہ بتائیں کیونکہ بلاوجہ نماز میں اس قدر پس و پیش ہونا سخت مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ امام مسلم ان سے ہشیار ثابت ہوئے ہیں اور انہوں نے اس کی وجہ بھی گھڑ سنائی ہے۔ چنانچہ آپ اس حدیث کے آخیر میں لکھتے ہیں :۔

ثم اقبل علی الناس فقال یا ایها الناس انی انما صنعت هذا لتأتموا بی ولتعلموا صلوتی۔ مسلم باب جواز الخطوۃ والخطوتین فی الصلوٰۃ	ترجمہ۔ (اس منبر والی نماز سے فارغ ہو کر) رسول اللہ سلام علیہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے لوگو ایسا میں نے اس لئے کیا ہے کہ تم میری پیروی کرو اور تاکہ تم میری نماز سیکھو۔

الغرض امام مسلم نے منبر پر بار بار اُترنے چڑھنے کی یہ وجہ بتائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے لوگوں کو نماز سکھانا چاہتے تھے۔ بعض کم فہم لوگ تو اس وجہ سے بہت خوش ہوتے ہونگے۔ لیکن یہ اصل واقعہ سے بھی بیہودہ ہے۔ یہ کونسا طریقہ نماز سکھانے کا ہے۔ اور اس سے مقتدیوں نے کیا سیکھا ہوگا۔ وہ نماز میں مصروف ہونگے یا آپ کو تلکتے ہونگے اور ساری عمر میں اس عجیب طریقہ سے ایک ہی بار کیوں تعلیم کی گئی حالانکہ سینکڑوں وفد آپ کو نماز سکھانی پڑی ہوگی۔ اور کیا سجدہ رکن نماز نہیں اور اس کے

سکھانے کی ضرورت نہ تھی اس کو کیوں نہ منبر پر کیا۔ اگر کہا جائے کہ منبر چھوٹا تھا اور اس پر سجدہ نہیں ہو سکتا تھا تو ہم کہتے ہیں کہ منبر بڑا بنوا لیا ہوتا اگر نماز سکھانی تھی تو منہ نمازیوں کی طرف کیا ہوتا کہ وہ آپ کے ہاتھ اُٹھانے۔ تکبیر کہنے۔ ہاتھ باندھنے وغیرہ کو بھی دیکھ لیتے۔ امام مسلم نے وجہ تو گھڑ دی لیکن اچھی نہ گھڑی۔ افسوس! بخاری کی حدیث سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نئے منبر کی ایسی خوشی چڑھی کہ اپنے آپے سے باہر ہو گئے اور جھٹ منبر پر جا چڑھے اور ایسے رہیجھے کہ بس اس پر نماز ہی شروع کر دی۔ اور پنجابی کی مثل "مارے جٹ کٹوری لبھی" پوری کر دی۔ معاذاللہ! حاشاللہ!!

ان ظالموں نے کس کس پیرائے میں رسول اللہ سلام علیہ کی ہتک کی ہے اور کس کس طرح آپ کی تذلیل و تحقیر کی ہے اور کیسی کیسی جاہلانہ اور احمقانہ اور سبک حرکات آپ کے ذمے لگائی ہیں۔ خدا ان نا سمجھوں سے خود سمجھے اور اس کے رسول پاک سے انہوں نے جو دشمنی کی ہے اس کی انہیں جزا دے۔ اور لطف دیکھئے ابوداؤد میں کیا لکھا ہے :-

ن همام ان حذیفة ام الناس بالمدائن فاخذ ابو مسعود بقمیصه فجبذه فلما فرغ من صلوته قال الم تعلم انهم کانوا ینهون عن ذٰلك قال بلیٰ قد ذکرت حین مددتنی ابوداؤد مطبوعہ دہلی ص۹۸	ترجمہ۔ ہمام سے روایت ہے کہ حذیفہ نے مدائن میں ایک دکان پر کھڑے ہو کر لوگوں کی امامت کرائی (اور لوگ نیچے تھے) تو ابو مسعود نے اس کا کُرتہ پکڑ کر اس کو نیچے گھسیٹ لیا [بڑی عقلمندی کی زبان سے کیوں نہ کہہ دیا کہ نیچے اُتر آؤ] پھر جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو ابو مسعود نے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ لوگوں کو اس سے منع کیا جاتا تھا۔ اس نے کہا ہاں مجھے بھی یاد آ گیا تھا جب تم نے مجھے پکڑ کر گھسیٹا

امام شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے اور کہ حاکم کی ایک روایت میں اس حدیث کے مرفوع ہونے کی تصریح ہے۔ ابوداؤد میں بھی اس مضمون کی ایک اور حدیث ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ رسول اللہ فرماتے تھے کہ "جب کوئی امامت کرے کسی قوم کی تو اُن سے بلند مکان پر کھڑا نہ ہو"۔ اب معلوم نہیں بخاری و مسلم سچے ہیں یا مذکورہ بالا چار آدمی ابوداؤد۔ ابن خزیمہ۔ ابن حبان اور حاکم اور اگر یہ دو فریق سچے ہیں تو پھر معاذاللہ اعتراض پیغمبر صاحب پر ہو گا کہ آپ نے خود وہ کام کیوں کیا جس سے دوسروں کو روکا۔ لِمَ تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔ لیکن بہتر ہو گا کہ ایک فریق کو ہی غلطی پر قرار دیا جائے۔ بجائے اس کے کہ خاتم النبیین کو محل اعتراض بنایا جائے ✦

فہرست کتب فروختنی

موجودہ دفتر انجمن اہل قرآن لاہور

اشاعۃ القرآن بجواب اشاعۃ السنہ

اس میں اُن مولویصاحبان کی تحریرات کا جواب دیا گیا ہے جو قرآن شریف کو ایک ناقص اور مجمل کتاب تصور کرتے ہیں لہذا اس کے ساتھ زید عمرو کے کلام ملائے بغیر اس پر چلنے سے نجات نہیں سمجھتے۔ جواباً لاجواب محض قرآن شریف سے دئے گئے ہیں۔ اور اس میں حدیث کے متعلق ایک نہایت دلچسپ بحث درج ہے کہ احادیث مخالف و زائد از قرآن باطل ہیں۔ بار اول ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے دوبارہ چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے قیمت ۴؍

زندہ جاوید امام

مؤلفہ مولوی امام الدین صاحب از گجرات۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ امام الوقت جس کی پیروی کیلئے زور دیا جاتا ہے اور جسکی بیعت نہ کرنے والے کو ہلاکت کی ست سے مرنے والا تصور کیا جاتا ہے۔ وہ صرف قرآن کریم ہی ہے۔ اس رسالہ نے جھوٹے مدعیان امامت کو ساکت کر دیا ہے۔ قیمت ۱؍

قول الہادی فی تفسیر یعبادی

مؤلفہ مولوی امام الدین صاحب ساکن گجرات۔ اس رسالہ میں مولوی صاحب موصوف نے یعبادی کی تفسیر بیشمار آیات قرآن مجید سے کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ یعبادی سے مراد یعباد اللہ ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی وغیرہ نے جو اسکے معنے یعباد الرسول کئے ہیں۔ اس سے انہوں نے درجہ شرک کے مستحکم کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ نبی کی شان اس قول کفر سے پاک ہے۔ قابل دید قیمت ۱؍

ملنے کا پتہ سب کتابیں مشتہر

المشتہر

سکرٹری انجمن اہل قرآن مسجد اہل قرآن - بازار سریاں لاہور

دنیا بھر میں پہلی طرز کی کتب

از تالیفات مولوی عبد اللہ صاحب

تفسیر القرآن بآیات الفرقان

پارہ اوّل ۔ حجم صفحات ۳۰۰ ۔ اس کا مضمون نام سے ظاہر ہے ۔ قرآن مجید کی تفسیر آیات قرآن مجید ہی سے ایسی بیان کیگئی ہے ۔ جس سے کتاب الٰہی کے کمالات ظاہر اور اسپر مخالفین اسلام کے اعتراضات حل ہوگئے ہیں ۔ اہل اسلام کے لئے یہ بھاری خزانہ ہے **قیمت ۱ روپیہ**

رد النسخ المشہور فی کلام الرب الغفور

نسخ کی مندرجہ ذیل تین اقسام جو لوگوں میں مشہور ہیں (۱) عبارت قرآن میں موجود ہو اور اسکا حکم منسوخ ہوگیا ہو ۔ (۲) حکم جاری ہو اور اصل عبارت قرآن میں موجود نہ ہو ۔ (۳) عبارت اور اسکا حکم دونو منسوخ ہوگئے ہوں ۔ ان میں سے کوئی قسم بھی قرآن کریم میں موجود نہیں ۔ جن مقامات سے لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے انکی بحوالہ دیگر آیات قرآن و لغت و محاورہ عرب وغیرہ کے ایسی صحیح صحیح تفسیر بیان کردی گئی ہے ۔ جس سے اس غلط فہمی کی بیخکنی ہوگئی ہے اور اصل مطلب روز روشن کی طرح واضح ہوگیا ہے ۔ **قیمت ۳**

صلوٰۃ القرآن کما علمہ الرحمٰن بآیات الفرقان

اس میں وہ نماز درج ہے جس کے پڑھنے کی تعلیم احکم الحاکمین نے قرآن شریف میں دی ہے ۔ سبحان اللہ نماز کیا ہے نور علیٰ نور ہے ۔ اسی کی صفت میں وارد ہے ۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ۔ بھلا جن نمازوں میں انسانی ملاوٹیں ہیں کیا وہ اس سے کچھ مناسبت رکھ سکتی ہیں ۔ اور کیا مختلف اقوال انسانی آیات رحمانی کے برابر ہو سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں ۔ **قیمت ۔/**

المشتہر

سکرٹری انجمن اہل قرآن (مسجد اہل قرآن ۔ بازار سریاں) لاہور

مطبع رفاہ عام لاہور میں حسب فرمائش شیخ محمد چٹو صاحب منتظم مسجد اہل قرآن چھپا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹

تلک آیت اللہ نتلوھا علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون ٥

نمبر ۶ | انجمن اہل قرآن لاہور کا ماہواری | جلد ۲

قیمت عام خریداروں سے سالانہ پیشگی مع محصولڈاک [illegible]

رسالہ اشاعۃ القرآن

چھپ جاوے لاہور

قیمت متمول اصحاب سے سالانہ پیشگی مع محصولڈاک [illegible]

بابت ماہ فرمری سنہ ۱۹۰۵-۶ء مطابق ماہ ذوالحجہ سنہ ۱۳۲۳ ہجری

اغراض ومقاصد

۱- مسلمانوں میں اس اصول کو رائج کرنا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری دینی ضروریات کیلئے ہر طرح کافی ہے اور یہ عالیشان ومکمل کتاب زید وعمرو کی روایات کی محتاج نہیں ‌‌+

۲- قصص انبیا علیہم السلام کے متعلق جو غلط فہمیاں اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں انکی اصلاح وتردید اور اُنسے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا +

۳- مخالفین کو قرآن کریم سے مہذبانہ جواب دینا +

۴- قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ وتفسیر جو غلط کئے گئے ہیں انکی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ وتفسیر شائع کرنا +

۵- قرآن مجید کی ضرورت اور اسکی تعلیم کو عقل فطرت کے موافق ثابت کرنا +

۶- چیدہ خبروں سے اطلاع دینا +

قواعد وضوابط

۱- قیمت سالانہ بہرصورت پیشگی آنے پر رسالہ جاری ہوسکتا ہے +

۲- نمونے کا پرچہ ۳ ؍ سے مل سکتا ہے +

۳- خط وکتابت یا روپیہ بھیجتے وقت اپنا نام وپتہ صاف لکھنا چاہئے تاکہ روانگی میں کسی طرح کی غلطی نہ رہے +

۴- نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہونگی +

۵- جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف +

۶- جو صاحب ہمارے کسی مضمون پر معقول اعتراض لکھکر بھیجینگے اُسے مع جوابات شائع کردیا جاویگا +

۷- تجارتی اشتہارات بشرط منظوری تصفیہ اُجرت ضمیمہ میں چھپ سکینگے اور مطبوعہ بھی تقسیم ہوسکتے ہیں +

تمام خط وکتابت وترسیل زر پتہ ذیل پر ہونی چاہئے +

المشتہر

سکرٹری انجمن اہل قرآن لاہور

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ... تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ

بُرہانُ الفرقان علیٰ صَلوٰۃ القرآن

قیمت عہ (علاوہ محصول ڈاک) حجم ۴۲۴ صفحہ۔ طیار ہے

یہ ایک قابل دید کتاب ہے۔ ہم اہل قرآن کا اعتقاد ہے کہ دین اسلام کی صرف ایک ہی کتاب ہے یعنی قرآن مجید۔ فقہ و حدیث کی کتابیں جن کو اسلام کے دیگر فرقے علاوہ کتاب اللہ دین کی کتابیں جانتے ہیں اور ان پر عمل و اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہم ان کو امور دینیہ میں قابل عمل و اعتقاد نہیں جانتے۔ اہل قرآن صرف کلام اللہ ہی کو دین میں قابل اتباع مانتے ہیں۔ وہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ دین کے کل مسائل اس آسمانی کتاب میں بہ تفصیل احسن مندرج ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے کسی مسئلہ کے لئے دیگر کسی کتاب کی ذرہ بھر حاجت نہیں حتّٰی کہ نماز بھی بالتفصیل قرآن مجید میں مذکور ہے۔ رکعتیں۔ دعائیں۔ اذکار۔ اوقات۔ وضو۔ طہارت تمام مفصل و مشرح طور پر کتاب پاک میں موجود ہیں۔ مندرجہ عنوان میں اس اعتقاد کے دلائل و ثبوت آیات کتاب اللہ سے پیش کئے گئے ہیں۔ اور قیام۔ رکوع۔ سجدہ۔ قومہ۔ جلسہ کے احکام و اذکار و دعائیں قرآن کریم ہی سے ثابت کی گئی ہیں۔ رکعتوں کا ثبوت بھی آیات سے دیا گیا ہے۔ اور آج کل مسلمانوں میں جو غیر قرآنی اذکار نمازوں میں مروج ہیں ان کے پڑھنے کو ناجائز ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ صرف قرآنی نماز کو ہی اصلی و قدیمی سب پیغمبروں اور سچے مومنوں کی نماز ثابت کیا ہے اور دوسری مختلف مذاہب اسلام کی علیحدہ علیحدہ تمام نمازوں کو منگھڑت و مخترعہ اور انسانوں کی بنائی ہوئی نمازیں ثابت کیا گیا ہے۔ حق جو طبیعتیں ضرور کتاب ملاحظہ فرماویں۔ اور خود بھی قرآنی نمازیں پڑھیں۔ اپنے متعلقین کو بھی پڑھاویں۔ اور انسانی نمازیں چھوڑ دیں۔ زکوۃ۔ رمضان حج کے رسالے بھی انشاء اللہ تعالیٰ شائع کر دئے جاوینگے۔ اور ان میں عبادات کے متعلق تمام احکام قرآن کریم سے بیان و ثابت کئے جاوینگے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ خط و کتابت بنام مہتمم

المشتہر

سکرٹری انجمن اہل قرآن بازار سریانوالہ مسجد اہل قرآن لاہور

(۱) ترجمۃ القرآن اور چندہ امدادی

ترجمۃ القرآن کی تکمیل و اشاعت کے لئے ہر طرف سے درخواستیں آرہی ہیں۔ کہ جلدی طیار کیا جاوے۔ ہمارے خیال میں بھی بے شک یہ کام سب کاموں سے نہایت ضروری ہے۔ اور مولانا مولوی عبداللہ صاحب بھی خدا ان کو تادیر سلامت باکرامت رکھے۔ جو اس کام کے بانی ہیں محض للہ اس کار خیر کے لئے طیار بیٹھے ہیں۔ پس نہ تو مولانا صاحب کی طرف سے قصور ہے اور نہ ہم ہی اس بات کے مخالف ہیں کہ قرآن کریم کا ترجمہ مولانا صاحب کی زبان سے جلد تر قلمبند ہو کر چھپ جاوے پھر قصور ہے تو کس کا؟ روپیہ کا جو اس کام کے لئے موجود نہیں ہے۔ محرر کی تنخواہ۔ کاپی نویسوں کی اجرت چھپائی اور کاغذ کے خرچ کے لئے بہت سے روپیہ کی ضرورت ہے پس اگر کم از کم دو ہزار روپیہ محض ترجمہ کے لئے جمع ہو جاوے۔ تو ہم ترجمہ قرآن کے لئے پورا پورا انتظام کر سکتے ہیں۔ ایک اعلیٰ منشی خاص اسی کے لئے علیحدہ رکھ سکتے ہیں۔ کاپی نویس بھی اس پر وقف کر سکتے ہیں چھپائی میں بھی رکاوٹوں کو دور کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہم درخواست کرتے ہیں کہ جو اصحاب اس انجمن کے ہمدرد و معاون اور ترجمہ قرآن کے شائق ہیں۔ وہ ضرور بصد ضرور معقول رقم عطا فرما کر اس کام کو سرانجام دینے کی کوشش کریں۔

اسمائے اصحاب جنہوں نے اس فنڈ میں روپیہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے

نام چندہ دہندہ	تعداد چندہ	نام چندہ دہندہ	تعداد چندہ
شیخ محکم الدین صاحب مرحوم تاجر کفش لاہور	یکصد روپیہ	میاں عبدالغفار صاحب کفش فروش لاہور	پانچ روپیہ
منشی عمرالدین صاحب سابق تحصیلدار شملی لاہور	پندرہ روپیہ	مستری شرف الدین صاحب لاہور	پانچ روپیہ
میاں رکن الدین صاحب تاجر لکڑی وغیرہ لاہور	پندرہ روپیہ	مستری خدا بخش صاحب لاہور	پانچ روپیہ
میاں اسد بخش صاحب نانبز لاہور	پندرہ روپیہ	میاں عمرالدین صاحب کفش فروش لاہور	پانچ روپیہ
حافظ احمدالدین صاحب لاہور	دس روپیہ		
میاں شاہ نواز صاحب تاجر سیائی لاہور	دس روپیہ	میاں محمدالدین صاحب جلد ساز لاہور	دو روپیہ
میاں پیر محمد صاحب کفش فروش لاہور	دس روپیہ	میاں محمد عظیم صاحب دکھشہ بافت لاہور	دو روپیہ
حکیم احمد علی خان صاحب زبدۃ الحکما لاہور	دس روپیہ	میاں حیدن صاحب کفش فروش لاہور	ایک روپیہ
		میزان کل	دو سو دس روپیہ

"چند اسمائے احباب جن سے عطیہ کی درخواست ہے"

امید ہے کہ آپ ایک ہفتہ کے اندر رقم عطیہ یا تو ارسال ہی فرمائینگے یا تحریر فرما بھیجینگے کہ کس قدر رقم آپ کتنے عرصہ تک عنایت فرماوینگے۔

نواب احمد نواز خان صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) ڈاکٹر عبد الکریم صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) شیخ محمد چھٹو صاحب تاجر صابن سابق تاجر ریشم وغیرہ لاہور۔ میاں ولی محمد صاحب رئیس چارسدہ۔ نواب اسد داد خاں صاحب رئیس دھوبیہ۔ سید محمد مہدی حسن صاحب تحصیلدار بندوبست جھنگ۔ میاں عبد اللہ صاحب خیاط ڈیرہ اسماعیل خان میاں محمد یار صاحب خیاط ملتان۔ میاں عبد الستار صاحب تاجر ملتان۔ منشی نور الدین صاحب داروغہ صفائی لائل پور۔ قاضی نور محمد صاحب خیاط۔ شیخ عطا اللہ صاحب وکیل گجرات۔ مولانا مولوی امام الدین صاحب سید نواب محمد عمر شاہ صاحب۔ میاں محمد رمضان صاحب لوہار گوجرانوالہ میاں محمد انشار اللہ صاحب۔ میاں محمد اسماعیل صاحب ڈرہیجر دہلی۔ منشی رکن الدین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہنڈی کیمپ۔ حافظ غلام سرور صاحب ڈپٹی رجسٹرار۔ میاں رکن الدین صاحب مدرس کھلاغ۔ منشی مراد علی صاحب پٹواری ریاست پٹیالہ منشی علی محمد صاحب پٹواری نہر قصور۔ ملک فتح الدین صاحب ملک پور۔ . . . منشی شہاب الدین صاحب ایجنٹ میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹر لاہور حاجی غلام محی الدین خان صاحب گورنمنٹ پنشنر لاہور۔ ڈاکٹر محمد اشرف خان صاحب علی گڑھ۔ حاجی بہاؤ الدین صاحب رنگ ساز کلکتہ۔ سید احمد شاہ صاحب مترجم کمشنر صاحب بہادر جالندھر۔ میاں احمد عبد الغنی صاحب عدن۔ مسٹر اے۔ جی۔ ایم غلام علی صاحب سکرٹری جیکب آباد۔ چودہری کریم بخش صاحب نمبردار موضع گرگھوڑوال۔ منشی عبد العزیز خان صاحب گجراتی۔ میاں مولا بخش صاحب مالک کارخانہ صابن امرتسر۔ چودہری پیر احمد صاحب نمبردار بدوملی۔ شیخ عبد الرسول صاحب سکول ماسٹر جموں۔ میاں حمید خان صاحب منشی عبد الکریم صاحب ٹیکنیکل سکول جیکب آباد۔ حکیم عنایت اللہ صاحب گجیانہ۔ منشی محمد عبد الغنی صاحب عدن۔ میاں برکت علی صاحب ٹھیکیدار گجرات۔ منشی صدر الدین صاحب پنشنر علی پور۔ منشی محمد حسین صاحب کلرک دفتر سول سرجن صاحب منشی رحمت علیشاہ ڈپٹی انسپکٹر۔ مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب (عدن) سید محمد حسن صاحب راہوں۔ میاں وزیر خاں صاحب ملازم ڈاکخانہ لاہور۔ میاں احمد بخش صاحب ورق ساز لاہور۔ مرزا کرم اللہ بیگ صاحب پوسٹ ماسٹر لاہور۔ میاں قادر بخش صاحب خیاط سیالکوٹ۔ میاں عبد اللہ صاحب عرف نمتا بھوگیوال۔ میاں ولی محمد صاحب زرگر نیکی شمشی۔ چودہری قادر بخش صاحب ذیلدار راہوں۔ مستری اسد اللہ صاحب کوچہ کندیگراں لاہور۔ میاں وزیر خاں صاحب مزنگ میاں سلطان صاحب بھوگیوال۔ میاں اسد اللہ صاحب کوچہ کبوواڑا لاہور

پس چونکہ ترجمہ قرآن ایک بڑی اور نہایت ضروری بات ہے تو اتنے احباب کے آگے دو ہزار روپیہ کچھ بھی بات نہیں۔ دو سو دس روپیہ کا وعدہ ہو چکا ہے۔ اور ایک ہزار سات سو نوے باقی ہیں ایک ہزار نواب اور رئیس صاحبان عنایت فرماویں۔ تو باقی دیگر معاونین پر کوئی مشکل بات نہیں

ما تنفقوا من خیر یوف الیکم پر غور فرما کر تعاونوا علی البر والتقوی کی تعمیل میں تاخیر نہ فرماویں 4

(۲) نقل وقف نامہ مسجد اہل قرآن لاہور

یہ جو مکان کہ شیخ محمد چٹو صاحب نے خرید کر کے اہل قرآن کے لئے مسجد بنا دیا ہوا ہے۔ اس کا وقف نامہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ تاکہ جملہ اہل قرآن کو اس سے واقفیت حاصل ہو +

منکہ محمد چٹو ولد الٰہی بخش قوم شیخ صدیقی سابق پیشہ سوداگری ساکن لاہور کوچہ گھمیاں متصل بازار سریاں کا ہوں۔ جو کہ ایک قطعہ مکان معہ زمین زیرین تعدادی ۶ منزلہ ۳۲ در عرض والان موسومہ حویلی میر باز خاں والی بعمارت پختہ سہ منزلہ معہ صحن و ڈیوڑھی و رستہ آمد رفت حویلی مذکور و کوٹھہ ہائی و دالان و نصف حصہ چاہ آب شیرین و زینہ پایہ واقع بازار سریاں طویلہ شاہ نواز شہر لاہور خرید کردہ مظہر بقیمت تین ہزار روپیہ بذریعہ بیعنامہ مورخہ ۲۵ فروری سنہ ۱۹۰۳ء رجسٹری شدہ ۲ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء حدود اربعہ مندرجہ بیعنامہ ہے۔ اور مظہر نے اس مکان مذکورہ کو بذریعہ دستاویز مورخہ ۲۲ مئی سنہ ۱۹۰۳ء برائے اشاعت قرآن مجید وقف دوامی کر دیا ہوا ہے۔ اور مکان مذکور فرقہ اہل قرآن کے لئے مسجد ہی قرار دے دیا ہوا ہے اور مکان مذکور بطور مسجد اہل قرآن کے استعمال میں آتا ہے۔ اور جملہ کام خدمت و اشاعت قرآن مجید اس میں ہوتے ہیں۔ اور جاری ہیں۔ سوائے فرقہ اہل قرآن کے کسی اور فرقہ اہل اسلام کو کسی طرح کا حق و دخل نہ ہے اور نہ ہوگا۔ اس مسجد اہل قرآن کا میں نے اپنے آپ کو بذریعہ سابقہ دستاویز مورخہ ۲۲ مئی سنہ ۱۹۰۳ء مذکورہ بالا متولی قرار دیا ہوا ہے۔ اب مظہر تولیت مسجد مذکور سے قطعی دست برداری کرتا ہے مجھے اس کی تولیت سے کسی طرح کا حق و تعلق نہیں رہا ہے۔ اور نہ ہوگا۔ ارکان فرقہ اہل قرآن سے مندرجہ ذیل اشخاص کو بجائے اپنے متولیاں مقرر کرتا ہوں۔ مولوی غلام نبی معروف عبد اصمد ولد فلمنی نور عالم ذات اعوان ساکن چکڑالہ۔ شیخ محکم الدین ولد امام الدین پیشہ جوڑہ فروش ساکن لاہور۔ منشی عمر الدین ولد حاجی نور الدین قوم زمیندار ساکن لاہور۔ حافظ احمد الدین ولد مولوی اسد الدین ساکن لاہور قوم قریشی۔ حکیم عنایت اللہ ولد قاضی صدر الدین ساکن گجھیانہ دکن بجالی ضلع گوجرانوالہ یہ اشخاص میری حین حیات میں اور بعد میری وفات کے اختیارات و فرایض تولیت کو استعمال اور ادا کرینگے۔ ان متولیان میں سے جنرل کمیٹی فرقہ اہل قرآن اگر کسی کو نا قابل تولیت خیال کرے تو بجائے اس کے دوسرا کوئی شخص جو قابل خدمت تصور ہو۔ مقرر کر لیوے۔ اور جس روز سے میں نے مکان مذکور کو خاص فرقہ اہل قرآن کے لئے وقف کیا ہے۔ اس دن سے اکثر اہل قرآن نے اس مسجد میں غسل خانہ و

معذرت: رسیدات چندہ ماہوار و حساب انجمن رسالہ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء میں اور نہ اس میں درج نہیں ہو سکا۔ آئندہ کسی رسالہ میں حسب موقع درج ہوگا۔ انشاء اللہ

موضع وغیرہ تعمیر کرنے میں اعلیٰ درجہ کی سعی و کوشش کری ہے۔ اور آئندہ بھی وہ جس طرح چاہیں مسجد کی تو تعمیر کریں۔ لہذا اس دستاویز کو بطور وقف نامہ ترمیم دستاویز سابقہ مذکورہ بالا تحریر کر تا ہوں۔ کہ سند رہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے۔ کہ مکان مذکورہ جس کو میں نے وقف مسجد کیا ہے میں نے اپنا خود پیدا کردہ روپیہ سے خرید کیا ہے۔ اس لئے میری اولاد دکوان کے قائم مقاماں کو کسی صورت سے کوئی حق اعتراض نسبت وقف ہذا حاصل نہیں ہے۔ یہ مسجد صرف فرقہ اہل قرآن یعنی پیروان قرآن مطابق عقائد مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے لئے وقف کی گئی ہے۔ اور صرف اس فرقہ اہل قرآن کو اس مسجد میں نماز کیفیت نہ ہی ادا کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ کسی دیگر فرقہ اہل اسلام کو کسی صورت سے اس مسجد میں بطور خود علیحدہ اپنے عقائد کے مطابق نماز ادا کرنے یا دیگر فرائض دینی تلقین کرنے کا سوائے اجازت متولیان مذکور کے حق حاصل نہ ہوگا۔ مورخہ ۱۰۔ مارچ ۱۹۰۵ء ؂ دستخط و مہر احمد بخش عرضی نویس درجہ دوم ؂

گواہ شد العبد گواہ شد

بقلم خود کرم الدین کشمیری از منہالہ کلاں تحصیل و ضلع لاہور مذہب اہل قرآن	محمد چٹو ولد الٰہی بخش مقر نزکور بقلم خود سب سالی ۱۸۵۳۴۴۲	مرزا کرم اللہ بیگ سب پوسٹ ماسٹر کچہری لاہور ؂

دستاویز ہذا دیوان ہرنام داس صاحب قائم مقام سب رجسٹرار لاہور واقع ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مارچ ۱۹۰۵ء یوم جمعہ وقت دس بجے دن کے میاں محمد چٹو ولد میاں الٰہی بخش قوم شیخ ساکن لاہور کی طرف سے پیش ہوئی۔ دستخط میاں محمد چٹو پیش کنندہ۔ دستخط دیوان ہرنام داس صاحب قائم مقام سب رجسٹرار

میاں محمد چٹو ولد میاں الٰہی بخش قوم شیخ صدیقی ساکن لاہور نے تحریر و تکمیل دستاویز تمسک نامہ کی بابت بطور وقف ہذا کے ہمارے روبرو اقبال کیا اور نیز مکانات مندرجہ وثیقہ ہذا مالیتی تین ہزار روپیہ مسجد بطور وقف کر دینا اقبال کیا جس کو فتح محمد ولد حکیم نور الدین قوم شیخ ساکن لاہور موچی دروازہ و کرم الدین ولد پیر بخش قوم کشمیری ساکن موضع منہالہ کلاں نے شناخت کیا انکی نسبت اپنا اطمینان کر لیا ہے۔ بلکہ مقر کو ہم خود بھی جانتے ہیں۔

دستخط میاں محمد چٹو مقر دستخط فتح محمد گواہ بقلم خود کرم الدین گواہ از منہالہ کلاں تحصیل و ضلع لاہور دستخط منشی عمر الدین متولی۔ دستخط دیوان ہرنام داس صاحب قائم مقام سب رجسٹرار ؂ یہ دستاویز نمبر ۸۲ بہی نمبر ایک جلد ۲۲۳ میں ۲۰۷ تا ۲۰۹ صفحوں پر آج بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۰۵ء روز ہفتہ رجسٹر ہوئی۔

اطلاع: مسرد کہ انجمن اہل قرآن لاہور مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۱۰ء حسب تجویز جنرل کمیٹی شیخ محکم الدین ولد امام الدین پیشہ جوتہ فروش ساکن لاہور متولی کے فوت ہو جانے کے باعث ان کی بجائے شیخ احمد الدین ولد علم الدین پیشہ جوتہ فروش ساکن لاہور متولی مقرر کئے گئے ہیں۔ اور حکیم عنایت اللہ ولد قاضی صدر الدین ساکن گکھیانہ بھگن کھالی ضلع گوجرانوالہ کے عرصہ تک غیر حاضر ہونے کے سبب انکی بجائے منشی شہاب الدین ولد قوم ککےزئی ساکن لاہور متولی مقرر ہوئے ہیں۔ (متولیان مسجد اہل قرآن لاہور)

بنانے والے کاریگر کی حکمت سے اس کی ترکیب و ترتیب ہے۔ پھر انسان پر طرح طرح کے ہیبت ناک مصائب کا واقع ہونا جس کو وہ اپنی مرضی سے ہرگز کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ اس بات کا قائل کرتے ہیں۔ یعنی ایسی مصیبتوں کے وقت انسان بزبان حال اقرار کرتا ہے کہ اس کا کوئی مالک و حاکم ضرور ہے۔ اسی ذات واجب الوجود کا نام اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ الغرض جب ایسے واقعات انسان پر گزرتے ہیں جو اس کی خواہش کے سراسر خلاف اور انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔ تو یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے سوال ہوتا ہے الست بربکم جس کا بزبان مقال نہیں تو بزبان حال تو ہر ایک انسان ضرور ربوبیت اور وحدانیت پروردگار کا قائل و مقر ہو جاتا ہے۔ قالوا بلیٰ شہدنا۔ پس یہی پروردگار کی ایک عبادت و محبت ہوتی ہے۔ اور اس لیے کہ لوگ قیامت کے روز یہ نہ کہیں۔ کہ ہم کو اس کی کچھ خبر نہ تھی۔ یا ہم تقلیداً شرک کرتے رہے۔ ان تقولوا یوم القیٰمۃ انا کنا عن ھذا غٰفلین او تقولوا انما اشرک اٰباءنا من قبل وکنا ذریۃ من بعدھم الاٰیۃ اب ان آیات کو مع صحیح ترجمہ کے نقل کیا جاتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰي شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ع ۲۱	ترجمہ اور اے صاحب قرآن! تحقیق نکالتا ہے رب تیرا اولاد آدم سے میثاق کی پشتوں سے ان کی اولاد۔ اور جب وہ عاقل و بالغ ہو جاتے ہیں۔ تو گواہ بناتا ہے ان کو ان کے نفسوں پر اس طرح کر فرماتا ہے کیا میں نہیں؟ تمہارا (جسمانی اور ایمانی) پروردگار رہ وہ بزبان حال کہتے ہیں۔ کیوں نہیں ہم اقرار کرتے ہیں۔ (اور یہ اقرار اس لیے ہے کہ تم (شاید) کہو دن قیامت کے کہ تحقیق ہم اس (ربوبیت اور وحدانیت کے دلائل) سے غافل تھے۔ یا تم (یہ نہ) کہو کہ تحقیق شرک کرتے تھے ہمارے (ایمانی) باپ اور ہم ان کی اولاد تھے۔ (قدم بقدم) ان کے پیچھے (چلے) کیا (تو ہم کو پکڑتا ہے) پس ہلاک کرتا ہے بسبب اس عمل کے جس کو کیا ہے۔ اہل باطل نے اور اسی طرح ہم کھول کر

بیان کرتے ہیں۔ اپنی آیتیں۔ تاکہ ضرور ہی وہ (باطل) سے (بطرف حق) پھر آویں۔

ترجمہ کی صحت کے لیے اس آیت سے پہلے بھی بہت کچھ بیان کیا جا چکا ہے جہاں کہا گیا ہے۔ کہ یہ سوال و اقرار سب بزبان حال ہیں۔ اب ہم اس کی کسی قدر تشریح کرنا چاہتے ہیں۔

ترجمہ آیت میں سب سے پہلی غلطی یہ کی جاتی ہے۔ کہ اخذ کے معنے خاص (معنی) کے لیے

بیں - جن میں اس بات کو کسی ایک خاص وقت کا واقع خیال کیا گیا ہے بلکہ استمرار کے معنے سے ماضی مضارع حال و استقبال ہر زمانہ کو شامل ہے - یعنی اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں ان کو پیدا کرتا رہتا ہے - تو اس قسم کی قرآن کریم میں چند مثالیں بھی کی جاتی ہیں - جن میں لفظ ماضی ہے - مگر اس کے معنے میں استمرار ہے -

دو مثالیں - (۱) انزل من السماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقاً لكم (پ ۱۳ ع ۲) پس اس آیت میں بھی اخذ کی طرح انزل اور اخرج لفظ ماضی ہے - مگر وہ ہر زمانہ کو شامل ہے - یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں سے پانی اتارتا اور انگوریں نکالتا ہے - نہ کہ کسی خاص زمانہ جو بعد میثاق ہی میں اس نے پانی اتارا تھا - اور انگوریں نکالی تھیں - اسی طرح فرمایا ہے - (۲) وارسلنا الرياح لواقح فانزلنا من السماء ماءً فاسقيناكموه (پ ۱۴ ع ۲) اس آیت میں تین لفظ ماضی کے ہیں - ارسلنا - انزلنا - اسقینا - جو استمرار کے معنے سے ہر زمانہ کو شامل ہیں - چنانچہ مولوی نذیر احمد صاحب ان کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں - ہم ہی ہواؤں کو چلاتے ہیں - جو بادلوں کو پانی سے باردار کرتی ہیں - پھر ہم (ہی) آسمانوں سے پانی برساتے ہیں پھر ہم (ہی) وہ پانی تم لوگوں کو پلاتے ہیں کہ ایسا ہی فرمایا ہے - (۳) یا بنی آدم قد انزلنا عليكم لباساً يواري سوآتكم وريشاً (پ ۸ ع ۱) یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے لباس (کی چیزیں) پیدا کرتا ہے + ایک جگہ یوں فرمایا ہے (۴) سبح لله ما في السموات والارض یعنی جو چیز آسمانوں اور زمین میں ہے (جمادات نباتات و حیوانات) وہ ہر ایک (بزبان حال اللہ کی) تسبیح کرتی رہتی ہے + پس ان سب ماضی کے صیغوں کے جو معنے ہیں وہی اخذ کے ہیں - یعنی اللہ تعالیٰ نکالتا اور پیدا کرتا رہتا ہے - نہ کہ اس نے ایسا کبھی زمانہ گذشتہ میں ایک دفعہ کیا تھا -

واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى شهدنا کی نسبت ہم نے کہا تھا کہ یہ شہادت یعنی سوال و اقرار ربوبیت پروردگار سب حالی ہیں - اس کی بھی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں - جن سے اس قول کے بزبان حال ہونے کا کامل یقین ہو جاتا ہے - اور کسی قسم کا بھی شک و شبہ باقی نہیں رہتا - پارہ ۲۲ رکوع ۸ میں اللہ تعالیٰ نے سبا کے ذکر میں فرمایا ہے - کہ ہم نے اس کو بہت رونق دی - اس کے اور شام کے درمیان ایک دوسرے کے قریب قریب بہت سی بستیاں بسائیں - مگر انہوں نے شکران نعمت نہ کیا - بلکہ ایسے عمل کئے جس سے وہ بزبان حال کہتے تھے " فقالوا ربنا باعد بين اسفارنا " کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفر میں دوری ڈال (یعنی ان بستیوں کو برباد کر

اس قول کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمادی ہے۔ ظلموا انفسہم یعنی انہوں نے کہا کہ ہمارا یہ کام ... ولی اللہ صاحب نے بھی اس قول کو زبان حال لکھا ہے۔ پس گفتند یعنی بزبان حال کہ پروردگار ما دور نیست ... سیان سفوات ... یہی شاہ ولی اللہ صاحب ہیں جنہوں نے واذ اخذ ربک من بنی آدم الآیۃ کے ترجمہ پر یعنی عہد میثاق کی ترمیم کردی تھی۔ اگر وہ حدیث آپ کے گوش گذار نہ ہوئی ہوتی تو غالباً آپ وہاں بھی قالوا بلیٰ کے ترجمہ میں یعنی "بزبان حال" فرماکر کلام الٰہی کے اصل مطلب کو بیان کر دیتے۔ مگر یہ سب خرابیاں حدیثوں کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں جو مفسرین و مترجموں کی آنکھوں پر بھی پردے ڈال دیتے ہیں۔ خدا اس دشمن قرآن سے بچائے اور مسلمانوں کو ایسی رہبری سے آگاہ کرے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

اس قسم کی دیگر آیات یہ ہیں (۱) فقال لہا وللارض ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعین (پ ۲۴ ع ۱۶)، (۲) انما قولنا لشیء اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون (پ ۱۴ ع ۱۱) (۳) سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم (پ ۲۸ ع ۲۹)

محاورات عرب

قول بزبان حال ہر ایک ملک میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ دوسری زبانوں کو چھوڑ کر خاص زبان عرب کے محاورات کو ملاحظہ فرمایا جاوے۔ جس زبان میں کہ قرآن کریم اتارا گیا ہے۔ عربی لوگ کہا کرتے ہیں (۱) ھذا الطریق ینادیک کہ یہ راستہ تجھکو ندا کرتا ہے اور (۲) وتنادی بک الطریق کہ راستے نے تجھکو ندا کی۔ اور (۳) وتنادی النبت کہ نباتات نے ندا کی۔ اور (۴) اذا ما مشت نادی بما فی ثیابہا کہ جب وہ چلتی ہے تو جو چیز اس کے کپڑوں میں ہے ندا کرتی ہے۔ ان محاورات میں "راستہ" "نباتات" "ما فی ثیاب" کا ندا اور آواز کرنا جو بیان ہوا ہے۔ ظاہر اور مسلم ہے کہ وہ محض بحال ندا ہے کیونکہ یہ چیزیں فی الحقیقت آواز نہیں کرتیں۔ بلکہ ان کا حال ندا کرتا ہے۔ پس آیت زیر بحث میں واشھدھم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلی شہدنا میں بھی خدا کا انسانوں کو یعنی اس کا سوال کہ "میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں" اور لوگوں کا جواب "کیوں نہیں! آپ خدا تو ہمارا پروردگار ہے" یہ سوال اور اقرار و جواب سب بزبان حال ہیں۔ یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود تھا جس کو قرآن کریم اور محاورہ عرب کی مثالوں سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

مذکورہ بحث سے صاف ثابت ہوگیا۔ کہ روز میثاق ایک منگھڑت خیال ہے۔ حدیث میں جو اس کا ثبوت قرآن مجید سے بتایا گیا تھا۔ محض غلط اور بیکار ہے۔ پس یہ قصہ کہ روح روز میثاق میں پیدا کئے گئے۔ سراسر بے اصل ہے +

باب ۲ مضغہ میں روح پھونکی جانا[1]

فصل حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود کی تعریف

بخاری و مسلم کی ایک حدیث ذیل میں درج کی جاتی ہے جس میں روح کے جسم انسان میں باہر سے ڈالے جانیکا بیان ہے اور وہ یہ ہے :-

(۱) عن عبداللہ قال حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق ان احدکم یجمع خلقہ فی بطن امہ اربعین یوما نطفۃ ثم یکون فی ذالک علقۃ مثل ذالک ثم یکون فی ذالک مضغۃ مثل ذالک ثم یرسل الملک[2] فینفخ فیہ الروح الخ (بخاری و مسلم کتاب القدر)

ترجمہ - عبداللہ (ابن مسعود) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہم کو خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ جو سچے اور سچ بتلائے ہوئے ہیں بتلایا ہے کہ تحقیق تم میں ہر ایک آدمی کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے پھر اتنی مدت (چالیس دن) میں لہو کی پھٹکی ہو جاتا ہے پھر اتنی ہی مدت (چالیس دن) میں گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے۔ تو وہ (فرشتہ) اس میں روح پھونکتا ہے۔

اس حدیث اور ایسی ہی کئی دیگر احادیث سے جو صحیح تسلیم کی گئی ہیں - یہ بیان بڑی صراحت کے ساتھ موجود ہے - کہ نطفہ مرد ماعورت کے رحم میں چالیس دن تک ٹھہرا رہتا ہے - اس کے بعد چالیس دن میں لہو کی پھٹکی بن جاتا ہے - اور پھر چالیس دن میں گوشت کی بوٹی پھر اس مدت یعنی ایک سو بیس دن کے بعد فرشتہ آتا ہے - اور اس میں روح پھونکتا ہے -

ابن حجر صاحب فرماتے ہیں کہ الملک میں الف لام عہدی ہے جس سے وہ فرشتے مراد ہیں - جو رحموں پر مقرر ہیں - جیسا کہ روایات ذیل سے ثابت ہے (۱) روایت حذیفہ بن

فرشتہ کا رحم میں آنا

---

[1] قدامت ارواح کی بحث تناسخ کی بحث میں آئیگی - گو اس کو یہاں تعلق تھا - مگر چونکہ ہنود تناسخ کے معتقد زیادہ تر آریہ صاحبان ہیں اس لئے ان پر ایک ہی جگہ بحث ہوگی - انشاء اللہ - [2] بخاری میں ثم یبعث اللہ ملکا لکھا ہے - اور فینفخ فیہ الروح اس کے اس مقام پر ساقط ہے - مگر باب توحید میں شعبہ سے آدم کی روایت میں موجود ہے -

کتاب ملک انہوں کلاہ بالرحم (۲) روایت قطر بن خلد قد قولیب عود علیہا الملک
بعد ما اتمہا (۳) روایت ابی الزبیر ان ملک الارحام (۴) روایت انس وکل اللہ
ملکا بالرحم ۔ اس پر کرمانی صاحب یہ اعتراض اٹھاکر کہ جب رحموں پر فرشتے مقرر ہیں
اور وہ ہیں رات دن رہتے ہیں ۔ تو نطفے کے مضغہ ہونے کے وقت روح کے پھونکنے
کیلئے بعث وارسال تک کیسے صحیح ہوسکتا ہے ۔ خود ہی اس کا جواب یہ دیتے ہیں
کہ یہ فرشتہ موکل بالرحم کے سوا اور ہوتا ہے ۔ جو کہتا ہے ۔ یارب نطفۃ الخ یا اس سے
فرشتہ موکل کو اس کام پر مامور کیا جانا بھی مراد ہوسکتا ہے ۔ پہلے جواب سے ثابت ہوتا ہے
کہ رحم پر دو فرشتے جمع ہوتے ہیں ۔ ایک پہلے سے ہی مقرر ہوتا ہے ۔ اور ایک نطفہ کی تربیت
اور اس میں روح پھونکنے کے لئے آتا ہے لیکن اس پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کہ جب
تربیت و نفخ روح فرشتہ ثانی کرتا ہے ۔ تو پہلا فرشتہ وہاں کس کام میں مشغول ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہے
مگر عسقلانی صاحب اس اعتراض کا جواب اپنی طرف سے یہ دیتے ہیں ۔ جو قاضی عیاض صاحب
وغیرہ کا قطعی فیصلہ اور اعمش کی روایت ہے ۔ کہ جب نطفہ رحم میں ٹھہرتا ہے ۔ تو اخذھا
الملک بکفہ ۔ فرشتہ اس کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے ۔ اور کہتا ہے ۔ کہ اے میرے رب یہ
مذکر ہو یا مونث ۔ ۔ ۔ ۔ پس اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے ۔ کہ ام الکتاب (لوح محفوظ) کی طرف
جا ۔ اس میں اس نطفہ کا تمام حال تجھے مل جائیگا ۔ فرشتہ جاتا ہے ۔ اور تمام پتہ لیکر
آتا ہے ۔ پس فرشتے کے رحم میں بھیجے جانے کے یہی معنے ہیں ۔

ہمارے خیال میں شارحین کو اس اختلاف کے رفع کرنے کی بجائے مسلم
کی اس حدیث کی طرف خیال کرنا ضروری تھا ۔ جو احادیث مذکورہ بالا کے صریح خلاف ہے
جس کو رفع کرنا محال ہے ۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اس میں خاموشی سے کام لیا گیا ہے ۔

وہ حدیث یہ ہے ۔

عن حذیفۃ ابن اسید یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یدخل الملک علی النطفۃ بعد ما تستقر فی الرحم باربعین او خمسۃ واربعین لیلۃ (مسلم کتاب القدر)	ترجمہ ۔ حذیفہ ابن اسید سے روایت ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ فرشتہ نطفہ پر داخل ہوتا ہے ۔ جب کہ وہ رحم میں چالیس یا پینتالیس رات ٹھہرتا ہے ۔ مسلم کتاب القدر

اس حدیث کے موجب چالیس یا پینتالیس رات گذرنے پر فرشتہ نطفہ پر داخل
ہوتا ہے ۔ حالانکہ پہلی احادیث کے مطابق ایک سو بیس دن گذرنے پر فرشتہ آتا ہے ۔

بس ۴۰ چالیس اور کوئی نہیں بن سکتا سوائے اس کے کہ ۴۲ بیالیس اور ایک حدیث ہے جس میں پینتالیس کا ذکر ہے اس کے بھی برخلاف ایک اور حدیث ہے جس میں بیالیس کا حکم بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود ... قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا مر بالنطفۃ اثنتان واربعون لیلۃ بعث اللہ الیہا ملکا فصورہا وخلق سمعہا وبصرہا وجلدہا ولحمہا وعظامہا الحدیث (مسلم کتاب القدر)

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں جب نطفہ کو بیالیس راتیں گذر جاتی ہیں۔ تو اس کی طرف اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے۔ تو وہ فرشتہ اس کی صورت بناتا ہے اور پیدا کرتا ہے اس کے کان اور اس کی آنکھیں اور اس کی کھال اور اس کا گوشت اور اس کی ہڈی۔

جب ہمارے اہل حدیث بھائی سرسری نظر سے ان احادیث کو پڑھینگے تو پھولے نہیں سمائیں گے۔ اور کہیں گے کہ سبحان اللہ حدیث کیسے بڑے نکات بیان کرتی ہے۔ مگر جب ان کے مطلب کو حلق سے ذرا نیچے اتار دیں گے۔ تو افسوس اور شرم کے مارے جیتے ہی مرجائیں گے۔ ہم اس بات کو مکروہ جانتے ہیں۔ کہ ان کی اور ان کی بی بیوں کے رحم میں ایک ایک فرشتہ ہمیشہ مقیم رہتا ہے۔ جو چار دیواری میں بند رہتی اور پردے سے تمام زیب وزینت چھپائے رکھتی ہیں۔ اور غیروں کو اپنا منہ تک دکھانا پسند نہیں کرتیں۔ حالانکہ فرشتے بھی ان کے غیر محرم اور عباد اللہ ہیں۔ بل عباد مکرمون اگر ان کی بھی عقل وحیا پر تقلید کے پردے نہ پڑ گئے ہوں۔ تو یہ سنکر وہ غرق ہو جائیں گی لیکن اگر ان کو یہ گوارہ ہے۔ اور وہ پسند کرتے ہیں اور یہ پڑھکر خوش ہوتے ہیں۔ کہ وہ تو کسی خاص وقت میں اپنی عورتوں کے پاس جاتے ہیں۔ مگر فرشتے ہمیشہ ان کی بی بیوں کے رحموں پر جمے ہوئے ہیں۔ تو مبارک ہو! ان کو اور ان کی پاکدامن بیبیوں کو۔ ہاں اس قدر ہم پوچھے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ نطفہ کی تربیت اور اس میں روح پھونکنے کے لئے تو ہاں نوکر فرشتہ کی ضرورت ہے۔ مگر آگے پیچھے فرشتے کے وہاں بیٹھے رہنے کی کیا غرض؟ شاید خدا کی تسبیح وتحمید کے لئے وہ جگہ زیادہ پاک ہو؟ شرم!

حدیث میں جس قدر طول ہے وہ سب کا سب فضول ہے۔ چہ جائیکہ اپنی اختلاف تمام۔ بلکہ اس کے اصل کا بھی ابہام ہے۔ حدیث سے صرف اس قدر ہی پتہ ملا کہ فرشتہ نطفہ کو ٹھیرتے ہی ہاتھ پر رکھ لیتا ہے۔ اور اس میں روح ڈالنے کے لئے

... کرتا ہے۔ مگر اس بات کو بالکل نہیں بتایا کہ پہلے نطفہ کو بنانے والا کون فرشتہ ہے۔ اور وہ کہاں اتنا معتبر ہے۔ ایک حدیث نطفہ بن جانا علیل مردمیں۔ کیونکہ حدیثیں تو سب کام کرنے والے فرشتے ہیں۔ انسان کی خلقت بنانے والے فرشتے پیدا کرنے والے فرشتے نکالنے والے فرشتے بلکہ خود خدا کو اٹھانے والے فرشتے آٹھ چار کو قیامت کو آٹھ۔ غرض کل خدائی اور خود خدا کو سنبھالنے والے فرشتے ہیں۔ معاذ اللہ حاشا ثم حاشا۔ اگر احادیث مذکورہ بالا صحیح ہیں۔ اور اہل حدیث انکو ضرور صحیح کہیں گے۔ کیونکہ وہ اصح الکتب صحیح بخاری میں لکھی ہوئی ہیں۔ تو بتاؤ کہ آیات مندرجہ ذیل کا کیا مطلب ہے۔ حدیث کچھ کہتی ہے یا قرآن جو حدیث کے خلاف ہمیں یہ خبر دیتا ہے۔

قولہ تعالیٰ:۔

ترجمہ۔ تحقیق آیا ہے۔ اوپر انسان کے ایک وقت زمانہ سے جبکہ وہ کوئی چیز قابل ذکر و شمار نہیں ہوتا۔ تحقیق ہم پیدا کرتے ہیں ہر ایک انسان کو نطفہ ملے ہوئے سے ہم پیدا کرتے ہیں۔ اسکو سننے والا دیکھنے والا۔	ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا۔ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنہ سمیعا بصیرا (پ ٢٩۔ ع ١٩)

پس قرآن کہتا ہے۔ کہ نطفہ سے انسان محض خدا ہی اپنے اسباب قدرتی سے بناتا ہے۔ انا خلقنا الانسان من نطفۃ مگر حدیث اس کے خلاف چلتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ نہیں نطفہ سے انسان تو فرشتہ بناتا ہے۔ آنکھ۔ کان۔ چمڑا۔ گوشت۔ ہڈی سب فرشتہ بناتا ہے۔ اور وہی اس میں روح ڈالتا ہے۔ (خلق الملک سمعھا وبصرھا وجلدھا ولحمھا وعظامھا) پس خدا تو فرشتہ کی کسی خلقت میں شریک بھی نہ رہا۔ لیکن قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کے مطابق فرشتہ کسی کام میں خدا کا شریک نہیں خلقت انسان بنانا محض خدا ہی اپنی قدرت کاملہ سے بناتا ہے۔ پس جب قرآن و حدیث دونوں مخالف ہو گئے۔ جیسا کہ ان کا دستور ہے تو اس کا جواب آپ کی زبان ہونٹوں سے نکلنا تو بہت مشکل ہے۔ کہ قرآن کے مخالف ہونے کے سبب حدیث منسوخ و مردود ہے البتہ اس کا جواب بے شک آپ کے پاس لاجواب ہے۔ السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ کہ حدیث قرآن پر حاکم ہے۔ تو قرآن کا حکم منسوخ اور حدیث کا ثابت و سالم ہے جو آپ کو مبارک ہو مگر ہم سے انصاف یا غور و فہمی حدیث کو قرآن کی تفسیر نہ کہہ سکا تکذیب ہے۔ اگر ...

یہ حدیثیں قرآن کے مخالف ہیں۔

خ جیسا کہ ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیہ کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں۔

دائرۂ اسلام سے رہا سہا بھی قدم باہر ہو جائے ۔

اہل حدیث کہیں گے ۔ کہ دیکھو حدیث میں خلقت انسان کا کس قدر واضح بیان ہے ۔ مگر ہمارے خیال میں یہ سب ادھورا بیان ہے ۔ اور اللہ کا کلام ۔ روح کو فرشتہ کہاں لاتا ہے ۔ اور کس وقت لاتا ہے ۔ روح کہاں رکھی ہیں ۔ یا فرشتوں کے ہاتھوں میں تقسیم کر دی گئے ہیں ؟ کچھ پتہ نہیں ملتا ۔ اور ہے کیونکر ؟ سب انسانی کلام مملو بالسہو و نسیان ہے ۔ نہ خدا کی وحی ۔ نہ اس کا ارشاد ۔ نہ اس کے کلام کے مطابق ۔ بلکہ سراسر مخالف کا ایسا ہی حالہ ہو تو کیا ہو ۔ المختصر اس قسم کی سب احادیث ایک تو اس لئے باطل اور محمد رسول اللہ سلام علیہ پر افترا و بہتان ہیں ۔ کہ آپس میں ہی جیسی کہ اسکی طرح ہے ۔ ایک دوسری کی مخالف ہیں دوسرے ان کے بے سر و پا اور مجمل و مبہم بیان ہیں ۔ تیسرے مضامین فحش ہیں ۔ چوتھے قرآن کریم کے مخالف ہیں ۔ پانچویں قرآن کریم کے اصل مسئلہ متعلقہ روح کے متضاد ہیں ۔ جن کا بیان ابھی آتا ہے ۔ اور جسے بڑھ کر وہ غلط بات ہے ۔ اور ان احادیث کے جھوٹا ہونے کی کافی دلیل ہے ۔ جو ایسی احادیث کے آخری حصہ میں موجود ہے ۔ کہ اسی وقت فرشتہ آدمی کا نیک و بد ہونا اور اس کا گناہ و نیکی کرنا لکھ لیتا ہے ۔ اور ماں کے پیٹ میں ہی کسی کو دوزخی بنا دیتا ہے ۔ اور کسی کو بہشتی ۔ پس اسی کے مطابق انسان نیک و بد کام کرتا ہے ۔ اور اسکے برعکس کچھ بھی نہیں کر سکتا ۔ یہ ایسا گروہ ہو قرآن مجید کے مخالف مسئلہ ہے ۔ جو تمام اسلام اور اس کے لانے والے انبیاء ذو الاکرام کے آنے کو لغو اور فضول محض بنا دیتا ہے ۔ فھذا بہتان عظیم ۔

فصل ۔ روح اور اس کی پیدائش کا حل قرآن مجید سے ؛

جب یہ ثابت ہو چکا کہ حدیث کا بیان کہ روح روز میثاق میں پیدا کئے گئے اور کہ فرشتہ کی معرفت معتہ میں ڈالے جاتے ہیں ۔ محض غلط ہے ۔ تو روح اور اسکی پیدائش کا حل قرآن مجید سے مفصلاً بیان کرنا ہمارا فرض ہے ۔ قرآن مجید کو تشریح جسم انسان سے . . . . کوئی غرض نہیں اور نہ ہی وہ طب جسمی کے علمی حصہ کو حل کرنے کی خاطر نازل ہوا ہے ۔ لیکن جہاں جہاں اللہ تعالے نے انسان کی ہستی کا ذکر فرمایا اور منکرین قیامت کو اپنی قدرت کا نقشہ دکھاتا ہے ۔ وہاں روح کا مسئلہ جس میں اختلافات بے شمار پھیل گئے ہیں ۔ واضح ہو جاتا ہے ۔ اور ان تمام اختلافات کا قطعی اور یقینی فیصلہ نظر آتا ہے ۔ ایک سچے مسلمان کی آیات قرآن پڑھ کر پوری تسلی ہو جائیگی ۔ اور مخالفین کا دیگر عقلی و نقلی دلائل سے اطمینان کرنے کی کوشش کی جائیگی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا

(پ۱۷ - ع ۸)

ترجمہ لوگو! اگر تم کسی قسم کے شک میں ہو قیامت کے روز پھر اجی اُٹھنے میں تو اپنی پہلی خلق پر غور کرو کہ تحقیق ہم تم کو پیدا کرتے ہیں مٹی ذلیل دسی چیز) سے۔ پھر اس سے (بنے ہوئے) ملے ہوئے نطفہ سے پھر اس (نطفہ) سے (بنی ہوئی) لہو کی پھٹکی سے پھر اس (پھٹکی) سے (بنی ہوئی) بوٹی (پہلی حالت میں) صورت دار اور (پچھلی حالت میں) بے صورت بنی ہوئی سے[1] (پہلی خلق کی طرف توجہ دلایا گیا) تاکہ (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر لینے کی قدرت) تمہارے لئے ظاہر کریں۔ اور ہم ٹھہرا رکھتے ہیں، عورتوں کے رحموں میں جس (نطفے) کو ہم چاہتے ہیں، ایک مدت مقررہ تک، پھر ہم تم (لوگوں) کو نکالتے ہیں چھوٹا سا لڑکا پھر (تم کو بڑا کرتے ہیں) تاکہ تم پہونچ جاؤ، اپنے کمال کو اور (تم لوگوں) میں سے بعض انسان (بڑا ہونے سے) پہلے فوت کیا جاتا ہے۔ اور بعض پھیرا جاتا ہے، خراب ترعمر میں کہ آخر کار نہیں جانتا باوجود بڑے معلومات کے بہت باتیں +

جو لوگ قیامت کے منکر ہیں۔ ان کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی زبردست دلیل دی ہے۔ یعنی ان کی پہلی خلق کا فوٹو کھینچ کر دکھایا ہے۔ کہ تمہاری پیدائش کی ابتدا مٹی ہے۔ کیونکہ انسان کی غذا یا نباتات ہے یا حیوانات۔ لیکن حیوانات کی بھی غذا نباتات ہے جو زمین سے نکلتی ہیں۔ پس انسان کی اصل غذا نباتات ہوئی۔ ان کے کھانے سے خون پیدا ہوتا ہے۔ خون سے نطفہ۔ نطفہ جب رحم میں قرار پکڑتا ہے۔ تو چند مدت تک علقہ (لہو جما ہوا) بن جاتا ہے۔ پھر مضغہ غیر مخلقہ (بوٹی بے صورت) پھر مضغہ مخلقہ (بوٹی صورت دار) ہو جاتا ہے۔ پھر مدت معین پر طفل ہو کر باہر نکلتا ہے۔ پھر کوئی فوت ہو جاتا ہے۔ اور کوئی جوان ہوتا ہے۔ اور کوئی ارذل العمر تک پہونچ کر سٹھرا بہترا بن جاتا ہے۔ اس امر واقع کا مذکورہ بالا آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ گو نطفہ پر بڑھتے بڑھتے ایک ایسی حالت آجاتی ہے کہ اس سے گوشت و پوست

---

[1] یہاں تقدیم و تاخیر ہے۔ کیونکہ پہلے مضغہ غیر مخلقہ یعنی بے صورت ہوتا ہے پھر مخلقہ یعنے صورت دار اصل مقصود مضغہ مخلقہ سے تھی جس سے روح پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو مقدم الذکر کر دیا۔ اور ایک حالت بیان کرنے کے لئے غیر مخلقہ کا بھی بعد میں ذکر فرما دیا۔ ۱۲

استخوان، رگیں وغیرہ پیدا ہو جاتی ہیں۔ مگر اسکی پیدائش کا ابتدا مٹی ہے۔ اسی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فانا خلقنکم من تراب لوگو! میں تم کو مٹی سے بناتا ہوں۔ پس لوگوں کی ہر ایک چیز جو ان میں موجود ہے۔ کیا اعضا مفرد یا مرکب یا اخلاط اور جواہر روح وغیرہ ان سب کی پیدائش محض تراب ہی ہے۔ یعنی جس طرح لوگوں کی دوسری سب چیزیں مٹی سے بنتی ہیں زمینی نباتات کے کھانے سے خون، خون سے نطفہ، نطفہ سے علقہ، علقہ سے مضغہ پھر اس سے غشا، رباط، عظم، غضروف، شرائیں، اوردہ، اعصاب، اعضلہ، وتر وغیرہ بن جاتے ہیں۔ اسی طرح روح بھی جس سے تکلم و تحرک بالارادہ اور تعقل ہوتا ہے، محض تراب ہی سے بنتی ہے۔ یہ بات آیت منقولہ بالا کے بالکل خلاف ہے۔ کہ انسان کی اور سب چیز تراب اور پھر نطفہ وغیرہ سے بنتی ہے لیکن روح نطفہ سے نہیں بنتی۔ بلکہ وہ کوئی علحدہ پہلے سے ہی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ جو مضغہ میں ڈالی جاتی ہے۔ یا اس میں سرایت کر جاتی ہے۔ جب کوئی شخص روح و عقل کا ملہ کے بغیر احکام و ارشادات الٰہی کا مکلف اور مخاطب ہی نہیں بن سکتا۔ تو یہ کس قدر غلط بات ہے۔ کہ جس روح و عقل کاملہ کے سبب انسان مخاطب و مکلف ہوتے ہیں۔ اور جن کے موجود ہونے سے ان کو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے تمکو مٹی اور پھر نطفہ سے بنایا تو انسانوں کا اور سب کچھ تو مٹی سے ہی بنا ہو لیکن اصل سمجھنے سوچنے اور غور کرنے والی چیز (روح و عقل کاملہ) مٹی سے نہ بنی ہو۔ بلکہ وہ اس مٹی کے پتلہ میں باہر سے لاکر داخل کی گئی ہو یا اس میں خود بخود سرایت کر گئی ہو۔

منھا خلقنکم و فیھا نعیدکم و منھا نخرجکم تارۃ اخریٰ (ﷺ ع ۱۲)	ترجمہ۔ اس زمین ہی سے ہم تم کو پیدا کرتے ہیں اور اسی میں ہم تم کو لوٹا دیتے ہیں اور اسی سے ہم تم کو جزا و سزا کے لئے نکال لیں گے، دوسری دفعہ۔

اس آیت میں بھی پہلی آیت کی طرح ارشاد ہے۔ کہ لوگ زمین سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ کہ میں جیسا کہ انسانوں کا ہر ایک عضو وغیرہ داخل ہے۔ ویسا ہی بلکہ سب سے پہلے روح بھی داخل ہے۔ کیونکہ اسی سے انسان اور پھر مکلف اور مخاطب بنتا ہے جب انسان کی دوسری سب چیزیں زمین یا نطفہ سے بنتی ہیں۔ تو روح بطریق اولیٰ اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس قسم کی بے شمار آیتیں قرآن مجید میں موجود

ے منھا جار مجرور خلقنکم کا متعلق ہے۔ متعلقات فعل کا حق فعل کے بعد آنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ مفعول کا حق عمل لیکن جب پہلے آجائے تو بموجب تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر والاہتمام، فائدہ حصر اور اہتمام کا دیتا ہے منھا خلقنکم میں فائدہ اہتمام کا نہیں بلکہ حصر کا ہے۔ جیسا کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین میں۔ ترجمہ تحت میں ملحوظ ہو۔

پہلی سے اظہر من الشمس طور پر ثابت ہے کہ انسانوں کی ہر ایک چیز مٹی ہی سے ہے۔ کسی آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے روح کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اور کسی جگہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ روح مٹی کے علاوہ کسی اور چیز سے پیدا ہوتی ہے۔

(۳) هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا (پ ۷)
ترجمہ۔ اللہ (تعالیٰ) وہ (قادر مطلق) ہے جو پیدا کرتا ہے تم (لوگوں) کو گیلی مٹی سے۔ پھر مقرر کرتا ہے تمہاری زندگی کی مہلت۔

پہلی آیات میں ارض اور تراب کا لفظ آیا تھا۔ اور اس آیت میں طین کا لفظ آیا ہے۔ تراب، خشک مٹی کو کہتے ہیں اور طین تر مٹی کو۔ پہلے تراب ہوتی ہے جب اس میں پانی مل جاتا ہے۔ تو وہ طین ہو جاتی ہے۔ جس سے انگوریاں نکلتی اور پھولتی، پھلتی ہیں۔ ماقبل کی ربط و مناسبت کے سبب کسی موقع پہلی حالت کے لحاظ سے تراب یا ارض کا لفظ آتا ہے۔ اور کسی موقع طین وغیرہ کا۔

(۴) هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا (پ ۲۴ ع ۱۲)
ترجمہ۔ اللہ (تعالیٰ) وہ (قادر مطلق) ہے جو تم (لوگوں) کو پیدا کرتا ہے مٹی (ذلیل سی چیز) سے پھر اس (سے بنے ہوئی) نطفہ سے پھر اس سے (بنے ہوئے) لہو جمے سے پھر تم کو نکالتا ہے، لڑکا۔

(۵) وَاللَّهُ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا (پ ۲۲ ع ۱۴)
ترجمہ اللہ تعالیٰ تم (لوگوں) کو پیدا کرتا ہے مٹی (ذلیل سی چیز) سے پھر اس (سے بنے ہوئے) نطفہ سے پھر بناتا ہے تم کو جوڑے (مذکر و مونث)۔

(۶) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً . . . . . . فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ (پ ۱۸ ع ۱)
ترجمہ اور البتہ تحقیق ہم بناتے ہیں ہر ایک انسان کو خلاصہ گیلی مٹی کے پھر ہم کرتے ہیں اس کو نطفہ مرد و عورت سے ملا ہوا (پھر اس کو ہم ٹھہراتے ہیں) بیچ قرار گاہ (رحم) کے جو نطفہ کے نگاہ رکھنے والا ہے پھر ہم بناتے ہیں اس نطفہ کو خون جما ہوا۔ پھر ہم بناتے ہیں اس خون بستہ کو بوٹی پھر ہم بناتے ہیں اس (بوٹی) سے طرح طرح کی ہڈیاں۔ پس ہم پہناتے ہیں ان ہڈیوں پر گوشت وغیرہ مثل اعصاب، اوردہ، شرائین کی، پھر ہم بناتے ہیں اس سے عمدہ بناوٹ اور یعنی روح سو بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو بنانے میں بہت اچھا ہے تمام بنانے والوں سے۔

خلقنا المضغۃ عظاماً کے معنے کئے گئے ہیں "بناتے ہیں اس مضغہ سے طرح طرح

کی ہڈیاں" یعنی المضغتہ کے پہلے من مقدر مانا گیا ہے۔ کیونکہ تمام مضغہ ہڈیاں
بن جاتا بلکہ اس کے بعض اجزا ہڈیاں بنتے ہیں اور بعض دیگر سے اعصاب، شرائین
اوردہ، وتر، رباط، غضروف وغیرہ۔ اسی طرح انشانٰہ خلقا آخر میں ضمیرہ کے پہلے
بھی من مقدر ہے۔ اس لئے کہ تمام مضغہ مخلقہ (صورت دار ہوئی) خلقا آخر یعنے روح نہیں
بن جاتا۔ بلکہ اس سے روح بنتی ہے جب تک ان دونو جگہ من مقدر نہ مانا جاوی
آیت کے معنی ہرگز صحیح نہیں بن سکتے من حرف جارہ ہے جو کلام عرب اور قرآن مجید
میں اکثر مقدر کیا جاتا ہے۔ جیساکہ آیت واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا
(پ ۹ ع ۹) میں۔ کہ قومہ کے پہلے من مقدر مسلّم ہے (ای واختار موسیٰ من قومہ
عموماً تمام مفسرین مانتے ہیں کہ خلقا آخر سے مراد روح ہے۔ پس انشانٰہ خلقا آخر
سے نہایت صراحت اور وضاحت سے ثابت ہو گیا۔ کہ جیسے انسان کی دوسری ہر ایک
چیز نطفہ سے ہی بنتی ہے ویسے ہی روح بھی صرف نطفہ ہی سے جبکہ وہ مضغہ اور پوری
شکل ہو جاتا ہے، بنتی ہے۔ جس طرح گوشت و پوست اور ہڈیاں وغیرہ باہر سے نہیں ڈالی
جاتیں اور نہ ہی باہر سے سرایت کرتی ہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ وہ قادر مطلق نطفہ سے۔۔
ہی بنا دیتا ہے۔ اسی طرح روح بھی کسی روح خانہ سے نہیں لائی جاتی اور نہ باہر سے
اس میں سرایت کرتی ہے۔ بلکہ اس کو بھی نطفہ سے ہی اپنی قدرت کاملہ سے اللہ تعالیٰ
بناتا ہے۔ یعنی سلالہ طین سے نطفہ، نطفہ سے علقہ، علقہ سے مضغہ، مضغہ سے ہڈیاں
خاص کر ارواح وغیرہ وغیرہ پیدا ہوتی ہیں۔

دیگر آیات کلام مجید جن میں انشا کا لفظ آیا ہے۔ نقل کی جاتی ہیں۔ ان سے
آیت مذکورہ کے الفاظ زیر بحث ثم انشانٰہ خلقا آخر کی تشریح، توضیح اور بھی زیادہ
ہو جائیگی۔ وھی ھذا :- وانشانا من بعدھم قرنا آخرین (پ ۱۷ ع ۱) تفسیر
جلالین میں یوں لکھا ہے :-

وانشانا خلقنا من بعدھم قرنا قوما آخرین۔ خیرا منھم " ترجمہ شاہ ولی اللہ
صاحب :- "پیدا کردیم بعد از ایشاں امتے دیگر" +

ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب :- "اور کھڑی کی ان کے پیچھے اور سنگت" +

اسی طرح انشا کا لفظ پ ۱۷، ۲۶، ۱۹ وپ ۱۰، ۲۶، ۳ وپ ۲۰، ۶، ۹ وپ ۲۷، ۶، ۱۴
میں آتا ہے۔ جس کے معنی کوئی پیدا کرنا کوئی کھڑا کرنا کرتے ہیں۔ اور ان سے کوئی
معنے لیکر ثم انشانٰہ خلقا آخر کے معنے کئے جائیں۔ تو مطلب وہی نکلتا ہے جو پہلے

ہے۔ مثلاً اگر کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نطفہ سے روح پیدا کرتا ہے یا کوئی ... یا بناتا ہے۔ تو سب معنوں سے روح کا مطلقہ نطفہ سے پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے
اللہ تعالیٰ کی نسبت احسن الخالقین (یعنی وہ تمام بنانے والوں سے اچھا بنانیوالا ہے) اسی لئے لایا گیا ہے۔ کہ بے شک لوگ بھی جانوروں کی تصویریں بنا لیتے ہیں۔ پر اسی مردہ مٹی سے وہ قادر مطلق جو روح پیدا کرلیتا ہے۔ یہ کسی کی طاقت نہیں۔ یہ اسی قادر قیوم کا ہی خاصہ ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین +

اب اس مضمون کی دیگر آیات جن میں انسانوں کی ہر ایک چیز اور خاصکر انسانیت کے باعث روح کا تراب یا نطفہ سے پیدا کیا جانا مذکور ہے۔ بغرض اختصار بلا ترجمہ نقل کی جاتی ہیں +

(۷) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (۱۴/۱۱) +(۸) اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى (۲۹/۱۸) +(۹) قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا (۱۵/۱۵) +(۱۰) اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (۲۳/۴) +(۱۱) اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (۲۹/۲۰) +(۱۲) قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ۝ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ (۳۰/۵) +(۱۳) وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝ (۲۷/۷) +(۱۴) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (۲۷/۱۱) +(۱۵) فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝ (۲۳/۵) +

فصل ۳۔ روح کے بارہ میں مسلمانوں کے مختلف خیالات

ان منطقی و فلسفی مسلمانوں پر سخت افسوس ہے۔ جو انسان کی تعریف تو حیوان ناطق کرتے ہیں۔ لیکن انسان کے نطق و حیاتی کے باعث روح کی خلقت نطفہ سے نہیں سمجھتے۔ حالانکہ مذکورہ بالا آیات میں انسان ہی کے نطفہ سے پیدا کئے جانے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں۔ پس جب وہ انسان کی دوسری سب چیز نطفہ سے بنی ہوئی خیال کرتے ہیں۔ تو روح جو انسانیت کا باعث ہے۔ بطریق اولیٰ نطفہ سے ہی بنا ہوا ان کو یقین کرنا چاہئے تھا۔ علامہ فخر الدین صاحب رازی بھی جو کسی کسی جگہ تقلید کی پٹی آنکھوں سے اتار دیتے ہیں اپنی تفسیر کبیر میں بذیل آیت (۲) ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین الخ

علامہ فخر الدین رازی

تبارک اللہ احسن الخالقین ایسا ہی تحریر فرماتے ہیں۔ وبھذا کالشائع
بطلان قول الفلاسفۃ الذین یقولون ان الانسان شیٔ لا ینقسم وانما
بجسم۔

حکیم مولوی نورالدین صاحب سے بھی ایک جگہ اتفاقی طور پر یہ بات نکل گئی ہے
کہ اس تفرقہ کا باعث جس سے ایک لڑکا بیمار دوسرا تندرست ہے۔ نا ملائم عناصر ہیں۔
اس لئے کہ انسانی اور حیوانی روح یا تو عناصر کا خلاصہ ہیں یا عناصر کا خلاصہ نہیں بلکہ حقیقۃً
عناصر کا خلاصہ ہے۔

مولوی نورالدین صاحب

سرسید مرحوم نے اپنے رسالہ المنظر فی بعض مسائل الامام الغزالی میں
بذیل الروح وحقیقتہا، امام صاحب سے روح کی جو تعریف نقل کی ہے۔ اور روح کے بارہ
میں جو ان کا اعتقاد تھا۔ اس کو مختصر طور پر مع جواب کے لکھا جاتا ہے۔

امام غزالی اور سرسید مرحوم

اعتقاد۔ (۱) روح عرض یعنی قائم بالغیر نہیں بلکہ وہ ایک جوہر یعنی قائم بالذات
ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے پیدا کرنے والے کو جانتی اور معقولات کو پالیتی ہے۔

جواب۔ جب قرآنی آیات سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ روح مادہ سے بنتی ہے۔ تو یہ کہنا
قرآن مجید کے مخالف اور غلط ہے کہ روح قائم بالذات ہے۔ قائم بالغیر میں عقل کا نہ ہونا بھی
ایک بے دلیل دعوے ہے۔ جس طرح ہر ایک چیز قائم بالغیر میں کوئی نہ کوئی خواص اللہ تعالیٰ
نے پیدا کئے ہیں۔ مثلاً دھوپ جو سورج سے قائم ہے۔ بے شمار فوائد پہنچاتی اور اپنا اثر
ڈالتی ہے۔ آگ جو لکڑیوں وغیرہ سے قائم ہے۔ کتنی چیزوں کو جلاتی ہے۔ دیکھنا جو آنکھوں
سے قائم ہے، وہ مبصرات کو پالیتا ہے۔ نباتات بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہیں۔ پس
جس طرح دیگر مرکبات میں سے کوئی نہ کوئی ایسے خواص اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں جو
عناصروں میں بحالت بسیط نہیں ہیں اسی طرح روح جو مادہ انسان سے قائم ہے۔ اس میں
تعقل اور تحرک بالارادہ کا خاصہ اس قادر مطلق اور احسن الخالقین نے رکھا ہے۔ اس لئے
وہ معقولات کو پالیتی اور اپنے پیدا کرنے والے کو جانتی ہے۔ اور اس سے اس کا قائم بالذات
ہونا لازم نہیں آتا۔ جیسے ہر ایک چیز قائم بالغیر کے خاصہ پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ قائم
بالغیر میں نہیں پایا جاتا اسی طرح روح کے خاصہ (تعقل و تحرک) پر بھی ایسا کہنا صریح
باطل ہے۔

اعتقاد۔ (۲) اور نہ وہ جسم ہے۔ کیونکہ جسم کے دو چار دس بیس حصے ہو سکتے ہیں
لیکن روح تقسیم ہونے کے قابل نہیں۔ وہ واحد ہے۔

۱۴ اسلئے یہ جوہر ہے عرض نہیں۔ سلہ دیکھو رسالہ رد تناسخ ۔ دلیل نہ تحقیق مولانا مولوی صاحب موصوف

جواب :- سرحدی علاقوں میں وظالم لوگوں کا پتا نشانہ کئے آدمیوں نے دیکھا ہے جنہوں نے آتش سے اتو سے سخت پتا دیئے۔ پھر کسی عاجز مسافر کی جب گردن کاٹ کر گردن وتنورہ بدن کے کٹنے کی جگہ کو ان تو۔۔ں پر رکھدیا جس سے جریانِ خون بند ہو گیا اور اس کا دم اندر ہی اندر رہا۔ تو وہ گردن علیحدہ اور دوسرا بدن علیحدہ مدت تک تڑپتا اور حرکت کرتا رہا۔ جو روح کا کام ہے۔ دور کیوں جاتے ہو کسی گرگٹ کی دم کاٹ دو وہ دم دیر تک حرکت کرتی رہے گی۔ پس روح تقسیم ہونے کے قابل ہے۔ لہٰذا وہ جسم ہے گو لطیف ہے۔

اعتقاد (۳) وہ متحیز یعنی جگہ گھیرے ہوئے بھی نہیں ہے۔ جیسے کہ ہر ایک جسم بقدر اپنے جسم کے جگہ گھیرے ہوئے ہے۔ کیونکہ غیر متحیز تقسیم کے قابل ہوتی ہے۔ حالانکہ روح تقسیم ہونے کے قابل نہیں۔

جواب :- وہ جگہ گھیرے ہوئے کیوں نہیں گو جسم لطیف ہے۔ مگر اپنی لطافت کے مناسب ضرور جگہ گھیرے ہوئے ہے۔ اور جسم محدود کے اندر موجود ہے۔ اس کا ناقابلِ تقسیم ہونا بھی باطل ہے۔ جو اعتقاد نمبر ۲ کے جواب سے ظاہر ہے۔

اعتقاد (۴) روح انسان کے بدن میں نہ تو داخل ہے نہ خارج نہ اس سے ملی ہوئی نہ جدا۔ کیونکہ یہ سب باتیں متحیز اور جسمدار چیز سے علاقہ رکھتی ہیں۔ اور ان باتوں سے روح میں کوئی بھی نہیں ہے۔

جواب :- روح بدن میں نہ داخل ہو نہ خارج نہ ملی ہوئی نہ جدا، عجیب بات ہے جب روح حادث اور مخلوق ہے تو اس کی نسبت ارتفاع نقیضین کا خیال بالکل محال ہے۔ پس وہ بالضرور جسم میں موجود ہوتی ہے۔ نہ اس سے خارج ہے اور نہ جدا۔

اعتقاد (۵) وہ کسی جہت میں بھی نہیں ہے۔ اور نہ کسی جگہ میں حلول کئے ہوئے ہے۔ کیونکہ یہ باتیں عرض یعنی قائم بالغیر اور جسمدار چیز سے علاقہ رکھتی ہیں۔ اور روح جسم و عرض ہونے سے پاک ہے [1]

جواب :- روح کا جگہ و جہت سے انکار کرنا بھی صریح غلط ہے۔ وہ تمام جسم میں موجود

[1] :- مگر واضح ہو کہ امامیہ اور حنبلی یعنی حضرت امام احمد حنبل کے پیرو روح کو جسم مانتے ہیں۔ اور اشاعرہ اور معتزلہ اس کا جسم تو نہیں مانتے مگر اس کے لئے جہت کا ہونا تسلیم کرتے ہیں۔
(المنظر مولفہ ۔۔۔)

ہوتی ہے۔ یا وہ جان نہیں ہوتی اس کو مردہ عضو یا بے جان جسم کہا جاتا ہے
امام صاحب کے روح کی نسبت اپنے اعتقاد جسے پانچ نمبروں میں دکھایا ہے
خود سرسید مرحوم تحریر فرماتے ہیں۔ "تو یہی سب صفتیں خدا کی ذات پاک کی ہیں۔ اور
اس سے لازم آتا ہے کہ روح بھی خدا کی مانند ہے۔ "اس کا جواب امام صاحب یہ دیتے
ہیں۔ کہ خدا میں بھی یہ صفتیں ہیں۔ مگر یہ صفتیں خدا کی مخصوص صفتوں میں سے
نہیں ہیں[1]۔ نیز روح کی ان صفات سے جو امام صاحب نے بیان کی ہیں۔ روح کا قدیم
اور غیر مخلوق ہونا لازم آتا ہے۔ اور اس کا جو جواب امام صاحب نے دیا ہے۔ سر سید
مرحوم نے خود عجیب طرح کا جواب فرمایا ہے جس کے بعد آپ لکھتے ہیں "امام صاحب کا
مذہب یہ ہے کہ ارواح بشری قبل وجود ابدان کے موجود نہیں ہیں۔ بلکہ بعد وجود ابدان
کے حادث ہوتی ہیں جیسے صورت آئینہ میں۔ کیونکہ اگر قبل وجود ابدان کے موجود ہوں
تو دو حال سے خالی نہیں یا تو کل انسانوں کے لئے روح واحد ہوگی۔ یا کثیر پھر ایک لمبی
دلیل لکھتے ہیں۔ اور ثابت کرتے ہیں کہ قبل وجود ابدان، روح کا واحد ہونا یا کثیر ہونا
دونوں باطل ہیں۔ جب وہ دونوں باتیں باطل ہوئیں۔ تو روح کا قبل وجود ابدان موجود
ہونا باطل ہوگیا" اس میں کوئی اصل اعتراض کی بات ہے تو یہ ہے۔ کہ روح وجسم
کو صورت و آئینہ سے مثال دینا صحیح نہیں۔ بلکہ اس سے اصل دعوے بھی باطل ہو جاتا
ہے۔ کیونکہ صورت آئینہ سے پہلے موجود ہوتی ہے۔ اور آئینہ کے موجود ہونے پر اس میں
نظر آتی ہے۔ پھر روح وجسم کو آپس میں جو تعلق ہے۔ وہ صورت و آئینہ کو مطلق تعلق
نہیں۔ روح، جسم سے پیدا ہوتی ہے۔ برخلاف صورت کے کہ آئینہ میں صرف نظر آتی ہے
نہ کہ اس سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص آنکھیں بند کی ہوئی کھولے تو اسے روشنی
نظر آجاتی ہے۔ لیکن اس کی اور صورت و آئینہ کی مثال کو روح وبدن سے کوئی بھی تشبیہ
نہیں ہے۔ امام صاحب کے اعتقاد کے موجب، جب روح بدن کے موجود ہونے پر
حادث ہوتی ہے تو یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ جسمی مادہ سے بنتی ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ
امام صاحب صراحت سے بیان کرتے ہیں۔ جس کو سرسید مرحوم متعجبانہ تحریر فرماتے ہیں
مگر تعجب ہے۔ کہ امام صاحب نے اپنی کتاب المضنون بہ علی اہلہ میں روح کی یہ تعریف
لکھی ہے "کہ وہ ایک جسم لطیف ہے۔ اخلاط کے بخار سے مرکب اور اس کا منبع دل

[1] خدا کی کل صفات مخصوص ہیں۔ خدا کی صفات کو مخصوص اور غیر مخصوص قرار دینا صحیح نہیں ہے (سرسید م)

رکھنے [illegible] ان کتابوں کے ماننے میں نہیں ہوتا۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ قرآن مجید [illegible] کا مجموعہ ہے۔ پس جو شخص تمام قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ ہر ایک پارہ پہلے دوسرے تیسرے تا تیسویں پر بھی ایمان رکھتا ہے۔ گو وہ علیحدہ ان کو پڑھتا ہو یا نہ ہو۔ پس قرآن کریم جو تمام آسمانی کتابوں کا مجموعہ ہے۔ مسلمانوں کو اس تکلیف مالایطاق کی ترغیب نہیں دیتا کہ وہ تمام انبیائے سابقین کے صحف کی تلاش کریں اور پھر ان میں سے غلط اور صحیح کی چھان بین کریں۔ حالانکہ محمد رسول اللہ سلام علیہ سے پیشتر بے شمار نبی ہوئے ہیں۔ جن میں سے بعض کے نام قرآن مجید میں بتائے گئے ہیں۔ ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك منهم من قصصنا عليك اور دوسروں کے نام بھی قرآن کریم میں نہیں آئے۔ ومنهم من لم نقصص عليك (پ۲۴۔ ع۱۲) اور صرف چند ایک پہلی کتابوں کے نام قرآن مجید میں ملتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہر ایک نبی پر کتاب الٰہی اترتی رہی ہے۔ فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين وانزل معهم الكتب (پ۲۔ ع۱۰) پس یہ کس قدر مشکل بلکہ ناممکن بات ہے کہ ان تمام رسولوں کی کتابیں جن کے نام سے بھی ہم ناواقف ہیں۔ اور ان کی کتابوں سے بالکل بے خبر ہیں روئے زمین سے تلاش کرنے اور ان کو پڑھنے پڑھانے کا حکم ہم کو دیا جاتا۔ اس لئے ہمارے اس مہربان عالم الغیب اور آسمانی کتابوں کے اتارنے والے (خدا) نے ایسی تمام تکالیف کے رفع کرنے کی خاطر جیسا کہ اسکی ہدایت اور رحمانیت کا مقتضا تھا۔ خود ہی تمام مفتریات اور مخترعات سے پاک باتیں جو پہلے نازل کی تھیں۔ قرآن مجید میں جمع کر دی ہیں۔ اور اسی لئے فرمایا ہے کہ یہ قرآن مجید تمہارے لئے کافی ہے۔ اولم يكفهم انا انزلنا عليك الكتب يتلى عليهم (پ۲۱ ع۱) اس کے سوا بغرض تعمیل کچھ نہ پڑھو انما امرت ان اعبد رب هذه البلدة الذي حرمها × × × وان اتلو القرآن (پ۲۰ ع۳) الیہ قرآن کریم مسائل دین (یعنی اصول۔ فروع فرض ونفل مباح سب) بیان کرنے والا ہے۔ ونزلنا عليك الكتب تبيانا لكل شيء (پ۱۴ ع۱۸) پس اب صاف ظاہر ہو گیا کہ اہل قرآن قرآن کے ہوتے ہوئے بے شک کسی دیگر آسمانی کتاب کے درس و تدریس کے لئے مامور نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے درس سے خواہ تحریف وغیرہ سے مبرہ و منزہ ہی کیوں نہ ہوں بالکل مستغنی ہیں۔ گو وہ ان کتابوں کو مانتے اور قرآن مجید پر عمل کرنے سے اُن پر بھی عمل کرتے اور ایمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے سب مسائل منزلہ من اللہ اس میں مذکور وموجود ہیں۔ یومنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك وغیرہ اس قسم کی تمام آیات بینات

کا یہی مطلب ہے۔ اور بس۔ جس کے برخلاف بعض مسلمانوں کے خیالات پر
کرتے ہیں یعنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو تورات و انجیل کے حق میں لکھا
اثمهما اکبر من نفعهما اس کا جواب دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔ "لیکن اب جو
قرآن کو مکذب کتب سابقہ قرار دیا تو جیسا کہ واجب تھا۔ اہل کتاب نے اس کو جھوٹا اور
مردود کہا۔ کیونکہ جو تصدیق کا دعوےٰ کرکے تکذیب کرے اس سے زیادہ جھوٹا کون ہو سکتا
ہے۔" ہمارے خیال میں مرزا صاحب نے بھی قرآن مجید کے اصل مطلب کو جس طرح کہ مناسب
تھا ادا نہیں کیا۔ اور آپ بھی اس کے منشاء کو نہیں سمجھے۔ قرآن مجید بے شک ان کتابوں
کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں۔ یعنی جو باتیں پروردگار نے قرآن مجید سے پہلے اتاری ہیں
تصدیق کرتا ہے۔ لیکن ان باتوں کا قرآن کریم مصدق ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ جو اہل کتاب
کی منگھڑت اور تحریف ہیں۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں جو ایک ذرہ برابر بھی خلاف واقع
بات بتانے والا نہیں، اکثر مقامات پر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سورہ بقر میں ان کی تحریف
پر یوں تنبیہ فرماتا ہے۔ افتطمعون ان یؤمنوا لکم وقد کان فریق منهم یسمعون
کلام اللہ ثم یحرفونه من بعد ما عقلوه وهم یعلمون اور پھر اس سے آگے بڑی
صراحت کے ساتھ ان کو اپنے پاس سے باتیں بنانے اور لکھنے اور اس کو کتاب الٰہی قرار
دینے کا ذکر کرتا ہے۔ فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیهم ثم یقولون هٰذا من
عند اللہ لیشتروا به ثمنا قلیلا فویل لهم مما کتبت ایدیهم وویل لهم
مما یکسبون ۝ اور پھر ان کی اس قدر دلیری کی وجہ بھی ساتھ ہی بتا دی۔ وقالوا لن
تمسنا النار الا ایاما معدودة قل اتخذتم عند اللہ عهدا فلن یخلف اللہ عهده
ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون (پ۱ ع۹) اور پھر سورہ آل عمران میں بھی اہل کتاب
کو تنبیہ کرتے ہوئے یاهل الکتٰب لم تلبسون الحق بالباطل وتکتمون الحق
وانتم تعلمون ان کے مختلف فریقوں میں سے ایک ایسے فریق کا ذکر فرماتا ہے جو
منگھڑت باتوں کو اللہ کی باتیں بتاتے تھے۔ وان منهم لفریقا یلوٗن السنتهم بالکتٰب
لتحسبوه من الکتٰب وما هو من الکتٰب ویقولون هو من عند اللہ وما هو من عند اللہ
ویقولون علی اللہ الکذب وهم یعلمون (پ۳ ع۶) ایسا ہی فرمایا ہے من الذین
هادوا یحرفون الکلم عن مواضعه (پ۵ ع۴ اور پ۶ ع۷ و ۱۰) پس ایسی باتوں
کی قرآن کریم بے شک تکذیب کرتا ہے۔ جو اہل کتاب نے اپنے پاس سے بنا کر کتاب
الٰہی میں شامل کر دی ہیں۔ اور جو انہوں نے تحریف کی ہے۔ اس بات کے تفصیل

رکھنے کے لیئے کہ کون کون سی تحریف اہل کتاب نے کی ہے - اور کیا کیا باتیں انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر کتاب الٰہی میں داخل کرکے ان کے منجانب اللہ ہونے کا دعوٰی کر دیا ہے - بہت سے وقت اور طوالت کی ضرورت ہے - سردست نمونہ کے طور پر دو تین باتیں عرض کرتے ہیں - داؤد سلام علیہ کے متعلق عہد نامہ عتیق[1] کے کتاب ۲ سموئیل باب ۱۱ میں لکھا ہے " اور ایک دن شام کو ایسا ہوا - کہ داؤد اپنے بچھونے پر سے اٹھا اور بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا - اور وہاں سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی - اور وہ عورت نہایت خوب صورت تھی - تب داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے کو آدمی بھیجے - انہوں نے کہا کہ کیا وہ الغام کی بیٹی بنت سبع حتے اوریاہ کی جورو نہیں ؟ اور داؤد نے لوگ بھیج کے اس عورت کو بلا لیا - چنانچہ وہ اس پاس آئی اور وہ اس سے ہم بستر ہوا - کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہوئی تھی اور وہ اپنے گھر کو چلی گئی ؛ اور وہ حاملہ ہو گئی - سو اس نے داؤد پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں اور داؤد نے یواب کو کہلا بھیجا کہ حتی اوریاہ مجھ پاس بھیج دے - سو یوآب نے اوریاہ کو داؤد پاس بھیج دیا اور صبح کو داؤد نے یواب کے لیئے ایک خط لکھا اور اوریاہ کے ہاتھ میں دیکے اسے بھیجا + اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریاہ کو سخت لڑائی کے وقت اگاڑی کیجیو - اور اس کے پاس سے پھر آئیو تاکہ وہ مارا جائے اور جان بحق ہو - اور ایسا ہوا کہ یواب جو اس شہر کے گرداگرد کی حالت کو دیکھنے گیا - تو اس نے اوریاہ کو ایسے مقام پر جہاں اس نے جانا کہ جنگی لوگ وہاں ہیں مقرر کیا - اور اس شہر کے لوگ نکلے اور یواب سے لڑے اور وہاں داؤد کے خادموں سے تھوڑے سے لوگ کام آئے اور حتی اوریاہ بھی مارا گیا (آیت ۲ تا ۱۷) بھلا قرآن مجید ایسی گندی باتوں کی کب تصدیق کر سکتا ہے - وہ تو نبیوں کو نیک بتاتا ہے - اور داؤد سلام علیہ کا نام لیکر ان کی نیک بختی کی شہادت دیکر ومن ذریته داؤد وسلیمٰن وایوب ویوسف وموسیٰ وھٰرون وکذالک نجزی المحسنین (پ ۷ ع ۱۶) ان کو اس تمام افترا و بہتان سے پاک و بری ثابت کرتا ہے - اور اس سارے فسانہ کی تکذیب کرتا ہے - قرآن مجید اس بات کو ثابت کرتا ہے - کہ اللہ کے نبیوں کو جو حکم ملتا رہا وہ اس کی جیسا کہ حق تھا - تعمیل و تکمیل کرتے رہے - لیکن اس مقام (عہد نامہ عتیق) سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی ہی خدا کی نافرمانی کرتے تھے - زنا کرنا اور ہمسایہ کو قتل کرا دینا - کس قدر ظلم کی بات ہے - جب نبی کا یہ حال ہو تو امت کا خدا حافظ - حالانکہ اسی (عہد نامہ عتیق) میں زناہ کی سخت ممانعت کی گئی ہے - اور ہمسایہ کا بہت سا حق بتایا گیا ہے دیکھئے " تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تاکہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تیرا تجھے

[1] اہل کتاب کے نزدیک انجیل سے پہلے جس قدر الہامی کتابیں ہیں ان کے مجموعہ کا نام عہد نامہ عتیق رکھتے ہیں -

دیتا ہے۔ وہ ماز ہو دے۔ تو خون مت کر۔ تو زنا مت کر۔ تو چوری مت کر۔ تو اپنے پڑوسی کو گواہی مت دے۔ تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ مت کر۔ تو اپنے پڑوسی کی جورو اور اس غلام اور اس کی لونڈی اور اس کے بیل اور اس کے گدھے۔ اور کسی چیز کا جو تیرے پڑوسی کی ہے لالچ مت کر۔ (خروج باب ۲۰۔ آیت ۱۲ تا ۱۷) استثنا باب ۵ آیت ۱۷ تا ۲۱)

داؤد سلام علیہ کے متعلق اس سے اگلے باب میں دو چار آیتیں قابل دید ہیں۔ جس میں داؤد کو اس فعل کی سزا بتائی جاتی ہے "اور خداوند یوں فرماتا ہے۔ کہ دیکھ میں ایک آفت کو تیرے ہی گھر سے تجھ پر اٹھاؤنگا۔ اور میں تیری جوروں کو لیکے تیری آنکھوں کے سامنے تیرے ہمسائے کو دونگا۔ اور وہ اس آفتاب کے سامنے تیری جوروں کے ساتھ ہمبستر ہوگا۔ کیونکہ تو نے تو چھپے ہوئے کیا پر میں سارے بنی اسرائیل کے سامنے اور آفتاب کے سامنے یہ کرونگا۔ (آیت ۱۱ و ۱۲)" کیسے عدل و انصاف کی بات ہے۔ کہ داؤد نے ہمسایہ کی عورت سے ہمبستری کی ہے۔ تو خدا فرماتا ہے۔ کہ اس کے عوض میں تیری عورتوں کے ساتھ تیرے ہمسایہ سے ہمبستری کراؤنگا۔ مگر اس قدر ناانصافی پھر بھی ہوگئی۔ کہ داؤد نے تو چھپ کر اور ہمسایہ کی صرف ایک عورت کے ساتھ ہمبستری کی۔ لیکن خدا بروئے عام داؤد کی متعدد بیویوں کے ساتھ ایک ہمسایہ کو ہمبستر کرانے کی خبر دیتا ہے۔ قربان ایسے خدا پر!۔ اور پھر اس کی ایسی معقولانہ تعلیم پر! اہل قرآن ایسی مہذبانہ تعلیم پر کیا ایمان لا سکتے اور قرآن کو اسکا مصدق قرار دے سکتے ہیں؟ پس خوب یاد رکھو کہ قرآن مجید بے شک ایسی لغو باتوں کا مکذب ہے۔ خواہ لکھنے والے کہاں تک ہی اس کے کلام آلہی ہونے کا دعوے کریں۔ مگر قرآن مجید ایسی کلام اور اس کے قائل کی نسبت فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ فرماتا۔ اور وما ھو من الکتب کا فیصلہ دیتا ہے۔ پس قرآن مجید مصدق تو ہے کلام آلہی کا اور مکذب ہے مفتریات ومخترعات وتحریفات اہل کتاب کا۔ فتدبروا۔ داؤد سلام کے ساتھ ہم ایک اور نبی کا کچھ حال بیبل مقدس سے نقل کرتے ہیں۔ جس کی صداقت کا آپ خود اندازہ لگا سکینگے۔ کہنے کی حاجت نہیں۔ وھو ھذا: "اور لوط صغر سے اپنی دو بیٹیوں سمیت نکلکر پہاڑ پر جا رہا۔ کیونکہ صغر میں رہنے سے اسے دہشت ہوئی۔ اور وہ اور اسکی دونو بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پلوٹھی نے چھوٹی سے کہا۔ کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے۔ اور زمین پر کوئی مرد نہیں۔ جو تمام جہان کے دستور کے موافق ہمارے پاس اندر آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے[1] پلا دیں۔ اور اس سے ہمبستر ہو دیں۔ تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو انہوں نے اسی

[1] یعنی شراب۔ کیا لوط کی شراب غذا تھی۔ کہ وہ پاس رکھتے تھے۔ اور صغر سے نکلتے وقت ہمراہ لائے تھے یا آپ خود بنا لیتے تھے۔ کچھ جواب دو ہر ایک پر اعتراض پڑتا ہے۔

... اپنے باپ کو مے پلائی - اور بلوٹھی اندر گئی - اور اپنے باپ سے ہمبستر ہوئی پر اس نے
اس کے لیٹتے اور اٹھتے وقت اسے نہ پہچانا - اور دوسرے روز ایسا ہوا کہ بلوٹھی نے
چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہمبستر ہوئی - آؤ آج رات بھی اسکو
مے پلائیں - اور تو بھی جا کے اس سے ہمبستر ہو کہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں -
سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی اٹھ کے اس سے ہمبستر
ہوئی - اور اس نے اس کے لیٹتے اور اٹھتے وقت اسے نہ پہچانا - سو لوط کی دونو بیٹیاں
اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں + اور بڑی ایک بیٹا جنی اور اس کا نام موآب رکھا - وہ
موآبیوں کا جواب تک ہیں باپ ہوا - اور چھوٹی بھی ایک بیٹا جنی - اور اس کا نام
بن عمی رکھا - وہ بنی عمون کا جواب تک ہیں - باپ ہوا - (پیدائش باب ۱۹ - آیت
۳۰ تا ۳۸) اگر فرض کر لیا جاوے - کہ معاذ اللہ اللہ کے نبی ایسے ہی خراب تھے -
تو خدا کو اپنی پاک وحی میں ایسی پلید باتوں کے ذکر کی کیا حاجت تھی - اور نبیوں کے
ایسے حالات دکھا کر عام لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنے کی کیا ضرورت تھی - پھر اس کو اللہ
کی کلام بنانا اور اس پر آیات کے نمبر لگانا کس قدر ظلم کی بات ہے - ہم جانتے ہیں کہ
عبارات بائیبل مقدس منقولہ پر ہمارے مہذب ناظرین اعتراض کریں گے - اور کہیں گے
کہ کیوں ایسے فحش کلام کو اس رسالہ میں درج کیا گیا ہے - مگر کیا کریں مجبور ہیں - پس تو آپ
معاف فرمائیں - اور آگے رسولوں کی رسالت یعنی احکام الٰہی میں سے ایک معقولانہ موقع
پر نگاہ کریں - جہاں جانوروں کی حرمت کا بیان ہے - اور جس کا اسی باب میں مؤلف حرمت
حار کے بائیبل میں مفصل طور پر موجود ہونے کا حوالہ دیتے ہیں - یعنی احبار باب ۱۱ میں - حرام
پرندوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے - "اور ان سے تم ناپاک ہو گے - جو کوئی ان میں سے
کسی کی لاش کو چھوویگا - تو وہ شام تک ناپاک رہیگا + اور جو کوئی ان میں سے کسی کی
لاش کو اٹھاوے تو وہ کپڑے اپنے دہووے اور شام تک ناپاک رہیگا" (آیت ۲۴ تا ۲۸)
پھر چارپایوں میں سے حرام جانوروں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہے - "جو کوئی ان کے ...

سلہ آپ کو اس قدر ہوش تو ہو کہ زنا کر لیں - پر اُسے پہچانیں نہیں - محض غلط ہے - کوئی حرج راستے پر نہ تھی جبکہ خیال سے آپ نے ایسا کبیرہ گناہ کر لیا ۱۲ سلہ ان فقروں نے شناخت کی ضرورت بھی کیا تھی - جماع کرتے وقت پہچانا ہوگا
سلہ جبکہ تمام زمین پر کوئی مرد نہیں تھا - اور نہ عورت تو انہوں نے اپنی والدہ یا کسی سے ہم بستری کی ہوگی جس سے ان کی
نسل چلی ہی .

کسی کی لاش کو چھوئیگا۔ تو وہ شام تک ناپاک رہیگا۔ اور جو کوئی ان میں سے کسی (۴) لاش کو اٹھاوے۔ وہ کپڑے اپنے دھووے اور وہ شام تک ناپاک رہیگا (آیت ۲۷ و ۲۸) پھر رینگنے والے جانوروں کی نسبت حکم ہے۔ سب رینگنے والوں میں سے یہ تمہارے لئے ناپاک ہیں۔ جو کوئی ان کے مرے ہوئے کو چھوئیگا تو وہ (۵) شام تک ناپاک رہیگا۔ اور جس چیز پر ان میں سے کوئی مرکر گر پڑے تو وہ چیز ناپاک ہوگی۔ خواہ لکڑی کا برتن ہو خواہ کپڑا خواہ چمڑا خواہ ٹاٹ۔ ہر ایک قسم کا برتن جو کام میں آیا ہو تو ضرور ہے کہ پانی میں ڈالا جاوے۔ اور (۶) شام تک ناپاک رہیگا۔ (آیت ۳۱ و ۳۲) پھر حلال جانوروں کی بابت ذکر ہے۔ اور جب ان حیوانوں میں سے جن کا کھانا تم کو حلال ہے کوئی مرے تو اس کی لاش کا چھونے والا (۷) شام تک ناپاک ہوگا۔ اور جو کوئی ان میں سے کسی کی لاش کو کھاوے تو وہ اپنے کپڑے دھووے اور (۸) شام تک ناپاک رہیگا۔ اور جو کوئی ان میں سے کسی کی لاش کو اٹھاوے وہ اپنے کپڑے دھووے اور (۹) شام تک ناپاک رہیگا (آیت ۳۹ و ۴۰) نو دفعہ "شام تک ناپاک رہیگا" کے الفاظ آئے ہیں۔ جس میں کوٹ کوٹ کر فلاسفی بھری ہوئی ہوگی۔ مگر اسے ہم دریافت کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ اہل کتاب میں سے کوئی فلاسفر اس کو واضح طور پر بیان کر دیگا۔ ہماری دانست میں نہیں آتا۔ کہ شام تک کی کیوں حد باندھی گئی ہے۔ نہا بھی لے کپڑے بھی دھو لے مگر شام تک ناپاک رہیگا۔ کیا معنے رکھتا ہے۔ ایک شخص تو ناپاک جانوروں اور ان کی لاشوں کے چھونے یا اٹھانے یا کھانے سے شام کے بعد ایک گھنٹہ گذر جانے سے ناپاک ہوتا ہے۔ تو شام تک تیئیس گھنٹے ناپاک رہیگا۔ اور دوسرا شخص جو شام کے پہلے ایک گھنٹہ اسی طرح ناپاک ہوا ہے۔ تو وہ صرف ایک گھنٹہ ناپاک رہیگا[له]۔ کیا اچھا انصاف اور عدل ہے۔ معلوم نہیں کہ تمام وقتوں سے شام میں کیا سرخاب کا پر ہے۔ کہ جب تک ناپاک انسان پاک نہیں ہوتا۔ ایسی نامعقول باتیں جب بائیبل میں دیکھی جاتی ہیں جو وہ خدا کی وحی بتائی جاتی ہیں۔ تو اس پر ناچار یحرفون الکلم عن مواضعہ اور یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ کہنا پڑتا ہے۔ جو خبر خداوندی بالکل حق اور سچ ہے ومن اصدق من اللہ قیلا۔ سرسید مرحوم بھی جن کی نسبت اسی رسالہ میں آپ نے لکھا ہے۔ سرسید ایسا ثقہ راوی تھا کہ اگر وہ قطبین کے سفر سے واپس آکر وہاں کے حالات سناتا تو بھی اس کی بات کا اعتبار کر لیا جاتا اور جن کی کتاب تبیین الکلام کا حوالہ جابجا کتب سابقہ کے غیر مبدل اور غیر محرف ہونے

له لاش کو کھانے والے اور اٹھانے والے پر ایک ہی حکم ہے۔ سراسر ناانصافی ہے ۱۲ منہ لیکن اگر کوئی شخص [illegible]

لیئے آپ نے دیا ہے۔ اپنی تفسیر القرآن کے شروع اختلاف قرأت میں فرماتے ہیں۔ "توراۃ اور صحف انبیا کے اور انجیل کے قلمی نسخے جواب دنیا میں موجود ہیں۔ وہ آپس میں نہایت مختلف ہیں۔" پھر اس کے آگے لکھتے ہیں۔ "قرآن مجید کے اختلاف قرأت کو اور توراۃ و صحف انبیاء و زبور و انجیل کے اختلاف عبارت کو یکساں قرار دینا دیدہ و دانستہ ایک غلطی کرنا ہے۔ ریورنڈ مسٹر ہارن مختلف عبارتوں کا ذکر لکھتے وقت لکھے ہیں۔ کہ "دو یا زیادہ مختلف عبارتوں میں صرف ایک عبارت صحیح ہو سکتی ہے۔ باقی خواہ تو دیدہ و دانستہ تبدیل کی گئی ہونگی۔ یا وہ نقل کرنے والوں کی غلطیاں ہونگی۔" پھر وہ یہودی اور عیسائی کتب مقدسہ میں اختلاف ہونے کے چار سبب لکھتے ہیں اوّل:۔ لکھنے والے کی غفلت یا غلطی دوم:۔ جن نسخوں سے نقل کی گئی ہو ان کا غلط یا ناقص ہونا۔ سوم:۔ نقل کرنے والے کا بلا کافی و معتبر سند کے اصل عبارت میں صلاح دینا۔ چہارم:۔ دیدہ و دانستہ کسی خاص فریق کی تائید کے لئے عبارت کا بگاڑ دینا۔" عبارتوں کے بگاڑنے کا تو کیا ذکر یہاں تو کتابوں کی نسبت بھی اختلاف ہے جیسا کہ آپ خود مولوی رحمت اللہ صاحب کی کتاب اظہار الحق سے نقل کرتے ہیں۔ "پہلی قسم کی کتابوں کے مجموعہ کو عہد عتیق کہتے ہیں۔ دوسری قسم کی کتابوں کے مجموعہ کو عہد جدید اور دونوں عہدوں کے مجموعہ کو بائیبل کہتے ہیں۔ یہ لفظ یونانی ہے۔ جس کے معنے ہیں الکتاب۔ پھر ان دونوں عہدوں میں سے ہر ایک کو دو دو قسم پر منقسم کرتے ہیں۔ پہلی قسم وہ جس کی صحت پر جمہور قدما مسیحی نے اتفاق کر لیا تھا دوسری قسم وہ جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا۔ لیکن عہد عتیق کی قسم اول میں ۳۸ کتابیں ہیں۔ جو نزدیک جمہور قدما مسیحین کے مسلم رہی ہیں۔ اور سامری ان میں سے صرف سات کتابوں کو تسلیم کرتے ہیں۔" جب اپنے گھر والوں کا یہ حال ہے۔ تو غیر (مسلمان وغیرہ) جو کچھ کہیں بجا اور قابل تعجب نہیں ہے۔

"عیسائی قرآن کے مداح" کے ذیل میں آپ لکھتے ہیں۔ عیسائیوں میں ایسے لوگ ہمیشہ موجود رہے۔ جن کی شان میں یہ صادق آیا الذین اٰتینٰھم الکتٰب یعرفونہ

ملہ علاوہ بریں ... سے پہلے ... یہ فرمایا ہے جن لوگوں کو کافی وسائل حاصل ہے۔ واقعی سامان مہیا کوئی بڑا کتب خانہ ... ہوا تھا خاص عربی دان مولوی حافظ محدث ہر دم گرد و پیش بیٹھے رہتے تھے بحث مباحثہ درس تدریس کا بازار گرم تھا۔ فرصت تھی ... سلہ صفحہ ۷ کالم ۱ ... ریورنڈ مسٹر ہارن

کما یعرفون ابناءھم × × × اور اس وقت بھی ایسے لوگ کم نہیں ہیں۔ جن کی تعریف میں فرمایا۔ فالذین اتینٰھم الکتٰب یفرحون بما انزل الیک × × × چنانچہ شام مصر وروم میں خرسطفورس جبارہ دمشقی ایک مشہور عالم ہیں۔ جنہوں نے کئی کتابیں وفاق الادیان فی التوراۃ والانجیل والقرآن پر عربی زبان میں لکھ کر شائع کیں۔ وہ ان سب کتابوں کو دین میں متحد اور متفق سمجھتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ آپ نے ان آیات پاک کے مصداق بننے کی کوشش نہیں کی۔ قرآن مجید کو اس کے دعاوی اور حقیقت کے خلاف اس کے مجمل اور ناقص ثابت کرنے میں متعدد اوراق نگرفضول سیاہ کر ڈالے۔ اور ایسے ہی کئی عیسائی اسلام کے ساتھ اعلےٰ درجہ کا حسد وعناد رکھنے والے ہو گذرے ہیں۔ اور ان کی تصانیف اس بات کا کافی ثبوت موجود ہیں۔ چنانچہ دیباچہ میں پادری عماد الدین صاحب کی نسبت آپ خود لکھتے ہیں۔ "پادری صاحب نے دین محمدی کے خلاف دفتر کے دفتر لکھ ڈالے تھے۔ اس لئے ان کے نام کے ساتھ ایک تعصب چلا آتا ہے۔ جس نے ان کی اس قابل داد محنت سے مسلمانوں کو فائدہ اٹھانے نہیں دیا۔ پس آپ خود انصاف کر سکتے ہیں۔ کہ جب عیسائیوں میں ایسے بزرگ بھی چلے آتے ہیں۔ جو دین محمدی اور دین عیسوی کے درمیان جنگ کراتے ہیں۔ اور ایک نبی (مسیح علیہ السلام) کے مقابلہ میں دوسرے نبی (محمد علیہ السلام) کی ہتک پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ تو وفاق الادیان فی التوراۃ والانجیل والقرآن پر کتابیں لکھنے والے اور ان کتابوں کو دین میں متحد اور متفق سمجھنے والے بیچارے پادریوں کی امید گو وہ کیسے بر آسکتی ہیں۔ ہاں اگر تمام پادری ایک زبان ہو کر اسلام (قرآن مجید) کی تکذیب کو چھوڑ دیں اور اس کے مومن و عامل بن جاویں۔ تو ممکن بلکہ ضرور ہے۔ کہ مسلمان اور عیسائی آپس میں مصافحہ کرنے پر تیار ہو جائیں۔ جیسا کہ مولوی امام الدین صاحب ساکن منٹگمری کی کتاب مسلمات دین اور شیخ چراغ الدین ساکن جموں کی منارۃ المسیح کی عبارات کو نقل کرنے کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "شکر کی بات ہے کہ لوگوں کے ذہن دوبارہ منور ہو چلے مسلمان اور عیسائی پھر آپس میں مصافحہ کرنے کو تیار نظر آتے ہیں" صرف زبانی باتوں پر ایسی امیدیں خام ہیں۔ جبتک کہ اختلافی مسائل پیش ہو کر ان کا فیصلہ نہ ہو جائے اور مسلمان و عیسائی عملاً متحد نہ ہو جائیں +

انجمن اہل قرآن لاہور کی ایک ضروری

[illegible]

قابل توجہ شائقین ترجمۃ القرآن

آپ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اس انجمن نے جیسا کہ اس کا نام بتارہا ہے۔ خدمت قرآن مجید کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ یہ ایک اہم اور بڑا بھاری کام ہے اور جس قدر محنت اور جانفشانی سے کیا جائے تھوڑا ہے یہ انجمن اپنی توفیق اور بساط کے موافق کوشش کررہی ہے۔ جو کچھ ہوا ہے یا ہورہا ہے گو وہ بھی بحالات موجودہ غنیمت اور احسان الٰہی ہے۔ لیکن وہ بالکل ناکافی ہے ابھی بہت سا کام باقی ہے جس کا ہونا ضروری ہے مگر سردست اس کا ہونا بوجہ قلت زر بہت مشکل ہے۔ سب سے بڑا ضروری کام ہماری رائے میں یہ ہے کہ قرآن کریم کا صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ شائع کیا جائے جو محاورات ولغت وقواعد زبان عرب کے موافق ہو۔ اور احادیث و روایات کی بنا پر جو غلطیاں تراجم قرآن میں راہ پکڑ گئی ہیں اور جو اسلام کی ہنسی کا باعث ہورہی ہیں قرآن کا اُن سے پاک ثابت کیا جائے۔ مولوی عبداللہ صاحب ایسا ترجمہ کرنے کی محنت و مشقت اٹھانے کو تیار ہیں مگر اس کی چھپوائی۔ کاغذ تصحیح وغیرہ کے لئے بہت سا روپیہ چاہئے۔ یہ کام تھوڑا بہت شروع ہے۔ چنانچہ پہلے پارہ کا ترجمہ چھپکر تیار ہوگیا ہے۔ قیمت بارہ آنے علاوہ محصولڈاک تقطیع کلاں حجم ایک سو صفحہ شائقین طلب فرمادیں۔ اگر اہل قرآن بھائی امداد کریں تو کماحقہٗ انتظام کے ساتھ وسیع پیمانے پر جاری کیا جائے۔ اور کتاب اللہ کی اس ضروری خدمت سے جلد سبکدوشی حاصل ہوجائے۔ امید ہے کہ عاشقین قرآن اپنی اپنی حیثیت کے موافق اس کار خیر میں حصہ لینگے اور ثواب دارین حاصل کرینگے

و اقرضوا اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ و لہ اجر کریم۔ مثل الذین ینفقون اموالہم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتا من انفسہم کمثل جنۃ بربوۃ اصابہا وابل فاتت اکلہا ضعفین۔ ہم ان احباب کا شکریہ اور ان کے حق میں دعا کرتے ہیں جو اس کار خیر سے حصہ لے چکے ہیں یا شیہ وظاہر جیسی عطا فرماتے ہیں بیشک ایسے ہی لوگوں کے حق میں وارد ہے ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ (پ ۱۱) لیکن چند ایک کی امداد سے یہ کام سرانجام ہرگز نہیں پہنچ سکتا جبتک سب مسلمان اس [illegible] کی وا [illegible] فرمادیں۔ بھائیو زندگانی کی کوئی مہلت نہیں اور مرنیکے بعد جانا ہی ہے کیا یاد ہوا علی [illegible] کسی کو [illegible] لیس للانسان الا ما سعی (پ ۲۷)۔ اشارہ ہے جو مال آپ فی سبیل اللہ خرچ کرینگے وہ ہمیشہ آپکے ساتھ رہیگا [illegible] انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت (پ ۲۸) کی ہدایت تعمیل کرتے رہو ایسا نہو کہ رب اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین (پ ۲۸) کی مصداق بنکر حسرت و افسوس کرتے رہو نیا فانی ہے قلب [illegible]

[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ

نمبر ۷ | انجمن اہل قرآن لاہور کا ماہواری رسالہ | جلد ۲

اشاعۃ القرآن

قیمت
متمول اصحاب سے
سالانہ پیشگی
مع محصول ڈاک
للعہ

قیمت
عام خریداران سے
سالانہ پیشگی
مع محصول ڈاک
عہ

بابت ماہ مارچ ۱۹۰۵ء مطابق ماہ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

اغراض و مقاصد

۱۔ مسلمانوں میں اس اصول کو پھیلانا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری دینی ضروریات کے لئے ہر طرح کافی ہے اور کہ یہ عالیشان و مکمل کتاب زید و عمرو کی روایات کی محتاج نہیں +

۲۔ قصص انبیا سلام علیہم کے متعلق جو غلط فہمیاں اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی اصلاح و تردید اور ان سے انبیا سلام علیہم کی عصمت ثابت کرنا +

۳۔ مخالفین کو قرآن کریم سے مندبانہ جواب دینا +

۴۔ قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ و تفسیر جو غلط کئے گئے ہیں اُس کی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ و تفسیر کرنا +

۵۔ قرآن شریف کی ضرورت اور اُس کی تعلیم کو عقل و فطرت کے موافق ثابت کرنا +

۶۔ چیدہ خبروں سے اطلاع دینا +

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت سالانہ بہرصورت پیشگی آنے پر رسالہ جاری ہو سکتا ہے +

(۲) نمونے کا پرچہ ۳ ر سے مل سکتا ہے +

(۳) خط و کتابت یا روپیہ بھیجتے وقت اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہئے تاکہ روانگی میں کسی طرح کی غلطی نہ ہے +

(۴) نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہونگی +

(۵) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف +

(۶) جو صاحب ہمارے کسی مضمون پر معقول اعتراض لکھ کر بھیجینگے تو اُسے مع جوابات شائع کر دیا جاویگا +

(۷) تجارتی اشتہارات بشرط منظوری تصفیہ اجرت ضمیمہ میں چھپ سکینگے اور مطبوعہ فرد بھی تقسیم ہو سکتے ہیں +

(۸) تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام مشتہر ہونی چاہئے +

المشتھر سکرٹری اہل قرآن (مسجد اہل قرآن) بازار رشیل لاہور

وما علی الرسول الا البلاغ المبین

وجہ توقف

جیساکہ اکثر صاحبان کو معلوم ہے۔ انجمن کا کوئی اپنا مطبع نہیں اشاعۃ القرآن ایک دوسرے چھاپہ خانہ میں سے چھپوایا جاتا ہے۔ کارکنان مطبع نے اسدفعہ چھپوائی میں غیر معمولی دیر کر دی جسکی وجہ سے رسالہ وقت پر شائع نہیں ہو سکا مضمون بالکل مناسب وقت پر تیار ہو گیا تھا۔ اور کاپیاں بھی ٹھیک موقعہ پر لکھی گئی تھیں لیکن چھپنے میں توقف ہو جانیکی وجہ سے پھر ہمارے ناظرین کو انتظار کی تکلیف اوٹھانی پڑی۔ ہم اس معاملہ میں بہت کچھ معذور ہیں۔ انجمن اب اپنا مطبع قائم کرنیکی تجویز پر غور کر رہی ہے۔ اور اگر یہ تجویز منظور ہو گئی۔ تو بہت سی دقتیں رفع ہو جائیں گی اور اشاعۃ القرآن اپنے ناظرین سے زیادہ انتظار نہیں کرایا کریگا انشاء اللہ تعالیٰ +

اس سال کا یہ ساتواں نمبر آپ کی خدمتمیں حاضر ہے اور سال میں سے صرف پانچ نمبر باقی رہگئے ہیں جن صاحبان نے ابھی تک قیمت رسالہ ادا نہیں فرمائی انکی خدمتمیں التماس ہے کہ وہ بہت جلد توجہ کریں۔ اور قیمت بھیجکر ممنون و مشکور فرماویں فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ +

سکرٹری انجمن اہل قرآن (مسجد اہل قرآن) بازار سریان لاہور

نہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ اسی لئے قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور اس کو نماز میں پڑھنے کے قابل نہیں جانتے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک بشر کیسے اللہ کا رسول ہوسکتا ہے اور اس پر کیسے اللہ کی کتاب نازل ہوسکتی ہے؟ اس کا جواب ان کو دیا گیا ہے کہ اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو ان کے پاس فرشتے رسول آتے۔ انسانوں کے پاس انسان ہی رسول آنے مناسب ہیں۔ پھر رسول اللہ بحکم خدا یوں جھگڑا چکاتے ہیں کہ خدا تم کو بھی دیکھتا ہے مجھ کو بھی۔ ہر کوئی اپنے کئے کا بدلا پائیگا۔ جو خدا کی کتاب پر چلتا ہے وہ سیدھی راہ پر ہے اور جو اس سے بہک گیا اُس کو خدا ہی بچائے تو بچائے یعنی میں جو نماز میں قرآن ہی پڑھتا ہوں تو کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ظالم جو نماز میں قرآن کے پڑھے جانے سے چڑتے ہیں اور اس پر تکرار کرتے ہیں ہم قیامت کے دن ان سب کو اکٹھا کر کے جہنم میں ڈال دینگے۔ پھر وجود قیامت پر چند دلائل بیان ہوئے ہیں اور یہ بھی بیان ہوا ہے کہ خدا تمہارا محافظ ہے۔ ان ظالموں کا بس چلے تو تمہیں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیں۔ اس کے بعد پیغمبر صاحب اور دیگر نماز میں قرآن پڑھنے والے مومنوں کی تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ نے نظیراً موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا بحث و مباحثہ ذکر فرمایا ہے تاکہ معلوم ہو کہ سابقہ انبیا کے ساتھ بھی ایسے ہی خرخشے ہؤا کرتے تھے۔ اس حوصلہ افزائی کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ۔ یعنی تم بے شک نماز میں قرآن ہی پڑھے جاؤ ہم نے ہی سچ سچ اس کو اُتارا ہے اور وہ بالکل ٹھیک ٹھیک بلا کم و کاست اُترا (یعنی جبرائیل نے بھی رستے میں خیانت نہیں کی) یہ یقیناً خدا کا کلام ہے تم بلا خوف و خطر اسے نمازوں میں پڑھو۔ اس کے ساتھ ہی ارشاد ہوتا ہے وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا۔ یعنی وہ قرآن جس کے پڑھنے کا نماز میں حکم ہے وہ ہم نے متفرق مقامات کتاب اللہ میں بیان فرمایا ہے تاکہ تو آہستہ آہستہ

وہ اذکار و دعائیں لوگوں کو پڑھا دے سکھا دے۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے
قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا یعنی تم نماز میں باقی قرآن پڑھو یا نہ پڑھو۔ رکوع سجدے کی
دعا جو تم پڑھتے ہو وہ تو تمہیں ضرور چھوڑ دینی چاہیئے کیونکہ (اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ)
پہلے انبیا رکوع سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ الخ نہ کہ وہ جو تم پڑھتے
ہو پہلے انبیا کو وہ لوگ بھی مانتے تھے اسلئے ان کا فعل جو یقیناً آسمانی کتاب کے
تابع تھا بطور حجت پیش کیا گیا۔ ناظرین خود قرآن مجید کا لکر اصل آیات اور خلاصہ
مضمون کا مقابلہ کر لیں۔

جو ناظرین بلا ضد و تعصب ان آیات پر جن کا خلاصہ اوپر درج ہوا ہے نظر
ڈالینگے وہ تسلیم کرینگے کہ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا سے پہلے نماز اور اس میں قرآن
پڑھنے کا ہی ذکر چلا آتا ہے۔ یہ تیسرا لاجواب قرینہ اس بات کا ہے کہ سُجَّدًا مذکورہ آیت
منقولہ ص ۲۴۹ نماز ہی کے متعلق ہے پس صاف ثابت ہوا کہ انبیاء سابقین نماز کے
رکوع سجدے میں یہ تسبیح پڑھا کرتے تھے سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ الخ۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ گزشتہ
رسولوں کے ایسے اقوال و افعال ہمارے لئے واجب الاتباع ہیں پس ہم کو بھی یہی تسبیح
نماز کے رکوع سجود میں پڑھنی چاہیئے۔ سبحان ربی الاعلیٰ وغیرہ جائز نہیں۔

آیت اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا میں یُتْلٰی کا مفعول مالم یسم فاعلہ قرآن الصلوٰۃ
ہے جس کا اس کے ماقبل ذکر چلا آتا ہے۔ علیٰ بمعنی فی ہے۔ مغنی میں جو نحو کی مشہور کتاب
ہے علیٰ کے ایک معنی اس طرح درج ہیں:-

الظرفیۃ کفی نحو ودخل المدینۃ علیٰ حین غفلۃ ونحو واتبعوا ما تتلوا الشیطین علیٰ ملك سلیمٰن ای فی زمن ملکہ (مغنی اللبیب)	ترجمہ۔ علیٰ ظرفیت کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے فی مثلاً موسیٰ داخل ہوا مدینے میں بوقت غفلت اور تابعداری کرتے ہیں ان باتوں کی جو شیطانوں نے سلیمان سلام علیہ کے زمانہ سلطنت میں آپ پر افترا کیں

علیہم میں جماعۃ مقدر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی فی جماعتہم پس الفاظ

آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ انبیا پر جماعتِ نماز میں جب آیات قرآن پڑھی جاتی تھیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے تھے۔ سب سے پہلا رکن نماز کا قیام ہے اور اس میں آیات پڑھی جاتی ہیں پس آیات قیام ختم کرتے ہی مطابق ظاہر آیت سجدے میں گر پڑنا چاہیئے۔ لیکن سجدے سے پہلے رکوع ہے جیسا کہ ثابت ہوچکا پس سُجَّدًا میں رُكَّعًا بقاعدۂ تغلیب داخل ہے۔ اور اصل مراد آیت یہ ہے کہ قیام سے رکوع سجدے میں گر پڑتے تھے یعنی پہلے رکوع میں اور پھر سجدے میں اور ہر دو میں یہ تسبیح پڑھتے تھے سُبْحٰنَ رَبِّنَآ الخ آیات منقولہ ۲۲۲ میں تسبیح رکوع سجدہ کا حکم ہوا تھا اس آیت میں اس حکم کی تعمیل بیان ہوئی ہے اور اس میں صریح قرینہ اس بات کا ہے کہ سُجَّدًا میں رُكَّعًا تغلیباً داخل ہے پس آیات حکم میں بھی يَسْجُدُوْنَ اور اُسْجُدْ میں يَرْكَعُوْنَ اور اِرْكَعْ داخل ہیں اور ان میں بھی رکوع سجود ہر دو میں تسبیح بیان کرنے کا حکم مذکور ہے۔ اسی قرینہ کے بیان کرنے کا ہم نے ۲۳۹ میں وعدہ کیا تھا +

رکوع سجدے کی حمد کے بیان میں

رکوع سجدے کی تسبیح کا ذکر ہو چکا۔ حمد کا حکم بھی تسبیح سے جداگانہ بیان ہوا ہے اور اس کے الفاظ بھی تسبیح کے الفاظ سے کچھ فاصلے پر ذکر ہوئے ہیں اس میں خاص حکمت و مصلحت ہے جس کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید یکدم نہیں اُترا بلکہ رفتہ رفتہ۔ جیسا فرمایا اللہ تعالےٰ نے :۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (پ۱۹ ع۱)	ترجمہ۔ اور کافر کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر قرآن سارے کا سارا ایک دم کیوں نہیں اتارا گیا۔ اے پیغمبر یہ مفید طریقہ نزول کا ہم نے اس لئے اختیار کیا ہے تاکہ ہم اس سے تیرے دل کو ثابت رکھیں اور اسی وجہ سے ہم نے اس کو ٹھیر ٹھیر کر اتارا ؛

جس طرح قرآن مجید رفتہ رفتہ نازل ہوا اسی طرح اکثر مسائل اسلام ایسے ہیں کہ ان

میں سے ہر ایک متفرق مقامات کتاب اللہ پر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بیان ہوا ہے اور یکدم نازل اور یکجا بیان نہیں ہوا۔ مثلاً حج۔ کہ طواف کعبہ کا ذکر پ ۱ ع ۱۵ اور صفا مروہ کا طواف پ ۲ ع ۳ میں بیان ہوا ہے اور پھر اسی سیپارہ کے رکوع ۸ و ۹ میں مسائل ہدیہ۔ سر منڈانا۔ تمتع۔ حج کے دن اور عرفات سے پھر کر مشعر الحرام کے پاس جا کر نماز پڑھنا وغیرہ مذکور ہوئے ہیں۔ اسکے بعد پ ۴ ع ۱ میں استطاعت کا شرط حج ہونا ارشاد ہوا ہے اور پ ۶ ع ۵ میں حج کے مہینوں ہدیہ اور مسافران حج کی توقیر کرنے کا حکم ہوا ہے۔ حالت احرام میں شکار نہ کرنے کا حکم پ ۷ ع ۳ میں بیان کیا گیا ہے۔ پ ۱۷ ع ۱۱ میں پھر طواف خانہ کعبہ۔ فراغت حج۔ قربانی وغیرہ وغیرہ بیان ہوا ہے اور یہی حال زکوٰۃ۔ نکاح۔ طلاق۔ مسائل حلت و حرمت وغیرہ وغیرہ کا ہے۔ وہ بھی ایک جگہ اور یکدم نازل نہیں ہوئے قصص انبیا سلام علیہم بھی اکثر یکجا مذکور نہیں۔ آدم۔ موسےٰ و ہارون۔ ابراہیم۔ عیسےٰ۔ نوح۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب۔ لوط۔ ہود۔ صالح۔ یونس۔ داؤد اور بعض دیگر انبیا سلام علیہم ان میں سے ہر ایک کا کئی جدا جدا مقامات پر حال بیان ہوا ہے۔ نماز بھی اس قاعدے سے مستثنےٰ نہیں رہی۔ اس کے ارکان و اذکار بھی اللہ تعالےٰ نے علیحدہ علیحدہ مقامات پر بیان فرمائے ہیں اور ہر رکن بھی مختلف جگہوں پر بیان ہوا ہے اور سوائے قومہ کے باقی ہر رکن کے اذکار بھی ایک جگہ مندرج نہیں اور اس بات کے قرائن موجود ہیں کہ وہ نازل بھی یکے بعد دیگرے کچھ کچھ متفرقہ کے بعد ہوئے ہیں۔ اب قابل غور یہ امر ہے کہ اس تفرق و تنزیل و تنزیل۔ جدا جدا۔ آہستہ آہستہ اور وقفوں کے ساتھ نازل فرمانے میں مصلحت حکمت و منفعت کیا ہے۔ پس واضح ہو کہ نزول کتاب اللہ کی بڑی غرض اصلاح خلق اللہ ہوتی ہے۔ رسول کی قوم کے درمیان دین خدا میں جو غلطیاں مروج و جاری

ہوتی ہیں وہ مطابق وحی ان غلطیوں سے قوم کو متنبہ کرتا ہے۔ ان سے بچنے کی نصیحت کرتا ہے اور کتاب اللہ میں سے مسائل دین جو بالکل حق حق غلطیوں سے پاک۔ بالکل خالص ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے پیش کرتا ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے :۔

(۱) وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (پ ۱۴ ع ۶)

ترجمہ۔ اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب (قرآن) اسلئے نازل فرمائی ہے کہ جن باتوں میں وہ اپنی آسمانی کتاب کا اختلاف کر رہے ہیں تو ان پر وہ ظاہر کردے اور جو عقلمند مانیں ان کو یہ کتاب حق کی طرف پوری پوری رہنمائی کریگی اور اُنکے لئے باعث رحمت خدا ہوگی،

(۲) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ ۲۰ ع ۲)

ترجمہ۔ تحقیق یہ کامل صفات جامع کمالات قرآن بنی اسرائیل پر اکثر وہی امور بیان کرتا ہے جن میں وہ تورات کا خلاف کرتے ہیں اور جو مانیں ان کو یقیناً یہ قرآن حق کی طرف پوری رہنمائی کرتا ہے اور ان کے حق میں رحمت ہے،

(۳) كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ (پ ۲ ع ۱۰)

ترجمہ۔ ہر رسول کے زمانے میں اس کی امت صرف ایک آسمانی کتاب کی پیرو ہؤا کرتی تھی (اس کی وفات کے بعد وہ دین میں اور کتابوں کو بھی شامل کر لیتے تھے اور ان کتابوں کے اتباع کے باعث کئی امور ان میں کتاب اللہ کے خلاف جاری ہو جاتے تھے فخلف من بعدھم خلفٌ اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوٰت) پھر اللہ ان میں اپنے نبی بھیجتا جو (موافق کتاب اللہ کے ماننے والوں کے لئے) بشارت دیا کرتے اور (مخالف کتاب اللہ سے) ڈرایا کرتے اور اُن پر اپنی کتاب کامل صداقت کے ساتھ اتارا کرتا تھا تاکہ اُن لوگوں کو حکم سنا دے ان امور کے متعلق جن میں وہ کتاب اللہ کا خلاف کرتے تھے اور اس کتاب کا انہی لوگوں نے خلاف کیا جن کو وہ دی گئی تھی،

(۴) لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ (پ ۱۴ ع ۱۱)

ترجمہ۔ تاکہ وہ ظاہر کرے واسطے ان کے وہ امور جن میں وہ کتاب اللہ کا خلاف کرتے ہیں،

۵۱) قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ (پ ۱۳ ع ۶)	ترجمہ:- اے رسول تو کہدے کہ میں اپنے رب کی واضح کتاب پر ثابت قدم ہوں اور تم اسکو ناحق جھٹلاتے ہو جو مسائل تم جلدی جلدی مانگتے ہو ان کا بیان کرنا میرے اختیار میں نہیں کیونکہ (دین میں) کسی طرح کا حکم دینا سوا خدا کے اور کسی کے اختیار میں نہیں ہی تمام حق بیان کرتا ہے اور باطل کو رد کرتا ہے

مطابق جاء الحق وزہق الباطل) اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے،

منقولہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ سلام علیہ کی قوم میں جو امور سابقہ آسمانی کتابوں کے خلاف رواج پکڑ گئے تھے۔ ان کا قرآن میں ازالہ کیا گیا ہے اور ان کی جگہ درست اور حق مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن رواج کو چھوڑنا ایک بہت مشکل کام ہوتا ہے اور خاصکر دینی رواج۔ جس کام کو انسان دین کا کام سمجھکر کرتا ہو۔ اور یقین ہو کہ یہ ثواب کا کام ہے اس کو چھوڑنا تو درکنار اس کو جو غلط کہے وہ دشمن معلوم ہوتا ہے۔ بت پرستی۔ قبر پرستی کیسے برے کام ہیں۔ لیکن ان کے کرنے والے ان پر جان دیتے ہیں اور جو ان کو برا کہے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ اصلاح اور خاصکر دینی اصلاح ایک بڑا نازک و مشکل کام ہے۔ کسی پیر پرست کو اگر کہا جائے کہ وظیفہ یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ نہیں کرنا چاہیئے تو وہ کہنے والے کو مرتد و کافر کہتا ہے۔ حنفیوں اور اہل حدیث میں بہت بھاری وجہ عداوت اذکار نماز کا اختلاف ہے وہ سبحٰنک اللھم الخ پڑھتے ہیں یہ اللھم باعد بینی الخ۔ دعائیں قنوت کی ہر دو مختلف پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ انسانی فطرت ایسی ہی واقع ہوئی ہے کہ جو فعل وہ خوشنودی خدا کے لیے کر رہا ہو اور یہ جانتا ہو کہ بانی دین نے یہی تعلیم کی ہے اور ہمارے بزرگان دین بھی ایسا ہی کرتے چلے آتے ہیں تو وہ اس کو ایسا حق سمجھتا ہے کہ اس کے

خلاف کہنے والے کو کافر جانتا ہے۔ رسول اللہ سلام علیہ کے زمانے میں بھی یہی حال تھا۔ لوگ حج کرتے تھے۔ زکوٰۃ دیتے تھے۔ نکاح و طلاق ان میں مروج تھے نمازیں جاری تھیں۔ ابراہیمی دین کے مدعی تھے۔ لیکن تمام ارکان دین میں رفتہ رفتہ کمی بیشی ہوگئی تھی۔ پر جو کچھ ان میں جاری تھا اس کو وہ ابراہیم اسمٰعیل سلام علیہما و غیرہ انبیا کی تعلیم کے مطابق جانتے تھے۔ قرآن مجید جب اترنا شروع ہُوا تو ان غلطیوں کی اصلاح بھی شروع ہوئی۔ لیکن جیسا کہ حکیم حاذق کا قاعدہ ہے کہ ایک دیرینہ مریض جس پر مختلف امراض نے غلبہ پایا ہُوا ہو۔ اس کے علاج کرتے وقت وہ تمام بیماریوں کا معالجہ یکدم شروع نہیں کر دیتا۔ بلکہ بتدریج اور رفتہ رفتہ ہر بیماری کا علاج کرتا ہے یہی طریق ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح دین کا رکھا ہے۔ غلطیاں رفتہ رفتہ درست ہوتی رہیں اور وقتاً فوقتاً ان کی جگہ صحیح مسائل نازل ہوتے رہے۔ اگر تمام مروجہ دین یک قلم موقوف کر دیا جاتا اور اس کی جگہ نئے مسائل نازل کر دئے جاتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ جس طرح بیمار ناموافق مزاج دوا کو قے کر دیتا ہے۔ لوگ کتاب اللہ کا ایک حرف قبول نہ کرتے۔ اور اصل غرض نزول کتاب کی یعنی اصلاح خلق اللہ بالکل فوت ہو جاتی۔ اور قرآن مجید کا اترنا بالکل بے فائدہ ہوتا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ اصلاح بتدریج کرتا رہا۔ پہلے ایک مسئلہ کی غلطی کو ظاہر کیا اور جب اس مسئلہ کا غلط ہونا کچھ لوگوں نے تسلیم کر لیا تو پھر صحیح مسئلہ بیان کر دیا۔ اور جن مسائل میں غلطیاں واقع نہیں ہوئی تھیں اُن کو تصدیقاً بیان کر دیا۔ یہ امر کہ کونسے مسائل تصدیقاً بیان ہوئے ہیں اور کونسے اصلاحاً یہ پیرایہ و طرز بیان و سیاق و سباق ماقبل و مابعد قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے ٭

اب ہم خاص مثال نماز کی لیتے ہیں۔ نماز کے ارکان قیام۔ رکوع۔ قومہ۔ سجدہ۔ جلسہ۔ قعدہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ٹھیک طور پر جاری تھے لیکن اذکار

نماز ان کے صحیح نہ تھے اور آسمانی کتاب صحف ابراہیم کی دعائیں واذکار وہ چھوڑ بیٹھے تھے۔ اور اپنے اماموں محدثوں کی بنائی ہوئی دعائیں پڑھتے تھے۔ قرآن مجید نے اذکار بیان کئے اور ان اذکار کی انھوں نے سخت مخالفت کی۔ جھگڑا و تکرار کیا۔ چنانچہ سیپارہ ۱۵ کے تین رکوعوں کا جو خلاصہ ابھی بیان ہوا اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ اذکار قرآن نماز میں پڑھنے سے انکار کرتے تھے۔ قرآن مجید نے دعوے کیا کہ میں تم کو وہی اذکار سکھاتا ہوں جو تمام انبیا نماز میں پڑھتے رہے ہیں۔ یہ کوئی نئے اذکار نہیں ہیں۔ چونکہ پہلے انبیا کو وہ بھی مانتے تھے۔ اسلئے یہ جواب اُن کے لئے جواب لاجواب تھا۔ اور اُن کو ان اذکار کی طرف راغب و مائل کرنے کا بہترین ذریعہ تھا۔ اذکار نماز کے ذکر میں قرآن مجید نے اکثر گزشتہ رسولوں کو بطور سند اور نمونہ پیش کیا ہے اور ایسا کرنے میں حکمت یہی تھی کہ ان کا منہ بالکل بند ہو جائے اور ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ دوسری بڑی حکمت قرآن مجید نے یہ برتی کہ اذکار نماز رفتہ رفتہ نازل فرمائے۔ جب ایک جاری ہو گیا۔ لوگ اُس سے مانوس ہو گئے تو دوسرا نازل فرما دیا۔ یہی مضمون آیت ذیل کا ہے :-

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ (پ ۱۵ ع ۱۲)

ترجمہ۔ اور قرآنی اذکار نماز ہم فرق فرق کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ تو وہ لوگوں کو آہستہ آہستہ رفتہ رفتہ مہلت کے ساتھ پڑھا دے سکھا دے (قرآنًا کی تنوین عوض مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ صلوٰۃ ہے جس کا پہلے ذکر ہے لنعبثت بہ فی ادلک مذکورہ آیت صفحہ ۲۵۵ کا بھی یہی مضمون ہے کہ تنزیل میں حکمت یہ ہے کہ تو اطمینان دل و ثبات قلب کے ساتھ لوگوں کو تعلیم قرآن کرے۔)

پھر اور نرمی برتی کہ پہلے کسی ربط سے اس ذکر کا حکم بیان کر دیا اور بعد میں اس ذکر کے الفاظ کسی مناسب موقعہ پر بیان کر دئے۔ پہلے حکم آنے پر لوگوں کو ادھر کچھ توجہ ہوئی تو پھر تعمیل نازل کی تاکہ اس کا قبول کرنا وجہ نہ معلوم ہو۔ مثلاً

پہلے نازل ہوا کہ انبیا سجدوں میں تسبیح بیان کرتے تھے (یسبحونہ ولہ یسجدون پ۹ ع۱۴) دوسرے موقعہ پر ارشاد ہوا ہے کہ تم بھی سجدے میں تسبیح کیا کرو (فاسجد لہ وسبحہ پ۲۹ ع۲۰) تیسرے موقعہ پر بیان فرمایا کہ انبیا سجدوں میں یہ تسبیح کہا کرتے تھے (سبحٰن ربنا ان کان الخ پ۱۵ ع۱۲) جب اس تسبیح سے لوگوں کی نفرت و وحشت کم ہوگئی اور خدا کے نیک بندوں نے اس کو اپنی نمازوں میں پڑھنا بھی شروع کر دیا تو پھر اس مضمون کی آیات نازل ہوئیں کہ تسبیح کے ساتھ حمد بھی پڑھنا چاہیئے۔ چنانچہ فرمایا اس حکیم و علیم خدا نے اپنی کتاب پر از حکمت و دانش میں :۔

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ○ (پ۲۱ ع۱۵)

ترجمہ۔ سوائے اسکے اور کوئی بات نہیں کہ ہماری آیتوں پر صرف وہی لوگ ایمان رکھا کرتے ہیں کہ جب ان کے سامنے (قیام نماز میں) آیات پڑھی جاویں۔ تو وہ عجز و نیاز سے رکوع سجود میں گر پڑیں۔ اور اپنے رب کی تسبیح و حمد ادا کریں اور وہ (کسی طرح کا) تکبر نہ کریں،

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِينَ ○ (پ۱۴ ع۶)

ترجمہ۔ پس تو اپنے رب کی تسبیح و حمد کر اور ہو تو نماز کے رکوع سجدہ کرنے والوں میں سے،

ان ہر دو آیات میں تسبیح و حمد دونوں ادا کرنے کا حکم صراحت کے ساتھ موجود ہے اور اس حکم کے نازل ہونے پر یہ سوال پیدا ہونا قدرتی تھا کہ جس طرح تسبیح کے الفاظ بتائے گئے ہیں، ہم کو حمد کے الفاظ بھی بتائے جائیں۔ اس امکانی یا واقعی سوال کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے نازل کیا جیسا کہ فرمایا اس نے :۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ (پ۱۵ ع۱۲)

ترجمہ۔ اور (اگر یہ حمد کے الفاظ پوچھیں تو) کہدے تو کہ بیشک ہر قسم کی حمد اللہ ہی کو سزاوار ہے جو نہیں بنا تا کسی کو اپنا فرزند (جیسا عزیر) اور نہیں ہے ہرگز کوئی اس کا کسی طرح شریک بیچ اسکی بادشاہی کے اور نہیں ہے ہرگز کوئی اسکا کسی طرح کا حامی بسبب اپنی سرنگونی کے

حمد کے اور الفاظ بھی قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ لیکن سجدوں میں تسبیح کے ساتھ

جس حمد کے بیان کرنے کا حکم ہُوا ہے وہ یہی ہے جو مذکور ہوئی۔ کیونکہ جس مقام پر (پ۱۵ ع۱۲) میں تسبیح مندرج ہے اس کے ساتھ ہی ایک دو آیت کے بعد یہ حمد مذکور ہے جو کہ زبردست قرینہ اس بات کا ہے کہ یہی حمد تسبیح کی مصاحب ہے اور یہ اسی سوال کا جواب ہے کہ تسبیح کے الفاظ تو بتائے گئے ہیں۔ حمد کے بھی بیان کئے جائیں۔ یہ سوال گو لفظاً قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ لیکن قرائن بتا رہے ہیں کہ اس سوال کا امکان یقینی ہے اور یہ بھی بالکل قرین قیاس ہے کہ یہ سوال فی الواقع ہُوا ہی ہو۔ الغرض سجدوں میں تسبیح سُبْحٰنَ رَبِّنَا الخ اور حمد الحمد للہ الذی الخ اللہ تعالےٰ نے کہنے کا حکم دیا ہے +

جب تسبیح کے ساتھ حمد بھی جاری ہوگئی اور حق پرست طبیعتوں نے اس کو قبول کر کے سیکھ لیا۔ یاد کر لیا۔ تو پھر ارشاد ہُوا کہ تسبیح و حمد کے ساتھ استغفار بھی چاہیئے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے :-

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (پ۲۴ ع۶)	ترجمہ۔ جو لوگ اللہ کی (دینی) سلطنت کے اعلیٰ درجے کے (فرمانبردار ہوتے رہتے ہیں (یعنی رسول) اور جو لوگ اس (سلطنت) کے گرد آجمع ہوتے رہتے ہیں (یعنی اس پر ایمان لاتے رہتے ہیں) اور وہ اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کیا کرتے ہیں اور ایمانداروں کے لئے استغفار کیا کرتے ہیں

واضح ہو کہ عرش سے خدا کا تخت مراد لینا اور پھر اللہ تعالیٰ کو اس پر بیٹھا ہُوا کہنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ فرشتے اس تخت کو اٹھائے ہوئے ہیں سخت گندہ اعتقاد ہے خدا تعالےٰ کو بھی ایک مجازی بادشاہ کی طرح تخت پر بیٹھا ہُوا سمجھنا بڑی حماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی بے مثل ذات ہے کہ نہ تو اُس کو بیٹھنے کی اور نہ کسی تخت کی ضرورت ہے اور نہ ہی اُس کو اپنا تخت (اگر بفرض محال کوئی ہو) اُٹھوانے کے لئے فرشتوں کی حاجت ہے۔ آیت مذکورۃ الصدر میں الذین یحملون العرش سے خدا کا تخت اُٹھانے والے فرشتے مراد لینا بڑی سخت غلطی ہے۔ اس جگہ

ملئکہ کا کوئی لفظ نہیں - قرآن مجید میں اور بھی کسی جگہ پر نہیں لکھا کہ فرشتے خدا کا تخت اُٹھائے ہوئے ہیں - عرش کے معنی کتب لغت لسان العرب منتہے الارب قاموس وغیرہ میں ملک وسلطنت کے لکھے ہیں - اور اس آیت میں العرش کے معنی خدائی سلطنت کے ہیں - اور تسبیح وتحمید و استغفار کے ساتھ ہی مذکور ہونے کا قرینہ دلالت کرتا ہے کہ اس جگہ دینی سلطنت مراد ہے - حمل کے معنی فرمانبرداری کے ہیں جیسا کہ آیت مثل الذین حُمِّلوا التوراۃ ثم لم یحملوھا میں پس الذین یحملون العرش کے معنی یہ ہونگے کہ جو لوگ خدا کی دینی سلطنت کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں - کسی سلطنت کی فرمانبرداری سے مراد اس کے احکام وقوانین کی تابعداری ہوا کرتی ہے - خدا کی دینی سلطنت کا قانون کتاب اللہ ہوتی ہے - لہذا الذین یحملون العرش سے مراد کتاب اللہ کے اعلےٰ درجے کے فرمانبردار یعنی رسول ہیں اور من حولہ سے مراد دیگر مومنین مطابق قد فصّلنا الاٰیات اور کتٰبٌ فُصِّلت اٰیٰتہ کے - عرش سے اور بھی کئی مقامات قرآن مجید میں کتاب اللہ مراد لی گئی ہے لیکن بخوف طوالت ان کا ذکر چھوڑا جاتا ہے - صرف حوالجات درج کئے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں پ۱۱ ع۵ - پ۱۵ ع۵ - پ۱۶ ع۱۰ - پ۱۸ ع۲ - پ۱ ع۶ - پ۲۹ ع۱۲ - پ۳۰ ع۶ - پ۳۰ ع۱۰ ۔

ویؤمنون بہ میں واو حالیہ ہے یومنون بمعنی یصلّون ہے اور بہ موکدات حکم میں سے ہے - لہذا اس کے معنی ہیں حالت نماز میں ۔

الغرض آیت منقولہ بالا میں یہ بیان ہوا ہے کہ اللہ کے رسول اور دیگر مومنین نمازوں میں تسبیح وتحمید و استغفار کیا کرتے تھے - لیکن اس موقعہ پر یہ بیان نہیں ہوا کہ کس رکن میں وہ ایسا کیا کرتے تھے - دیگر آیات متعلقہ مضمون بالا ملاحظہ ہوں - فرمایا اللہ تعالےٰ نے :-

۲- فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْکَارِ (پ ۲۴)	ترجمہ- پس صبر کر تحقیق اللہ کا وعدہ بالکل سچ ہے اور اپنی بھول چوک کے لئے معافی مانگا کر اور تسبیح و تحمید کیا کر اپنے رب کی صبح و شام (یعنی پانچوں نمازوں میں)
۳- اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ الْفَتْحُ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ اسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا (پ ۳۰)	ترجمہ- جس وقت اللہ کی مدد اور فتح آوے اور تو لوگوں کو دیکھے کہ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہوتے ہیں تو تو شکریۂ خدا کر اور نماز میں لگا ہو جا اور نماز میں اپنے رب کی تسبیح و تحمید کر اور اس سے استغفار کر تحقیق اللہ تو بے شک معافی دینے والا ہے۔

اِن تمام آیات میں تسبیح- تحمید- استغفار یکجا مذکور ہیں- اور ہر چہار آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ تینوں کو نماز میں یکجا اور اکٹھا ادا کرنے کا امر ہے کیونکہ واؤ جمع کے لئے ہے۔

پس سجدوں میں تسبیح و حمد کے ساتھ استغفار بھی کرنے کا حکم ہے۔ مذکورہ چار آیتوں میں سجدے کا لفظ مذکور نہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی کیونکہ تسبیح و حمد کے ساتھ سجدے کا لفظ آچکا تھا- اسلئے استغفار کے لئے اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا کہ وہ تسبیح و حمد کے ساتھ نماز میں ادا کی جاوے- الغرض سجدے میں تسبیح و حمد کے ساتھ استغفار بھی ادا کیا جانا چاہئے- اب ہمیں قرآن مجید سے ہی استغفار کے الفاظ تلاش کرنے لازم ہیں- فرمایا اللہ تعالے نے:-

وَ ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّھَارَ خِلْفَۃً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَھَنَّمَ اِنَّ عَذَابَھَا کَانَ غَرَامًا اِنَّھَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا (پ ۱۹ ع ۴)	ترجمہ- اور اللہ وہ پاک ذات ہے جس نے اس رات دن کو ایک دوسرے کے بعد آنے جانے والا بنایا واسطے تنبیہ کرنے و بیدار کرنے ہوشیار کرنے اس شخص کے جو نماز پڑھنا چاہتا ہے شکر کرنا چاہتا ہو اور اللہ کے نہایت ہی برگزیدہ بندے اور رسول جو زمین پر عجز و نیاز سے چلتے ہیں (مسجد کی طرف) چپ چاپ ... (وقت نماز ہے) ... اگر کوئی جاہل ... سلام کہتے ہیں ... اگر ... رات کو ... سجدہ و قیام ... (رکوع و سجود میں) یہ دعا پڑھتے ہیں (ربنا ...) اے رب ہمارے ... عذاب جہنم کا ہمارے پچھلے گناہ معاف کرنے ...

ان تمام آیات میں نماز کا ہی ذکر ہے اور جبیتون کے معنی یہ ہیں کہ وہ نہ صرف دن کی ہی نمازیں پڑھتے تھے بلکہ رات کی بھی۔ سجّداً میں رکّعاً تغلیباً داخل ہے اور قیاماً سے مراد رکوع سجود سے اٹھنا یعنی قومہ جلسہ ہے۔ اس کی تنوین عوض مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ الرکوع والسجود ہیں۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دعا مذکورۂ آیت رکوع سجود میں پڑھنی چاہیئے اور یہ بھی وہم پڑتا ہے کہ قومہ جلسہ میں بھی پڑھنی چاہیئے۔ لیکن قومہ جلسہ کی دعا دوسری جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے اسلئے یہ دعا قومہ جلسہ کی نہیں بلکہ صرف رکوع سجدے کی ہے +

ایک اور استغفار بھی قرآن مجید میں مذکور ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ اِلَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

(ر ۲۴ ع ۶)

ترجمہ۔ جو لوگ اللہ کی (دینی) سلطنت کے (اعلیٰ درجے کے) فرمانبردار ہوتے رہے ہیں (یعنی رسول) اور جو لوگ اس سلطنت کے گرد اجمع ہوتے رہے ہیں (یعنی دیگر مومنین) نمازوں میں اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کیا کرتے تھے اور نمازیوں کے لئے (یہ دعا) استغفار کیا کرتے تھے (ربنا وسعت الخ) اے رب ہمارے گھیر رکھا ہے تو نے تمام مخلوقات کو اپنی رحمت اور اپنے علم میں پس بالکل بخشدے ان لوگوں کے گناہ جو توبہ کرتے ہیں اور تابعداری کرتے ہیں راہ تیری (کتاب) کی اور بچا ان کو عذاب دوزخ سے (پچھلے گناہ معاف کرنے اور آئندہ گناہوں سے بچانے سے) اور اے رب ہمارے داخل کر ان کو عالیشان باغوں میں جو ہمیشہ رہنے والے ہیں (اور) جن کا وعدہ دیا تو نے ان کو اور (داخل کر ان میں) اس شخص کو جو نیک ہو ان کے باپ دادوں سے اور ان کے جوروں سے اور ان کے کنبوں سے تحقیق تو ہی بڑھکر غالب (اور) دانا ہے اور بچا رکھ ان رسب) کو صغیرہ گناہوں کے عذاب سے کیونکہ جس کو بچا لیگا تو صغیرہ گناہوں کے عذاب سے بھی قیامت کے دن تو اس پر یہ تیری بڑی مہربانی ہوگی اور یہی کامیابی سب سے بڑھکر عظیم الشان ہے'

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں تسبیح و حمد کے ساتھ یہ استغفار بھی انبیا پڑھا کرتے تھے۔ پس دو استغفار قرآن مجید سے ثابت ہوتے ہیں۔ ان

دونوں میں سے جونسا کوئی پڑھ سکے پڑھ لے۔ اگر دونو پڑھ لے تو مزید ثواب ہوگا۔ لیکن نماز ایک سے بھی کامل ہوجاتی ہے۔ خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا ؁

دوسرے سجدے کے بیان میں فرمایا اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب جامع کمالات کامل صفات میں:۔

إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِن كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا

(پ ۱۵ ع ۱۲)

ترجمہ۔ تحقیق وہ لوگ جن کو اس (قرآن) سے پہلے علم دین (اللہ کا کلام) دیا گیا جب ان پر (نماز میں) وہ (کلام) پڑھا جاتا تھا تو وہ منہ کے بل (رکوع سجدے میں) گر پڑتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے سبحٰن ربنا الخ پاک ہے رب ہمارا تحقیق ہے (ہر ایک) وعدہ رب ہمارے کا ضرور ہر طرح پورا ہونیوالا اور پھر منہ کے بل (دوبارہ سجدوں میں) گر پڑتے تھے، روتے تھے اور سجدے کی دعائیں ان کے خشوع کو اور بڑھاتی تھیں،

آیت ہذا میں پہلے یخرون للاذقان سجداً ہے پھر تسبیح مذکور ہے اور دوبارہ آتا ہے ویخرون للاذقان کہ وہ (انبیا) دوبارہ منہ کے بل گر پڑتے تھے سجداً اختصاراً ذکر نہیں ہوا۔ پس اس سے دوبارہ سجدہ میں گرنا پایا جاتا ہے۔ اور دو سجدوں کا ثبوت صریح ہے۔ لیکن اس سجداً میں رکعاً تغلیباً داخل نہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوچکا تغلیب بھی از قسم مجاز ہے اور کسی کلام میں مجاز اسی وقت مراد لیا جاویگا جبکہ کوئی قرینہ مانع حقیقت ہو پہلے سجداً میں اسلیئے حقیقی معنی نہیں لیئے گئے کیونکہ وہ آیات جن سے رکوع کا سجدہ سے پہلے ہونا ثابت ہوتا ہے اس سے روکتی ہیں کہ آیات پڑھتے ہی سجدہ میں گرنا مراد لیا جاوے پس اس مجبوری کی وجہ سے سجداً میں رکعاً کا از روئے تغلیب داخل ہونا تسلیم کیا گیا ہے لیکن دوسرے سجدہ میں جو کہ مقدر ہے کوئی قرینہ ایسا نہیں جو ہم کو حقیقی معنی مراد لینے سے روکے پس دوسرے یخرون للاذقان میں صرف سجدہ میں دوبارہ گرنا مراد ہے اور رکوع میں دوبارہ گرنا نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ سجدے جس وقت

کئے جا دیں دو ہی کرنے فرض ہیں نہ کہ ایک کافی و جائز ہو سکتا ہے۔ اس آیت میں قیام۔ قرأت قیام۔ رکوع۔ ہر دو سجدے اور تسبیح سجدہ یہ پانچوں چیزیں بیان ہو گئی ہیں۔ اور نماز میں فروتنی۔ خشوع۔ بکا کا بھی ذکر ہے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے قرآن مجید کی۔ چند الفاظ میں ہی کس قدر مسائل بیان کر دئے ہیں جیسا خدا تعالےٰ خود بے مثل ہے اس کا کلام بھی بے مثل ہے۔ افسوس ان مسلمانوں پر جو اس کلام معجز بیان کی قدر نہیں جانتے اور اس کو مسائل اسلام سے عاری و خالی اور ایسا عاجز بے دست و پا جانتے ہیں کہ اگر بخاری و مسلم وغیرہ پیدا نہ ہوتے تو یہ اپاہج قرآن چل ہی نہ سکتا اور بالکل نکما ہوتا۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (پ ۱۵) لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا (پ ۹) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (پ ۹) +

قعود اول یعنی جلسہ اور قیام ثانی یعنی قومہ کے بیان میں

قعود اول یعنی جلسہ کے بیان میں

عنقریب بیان و ثابت ہوا ہے کہ سجدے دو ہیں لیکن اگر کوئی شخص قیامت تک سجدہ میں پڑا رہے تو وہ ایک ہی سجدہ ہوگا۔ جب تک کہ ایک سجدہ سے سر اٹھا کر بار دگر سجدہ میں نہ گرے دوسرا سجدہ ہو نہیں سکتا۔ پس دوسرے سجدہ کے لئے پہلے سے سر اٹھانا ایسا ضروری ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں اور دو سجدے ہو ہی نہیں سکتے جب تک کہ پہلے سے سر نہ اٹھایا جائے۔ آیت سجدتین میں دوسرا یخرون ظاہر کرتا ہے کہ انبیا جب دوسرے سجدہ میں گرتے تھے تو گرنے سے پہلے سجدہ میں نہیں ہوتے تھے کیونکہ سجدہ سے سجدہ میں گرنا ممکن نہیں۔ یہ ایسی ظاہر و بدیہی بات ہے کہ کوئی ذی ہوش اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ پس پہلے سجدہ سے سر اٹھائے بغیر دوسرا سجدہ نہیں ہو سکتا۔

سر اُٹھا کر چار صورتیں ہو سکتی ہیں اوّل تو یہ کہ زمین سے تھوڑا سا سر اونچا کر کے دوسرے سجدہ میں گر جائے جیسا کہ اکثر جلد باز نمازی کرتے ہیں۔ دوئم یہ کہ لیٹ جائے سوئم بیٹھ جائے۔ چہارم کھڑا ہو جائے۔ اوّل دوم اسلئے جائز نہیں کہ یہ دونو خرّ میں داخل ہیں۔ خرّ کے معنی ہیں جھکنا گرنا۔ پہلی جھکنے میں شامل ہے اور دوسری گرنے میں۔ پس ان دونو صورتوں میں انسان حالت خرّ میں ہی ہوتا ہے اور خرّ سے خرّ جائز نہیں بلکہ عدم خرّ سے یعنی ایسی حالت سے جس پر خرّ کا اطلاق نہ ہو سکے اور جو کامل طور پر اس کے ضد و نقیض ہو۔ تیسری اور چوتھی صورت میں خرّ نہیں اور وہ اس کے بالکل ضد و نقیض ہیں۔ اب یہ امر قابل غور ہے کہ ان دونو میں سے کونسی صورت فرض ہے۔ جاننا چاہیئے کہ تیسری صورت یعنی بیٹھنا فرض ہے بدلیل ذیل اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے اٰتِ ذَی الْقُرْبٰی حَقَّہٗ کہ نزدیکیوں کو ان کا حق دو۔ بیٹھنا سجدہ کا قریبی و نزدیکی ہے اور قیام اس سے دور و بعید ہے۔ سجدے میں جس قدر اندام زمین کے قریب ہوتے ہیں بیٹھنے میں اس سے کم اور کھڑے ہونے میں اس سے بھی کم۔ اس وجہ سے بھی بیٹھنا سجدہ کے نزدیک تر ہے بہ نسبت قیام کے کوئی منصف مزاج و بے ضد و بے تعصب اس بات سے انکار نہیں کریگا کہ قیام کی نسبت قعود اقرب ہے سجدہ کا۔ پس قعود ہی اس بات کا مستحق ہے کہ وہ سجدہ کے متصل ہو۔ قیام نہیں۔ لہذا سجدہ سے سر اُٹھا کر کھڑا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ بیٹھنا چاہیئے اس طرح کہ بدن بالکل مستوی اور سیدھا ہو اور خرّ یعنی جھکاؤ جسم میں بالکل نہ ہو کیونکہ خرّ سے خرّ کا حکم نہیں یعنی یہ فرمان نہیں کہ گراؤ جھکاؤ سے جھکو گرو۔ گرا ہوا کیا گریگا اور جھکا ہوا کیا جھکیگا۔ ہاں خرّ کی نقیض و ضد یعنی بالکل سیدھا ہو کر بیٹھنے سے خرّ کا حکم ہے۔ واضح رہے کہ قرآن مجید میں جلسہ کا لفظ نہیں آیا۔ قعود کا لفظ آیا ہے۔ آیت ابھی نقل ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ +

قیام ثانی یعنی قومہ کے بیان میں

فرمایا اللہ تعالےٰ نے اپنی کلام پاک تبیاناً لکل شیٔ و تفصیل کل شیٔ میں واسطے ہدایت اپنے بندوں کے :-

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا (پ ۲۳ ع ۱۵)

ترجمہ۔ (بھلا شکر میں پکارنے والا اور شکر میں بھلانے والا شخص اس کی برابری کر سکتا ہے) جو رات کے وقتوں (شام و عشاء و تہجد) میں عجز و انکسار سے نماز میں قیام کرتا ہوا رکوع سجدہ کرتا ہے اور ان سے انتصاب یعنی قومہ اور جلسہ کرتا ہے

قنوت کے معنی نماز میں قیام کرنے کے ہیں جیسا کہ صفحہ ۱۴۰ پر بحوالہ منتہے الارب ومصباح المنیر لکھا گیا ہے۔ قاموس میں اس طرح لکھا ہے :-

القنوت بالضم الطاعۃ والسکوت والدعا والقیام فی الصلوٰۃ والامساک عن الکلام واقنت دعا علی عدوہ واطال القیام فی الصلوٰۃ

ترجمہ۔ قنوت کے معنی ہیں فرمانبرداری اور خاموشی اور دعا اور قیام نماز میں اور بند رہنا کلام سے اور اقنت کے معنی ہیں۔ بددعا کی اپنے دشمن پر اور طویل کیا قیام نماز میں۔

صاحب لسان العرب لکھتے ہیں :-

القنوت الامساک عن الکلام و قیل الدعاء فی الصلوٰۃ والقنوت الخشوع والاقرار بالعبودیۃ والقیام بالطاعۃ التی لیس معہا معصیۃ وقیل القیام ۔۔ وقیل اطالۃ القیام ۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ قال ابن سیدہ القنوت الطاعۃ ھذا ھو الاصل ۔۔۔ ثم سمی القیام فی الصلوٰۃ قنوتاً

ترجمہ۔ قنوت کے معنی ہیں کلام سے بند رہنا اور نماز میں دعا مانگنے کو بھی کہتے ہیں اور خشوع اور اقرار عبودیت اور بے معصیت کو قنوت کہتے ہیں اور قیام کو بھی کہتے ہیں ۔۔ اور قیام کے لمبا کرنے کو بھی کہتے ہیں ۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابن سیدہ کہتا ہے کہ قنوت کے اصل معنی طاعت کے ہیں۔ پھر نماز کے قیام کا نام قنوت رکھا گیا۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ قنوت کے معنی نماز میں قیام کرنے کے ہیں خشوع و خضوع و اقرار عبودیت۔ بات چیت سے رکنا ان سب پر قیام نماز حاوی ہے۔ پس آیت زیر بحث میں قانت کا ترجمہ نماز میں قیام کرنے والا بالکل صحیح ہے اور تمام معانی لغت پر مشتمل ہے صفحات ۲۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ پر تغلیب کا ذکر ہو چکا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کئی مقامات قرآن مجید

میں رکوع تغلیباً سجدہ میں داخل ہے اس آیت میں بھی ساجداً میں راکعاً
بقاعدۂ تغلیب مراد ہے۔ گو لفظاً قیام کے بعد سجدہ کا ذکر ہے لیکن جن آیات
میں یہ مذکور ہے کہ سجدہ سے پہلے رکوع بھی ہے ان کو آیت مذکورۃ الصدر کے ساتھ
ربط دینے سے تسلیم کرنا پڑیگا کہ ساجداً میں راکعاً تغلیباً داخل ہے۔ الغرض
قانتؒ سے ساجداً تک قیام۔ رکوع۔ سجدہ کا ذکر ہے۔ اور اس کے ساتھ
ہی پھر قائماً واقع ہوا ہے اس قائماً سے بھی اگر قیام اول ہی مراد لیا جاوے
تو تکرار بے فائدہ لازم آئیگا کیونکہ جب ایک دفعہ اس قیام کا ذکر آگیا تو دوبارہ
اس کے ذکر سے کیا حاصل۔ پس قائماً سے مراد وہ قیام نہیں ہو سکتا جو رکعت
کے ابتدا میں ہوتا ہے بلکہ یہ کوئی اور قیام ہے۔ قائماً کی تنوین عوض مضاف الیہ
ہے مضاف الیہ سجود نہیں ہو سکتا کیونکہ قائماً السجود سے یا تو پہلے سجدہ سے
اٹھکر کھڑا ہونا مراد ہو سکتا ہے لیکن یہ بالکل باطل ہے کیونکہ اس سے اٹھکر
قعود ہوتا ہے جیسا کہ ثابت ہو چکا اور یا دوسرے سجدہ سے اٹھکر رکعت ثانی
کے قیام اول کے لئے کھڑا ہونا۔ لیکن یہ بھی باطل ہے کیونکہ ہر رکعت کا قیام
اول قانتؒ میں آچکا ہے۔ پس قائماً کا مضاف الیہ سجود نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی
قرینہ ہے اس بات کا کہ ساجداً میں راکعاً بقاعدۂ تغلیب داخل ہے اور قائماً
کا مضاف الیہ الرکوع ہے اور اس سے مراد رکوع سے اٹھکر کھڑا ہونا ہے۔
قاعداً تغلیباً قائماً میں داخل ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔ راکعاً ساجداً
و قائماً قاعداً۔ قائماً کا تعلق راکعاً سے ہے اور قاعداً کا ساجداً سے ہے
پس اس آیت میں قیام۔ رکوع۔ قومہ۔ سجدہ۔ جلسہ پانچوں مذکور ہیں
دیگر آیات قومہ جلسہ کی ملاحظہ ہوں۔ فرمایا اللہ تعالےٰ مالک الملک نے اپنے
کلام بے مثل و بے نظیر میں واسطے ہدایت اپنے بندوں کے :۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (پ ۱۹ ع ۵)	ترجمہ:۔ اور اے رسول اپنے ہم خیال یعنی کتاب اللہ کے مومنو کو قرآنی نماز سکھا اور اگر لوگ تیری مخالفت کریں تو ان کو کہہ دے کہ میں تمہاری نمازوں سے بیزار ہوں اور ان کی مخالفت سے بالکل نہ ڈر اور اس ہر طرح غالب مہربان پر توکل رکھ جو تجھ کو دیکھتا ہے (یعنی تیری حفاظت و نگہبانی کرتا ہے) جبکہ تو (نماز میں) قیام کرتا ہے اور رکوع سجدہ کرنے والے

نمازیوں کے ساتھ رکوع سجود میں تیرے جانے آنے (کے وقت) بھی تیرا نگہبان و محافظ ہے (یعنی حالت رکوع سجدہ میں بھی تجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیگا)۔

واخفض جناح سے مراد تعلیم نماز ہونا از صفحہ ۱۹۴ لغایت ۱۶۷ میں بیان ہو چکا ہے۔ تقلب کے معنی جانے آنے کے ہیں فی بمعنی مع ہے السجدین میں الراکعین داخل ہے۔ ال عوض مضاف الیہ صلوٰۃ ہے فی السجدہ والرکوع مقدر ہے۔ پس تقلبك فی السّٰجدین سے مراد نماز کا رکوع سجود کرنے والے نمازیوں کے ساتھ رکوع سجدہ میں جانا آنا ہے۔ پس رکوع میں جانا بھی ہے اور اس سے آنا بھی۔ جانا اس میں جھکنا ہے اور آنا اس سے اٹھ کھڑا ہونا۔ اسی طرح سجدہ میں جانا بھی ہے اور اس سے آنا بھی۔ جانا اس میں گرنا ہے اور آنا اس سے اٹھکر بیٹھنا ہے۔ حین تقوم و تقلبك فی السّٰجدین میں قیام۔ رکوع۔ قومہ۔ سجدہ۔ جلسہ۔ پانچوں بیان ہو گئے۔

تقلب اور فی کے معانی مذکورہ اور فی الرکوع والسجدہ مقدر ہونے کا ثبوت ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ تقلب کے یہ معنی آیات دیگر میں بھی لئے گئے ہیں جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے :۔

(۱) لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ (پ ۴ ع ۱۱)	ترجمہ:۔ اے رسول! کافروں کا شہروں میں جانا آنا تجھے ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے،
(۲) فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ (پ ۲۴ ع ۵)	ترجمہ پس نہ دھوکہ میں ڈالے تجھکو ان کا شہروں میں جانا آنا

(۳) قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ (پ ۲ ع ۱)	ترجمہ۔ تحقیق دیکھتے ہیں ہم تیرے منہ کا آسمان کی طرف باربار پھرنا (یعنی آنا جانا)۔

تقلب کے ان معنوں سے غالباً اہل حدیث وغیرہ بھی انکار نہیں کرینگے۔ کیونکہ خود اُن کے امام و بزرگان دین شاہ ولی اللہ و عبدالقادر اور ابن عباس بھی آیت نمبر ا و ۲ میں تقلب کے بالکل یہی معنی لکھتے ہیں +

مغنی اللبیب میں لکھا ہے کہ فی کے دس معنی ہیں۔ ان میں سے ایک مصاحبت بھی ہے۔ اس کی مثال میں لکھا ہے ادخلوفی امم ای معھم۔ فخرج علی قومہ فی زینتہ ای مع زینتہ پہلی مثال پ ۸ ع ۱۱ کی آیت ہے دوسری پ ۲۰ ع ۱۱ کی +

رکوع سجدہ کرنے والوں کے ساتھ جانا آنا رکوع سجدہ میں ہی ہوسکتا ہے کسی اور چیز میں نہیں ہوسکتا کیونکہ پھر معیت و مصاحبت نہیں رہتی +

الغرض تقلبك في الساجدين میں رکوع۔ قومہ۔ سجدہ۔ جلسہ چاروں مذکور ہیں۔ دیگر آیت قومہ۔ جلسہ کی درج کی جاتی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (پ ۱۹ ع ۴)	ترجمہ۔ اور (رسول ایسے تھے) جو رات کو زیبی سجدے میں حاضر ہوتے تھے (اور) اپنے رب کے سامنے نماز کے

رکوع سجدے کرتے تھے اور قومہ جلسہ کرتے تھے۔

اس جگہ بھی سُجَّدًا میں رُکَّعًا بقاعدۂ تغلیب داخل ہے اور قیامًا سے مراد پہلا قیام نہیں۔ کیونکہ یہ ترتیب میں رکعًا سجدًا کے بعد واقع ہوا ہے اور وہ قیام رکوع سے پہلے ہے۔ اس سے مراد قیام بعد رکوع یعنی قومہ ہے اور اس میں بھی قاعدًا داخل ہے۔ اصل عبارت یوں ہے رکعًا سجدًا و قیامًا قعودًا تغلیب میں حکمت یہ ہے کہ ظاہر ہوجاوے کہ رکوع سجدہ میں زیادہ فروتنی و عاجزی و ذلت و حقارت ہے اور قیام کی نسبت قعود میں۔ پس اس آیت میں رکوع سجدہ

قومہ جلسہ چاروں مذکور ہیں اور سابقہ رسولوں کے حوالہ سے بیان ہوئے ہیں اور چونکہ ان کے اتباع کے لئے ہم بھی مامور ہیں اسلئے ان کے ارکان کے ادا کرنے کا ہم کو بھی حکم ہے +

ادائے قومہ جلسہ کے بیان میں

فرمایا تبارک و تعالیٰ مالک الملک نے اپنی کتاب مفصل میں :-

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (پ ۴ ع ۱۱)

ترجمہ - تحقیق ان آسمان و زمین اور ان کی ہر ایک چیز کی پیدائش میں خصوصاً اس رات دن کے تغیر و تبدل کے اوقات ایسی چیزیں ہیں جو نہایت ہی بڑھکر بیدار کرنے والے اور ہوشیار کرنے والے اور اللہ کی طرف ندا کرنے والے ہیں اعلےٰ درجہ کی کامل عقل سلیم والے لوگوں (رسولوں) کے لئے جو اللہ کی نماز پڑھتے تھے خاصکر قومہ جلسہ کرتے تھے اور اروقت اضطرار قومہ جلسہ لیٹے ہوئے ادا کرتے تھے - کیونکہ وہ ان آسمان و زمین اور ان کی ہر ایک چیز کی پیدائش میں غور کیا کرتے تھے اور (قومہ جلسہ میں ان الفاظ سے اللہ کو یاد کرتے تھے (ربنا ما خلقت ۔۔۔ سبحانک) اے رب ہمارے نہیں پیدا کیا تو نے اس (مخلوقات) کو ہرگز کسی طرح بھی بے فائدہ (بیان کرتے ہیں) ہم پاکی تیری سو بچا ہم کو عذاب نار جہنم سے - اے رب ہمارے تو جس شخص کو داخل کریگا دوزخ کی آگ میں سو تحقیق خوار کریگا تو اسکو اور نہ ہوگا واسطے کن پا اللہ کے قرار دادہ ظالموں کے کوئی بھی کسی طرح کا مددگار - اے رب ہمارے تحقیق نا بیلدی کی ہم نے پکار کر نیوالے تیرے کی جو پکار تھے طرف قرآنی نماز کے یہ کہ نماز پڑھو اپنے رب کی پس ہم نماز پڑھتے ہیں - اے رب ہمارے پردہ پوشی کر کے بخشدے بالکل ہم کو گناہ ہمارے اور دور رکھ ہم سے برائیاں اور موت دیکر ملائیو ہم کو ساتھ کامل نیک لوگوں کے اے رب ہمارے (قبول کر ہماری دعا اور) دے ہم کو جو کچھ تو نے وعدہ لیا ہم سے معرفت اپنے رسولوں کی اور مت ذلیل کیجیو ہم کو جس دن کہ سب لوگ تیرے سامنے کھڑے کئے جاوینگے (ہمیں تیرے وعدہ پر یقین ہے) کیونکہ تحقیق تو نہیں خلاف کرتا اپنے کسی وعدے کا ۔

یہ آیت اذان کے باب میں صفحہ ۱۳۲ پر نقل ہوچکی ہے اور وہاں آیت کے معنی بحوالہ لغت بیان ہوچکے ہیں اولی الالباب سے مراد رسول ہیں کیونکہ اس جگہ

بطور نمونہ بغرض اتباع پیش ہوئے ہیں۔ اور اتباع صرف رسولوں ہی کا فرض ہے (فبھداھم اقتدہ) یذکرون بمعنی یصلّون ہے۔ ذکر کے معنی صلوٰۃ کتب لغت میں لکھے ہیں :-

ذکر نماز و دعا و کتابیکہ دراں تفصیل دین و وضع و نہاد کیش و ملت باشد (منتہی الارب)	ترجمہ۔ ذکر۔ نماز اور دعا اور وہ کتاب کہ جس میں دین کی تفصیل اور مذہب و ملت کی وضع درج ہو۔ (منتہی الارب)
الذکر ... الصلوٰۃ للّٰہ والدعاء والکتاب فیہ تفصیل الدین و وضع الملل (قاموس)	ترجمہ۔ ذکر۔ اللہ کی نماز پڑھنا اور دعا اور وہ کتاب جس میں دین کی تفصیل اور طریقہ ملت مندرج ہو (قاموس)
الذکر الکتاب الذی فیہ تفصیل الدین و وضع الملل و کل کتاب من الانبیاء علیہم السلام ذکرٌ والذکر الصلوٰۃ للّٰہ والدعا الیہ والثناء الیہ (لسان العرب جلد ۵)	ترجمہ۔ ذکر وہ کتاب ہے جس میں دین کی تفصیل اور طریقہ ملت مذکور ہو اور ہر ایک کتاب جو انبیاء علیہم السلام پر (نازل ہوئی) ذکر ہے اور ذکر نماز اللہ کی پڑھنا اور اس سے دعا مانگنا اور اس کی تعریف کرنا۔ (لسان العرب جلد ۵)

لغت کی ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ ذکر کے معنی نماز کے ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ ذکر کے معنی یاد کرنے دعا و ثنا وغیرہ کے بھی ہیں لیکن نماز میں یہ سب چیزیں آجاتی ہیں اور کوئی قرینہ آیت مذکورہ بالا میں مانع معنی نماز نہیں پس یذکرون اللہ کے معنی یصلّون للہ بالکل صحیح اور درست ہیں۔ اختلاف لیل و نہار اور ان کے منادی ہونے کا ذکر بھی اس کی تائید کرتا ہے (دیکھو اذان کا باب) اور اس سے ماقبل کی آیات میں کفار کی ایذا و آزار دہی اور اس پر صبر کا جو ارشاد ہے وہ بھی معانی مذکورہ کا مؤید ہے ولتسمعن من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذًی کثیرًا وان تصبروا وتتقوا فان ذٰلک من عزم الامور۔ صبر و نماز کا ذکر از صفحہ ۱۶۹ تا صفحہ ۱۷۴ پر ملاحظہ فرما دیں۔ قرآن مجید کی اور بھی کئی آیات میں ذکر بمعنی

نماز آیا ہے جیساکہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے :-

(۱) حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِينَ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ (پ ۲ ع ۱۵)

ترجمہ - کتاب اللہ کی بتائی ہوئی نمازوں کی حفاظت کیاکرو اور خاصکر ان نمازوں میں سے بیچ کی نماز (یعنی عصر) کی اور اللہ کے سامنے عجز و نیاز اور ادب سے کھڑے ہوا کرو اور اگر تم کو خوف ہو (خواہ کسی طرح کا) تو پیدل ہو یا سوار (جس حالت میں ہو اور جیسی کرتے بن پڑے نماز ادا کرلو)

پھر جب مطمئن ہوجاؤ تو نماز کی کیفیت - ہیئت - ماہیت - طریقت - کیفیت جملہ اقوال - افعال حرکات - سکنات وغیرہ تمام اسی طرح ادا کرو جس طرح تم کو اللہ تعالےٰ نے (قرآن مجید میں) تعلیم دی ہے۔

(۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (پ ۲۸ ع ۱)

ترجمہ - اے ایماندارو! جب آگاہی کی جاوے تم کو واسطے نماز ظہر کے دن جمعہ کے تو فوراً خطبہ و نماز کی طرف آجاؤ۔

(۳) فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (پ ۲ ع ۹)

ترجمہ - پس جب تم عرفات سے پھرو - تو مشعر الحرام کے نزدیک اللہ کی نماز پڑھو۔

(۴) فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (پ ۲ ع ۲)

ترجمہ - پس تم میری نماز پڑھو میں تم کو نماز کی جزا دونگا اور میری صفت و ثنا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

پس محاورۂ قرآن کے مطابق بھی ذکر کے معنی نماز لینا بالکل صحیح ہے اور آیت زیر بحث میں یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم کے معنی یصلون للہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم بالکل ٹھیک ہیں۔ قیام و قعود نماز میں دو دو ہیں۔ قیام اول قیام ثانی (قومہ)۔ قعدۂ اول (جلسہ) قعدۂ ثانی اور تین یا چار رکعتوں میں قعدۂ ثالث بھی۔ قیام ثانی (قومہ) اور قعدۂ اول (جلسہ) ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ باقی قیام و قعود ایک دوسرے سے نسبتاً بعید ہیں۔ اور اسلئے قیاما وقعودا سے قیام ثانی وقعود اول یعنی قومہ جلسہ مراد ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قیاما وقعودا اکٹھے ذکر کئے ہیں لہٰذا جو قیام و قعود ایک دوسرے کے قریب ہیں وہی مراد لینے چاہئیں مطابق وآت ذی القربیٰ حقہ اور باہم قریب قومہ جلسہ ہیں۔ قیام اول اسلئے بھی مراد نہیں ہو سکتا

کہ اس کے اذکار دیگر آیات میں بیان ہو چکے ہیں اور قیام مذکورہ آیت زیر غور
کی دعا ساتھ ہی مذکور ہے اور کوئی لفظ آیت کا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ دعا
قیام اول کے اذکار کے ساتھ پڑھی جانی چاہیئے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے
کہ یہ دعا قیام اول کی نہیں بلکہ قیام ثانی کی ہے۔ پس قیاماً وقعوداً میں قیاماً سے
مراد یقیناً قیام ثانی ہے اور چونکہ بہ نسبت دیگر قعدوں کے قعود اول یعنی جلسہ اس کے
قریب و نزدیک تر ہے لہذا قعوداً سے مراد قعود اول (جلسہ) ہے اور قیاماً کی تنوین
عوض مضاف الیہ الرکوع اور قعوداً کی عوض مضاف الیہ السجدۃ الاولیٰ ہے علیٰ جنوبہم
میں ارشاد ہے کہ اگر قومہ و جلسہ پر قادر نہ ہوتے تھے تو لیٹے ہوئے ان ارکان کو ادا کرتے تھے
و یتفکرون فی خلق السموٰت والارض میں واو علت کی ہے اور اس میں بتایا گیا
ہے کہ انبیا اختلاف اوقات کو دیکھکر اسلئے نماز کے واسطے چوکنے اور ہمہ تن متوجہ
ہو جاتے تھے کہ وہ آسمان و زمین اور ما فیہا کو دیکھکر خدا کی قدرت۔ اس کی خالقیت
مالکیت۔ عزت و جبروت و دیگر صفات اس ذات پاک پر غور و فکر و تدبر کیا کرتے تھے
اور خدا کی ہیبت ہر وقت ان کے دل میں رہتی تھی اسلیئے وہ وقت نماز کو دیکھکر
فوراً تیار و ہوشیار ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دعا کے الفاظ بیان
فرمائے ہیں ربنا ما خلقت تا میعاد جیسا کہ سجدوں کے ذکر کے ساتھ ان کی تسبیح و حمد و
استغفار مذکور ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس جگہ بھی قومہ و جلسہ کے افعال بتا کر ان کے
اقوال بھی بتا دیئے ہیں۔ اس دعا کے شروع میں ویقولون مقدر ہے اور کوئی
شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا اور نماز کے قومہ و جلسہ کے ساتھ ہی اس دعا
کا مذکور ہونا بتا رہا ہے کہ یہ دعا ان ہر دو ارکان میں رسول پڑھتے تھے۔ اور
ویقولون فی قیام الرکوع و قعود السجدۃ الاولیٰ مقدر ہے واو جمع کے لیئے ہے
پس یہ دعا قومہ جلسہ میں انبیا مطابق تعلیم الٰہی پڑھا کرتے تھے۔

کوئی چیز ایمان کو اس قدر ضرر نہیں پہنچا سکتی جس قدر کہ تقلید۔ کلام الٰہی کے فہم صحیح سے جو لوگ محروم رہے وہ بھی اسی بلا کی وجہ سے۔ اپنے اماموں و بزرگوں اور راویوں کی تقلید سے امور دین میں جس طریقہ و روش و مذہب کے پابند تھے مترجمین و مفسرین نے آیات قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کو اسی سانچہ و قالب میں ڈھالا۔ حنفی مفسرین نے تو حضور کر امام اعظمؒ صاحب کے مذہب کے موافق تفسیریں کیں۔ شافعیوں نے اپنے مذہب کے مطابق۔ مالکی اسے کھینچ تان کر اپنے امام کی طرف لے گئے اور سب سے بڑا ظلم ان مفسرین نے کیا جنہوں نے حدیث کو قرآن مجید پر قاضی وحاکم ٹھیرا دیا اور دھینگا مشتی سے آیات کو احادیث کے سانچے تلے چلایا۔ آیت زیر بحث منقولہ صفحہ ۱۷۳ میں کئی مفسرین نے کو یوں بھی کو معنی یصلون لیا (دیکھو تفسیر عباسی و جلالین و ابو سعود وغیرہ) اور تسلیم کیا کہ یہ آیت متعلق نماز ہے۔ لیکن چونکہ مابعد کی دعا ان کی نمازوں میں مروج نہ تھی اور ان کے اماموں کے مذاہب میں جاری نہ تھی اسلئے یہ پاک دعا ان کو نماز میں پڑھنی نصیب نہ ہوئی۔ انہوں نے اس دعا کا محل نماز کو قرار نہیں دیا۔ اگر یہ لوگ قید تقلید سے آزاد ہوتے اور فقہ و حدیث کی رنگین عینک سے کتاب اللہ کو نہ دیکھتے تو انہیں صاف نظر آجاتا کہ اس دعا کا موقعہ نماز ہی ہے۔ انسان جس رنگ کی عینک سے دیکھتا ہے اس کو زمین و آسمان کی ہر ایک چیز میں وہی رنگ نظر آتا ہے۔ لیکن اشیا کو اصلی رنگت میں وہی شخص دیکھتا ہے جسکی نظر صحیح و سالم ہے اور جو بغیر عینک کے دیکھ سکتا ہے۔ پس اے لوگو پاک و آزاد دل سے کلام الٰہی کو پڑھو اور اپنی آنکھوں سے پڑھو تاکہ تمہیں حقیقت نظر آئے۔ بخاری و مسلم یا ابو حنیفہ و شافعی یا فخر الدین و جلال الدین کی آنکھوں سے نہ دیکھو ؎

قیاما و قعودا و علیٰ جنوبہم سے یہ مراد لینا کہ کھڑے بیٹھے لیٹے جس طرح

طاقت ہو نماز ادا کر لینی چاہیئے بالکل غلط ہے کیونکہ اس سے لازم آئیگا کہ دعا ربنا ما خلقت الخ نماز کے تمام ارکان میں پڑھنی چاہیئے - حالانکہ ہر رکن کی علیحدہ علیحدہ دعائیں و آیات مخصوص تو بیان ہیں - علاوہ ازیں حالت خوف میں و مرض و اضطرار میں نماز پڑھنے کا طریق دیگر آیات میں بیان ہو چکا ہے - دیکھو حالت اضطرار میں نماز پڑھنے کا باب اور ماقبل و مابعد کے ساتھ بھی نماز اضطرار کو کوئی ربط و مناسبت نہیں - لہٰذا اس محل پر اس کا گمان کرنا بالکل باطل ہے +

قومہ میں بھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیئے کیونکہ خدا کے سامنے کھڑا ہونے کی یہی صورت بتائی گئی ہے دیکھو قیام کا باب +

تکبیر کے بیان میں

قیام کے باب میں صفحہ پر وعدہ کیا گیا تھا کہ تکبیر کا ثبوت انشاءاللہ عنقریب ہر دو سجدوں کے ذکر کے بعد پیش کیا جائیگا کیونکہ قرآن مجید میں بھی اسی ترتیب سے یہ مسئلہ بتایا گیا ہے - ذیل میں آیت نقل کی جاتی ہے جس میں تکبیر کا حکم ہے - فرمایا اللہ تعالےٰ نے :-

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ وَّيَقُوْلُوْنَ × × × × × وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ × × × قُلِ × × × × وَلَا تَجْهَرْ × × وَقُلِ × × وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا (رکوع ۱۲)	ترجمہ - تحقیق وہ لوگ جن کو اس (قرآن) سے پہلے علم دین (آسمانی کتاب) دیا گیا تھا - جب ان پر (آیات کتاب اللہ) پڑھی جاتی تھیں تو منہ کے بل رکوع و سجدے میں گر پڑتے × × × × اور دوبارہ سجدے میں گر جاتے تھے × × × × اور تکبیر کہہ اس کی تمام ارکانِ نماز کے ابتدا میں ،

یہ مقام کلام اللہ کا بہت دفعہ نقل ہو چکا ہے - لہٰذا بعض آیات نہیں لکھی گئیں - اذا یتلیٰ میں قیام - یخرون للاذقان سجدًا میں رکوع - قومہ سجدہ

ویخرون للاذقان یبکون میں جلسہ وسجدہ ثانی مذکور ہیں جیسا کہ سابقاً ابواب
میں بیان ہو چکا ہے +

کبّرہ کے معنی ہیں اللہ کی تکبیر کہہ باربار تکبیراً مفعول مطلق ہے واسطے
عدد و مرۃ کے اور اسکی تنوین عوض مضاف الیہ ابتدا کل ارکان الصلوٰۃ ہے۔
پس کبرہ تکبیراً کا ترجمہ ہوگا تکبیر کہہ تمام ارکان نماز کے ابتدا میں۔ اب ہم ہر سہ
کا ثبوت پیش کرتے ہیں کبّر سے پہلے یتلیٰ۔ یقولون۔ ادعو۔ لا تجہر۔ قل مذکور
ہیں ان میں قولی اذ ہمارا کا ارشاد ہے اسلئے کبّر میں بھی قولی تکبیر نماز کا حکم ہے
یعنی تکبیر کہنے کا امر ہے۔ کبّر باب تفعیل سے ہے اور تکثیر فعل اس باب کا ایک
خاصہ ہے جوّلت (کثرت سے پھرا میں) اور طوّفت (کثرت سے طواف کئے میں نے)
اسکی مثالیں کتب صرف میں لکھی ہیں (دیکھو رضی و جاربردی وغیرہ) پس کبّر کے
معنی ہیں تکبیر کہہ باربار تکبیراً مفعول مطلق ہے اور وہ یا نوع کے لئے آتا ہے یا
تاکید کے لئے یا عدد و مرّۃ کے لئے لیکن تکبیر کہنے میں نوع کا کوئی احتمال نہیں۔
اور نہ ہی یہ تاکید کے لئے ہے مفعول مطلق تاکید کے لئے وہ ہو سکتا ہے جس کے
مفہوم میں فعل کے مفہوم پر کچھ زیادتی نہ ہو۔ لیکن تکبیراً کے مفہوم میں تکبیر کے محل
بھی شامل ہیں جو کبّر میں نہیں۔ اسلئے یہ مرۃ کے لئے ہے اور یہ بھی تائید کرتا
ہے اس بات کی کہ کبّرہ تکبیراً میں نماز میں باربار تکبیر کہنے کا حکم ہے۔ تکبیراً
کی تنوین عوض مضاف الیہ ہے اور کوئی قسم یہاں نہیں ہو سکتی۔ افراد۔ نوعیت۔
تعظیم۔ تحقیر۔ تقلیل کا اس موقعہ پر وہم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی تکثیر کا کیونکہ اسطرح نماز
میں بلا حد و حساب تکبیرات کہنے کا حکم ثابت ہوگا اور ایسا بے ہر و پا خدائی حکم نہیں
ہو سکتا[1]۔ پس یہ تنوین عوض مضاف الیہ ہی ہو سکتی ہے اور مضاف الیہ ارکان الصلوٰۃ ہے

[1] اوپر بیان ہو چکا ہے کہ کبّر کے معنی ہیں نماز کی تکبیر کہہ +

جو اس سے پہلے مذکور ہیں اور بار بار تکبیر کہنے کا حکم بتا رہا ہے کہ نماز میں ایک تکبیر کہنے کا حکم نہیں بلکہ زیادہ کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بار بار تکبیر یہ نماز کا حکم کس طرح ادا کیا جائے۔ کیا کسی ایک ہی رکن میں کئی بار تکبیریں کہدی جاویں یہ ہرگز نہیں کیونکہ کسی رکنِ نماز میں کوئی دیگر ذکر دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں ہوا۔ اور اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے اللّٰہ نزّل احسن الحدیث کتابًا متشابھًا۔ ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ نے اُتاری اپنی کلام حسن (یعنی) اپنی کتاب جس کے مسائل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ پس تکبیر بھی دیگر اذکار کے متشابہ ہوگی اور جب تک کوئی قرینہ مانع نہ ہو۔ ہم ہر ایک وجہ سے تکبیر کو اذکار کے متشابہ قرار دے سکتے ہیں۔ پس کیت قرأت (ایک بار یا زیادہ بار پڑھنا) میں ہم ان کو اگر متشابہ ٹھیراویں تو ہمیں کوئی قرینہ منع نہیں کرتا پس کیت قرأت میں تکبیر اور دیگر اذکار آپس میں متشابہ ہیں اور چونکہ دیگر اذکار ہر رکن میں ایک ایک بار ہی پڑھے جاتے ہیں۔ اسلئے تکبیر بھی کسی رکن میں ایک بار سے زیادہ کہنی جائز نہیں پس بار بار تکبیر یہ نماز کا حکم اس طرح ادا نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی رکن میں چند بار تکبیر کہدی جاوے تو کیا تین یا چار ارکانِ نماز میں تکبیر پڑھنے سے اس حکم کی تعمیل ہو جائیگی۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ جب خدا تعالےٰ نے کسی تعداد کی تخصیص نہیں کی تو ہمیں کوئی حق نہیں کہ اپنی طرف سے کوئی تعداد معین کریں اور نہ ہی ہمیں اس امر کی تعیین کا حق ہے کہ فلاں فلاں ارکان میں تو تکبیر کہی جاوے۔ پس ہم کو ارکان کی کسی تعداد کی تخصیص یا ترجیح کا کوئی حق نہیں لہٰذا ہم کو تمام ارکان میں تکبیر کہنا فرض ہے اور ہر رکن میں ایک بار۔ زیادہ دفعہ جائز نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر رکن میں ایک بار تکبیر کہنا فرض ہے اب یہ امر قابلِ غور ہے کہ تکبیر رکن کے ابتدا میں کہنی چاہیئے یا آخیر میں یا درمیان میں پس واضح ہو

کر ابتدا میں کہنی چاہیے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے :-

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (پ ۲۹ ع ۱)

ترجمہ - اے بارِ رسالت کے اٹھانے والے ہوشیار ہو جاؤ اور ڈرا لوگوں کو عذابِ الٰہی سے اس طرح کہ اپنے رب کی کبریائی بیان کر۔

اس آیت میں رسول اللہ سلام علیہ کو تکبیر یعنی اللہ کی کبریائی سب سے پہلے بیان کرنیکا حکم ہوا ہے کہ اس سے لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا ہوگا اور وہ تعلیم الٰہی کو قبول کرنے کے لئے مستعد ہونگے۔ اس کے بعد اور مسائل بیان ہوئے ہیں کہ اپنے دل کو پاک کر شرک و کفر چھوڑ دے وغیرہ وغیرہ۔ تکبیر کا حکم سب سے پہلے بیان کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ تکبیر ہر چیز سے مقدم ہے۔ پس تکبیر نماز میں ہر رکن کے ابتدا میں کہنی چاہیئے۔ موسےٰ سلام علیہ نے فرعون کو حسب حکم ربی فرمایا:

هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزَكَّىٰ وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ (پ ۳۰ ع ۲)

ترجمہ - کیا تو پاک ہونا چاہتا ہے اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھ کو تیرا رب اچھی طرح دکھاؤں (یعنی تیرے رب کی کبریائی بیان کروں) تاکہ تو ڈرے"

اس آیت اور پہلی کا مضمون بالکل ملتا جاتا ہے۔ پہلی آیت میں رسول اللہ سلام علیہ کو حکم ہوا ہے کہ تو اللہ کی کبریائی بیان کر اس سے لوگوں کے دلوں میں ڈر پیدا ہوگا۔ موسےٰ سلام علیہ نے بھی فرعون کو یہی کہا کہ اگر تو چاہے تو میں تیرے سامنے رب کی کبریائی بیان کروں تاکہ تو ڈرے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی کبریائی سب سے پہلے بیان کرنے کا امر ہے۔ انسانی فطرت بھی یہی چاہتی ہے کہ جب حاکم سے کوئی عرض معروض کرنی ہو تو پہلے اس کو بڑائی و تعظیم کے لفظوں سے مخاطب کرے جیسے حضورِ عالی، جنابِ عالی وغیرہ کہتے ہیں پس نماز میں بھی تکبیر ہر رکن کے اذکار سے پہلے کہنی چاہیئے۔

الغرض نماز کے ہر رکن کے ابتدا میں تکبیر کہنے کا حکم ہے اور اسی لئے

ہم نے کبترۃ تکبیراً کی تنوین کا عوض مضاف الیہ (ابتدائے کل ارکان الصلوٰۃ) بیان کیا تھا۔ اب ہمیں تکبیر کے الفاظ قرآن مجید سے تلاش کرنے چاہئیں۔ اللہ اکبر قرآن مجید میں نہیں لکھا اور اسلئے یہ تکبیر کہنا خلاف کتاب اللہ و ناجائز ہے۔ قرآن کریم میں تکبیر کے یہ الفاظ ہیں :-

مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (پ۱۷ ع۱۵)	ترجمہ: جس (قول فعل) کی یہ (لوگ) اور جس کی طرف لوگ رغبت کرتے ہیں جو سوائے اللہ کی کتاب کے ہے وہ بالکل باطل ہے (قرآن ہی تیار رہو) کیونکہ تحقیق اللہ تعالیٰ ہی ہر طرح بلند شان بزرگ ہے

پس یہ تکبیر لفظ ما سے کبیر تک نماز کے ہر رکن کے شروع میں کہنی فرض ہے اور پ ۲۱ میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں۔ تکبیر کے اور کوئی الفاظ اللہ تعالیٰ نے تعلیم نہیں فرمائے۔ دعا کے معنی رغبت کتب لغت میں لکھے ہیں دیکھو لسان العرب جلد ۱۸۔ قاموس۔ منتہی الارب۔ مصباح المنیر۔

تکبیر کہتے وقت کان پکڑنے کے بیان میں

ہر تکبیر کے ساتھ اپنے کان پکڑنے فرض ہیں یہ اقرار جرم و توبہ کی علامت ہے جیسے کسی مجرم و خطاوار گنہگار سے توبہ کرائی جاتی ہے یا استاد اپنے شاگرد کے قصور کرنے پر اصلاح کے لئے توبہ کراتا ہے اسی طرح نماز میں بھی اپنے جرموں اور خطاؤں کی معافی مانگنی ہوتی ہے اور آئندہ اُن سے باز رہنے کا اقرار ہوتا ہے۔ واعف عنّا واغفر لنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکٰفرین۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عبادت (نماز) میں کان پکڑنے کا حکم دیا ہے تاکہ قولاً فعلاً توبہ ہو جائے۔

اس باب میں ہم دو طرح کی آیات پیش کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ اول تو وہ جن میں

کانوں کو خدا کے حضور ذلیل و حقیر کرنے کا حکم ہے دوئم وہ جن میں ان کی تذلیل و تحقیر کا طریق یعنی ہر تکبیر کے ساتھ ان کو پڑنا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے پس واضح ہو کہ صفحات ۴۲ تا ۵۰ پر بیان ہو چکا ہے کہ نماز کا ایک مقصود یہ ہے کہ حفاظت فطرۃ اللہ میں انسان سے جو غلطیاں ہوں۔ ان کی معافی مانگی جاوے۔ اب ہم اس کی مزید تفصیل کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کے جن جوڑوں سے خطائیں اور غلطیاں اور سرکشیاں سرزد ہوتی ہیں۔ ان میں سے فرداً فرداً ہر ایک عضو سے معافی مانگنا نماز کی علت غائی ہے جو قصور ہاتھوں سے ہو۔ ہاتھ اس کی معافی مانگیں جو آنکھوں سے ہو آنکھیں اس کے لیئے معافی کی خواستگار ہوں اور جو قصور پاؤں کریں۔ پاؤں اس کی معافی طلب کریں۔ جو قصور کانوں سے سرزد ہو کان معافی مانگیں۔ علیٰ ہذا القیاس باقی اعضا تمام گناہوں کی جڑ و لہذا سب سے بڑا گناہ کتاب اللہ سے نفرت و بغاوت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کا یہ خاص فضل ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا اسے فطرت پاک کی نعمت و امانت عطا فرمائی۔ پھر اس نعمت و امانت کی حفاظت کے قواعد و قوانین بذریعہ اپنی کتاب کے بتا دیئے تاکہ انسان ان پر کاربند ہو کر اپنی فطرت کے ہر سہ قوٰے ملکی سبعی بہیمی کو اصلی پیدائشی حالت پر قائم رکھ سکے اور ان کو نقص و تغیر و تبدل سے بچا سکے جیسا کہ صفحہ ۴۲ و ۴۴ میں تفصیلاً بیان ہوا انسان کو لازم تھا کہ جس طرح بدن کی صحت کے لیئے ظاہری طب کی بسر و چشم اور دل و جان سے تعمیل و پیروی کرتا ہے اسی طرح اپنی فطرت کی محافظت کے لیئے ایمانی طب (کتاب اللہ) کی قدر و اطاعت کرتا لیکن یہ ظلوم و جہول اُلٹا اس سے نفرت و سرکشی کرتا ہے۔ چیں بجبیں ہوتا ہے۔ ناک بھویں چڑھاتا ہے۔ بُرا بھلا کہتا ہے۔ کانوں میں اُنگلیاں ڈالتا ہے۔ مومنوں پر دست درازی کرتا ہے۔ پیٹھ دے کر اس سے بھاگتا ہے جیسا کہ آیات ذیل سے واضح ہوتا ہے:۔

(۱) فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ×× فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی (پ ۳۰)

ترجمہ: ولیکن جو شخص (کتاب اللہ سے) سرکشی کرے×× تو ضرور دوزخ ہی اس کی جگہ ہے،

(۲) اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ۔ (پ ۲۲ ع ۱۸)

ترجمہ: تحقیق ہم ان منکروں کی گردنوں میں سرکشی کے طوق رہنے دیتے ہیں اور وہ ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچے ہیں پس وہ اپنے سروں کو اکڑاتے ہوئے ہیں،

(۳) اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (پ ۲۹ ع ۱۵)

ترجمہ: تحقیق مخالف (کتاب اللہ سے منکر مخالفت کا) فکر کرتا ہے اور اٹکل دوڑاتا ہے پس (بدرگاہ خدا) ذلیل و حقیر ہو جاتا ہے کیونکہ بری اٹکل دوڑاتا ہے۔ پھر (بار بار بدرگاہ خدا) ذلیل و حقیر ہوتا رہتا ہے کیونکہ بری ہی اٹکل دوڑاتا رہتا ہے۔ پھر بری نظر کرتا ہے (قرآن کی طرف) پھر اس سے جبین جبیں ہوتا ہے اور ناک بھوں چڑھاتا ہے۔ پھر پیٹھ دیکر بھاگتا ہے اور شیخی میں آ کر کہنے لگتا ہے کہ یہ باطل اقوال من گھڑت ہیں یہ تو اس شخص کے اپنے اقوال ہیں،

(۴) اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

ترجمہ: (اے پیغمبر) یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو اس طرح گھور گھور کر دیکھتے ہیں کہ گویا تجھ کو کھا جانا چاہتے ہیں،

(۵) جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ (پ ۲۹ ع ۹)

ترجمہ: اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں،

(۶) وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ (پ ۲۳ ع ۱۰)

ترجمہ: چل پڑتے ہیں ان کے پیشوا (کہتے ہوئے) کہ چلو اور جمے رہو اپنے اصل بزرگوں کے طریقے پر،

(۷) اَلَآ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ (پ ۱۱ ع ۱۷)

ترجمہ: اے پیغمبر سنو یہ کافر اپنے سینوں کو پیچ و خم دیتے ہیں۔ آخرکار قرآن سے چھپ جاتے ہیں،

(۸) اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ (پ ۲۴ ع ۲)

ترجمہ: جب صرف ایک اللہ کے ہی (دین میں حاکم ہونے کا) ذکر کیا جائے تو بے ایمان لوگوں کے دل بھچنے لگتے ہیں،

(۹) اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ (پ ۶ ع ۲)

ترجمہ: (اے مسلمانو) تحقیق کفار لوگ تم پر دست درازی کرنے کا قصد کیا کرتے ہیں،

(۱۰) فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِیْنَ ۝ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (پ ۲۹ ع ۱۶)

ترجمہ: ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ خدا کی نصیحت (قرآن) سے روگردانی کرتے ہیں گویا وہ جنگلی گدھے کی طرح ہیں جو شیر کی (خوف) سے

(۱۱) وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا (پ ۱۵ ع ۵)	ترجمہ - اور جب تو قرآن میں تنہا اپنے پروردگار کے (حاکم دینی ہونے کا) ذکر کرتا ہے تو یہ لوگ سخت نفرت کرکے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں
(۱۲) مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا (پ ۴ ع ۶)	ترجمہ - جو الٹے پیروں کفر کی طرف (قرآن کی طرف سے) لوٹ جائیگا وہ کتاب اللہ کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیگا)

الغرض انسان کتاب اللہ سے بغاوت کرتا ہے یا کرسکتا ہے اپنے تمام اعضا سے۔ سر سے۔ پیشانی سے۔ آنکھوں سے۔ ناک سے۔ زبان سے۔ کانوں سے۔ دل سے۔ ہاتھوں سے۔ ٹانگوں سے۔ پاؤں سے۔ پشت سے۔ مذکورہ بالا بارہ آیات میں ان تمام اعضا سے بغاوت کا ذکر ہے۔ ہر انسان ان سے بغاوت کرسکتا ہے اور بہت کرتے ہیں نماز میں ان ہی تمام اعضا کو ذلیل و حقیر بحضور رب العالمین کرنے کا حکم ہے اور ان ہی انداموں کا عجز و نیاز۔ اطاعت و انقیاد و فرمانبرداری و دانا بیعتاً للہ کے سامنے ظاہر کرنے کا امر ہے۔ گویا اس بات کے اظہار کا ارشاد ہے کہ یا اللہ میرے یہ اندام تیری کتاب سے باغی و سرکش نہیں بلکہ اس کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اور تیری کتاب کے خلاف جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس کی معافی کے خواستگار ہیں جب انسان نماز میں ہاتھ باندھتا ہے تو ہاتھوں کی اطاعت ظاہر کرتا ہے اُن کو دل پر رکھتا ہے تو اُس کی فرمانبرداری کا اظہار ہوتا ہے۔ آنکھوں کو اِدھر اُدھر دیکھنے سے روک لیتا ہے۔ سجدہ میں ناک کو زمین پر رگڑتا ہے۔ ایسا ہی پیشانی کو۔ رکوع میں پیٹھ کو خم کرتا ہے۔ پاؤں پر بیٹھتا ہے۔ زبان سے استغفار پڑھتا ہے۔ سر کو عاجزی سے جھکاتا ہے۔ چنانچہ جداگانہ بابوں میں ان سب کا بیان ہو چکا ہے۔ غرضیکہ تمام اعضا جن سے بغاوت کتاب اللہ ہوسکتی ہے اور ہوتی ہے ان کو عملی طور پر اللہ کے سامنے

عاجز و ذلیل و حقیر کرتا ہے۔ یہ سلسلہ بھی چاہتا ہے کہ کانوں کی ذلت و حقارت

عجز و نیاز - اطاعت و انقیاد ہر عضو خدا کے سامنے ظاہر کی جاوے - تاکہ اس امر کا اظہار ہو جائے کہ یہ بھی کتاب اللہ سے باغی نہیں ہیں بلکہ اس کے مطیع و فرمانبردار ہیں اور جو خطا ان سے ہوئی ہے اس کے لئے معافی چاہتے ہیں +

آیت ذیل میں کانوں کو خدا کے حضور ذلیل کرنے کا حکم ہے - فرمایا اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک و بے عیب میں :-

(۱) وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ × × × وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ رکوع ۵ ؎

ترجمہ - اور البتہ تحقیق ہم ان کی عبرت کے لئے ان پر سختیاں اور تنگی بھیجتے رہتے ہیں تاکہ وہ خدا کے آگے عاجزی کریں لیکن پھر بھی وہ استکانت و تضرع نہیں کرتے (پس ان سے کہو کہ اے لوگو نماز میں حضور استکانت و تضرع کیا کرو مطابق آیت) × × ×

یعنی اللہ کے آگے جتنے کان اور آنکھیں اور دل تمہارے نماز کے لئے پیدا کئے ہیں ان کو ذلیل و حقیر کرو - پر تم بہت تھوڑی قدر شناسی کرتے ہو (یعنی کانوں اور آنکھوں اور دلوں کو تھوڑا ذلیل کرتے ہو)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ لوگوں پر قحط - طاعون وغیرہ سختیاں اس باعث سے بھیجتا رہتا ہے کہ وہ خدا کے آگے استکانت و تضرع نہیں کرتے - پھر اللہ تعالےٰ نے حکم دیتا ہے کہ تم استکانت و تضرع کیا کرو - اور استکانت و تضرع کی تفسیر یہ ہے کہ خدا نے تمہارے کان - آنکھیں اور دل جو پیدا کئے ہیں ان کو اس کے سامنے ذلیل و حقیر کیا کرو - اس آیت کے ماقبل و مابعد پر غور کرنے سے یقین ہوتا ہے کہ یہ نماز کے متعلق ہے لہذا ہر سہ اعضا مذکورہ کو خاص نماز میں ذلیل و حقیر کرنے کا حکم ہے - کان اس موقعہ پر بھی اول نمبر مذکور ہیں - یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تضرع کی تفسیر اللہ تعالےٰ نے آیت مذکورہ میں کان - آنکھ اور دل کو نماز میں ذلیل و حقیر کرنا کی ہے ولہذا قرآن مجید میں

جہاں کہیں تضرع کا حکم ہوگا اس سے ان ہی تین اعضا کو نماز میں ذلیل و حقیر کرنا امر ہوگا۔ اس کے ماقبل بھی رکوع ۔سجدہ ۔قومہ۔جلسہ۔قعدہ فعلی ارکان کا ذکر ہے ۔ اور اس آیت میں بھی کان ۔آنکھوں اور دل کا مذکور ہونا اور زبان کا ذکر نہ ہونا قطعی فیصلہ کرتا ہے کہ آیت زیر بحث میں فعلی تضرع کا ہی حکم ہے ۔ اور صرف مذکورہ اعضا کو فعلاً ہی ذلیل کرنے کا حکم ہے۔ اب ہم ذیل میں آیت مذکورۃ الصدر کے ماقبل وما بعد کا ذکر کرتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ یہ آیت نماز کے متعلق ہے۔ بخوف طوالت آیات نہیں درج کی گئیں ۔صرف خلاصہ مضمون اس طرز سے لکھا گیا ہے کہ آیتوں کا ایک دوسرے سے ربط ظاہر ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ شروع سے آخر تک نماز کا ہی مذکور ہے ۔ناظرین خود قرآن مجید نکال کر مطالعہ فرمالیں ۔

پس واضح ہو کہ یہ سورۃ المومنون کی آیات ہیں ۔اس سورت سے پہلے رکوع میں نماز کے فعلی ارکان کا حکم ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر ۔رکوع سجدہ ۔قعدہ یہ سب عجز و نیاز کے فعل ہیں۔ فاستکانوا تک اس فعلی فروتنی کا ہی ذکر ہے ۔چنانچہ اس سے آگے نماز میں کوشش کامل کرنے کے حکم کے بعد پھر اقیموا الصلوٰۃ مذکور ہے۔ اور سورۂ مومنون نماز میں خشوع کے حکم سے شروع ہوتی ہے۔ قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون چند مسائل تقوےٰ کے بعد پھر ارشاد ہوتا ہے والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون ۔اس کے بعد اللہ تعالےٰ اپنی قدرتوں کا ذکر فرماتا ہے تا کہ ثابت ہو جائے کہ خدا ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی تعلیم کے مطابق نماز کی حفاظت اور نماز میں خشوع و تضرع کے افعال کئے جاویں۔ پھر نوح سلام علیہ موسےٰ سلام علیہ اور دیگر رسولوں کا ذکر ہوا ہے کہ انھوں نے اپنی

قوموں سے یہ کہا اور ان کی قوموں نے مخالفت کی۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے
ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ یعنی سب رسولوں کی نماز ایک ہی رہی ہے
اور سب ایک ہی طرح خدا کے آگے عجز و نیاز کرتے تھے وانا ربکم فاتقون
میں تمہارا رب ہوں میرے آگے ڈر ظاہر کیا کرو۔ امت کے معنی دین کتب لغت
میں لکھے ہیں اور دین سے مراد نماز ہے اس کے آگے ارشاد ہوتا ہے فتقطعوا
امرھم بینھم زبرًا کل حزب بما لدیھم فرحون۔ پیچھے ہر فرقہ نے اپنی اپنی
نماز بنالی۔ یہی مضمون پ۲۱ ع۷ میں تفصیلاً بیان ہوا ہے جیسا کہ فرمایا اقیموا
الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً کل
حزب بما لدیھم فرحون (صفحہ ۲۰ پر اس آیت کا ترجمہ دیکھو) اسی آیت کا مضمون بطور
تصریف وتفنن عبارت ھذہ امتکم × × × فتقطعوا امرھم بینھم زبرًا میں بیان
ہوا ہے۔ غرضیکہ ان آیات میں بھی نماز ہی کا مضمون ہے۔ ان آیات سے بعد
کی آیات میں پھر خشیت الٰہی کو مطابق آیات ربانی ادا کرنے کا حکم ہوا ہے
ان الذین ھم من خشیۃ ربھم مشفقون والذین ھم بآیت ربھم یؤمنون
بآیت کی ب بمعنی موافقت ہے اور یؤمنون بمعنی یصلون ہے۔ اس کے
متصل ہی ارشاد ہے والذین ھم بربھم لا یشرکون یہ تصریفاً اقیموا الصلوٰۃ
ولا تکونوا من المشرکین (پ۲۱ ع۷) کا مضمون ہے پھر خشیت کا ارشاد ہوتا ہے و
قلوبھم وجلۃ۔ اور اس سے اگلی آیات میں قرآن شریف کے اتباع و پیروی
کا ارشاد ترغیباً و ترہیباً ہوا ہے۔ اس کے بعد وہ آیات آتی ہیں جن سے ہم
تمسک کرتے ہیں ولقد اخذنٰھم بالعذاب الخ یعنی ہم لوگوں پر اسی باعث
تکالیف نازل کیا کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی کتاب کے مطابق خدا کے آگے استکانت
و تضرع نہیں کرتے۔ پھر تضرع کی تفسیر کر دی ہے۔ کان۔ آنکھوں اور دل کو خدا

کے آگے ذلیل و حقیر کرنا وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ الخ جیساکہ مذکور ہوا۔ اس کے بعد اختلاف لیل و نہار کا ذکر ہے جو ایک اور زبردست قرینہ آیت زیر بحث کے متضمن بہ مضمون نماز ہونے کا ہے جیساکہ اذان کے باب میں بیان ہوا کہ تغیر و تبدلِ اوقات نماز کا منادی ہے +

الغرض آیت نمبر ۱ نماز کے متعلق ہے اور اس میں بہ اثناء نماز کان آنکھوں اور دل کو خدا کے سامنے ذلیل و حقیر کرنے کا حکم ہے اور فعلاً ایسا کرنے کا ارشاد ربانی ہے۔ ذیل میں تین آیات اور ایسی درج کی جاتی ہیں جن میں ان ہرسہ اعضا کو بحضور رب العالمین فروتن کرنے کا حکم ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے :۔

(۲) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (پ ۹ ع ۱۴)	ترجمہ۔ نماز پڑھ پانچوں وقت اپنے رب کی اپنے نفس کی حفاظت کے لئے دل آنکھ یکہ تو ذلیل حقیر کرنے والا ہو اپنے کان آنکھیں اور دل اور یقین کہتا ہو کہ اس تضرع کا خدا نے حکم دیا ہے اور جہری نمازیں اذکار نماز چلا کر نہ پڑھ ؎

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تضرّع سے مرادِ خداوندی صرف کانوں۔ آنکھوں اور دل کی فعلی ذلت حقارت ہے اور دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ قطعی فیصلہ کرتا ہے کہ تضرّع میں صرف فعلی عاجزی کا حکم ہے اور پ ۱۸ ع ۵ کی آیت منقولہ ص ۲۸۶ کا مضمون اور محکم کیا گیا ہے۔ یعنی تضرّع سے محض ہرسہ اعضا مذکورہ کی فعلی ذلت حقارت مراد ہے۔ تیسری آیت ملاحظہ ہو :۔

(۳) اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (پ ۸ ع ۱۴)	ترجمہ۔ نماز پڑھو اپنے رب کی کانوں آنکھوں اور دل کو فعلاً ذلیل حقیر کرتے ہوئے اور جہری نماز میں قولی اذکار دھیمی آواز سے ادا کیا کرو کیونکہ اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ؎

دعا بمعنی عبادت و صلوٰۃ بھی لغت میں لکھا ہے (دیکھو لسان العرب) اور اس آیت میں ادعو بمعنی صلّوا ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے ماقبل ان آیات

کے تغیر و تبدل کا ذکر ہے جو پانچوں نمازوں کے منادی ربانی ہیں جیسا کہ اذان کے باب میں بیان ہوا۔ تضرعًا کے معنی مذکور ہو چکے ہیں خفیہ میں دون الجہر من القول کا مضمون ہی تصریفاً بیان ہوا ہے اور تضرعًا کے معانی مذکورہ کی تائید کرتا ہے۔ کَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ جو اس آیت کے بعد قریب ہی مذکور ہے دلالت کرتا ہے کہ تضرع کا مسئلہ جو پ۵ میں ذکر ہو لیا یعنی کان۔ آنکھ۔ دل کو نماز میں ذلیل و حقیر کرنا خاص وہی پ۹ ع۱۴ اور پ۷ ع۱۴ کی آیات منقولہ بالا میں بیان ہو رہا ہے لیکن بہ تصریف و تبدیل الفاظ و تفنن عبارت۔ چوتھی آیت میں ارشاد ہوتا ہے :۔

(۴) قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (پ۷ ع۱۴)	ترجمہ۔ کہہ تو (اے رسول) جو اللہ خلاصی دیتا ہے تم کو خشکی تری کی مصیبتوں سے تم اس کی نماز پڑھا کرو (جیسی اس نے تم کو سکھائی) کانوں۔ آنکھوں اور دل کو ذلیل و حقیر کرتے ہوئے اور جہری نمازوں میں قولی اذکار کو دھیمی آواز سے ادا کرتے ہوئے۔

دعا، تضرع و خفیہ کے معنی لکھے جا چکے ہیں تدعون بمعنی تصلون ہی ہے کیونکہ اس آیت کے مابعد ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ اور يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا جو اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا کی تصریف ہیں بتا رہے ہیں کہ یہاں نماز کا ذکر ہے اور اس کے ماقبل بھی نماز کا ذکر ہے جیسا کہ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ اور يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا اور قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے ثابت ہوتا ہے۔ الغرض اس آیت میں بھی یہ حکم ہے کہ کان۔ آنکھوں اور دلوں کو نماز میں خدا کے سامنے ذلیل و حقیر کرو۔ اس آیت کے ساتھ ہی مذکور ہے۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ

لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ یہ قطعی اور یقینی طور فیصلہ کر رہا ہے کہ اس جگہ بھی پ ۵ کی آیت تضرع کا مضمون ہی تصریفاً و تبدیلاً مذکور ہے ٭

اس وقت تک جو کچھ اس باب میں لکھا گیا ہے اس سے مقصود نہ اس امر کا ثابت کرنا تھا کہ کانوں کو نماز میں خدا کے حضور ذلیل و حقیر کرنا حکم ربی ہے - سو یہ ہو چکا - اب یہ امر قابل غور ہے کہ کس طریق سے کانوں کی ذلت وحقارت خدا کے سامنے کی جائے - واضح ہو کہ وہ طریقہ ایسا صریح و بدیع ہے کہ اس کے بتانے کی کوئی حاجت نہ تھی جیسے کہ ہاتھ منہ دھونے کا حکم ہے لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ ہاتھ منہ کیا چیز ہے اور ان کا دھونا کیا ہے کیونکہ یہ ایسی بدیہی باتیں ہیں کہ ان کو ہر کس و ناکس جانتا ہے - گائے - بھیڑ - اونٹ - بکری کی حلت بیان کی گئی - لیکن یہ نہیں کہا کہ یہ نام فلاں فلاں جانوروں کے ہیں - کیونکہ سب چھوٹے بڑے ان سے واقف تھے - فرمان ہوا کہ قصاص میں ناک کے بدلے ناک - آنکھ کے بدلے آنکھ - کان کے بدلے کان ہے - لیکن ان اعضا کی کوئی تشریح نہیں کی گئی کہ یہ فلاں فلاں عضو کے نام ہیں - کیونکہ ہر کوئی ان کو جانتا ہے - ماہ رمضان - یوم الحج - یوم الجمعہ - عرفات - مشعر الحرام قرآن مجید میں مذکور ہیں لیکن ان کی شرح نہیں کی گئی - کیونکہ یہ بدیہیات ہیں - ان کی شرح کی کچھ حاجت نہ تھی - جس طرح جیٹھ ہاڑ مشہور و معروف ہے - رمضان بھی ہے اور جس طرح بساکھی کے دن کی شہرت ہے اس سے زیادہ یوم الحج کی وغیرہ وغیرہ ایسا ہی چوری - قتل - زنا - شراب - جھوٹ - جوا - کم تولنا ماپنا سے منع کیا گیا - لیکن یہ نہیں بیان ہوا کہ چوری کیا ہے قتل کیا جوا کیا ہے - کیونکہ ہر کسی کو یہ معلوم ہیں - ایسا ہی کانوں کو ذلیل و حقیر کرنے کا طریقہ یعنی کانوں کو پکڑنا بھی ایسا بدیہی ہے کہ اس کے بتانے کی کوئی حاجت

نہ تھی۔ اہل عرب جن کے محاورے پر قرآن مجید اُترا اُن میں کانوں کی عاجزی کی یہی ایک صورت تھی۔ اسلیئے کانوں کو ذلیل وحقیر کرنا اور ان کو پکڑنا مترادف الفاظ ہیں۔ غرضیکہ کانوں کی ذلت وخفارت کا طریقہ ایسا بدیہی ہے کہ اس کے بتانے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ لیکن اللہ تو عالم الغیب جانتا تھا کہ نجاست و خباثت تقلید کے پیرو اس کے متعلق بھی شبہوں میں پڑجاوینگے۔ اس لئے علام الغیوب نے اسے بھی اپنی کتاب پاک میں بیان کردیا۔ جیساکہ فرمایا اس نے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰہُ سَمْعَکُمْ وَاَبْصَارَکُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ مَّنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِہٖ اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ ھُمْ یَصْدِفُوْنَ ۝ (پ ۷ ع ۱۱)

ترجمہ۔ اے پیغمبر جو لوگ کانوں۔ آنکھوں اور دل کو نماز میں ذلیل وحقیر نہیں کرتے یعنی کانوں کو نہیں پکڑتے۔ آنکھوں کو اِدھر اُدھر دیکھنے سے نہیں روکتے اور دل میں خوف حضور ربی نہیں رکھتے اُن سے) کہہ کہ سوچ سمجھکر بتاؤ کہ اگر اللہ تمہارے کان پکڑلے (بہرے کردے) اور تمہاری آنکھیں (روشنی) مٹادے) اور تمہارے دلوں پر بندش کردے تو سوا خدا کے اور کوئی تمہارا بزرگ ہے جو تمکو یہ چیزیں لادے (پس جبکہ کوئی ایسا نہیں تو بہتر ہے کہ تم خود ہی نماز میں اپنے کان پکڑا کرو۔ آنکھوں کو اِدھر اُدھر دیکھنے سے روکا کرو۔ دل میں خدا کا خوف رکھو تاکہ خدا تمہارے کان نہ پکڑے۔ آنکھیں نہ مٹادے۔ دلوں پر بندش نہ کردے۔ دیکھ اے رسول کیونکر ہم طرح طرح پر تضرع کی آیات بیان کرتے ہیں۔ اس پر بھی یہ لوگ (قرآنی تضرع سے) مُنہ پھیرے چلے جاتے ہیں،

پ ۵ع کی آیت ولقد اخذنھم ع ۱۱ مذکورہ صـ۲۸۶ آیت منقولہ بالا و اس کے ماقبل کے ساتھ لفظ بلفظ ملتی ہے۔ جس سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ ہر دو آیات کا مضمون واحد ہے۔ اور جس طرح اُس آیت میں کانوں۔ آنکھوں اور دل کو نماز میں خدا کے سامنے ذلیل وحقیر کرنے کا حکم ہے۔ آیت بالا میں بھی ان ہر سہ اعضا کو بہ اثناء نماز بحضور رب العالمین عاجز و فروتن کرنے کا حکم ہے۔ اُس آیت میں ہے وَلَقَدْ اَخَذْنٰھُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَکَانُوْا لِرَبِّھِمْ وَمَا یَتَضَرَّعُوْنَ ۝

ان تنصروا اللہ ینصرکم — کونوا انصار اللہ

انجمن اہل قرآن لاہور کی

ایک ضروری التماس

ترجمہ قرآن مجید

آپ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اس انجمن نے جیسا کہ اس کا نام بتا رہا ہے۔ خدمت قرآن مجید کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ یہ ایک اہم اور بڑا بھاری کام ہے اور جس قدر تندہی اور جانفشانی سے کیا جاوے تھوڑا ہے۔ یہ انجمن اپنی توفیق اور بساط کے موافق کوشش کر رہی ہے۔ جو کچھ ہوا ہے یا ہو رہا ہے گو وہ بھی بحالات موجودہ غنیمت اور احسان الٰہی ہے۔ لیکن وہ بالکل ناکافی ہے ابھی بہت سا کام باقی ہے جس کا ہونا ضروری ہے مگر سردست اس کا ہونا بوجہ قلت زر بہت مشکل ہے۔ سب سے بڑا ضروری کام ہماری رائے میں یہ ہے کہ

قرآن کریم کا صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ شائع کیا جاوے

جو محاورات و لغت و قواعد زبان عرب کے موافق ہو۔ اور احادیث و روایات کی بنا پر جو غلطیاں تراجم قرآن میں راہ پکڑ گئی ہیں اور جو اسلام کی ہنسی کا باعث ہو رہی ہیں۔ قرآن کا ان سے پاک ہونا ثابت کیا جائے۔ مولوی عبداللہ صاحب ایسا ترجمہ کرنے کی محنت و مشقت اٹھانے کو تیار ہیں لیکن لکھائی۔ چھپوائی۔ کاغذ۔ تصحیح وغیرہ کے لئے بہت سا روپیہ چاہئے۔ یہ کام تھوڑا بہت شروع بھی ہے۔ اگر اہل قرآن بھائی امداد کریں تو کما حقہٗ انتظام کے ساتھ وسیع پیمانے پر جاری کیا جائے۔ اور کتاب اللہ کی اس ضروری خدمت سے سبکدوشی حاصل ہو جائے امید ہے کہ عاشقین قرآن اپنی اپنی حیثیت کے موافق اس کار خیر میں حصہ لینگے اور ثواب دارین حاصل کرینگے۔ واقرضوا اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ لہ ولہ اجر کریم۔ و مثل الذین ینفقون اموالہم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتاً من انفسہم کمثل جنۃ بربوۃ اصابہا وابل فاتت اکلہا ضعفین۔

سکرٹری انجمن اہل قرآن (مسجد اہل قرآن) بازار سریاں لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹

تلک آیات اللہ نتلوھا علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون ۝

نمبر ۱۰ | انجمن اہل قرآن لاہور کا ماہواری رسالہ | جلد ۲

اشاعۃ القرآن

قیمت عام خریداروں سے سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک عہ

قیمت متمول اصحاب سے سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ چار آنہ للعہ

بابت ماہ جون سنہ ۱۹۰۵ء مطابق ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۳ ہجری

اغراض و مقاصد

۱۔ مسلمانوں میں اس اصول کو پھیلانا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری دینی ضروریات کے لئے ہر طرح کافی ہے اور کہ یہ عالیشان و مکمل کتاب زید و عمرو کی روایات کی محتاج نہیں ۔

۲۔ قصص انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو غلط فہمیاں اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی اصلاح و تردید اور انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا ۔

۳۔ مخالفین کو قرآن کریم سے مسکت جواب دینا ۔

۴۔ قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ و تفسیر جو غلط کئے گئے ہیں ان کی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ شائع کرنا ۔

۵۔ قرآن مجید کی ضرورت اور اس کی تعلیم کو عقل و فطرت کے موافق ثابت کرنا ۔

۶۔ جدید خبروں سے اطلاع دینا ۔

قواعد و ضوابط

۱۔ قیمت سالانہ بہر صورت پیشگی آنے پر رسالہ جاری ہو سکتا ہے ۔

۲۔ نمونے کا پرچہ ۳ر سے مل سکتا ہے ۔

۳۔ خط و کتابت یا روپیہ بھیجتے وقت اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہیئے تاکہ روانگی میں کسیطرح کی غلطی نہ رہے ۔

۴۔ نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہونگی ۔

۵۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف ۔

۶۔ جو صاحب ہمارے کسی مضمون پر معقول اعتراض لکھکر بھیجیں گے مع جوابات شائع کر دیا جاویگا ۔

۷۔ مہذب قسم کے اشتہار بشرط منظوری تصفیہ اجرت [illegible] بھیجئے اور مطبوعہ شدہ بھی تقسیم [illegible] ۔

۸۔ اہتمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام مہتمم ہونی چاہیئے ۔

حسب فرمائش شیخ محمد چٹو سوداگر باہتمام مولوی ظفر الدین اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپا ۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ پ ۱۴ ع تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ

برہان الفرقان

علی

صلوۃ القرآن

[illegible]

[illegible]

یہ ایک قابل دید کتاب ہے۔ ہم اہل قرآن کا اعتقاد ہے کہ دین اسلام کی صرف ایک ہی کتاب ہے۔ یعنی قرآن مجید۔ فقہ و حدیث کی کتابیں جن کو اسلام کے دیگر فرقے علاوہ کتاب اللہ دین کی کتابیں جانتے ہیں اور ان پر عمل و اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہم ان کو امور دینیہ میں قابل عمل و اعتقاد نہیں جانتے۔ اہل قرآن صرف کلام اللہ ہی کو دین میں قابل اتباع مانتے ہیں۔ وہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ دین کے کل مسائل اس آسمانی کتاب میں بتفصیل احسن مندرج ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے کسی مسئلہ کے لئے دیگر کسی کتاب کی ذرہ بھر حاجت نہیں اور کہ نماز بھی بالتفصیل قرآن مجید میں مذکور ہے۔ نماز کی رکعتیں۔ دعائیں۔ اذکار۔ اوقات۔ وضو طہارت تمام مفصل و مشرح طور پر کتاب پاک میں موجود ہیں۔ کتاب مندرجہ عنوان میں اس اعتقاد کے

دلائل و ثبوت آیاتِ کتاب اللہ سے

پیش کئے گئے ہیں۔ اور قیام۔ رکوع۔ سجدہ۔ قومہ۔ جلسہ کے احکام و اذکار و دعائیں قرآن کریم ہی سے ثابت کی گئی ہیں۔ رکعتوں کا ثبوت بھی آیات سے دیا گیا ہے۔ اور آجکل مسلمانوں میں جو غیر قرآنی اذکار نمازوں میں مروج ہیں۔ ان کے پڑھنے کو ناجائز ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ حق جو طبیعتیں ضرور کتاب ملاحظہ فرما دیں اور خود بھی قرآنی نمازیں پڑھیں۔ اپنے متعلقین کو بھی پڑھا دیں۔ اور مشرکانہ نمازیں چھوڑ دیں۔ زکوۃ۔ رمضان۔ حج کے رسالے بھی کچھ عرصہ تک شائع کر دیئے جاویں گے۔ اور ان میں ان عبادات کے متعلق تمام احکام قرآن کریم سے بیان و ثابت کئے جاویں گے۔ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ

خط و کتابت مفصلہ ذیل پتہ سے ہو۔

سکرٹری انجمن اہل قرآن بازار سریانوالہ مسجد اہل قرآن لاہور

کا صرف ایک دفعہ پہلی رکعت میں پڑہنا جائز ہے - دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت میں جائز نہیں- اور اسکی ضرورت بھی نہیں ہوتی کیونکہ جب انسان نماز پڑہ رہا ہے تو پھر یہ کہنا کہ میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بے سود ہے- ہاں ابتداء میں ایسا کہنا بے شک ضروری ہے- پس انی وجہت سوائے پہلی رکعت کے اور کسی رکعت میں پڑہنا جائز نہیں- اور یہی حکم اتقا اور انابت کی دعاؤں کا ہے- دوسری تیسری چوتھی رکعات سورۂ فاتحہ سے شروع کرے-

اذکار نماز ایک ایک بار پڑہنے کے بیان میں

جو قاعدہ امر بلا قید مرآت کا اوپر بیان ہوا- اسی کے مطابق ہر رکن کے جملہ اذکار ایک ایک دفعہ ہی پڑہنے جائز ہیں زیادہ بار جائز نہیں-

جماعت کے بیان میں

نماز باجماعت پڑہنی فرض ہے جیسا کہ صفحہ ۲۷۱ پر ابھی بیان ہوا تھا اور ذیل کی آیات سے بھی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے:-

(۱) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ پ - ۵	ترجمہ- کتاب اللہ کی بتائی ہوئی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رکوع کیا کرو نماز کا رکوع کرنیوالوں کے ساتھ-

اس آیت میں ارکعوا مع الراکعین سے فرضیت جماعت ثابت ہوتی ہے بقاعدہ ذکر جزء مراد کل ارکعوا بمعنے صلوا ہے اور الراکعین بمعنے المصلین- چونکہ اقیموا الصلٰوۃ آچکا تھا- اس لئے بغرض تفنن عبارت صلوا کی جگہہ ارکعوا بولا گیا- اور اسی مناسبت سے راکعین بجائے مُصلین- الغرض ارکعوا مع الراکعین کے یہ معنے ہیں کہ نمازیوں کے ساتھ نماز پڑہو- جیسے اقیموا الصلٰوۃ واتوا الزکوٰۃ

فرضی حکم ہیں ویسے ہی ارکعوا مع الراکعین میں بھی فرضی حکم ہے۔ پس نماز اکیلے پڑھنا سوائے اضطرار کے جائز نہیں۔ آیت ذیل بھی اسکی تائید کرتی ہے فرمایا اللہ تعالےٰ نے

(۲) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ پ ۱۹ ع ۱۵

ترجمہ اور اس طرح غالب مہربان پر بھروسہ رکھ جو تجھکو دیکھتا ہے (یعنی تیری حفاظت و نگہبانی کرتا ہے) جبکہ تو نماز میں) قیام کرتا ہے۔ اور رکوع سجود کرنے والے نمازیوں کے ساتھ رکوع سجود میں تیرے جانے آنے (کے وقت) بھی تیرا نگہبان و محافظ ہے۔

یہ آیت صفحہ ۲۷۱ پر نقل ہو چکی ہے اور وہاں اس کے ترجمہ پر کافی لکھا گیا ہے۔ فی الساجدین سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ بحکم خدا ہمیشہ نماز باجماعت پڑھتے پڑھاتے تھے ذیل کی آیت سے بھی جماعت کی حد درجہ کی تاکید ثابت ہوتی ہے۔

(۳) وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ ××× وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ پ ۵ ع ۱۲

ترجمہ (اے لڑنے والے افسر) جب تو ان میں موجود ہو اور نماز باجماعت تو ان کو پڑھا سکے تو چاہیئے کہ ایک گروہ ان میں سے تیرے ساتھ کھڑا ہو ××× اور دوسرے گروہ کو جنہوں نے نماز نہیں پڑھی آجانا چاہیئے اور تیرے ساتھ نماز پڑھ لینی چاہیئے۔

آیت بالا بہت دفعہ پہلے نقل ہو چکی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں بھی بشرط قدرت نماز باجماعت ہو۔ پس حالت امن میں جماعت بطریق اولیٰ فرض ہے۔

امامت کے بیان میں

قرآن مجید سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی شخص نمازیوں کے آگے اکیلا کھڑا ہو۔ اور نہ ہی امام کا لفظ نماز کے متعلق کتاب اللہ میں کسی جگہ آیا ہے جماعت کے بارے میں جو تین آیات نقل ہوئی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ سلام علیہ کو بھی دوسرے نمازیوں کے ساتھ کھڑے ہونے کا حکم تھا۔ آیت نمبر ۱ میں مع کا لفظ ہے۔ نمبر ۲ میں فی بمعنے مع ہے جیسا کہ صفحہ ۲۷۲ پر بیان ہو چکا۔ نمبر ۳ میں دو دفعہ مع کا لفظ آیا ہے۔

پس نماز پڑھانے والے کو بھی دوسرے نمازیوں کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیئے۔ آگے کھڑا ہونا ہرگز جائز نہیں۔ اگر آگے کھڑے ہونے کا حکم دینا مقصود ہوتا۔ تو ارشاد ہوتا فلتقم طائفۃ منہم خلفك یا وراءك۔ اور تقلبك فی الساجدین کی بجائے تقلبك امام الساجدین یا قدام الساجدین ہوتا۔

آیت نمبر ۳ میں افسر ورئیس فوج کو نماز پڑھانے کا حکم ہے اور نمبر ۲ سے پیغمبر صاحب کا نماز پڑھانا ثابت ہوتا ہے۔ اپنی زندگی میں افسر ورئیس فوج بھی آپ ہی تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز وہ شخص پڑھائے جو عالم قرآن اور معلم دین ہو۔

نمازی نماز پڑھانے والے کی پیروی کریں تاکہ معیت قائم رہے جسکا حکم ہر سہ آیات مذکورہ بالا میں دیا گیا ہے۔

جو شخص پیچھے جماعت کے ساتھ شامل ہو جسقدر رکعات اسکی رہگئی ہوں وہ بعد میں ادا کرلے۔ کیونکہ مقررہ تعداد رکعات کا پورا کرنا فرض ہے۔ اور شش ارکان رکعت میں سے اگر کوئی رکن اسکا رہگیا ہو تو اُسے بعد سلام امام وہ رکعت پوری ادا کرنی ہوگی۔ مثلاً اگر کوئی شخص ظہر کی نماز میں پہلی رکعت کے قومہ میں شامل ہوتا ہے تو اسے بعد سلام پوری رکعت ادا کرنی ہوگی اگر صرف قیام و رکوع ترک شدہ ہی ادا کرے تو ترتیب ارکان میں فرق آتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں قیام رکوع دیگر ارکان کے بعد ادا ہوگا۔ پس ترتیب ارکان کو قائم رکھنے کے لئے پوری رکعت ادا کی جاوے۔

صفوں کے بیان میں

ذکر فرمایا اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں واسطے ہدایت اپنے بندوں کے حال اللہ کے آگے صف باندھ کر کھڑے ہونے کا اس طرح۔

آیت	ترجمہ
(١) إِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ پ۲۳ ۹	ترجمہ تحقیق البتہ (فرشتے) بہت اچھی طرح صف بستہ ہوتے ہیں اور البتہ ہم اللہ کی نمازیں پڑھتے ہیں۔
(٢) وَالصَّافَّاتِ صَفًّا پ۲۳ ۵	ترجمہ دیکھ تو اے رسول قسم ہے ان فرشتوں کی کہ پیدا کرنیوالے کی جو خدا کے حضور بار بار صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔
(٣) وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا پ۱۵ ۱۸	ترجمہ اور پیش کئے جاوینگے تمہارے پروردگار کے روبرو صف
(٤) يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا پ۳۰ ۲۔	ترجمہ۔ جسدن کھڑے ہونگے جبرئیل اور تمام فرشتے صفیں باندھکر۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ فرشتے اللہ کے حضور صفیں باندھکر نمازیں پڑھتے ہیں اور کہ قیامت کے دن تمام مخلوقات صف در صف خدا کے سامنے کھڑی ہو گی فرشتوں کے صف بستہ ہو کر نماز پڑھنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہماری تعلیم و ترغیب کیلئے کیا ہے۔ پس ہمیں نمازیں خدا کے حضور صف بستہ کھڑے ہونا فرض ہے۔ اور سنت کی یہی ٹھیک تعمیل ہے جسکا حکم وارکعوا مع الراکعین اور فلتقم طائفۃ منھم معک میں ہوا ہے۔

تہجد کے بیان میں

فرمایا اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں ؎

آیت	ترجمہ
(١) أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ پ۱۵ ۹	ترجمہ۔ قائم کیا کر کتاب اللہ کی بتائی ہوئی نماز اسوقت جبکہ سورج ڈھلے اور زرد پڑے اور غروب ہو مع اسوقت کہ جبکہ شفق دور ہو کر بالکل اندھیرا ہو جائے اور قائم کیا کر نماز فجر بھی اور رات کے ایک حصے میں نماز تہجد بھی پڑھا کر یہ تمہارے لئے نفل ہے۔
(٢) يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا پ۲۹ ۱۳	ترجمہ۔ اے بار رسالت کے اٹھانیوالے رات کے وقت (نماز تہجد میں زیادہ) قیام (نہ) کیا کر بلکہ تھوڑا۔ رات کا نصف یا اس سے کچھ کم کر لو یا زیادہ اور پڑھا کرے قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کر۔

(۳۳) كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ـ پ ۱۶	ترجمہ۔ (یہ متقی لوگ) رات کو تھوڑا سوتے تھے اور اور بوقت سحر وہ (نماز تہجد میں) استغفار کرتے تھے۔
(۳۴) وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ـ پ ۳	ترجمہ یہی لوگ ہیں بوقت سحر (نماز تہجد میں) استغفار کرنے والے

پہلی آیت میں اول پانچوں فرضی نمازوں کا حکم ہے اور ساتھ ہی نماز تہجد کا اور یہ بھی فرما دیا ہے نافلۃ لك کہ تہجد کی نماز نفل ہے۔ دوسری میں ارشاد ہے کہ نماز تہجد کا قیام قلیل ہو، نصف شب سے کچھ کم یا زیادہ۔ آخیر کی آیتوں میں سحر کے وقت اس نماز کو ادا کرنے کی ترغیب ہے۔ صبح صادق سے پہلے جو وقت ہوتا ہے۔ اسے سحر کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز کا وقت آدھی رات کے قریب سے شروع ہو کر صبح صادق تک رہتا ہے۔ اس عرصہ میں جس وقت اٹھ سکے اُٹھکر نفل پڑھ لے۔

نماز جمعہ کے بیان میں

فرمایا اللہ تعالے نے قرآن مجید و فرقان حمید میں :-

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ پ ۲۸	ترجمہ۔ اے ایماندارو۔ جس وقت تم کو آگاہ کیا جائے واسطے نماز ظہر کے (یعنے ظہر کا وقت ہو جائے) الجمعہ کے دن تو بلاتوقف اللہ کی ذکر کی طرف چلے آؤ۔ اور چھوڑ دو جنس بیع۔ یہ ہر طرح بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانو (تو بیع وغیرہ چھوڑ کر فوراً آجاؤ) پیچھے ذکر کے جب نماز پوری کر چکو پس (تمکو اختیار ہے کہ) اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل (معاش) ڈھونڈو۔

نودی للصلوۃ میں الصلوۃ کا الف لام عوض مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ ظہر ہے

وذروا البیع اسکا قرینہ ہے۔ البیع کا الف لام جنسی ہے اور جنس بیع سے مراد دنیا کے تمام کام کاج ذرائع معاش ہیں۔ من یوم الجمعۃ میں من بمعنے فی ہے۔ یوم کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں دن کی کسی نماز کا ذکر ہے الجمعہ کا الف لام تعریفی جنسی ہے بمعنے مثل۔ یعنی جمعہ کی مثل جو دن ہیں۔ اس سے معلوم ہؤا کہ جمعہ کی مثل بھی کوئی دن ہیں جن کے تمام وہی احکام ہیں جو جمعہ کے۔ جمعہ کے معنے ہیں جمع کرنے والا۔ اکٹھا کرنے والا۔ ال ظاہر کرتا ہے کہ جمعہ کی مثل اور بھی کوئی دن ہیں۔ جن میں لوگوں کو جمع ہونا چاہیئے۔ اور مثل جمعہ کے دن کے خطبہ سننا اور دو رکعت ادا کرنی فرض ہیں۔ وذروا البیع ظاہر کرتا ہے کہ وہ کوئی ایسا وقت ہے جبکہ تمام روزی کے دھندے جاری ہوتے ہیں۔ دن کی تین نمازیں ہیں۔ فجر۔ ظہر۔ عصر۔ صبح صادق کے وقت تمام کام کاج جاری نہیں ہوتے۔ اور خرید و فروخت تو اس وقت بالکل نہیں ہوتی۔ پس نودی للصلوٰۃ میں فجر کی نماز مراد نہیں ہوسکتی۔ عصر اس لئے نہیں کہ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نماز کے بعد بھی کاروبارِ معاش کا وقت ہوتا ہے۔ لیکن اگر عصر کا وقت مراد لیا جائے تو خطبہ و نماز کے بعد کام کاج کا وقت بالکل نہیں رہیگا۔ بلکہ وہ وقت بالعموم کام بند کرنے کا ہوتا ہے۔ باقی رہا ظہر کا وقت وہ بیشک ہوسکتا ہے۔ اس وقت ہر قسم کے کام بھی جاری ہوتے ہیں اور خطبہ و نماز کے بعد روزی حاصل کرنے کا خوب موقع ہوتا ہے۔ پس نودی للصلوٰۃ میں الصلوٰۃ صرف نماز ظہر ہی ہے۔ اور نودی میں اسمائی منادی کی ندا یعنے دن کا ڈھلنا مراد ہے۔ (دیکھو اذان کا باب) اور نودی للصلوٰۃ کے معنے یہ ہیں کہ نماز ظہر کا وقت ہوجاوے۔ فاسعوا الی ذکر اللہ میں ذکر اللہ سے مراد قرآن ہے ذکر بمعنے قرآن بہت جگہ آیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالے نے :-

(۱) وَقَدْ آتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا پ ۱۶	ترجمہ اور تحقیق دیا ہمنے تجھکو اپنے پاس سے قرآن کامل صفات جامع کمالات
(۲) وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ پ ۱۷	ترجمہ اور یہ قرآن کامل صفات جامع کمالات نہایت ہی مبارک ہے اتارا ہمنے اسکو
(۳) نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ پ ۱۴	ترجمہ بیشک ہم ہی نے یہ کامل صفات جامع کمالات قرآن اتارا ہے اور بیشک ہم ہی اسکے نگہبان
(۴) قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا پ ۲۸	ترجمہ بتحقیق اتارا ہے اللہ نے تمہاری طرف قرآن کامل صفات جامع کمالات۔

اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں ذکر بمعنے قرآن مجید واقع ہوا ہے۔ قرآن کی طرف آنے سے یہ مراد ہے کہ اگر قرآن سنو یعنے خطبہ سنو۔ پس جمعہ کے دن نماز ظہر کے وقت دو کام کرنے ہیں خطبہ اور نماز۔ نودی للصلوٰۃ سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہر کی چار رکعتوں کے لئے بلایا گیا ہے اور فاسعوا الی ذکر اللہ اور فاذا قضیت الصلوٰۃ کہتے ہیں کہ اگر دو کام کرو خطبہ اور نماز پس معلوم ہوا کہ خطبہ اور نماز دونو چار رکعتوں کی جا بجا ہیں چار رکعتیں دونو پر برابر برابر تقسیم ہو جائینگی یعنے دو رکعتوں کا قدر خطبہ ہو اور دو رکعتیں نماز۔ پس نماز جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور اس دن خطبہ سُننا فرض ہے اور اسکا وقت وہی ہے جو ظہر کا۔ دو رکعات کے علاوہ کوئی نفل یا سُنّت جائز نہیں۔ جمعہ ہر ایماندار پر فرض ہے عورت ہو یا مرد۔ مقیم پر بھی۔ مسافر پر بھی بشرطیکہ جماعت ہو سکے۔ شہر میں ہو یا گاؤں میں۔ جنگل میں ہو یا دریا سمندر میں۔ کشتی و جہاز پر۔ خواہ ریل میں۔ خواہ کسی اور سواری پر۔ اسلامی سلطنت ہو یا عیسائی وغیرہ کوئی شرط قرآن مجید میں نہیں لگائی گئی۔ جو لوگ شرطیں لگاتے ہیں۔ وہ اللہ پر افترا کرتے ہیں و من اظلم ممن افتری علے اللہ کذبا۔

خطبہ ایک ہی ہے۔ دو خطبے خلاف قرآن ہیں ÷ خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیئے جیسا کہ آیت ذیل سے ثابت ہوتا ہے۔ فرمایا رب العلمین نے :۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا پ ۲۸	ترجمہ اور جب دیکھتے ہیں کوئی عظیم النفع سودا یا عجیب شاغل جاتے ہیں اسکی طرف اور تجھکو خطبہ میں کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

جمعہ کی آیت جو صفحہ ۳۷۹ پر درج ہوئی ہے یہ آیت اس کے ساتھ ہی ہے اور یہ بھی جمعہ ہی کے متعلق ہے۔ اور قائماً کے معنے ایستادہ در خطبہ ہیں۔ قائماً کی تنوین عوض مضاف الیہ ذکر یعنے خطبہ ہے۔ پس خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا فرض ہے۔

عیدین کے بیان میں

فرمایا پاک پروردگار نے اپنے کلام پاک میں۔:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

پ ۲

ترجمہ۔ ماہِ رمضان (وہ مبارک مہینہ ہے) جس میں اتارا گیا ہے قرآن کامل صفات جامع کمالات جو ہدایت کرنیوالا ہے واسطے تمام لوگوں کے اور اس میں دین (اسلام) کے واضح مسائل ہیں اور حق و باطل کو جدا کرنیوالا ہے پس جو شخص تم میں سے پاوے ماہ رمضان کو پس ضرور اس کے روزے رکھے اور جو شخص سخت بیمار ہو یا مسافر تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری کرے) اللہ تمہارے ساتھ ہر طرح آسانی کرنی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا اور ضرور پوری کرو رمضان کی گنتی اور ضرور تکبیر کہا کرو اللہ کی اسی طریق پر جو اس نے تم کو سکھایا ہے۔ اور ضرور تم (مالی) ہی شکریہ ادا کرو۔

لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ (تکبیر کہو جس طرح ہمکو اللہ تعالے نے سکھائی ہے) میں ایک تو حوالہ ہے پ ۵ ع ۱ کا جس میں حکم ہے کہ نماز کے ہر رکن کے ساتھ تکبیر کہا کرو۔ وکبرہ تکبیرًا دیکھو تکبیر کا باب پس اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ نماز کے ہر رکن کے ساتھ تکبیر کہا کرو۔ یعنے نماز پڑھا کرو۔ اور یہ حکم ولتکملوا العدۃ الخ (ضرور پوری کرو رمضان کی گنتی) کے ساتھ ہی مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رمضان کے بعد کسی نماز کا حکم ہے جو پنجگانہ نمازوں کے علاوہ ہے سب پہلے ثابت

ہو چکا ہے کہ جمعہ کی مثل بھی کوئی اور دن ہیں - جن میں عام مجمع کرکے نماز پڑھنے کا حکم ہے - اور جمعہ کی طرح خطبہ اور دو رکعت ادا کرنی ہیں - قرآن مجید سے جس قدر اور فرضی نمازیں علاوہ پنجگانہ کے ثابت ہوں وہ سب مثل الجمعہ میں داخل ہونگی - بالا آیات سے ثابت ہؤا کہ رمضان سے دوسرا دن ایسا ہے جس میں پنجگانہ نماز کے علاوہ بھی ایک نماز ادا کرنی ہے - پس یہ نماز مثل جمعہ میں داخل ہے اور اس میں مثل جمعہ خطبہ اور دو رکعتیں فرض ہیں - لیکن وقت اسکا نماز ظہر سے پیشتر ہے - کیونکہ عید نماز ظہر کے علاوہ ہے - اور اسکو ظہر کی جا بجا مثل جمعہ کے پڑھنا جائز نہیں - چونکہ یہ نماز پانچوں نمازوں سے علاوہ ہے اس لئے اسکا وقت بھی ان اوقات کے علاوہ ہے یعنے طلوع آفتاب سے زوال آفتاب تک عید کا خطبہ جمعہ کی طرح نماز سے پہلے فرض ہے - نماز اول خطبہ بعد نا جائز ہے - اور جمعہ کی نماز سے عیدین زیادہ تکبیریں کہنا بھی خلاف کتاب اللہ ہے - عید کا خطبہ بھی جمعہ کی طرح ایک ہی ہے -

شکرانہ

آیت بالا کے آخیر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ کہ ضرور تم شکریہ ادا کیا کرو اور اس شکریہ سے مراد مالی شکریہ ہے - رمضان کے روزے شکریہ ہیں نزول قرآن کا - چونکہ اس مبارک مہینے میں قرآن مجید نازل ہؤا تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کئے ہیں چنانچہ آیت مذکورہ سے خوب عیاں ہے اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے - کہ رمضان کے روزے نزول نعمت قرآن کا شکریہ ہیں - اور عید رمضان بھی اسی نعمت کا شکریہ ہے - روزہ نماز جب بدنی شکریہ ہو لئے تو اب مالی شکریہ کی ہی باری ہے - اور اسی لئے ہم نے مالی شکریہ کا ذکر کیا ہے پس بعد نمازِ عید کچھ صدقہ کرے - جیسی حیثیت ہو - یہ بھی نزول قرآن کا شکریہ ہے - نہ کہ زمین و آسمان کے درمیان معلق روزوں کو اوپر چڑھانے کی غرض سے ہے -

عید قربانی

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک اطہر و بے مثل و بے نظیر وَتِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ میں واسطے ہدایت ہماری کے۔

فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ

ترجمہ۔ پس جب پھرو تم عرفات تک سے پس نماز پڑھو اللہ کی نزدیک مشعر الحرام کے اور بھی نماز پڑھو اس کی جیسا کہ اس نے ہدایت کی۔

حاجی جب عرفات سے پھر کر مشعر الحرام پہنچ جاویں تو حج ختم ہو جاتا ہے فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ سے یہ مراد ہے کہ عرفات سے ایسے وقت چلو کہ نماز کے وقت مشعر الحرام جا پہنچو۔ احکام حج اور روزمرہ کی نماز کے حکم کے بعد اللہ تعالیٰ اور بھی نماز کا حکم کرتا ہے وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ صفحہ ۱۰۳ پر بیان ہو چکا ہے کہ روزمرہ کی نمازوں کے ۔ا جو نمازیں قرآن مجید سے ثابت ہونگی وہ الجمعہ میں داخل ہونگی۔ پس یہ نماز بھی الجمعہ میں داخل ہے مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ کے مطابق یہ دن کی نماز ہے۔ حج نو تاریخ کو ختم ہوتا ہے۔ اور اس تاریخ کی شام کو عرفات سے حاجی واپس آتے ہیں۔ اور چونکہ یہ نماز حج کے بعد کی ہے پس یہ دس تاریخ کو ہے اور چونکہ یہ الجمعہ میں مثل عید رمضان کے داخل ہے۔ اسکی بھی دو رکعات ہیں اور ان سے پہلے خطبہ ہے اور ان میں بھی کوئی زائد تکبیر نہیں۔ بالکل جمعہ کی سی نماز ہے اس کے خلاف کرنا کتاب اللہ کی نافرمانی ہے۔

عیدین بھی فرض ہیں جیسے پنجگانہ نمازیں فرض ہیں۔ اور ان کو جنگل میں پڑھنا حکم کتاب اللہ نہیں۔ چونکہ یہ جمعہ کی مثل ہیں۔ جمعہ مسجد میں پڑھ لی جاویں ہاں اگر مسجد تنگ ہو تو جنگل میں چلے جاویں تاکہ بہ آرام نماز ادا ہو جاوے۔

قربانی کے بیان میں

قربانی کرنی فرض ہے۔ نماز سے پہلے یا بعد جس وقت فراغت و فرصت ہو کر لے انشاء اللہ العزیز اس کی تفصیل و تشریح حج کے

رسالہ میں ہو گی انشاء اللہ۔ کیونکہ قربانی کا تعلق زیادہ تر حج کے مسائل سے ہے۔

جہر و خفا کے بیان میں

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں واسطے ہدایت ہماری کے:۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۱۲پ

ترجمہ اور اپنی ہر ایک نماز میں قرأت بہ آواز بلند نہ پڑھ اور نہ ہی ہر ایک نماز آہستہ پڑھ بلکہ اس کے درمیان درمیان (حکم) اللہ کے سبیل (قرآن سے) ڈھونڈھ۔

اس آیت شریف میں حکم ہے کہ نہ تو ہر ایک نماز کو بہ آواز بلند پڑھو۔ اور نہ ہی ہر ایک کو آہستہ۔ بلکہ اس کے درمیان درمیان یعنے کچھ نمازیں بہ آواز جہر پڑھو۔ اور کچھ چپکے چپکے اور ابتغ بین ذالک سبیلا سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید میں تلاش کرو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم دوسری جگہہ بیان ہو چکا ہے۔ اور اس جگہہ اس کا حوالہ ہے۔

جو لوگ اس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں کہ نماز نہ چلا کر پڑھو اور نہ بالکل آہستہ بلکہ درمیانی آواز سے ادا کرو۔ وہ خود اس کے خلاف کرتے ہیں۔ کیونکہ ظہر و عصر وہ بالکل آہستہ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ ان کو برابر ہر ایک نماز درمیانی آواز سے پڑھنی چاہیئے مطابق آیت۔ کیونکہ اس میں کسی خاص نماز کی نسبت یہ حکم نہیں۔ اہل حدیث آمین چلا کر کہتے ہیں اور اسکا نام بھی آمین بالجہر رکھتے ہیں جو خود ان کے ترجمہ کے مطابق بھی ولا تجہر کے مخالف ہے۔ الغرض یہ ترجمہ درست نہیں۔

اوپر بیان ہوا کہ قرآن مجید میں کسی دوسری جگہہ یہ حکم بیان ہو چکا ہے کہ کونسی نمازیں بہ آواز بلند پڑھی جاویں اور کونسی آہستہ۔ یہ حکم آیت ذیل میں بیان ہوا ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں۔

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ قایم کیا کر کتاب مدرکی تبالی جولی نماز کو اس وقت جبکہ سورج ڈھلے اور زرد پڑ جیسے اور غروب ہو اور اسوقت بھی جبکہ شفق دور ہو کر بالکل اندھیرا ہو جایا کرتا ہے اور قایم کیا کر نماز فجر بھی۔ تحقیق فجر جیسے وقت

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا پ۱۵	(فجر کی نماز میں) قرآن کا پڑھنا خوب آشکارا و ظاہر ہو۔

یہ آیت اوقات کے باب میں صفحہ ۹۳ پر نقل ہو چکی ہے اور اس کے ترجمہ کے متعلق حوالجات لغت وغیرہ بھی درج ہو چکے ہیں سوائے آخر حصہ کے جس پر اب بحث ہوتی ہے الفجر کا الف لام جنس کا ہے ساتھ معنی مثل کے یعنے فجر جیسے وقت میں۔ اور مراد ہے فجر کا وقت اور دیگر وقت جو فجر کی مثل ہو۔ واضح رہے کہ قرآن اللہ کا نور ہے یہ اسی لائق ہے کہ اس کو حتے الامکان ظاہر کیا جائے اور خفا نہ کیا جائے۔ پس اصل میں تو تمام نمازیں جہر پڑھنے کے لائق ہیں لیکن نماز ہی بڑا بھاری باعث ہوتا ہے مخالفین کی شرارت و مخالفت و ایذا رسانی و ظلم کا جیسا کہ صفحہ ۱۶۹ سے ۱۷۴ تک تیس آیتوں کے حوالہ سے مفصل بیان و ثابت ہو چکا ہے اور نمازوں میں سے بھی سب سے بڑھکر باعث فساد کا جہر ہے۔ حنفیوں اور اہل حدیث کے نزاع کا باعث زیادہ تر آمین بالجہر ہی تھا۔ اور ہم اہل قرآن کو بھی جب دوسرے لوگ اپنے سے نرالے اذکار نماز پڑھتے ہوئے سن پائیں تو آمادہ تکرار ہو جاتے ہیں۔ پس نماز بہ آواز جہر ان ہی اوقات میں ادا کرنی چاہیئے جن میں یہ اندیشہ نہو کہ کفار مخالفین قرآن آواز سنکر فتنہ کرینگے۔ فجر کا وقت بالکل ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس وقت اکثر بے ایمان شریر فتنہ پرداز خفتہ مردہ ہوتے ہیں اور جو تھوڑے بہت جاگتے ہوں وہ اپنی نماز و عبادت و دیگر ضروریات میں مصروف ہوتے ہیں۔ شام کے وقت کام کاج کا غلبہ ہوتا ہے اور بدبختوں کو فساد کی فرصت نہیں ہوتی۔ عشا کا وقت بھی مردار دوں کی موت کا ہوتا ہے اور یہ بھی امن کا وقت ہے۔ اور شام عشا کو کچھ لوگ دیگر فرقوں کے نمازمیں بھی مصروف ہوتے ہیں۔ پس فجر شام۔ عشا تینوں امن کے وقت ہیں۔ اللہ تعالے نے فجر کا نام لیکر شام و عشا کو اسی میں داخل کر دیا۔ ظہر و عصر ایسے وقت ہیں جن میں دشمنان قرآن نماز کی آواز سنکر ایذا رسانی کر سکتے ہیں پس ان میں قرأت آہستہ آواز سے ہو۔ جمعہ۔ عیدین میں بھی فساد کا احتمال نہیں ہوتا کیونکہ اہل قرآن سب جمع ہونگے

اور مفسد جراءت نہ کریں گے۔ اور کافر خود بھی اس وقت نمازوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ الغرض قرآن الفجر سے مراد نماز فجر۔ شام۔ عشا۔ جمعہ۔ عیدین میں قرآن پڑھنا ہے۔ اِنَّ سے پہلے واؤ مقدر ہے اور ان قرآن الفجر کان مشہودا کا عطف اقم الصلوٰۃ پر ہے چونکہ پہلا جملہ انشائیہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ دوسرا بھی انشائیہ ہو جیسا کہ صفحہ ۵۰ الغایت ۱۶۰ پر بیان ہو چکا پس کان بمعنے یکُن ہے یعنے ہووے اور مقصود حکم دینا ہے۔ حروف عطف محذوف ہوا کرتے ہیں۔ مغنی اللبیب میں حذف حرف العطف کا علیحدہ باب ہے۔ اور اسکی کئی مثالیں دی گئی ہیں۔ مشہود کے معنے ظاہر کیا ہوا۔ یعنے بآواز بلند پڑھا ہوا۔ شہادت کے معنے ظاہر کرنا کتب لغت میں لکھا ہے۔ دیکھو لسان العرب۔

الحاصل اِنّ قرآن الفجر کان مشہودا میں یہ حکم ہے کہ فجر۔ شام۔ عشا۔ جمعہ۔ عیدین کی نمازیں بآواز بلند پڑہی جاویں اور ظہر و عصر کی آہستہ آواز سے۔ جہری نماز تمام کی تمام بلند آواز سے پڑہی جاوے۔ یعنی ہر شش اذکار جہر پڑہے جاویں اور قرآن مجید سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ قیام کے اذکار تو بلند آواز سے ادا کئے جاویں اور باقی آہستہ ایسا کرنا کتاب اللہ کے مخالف ہے۔ غیر جہری نماز کے تمام اذکار خفیہ پڑہے جاتے ہیں سوائے تکبیر اور سلام کے کہ ان کے بغیر جماعت ممکن نہیں۔

اہل حدیث اور حنفی وغیرہ ایک عجیب ستم کرتے ہیں کہ قیام میں سورہ فاتحہ تو بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ لیکن اسکی بسم اللہ آہستہ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے بعض تو تمام سورتوں کے شروع کی بسم اللہ کو اللہ کا کلام ہی نہیں جانتے اور جو جانتے ہیں وہ اس بسم اللہ کو سورت کی جز نہیں جانتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ صرف ایک سورت کو دوسری سے جدا کرتی ہے یہ سورتوں کی آیت نہیں اور اسکو کلام اللہ کی دیگر آیات سے کم رتبہ جانتے ہیں۔ اور اسی لئے اسکو باقی قرأت کی طرح بلند آواز سے نہیں پڑھتے ۔

میں ان ہر دو اعتقادات کو باطل جانتا ہوں۔ اور پہلا اعتقاد تو بالکل مردود ہے دوسرا اس سے ذرا کم۔ شاید کسی صاحب کو وہم گذرے کہ میں یہ اعتقادات لوگوں پر افترا کر رہا ہوں۔ لہٰذا ذیل میں ہم چند تفاسیر کی عبارات نقل کرتے ہیں۔ تفسیر ابی السعود میں لکھا ہے:۔

اختلفت الامة فی شان التسمیة فی اوائل السور الکریمة فقیل انھا لیست من القرآن اصلاً وھو قول ابن مسعود رضہ ومذھب مالک والمشھور من مذھب قدماء الحنفیة وعلیہ قراء المدینة والبصرة والشام وفقھاءھا وقیل انھا آیة فذة من القرآن انزلت للفصل والتبرک	ترجمہ۔ قرآن کریم کی سورتوں کے شروع میں جو بسم اللہ ہے ان کی شان میں امت نے اختلاف کیا ہے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ یہ نہیں ہے قرآن میں سے اصلاً اور یہ قول ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اور مذہب مالک کا اور مشہور مذہب ہے قدیم حنفیوں کا اور اسی مذہب پر ہیں۔ مدینہ۔ اور بصرہ اور شام کے قاری اور فقہا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ قرآن مجید کی ایک جدا آیت ہے اتاری گئی ہے۔ فاصلہ اور تبرک کے لئے +

تفسیر تیسیر الرحمٰن و تیسیر المنان میں لکھا ہے:۔

نفی مالک وقدماء الحنفیة قرآنیتھا ومتاخروھم کونھا من السوَر	ترجمہ مالک اور قدیم حنفیوں نے اس کے قرآن ہونے کی نفی کی ہے اور متاخرین حنفیوں نے اس کے جزو سورت ہونے کی نفی کی ہے۔

اور بہی کئی تفسیروں میں ایسا ہی لکھا ہے۔ الغرض بعض لوگ بسم اللہ کو قرآن میں سے ہی نہیں جانتے اور اسکو کلام خدا ہونے سے ہی جواب دیتے ہیں اور بعض اسکو سورتوں کی جزو نہیں جانتے۔ ایک جدا چھوٹی سی آیت جانتے ہیں۔ جو محض فاصلہ اور تبرک کی غرض سے نازل ہوئی ہے اور مثل دیگر آیات قرآن کے کارآمد و معتمد و فیوض نہیں اور اسی لئے اسکو مثل دیگر آیات قرآن کے بلند آواز سے نہیں پڑہتے۔ یہ اعتقادات

لغو و مردود ہیں۔ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ (۱) تمام سورتوں کے شروع کی بسم اللہ اللہ کا کلام ہیں (۲) اور سورتوں کی جز ہیں اور ہر سورت کی بسم اللہ اسکا عنوان اور اس کے تمام مضامین کا خلاصہ ہوتی ہے۔ (۳) سورۂ فاتحہ کی بسم اللہ بھی اسکی جز اور آیت ہے (۴) اور جب سورۃ فاتحہ بلند آواز سے پڑھی جائے تو اسکی بسم اللہ بھی جہر پڑھی جاوے اور نہ آہستہ ہی پڑھی جاوے اور نہ چھوڑی جاوے۔ اب ہم ان ہر چہار دعاوی کے دلائل درج کرتے ہیں۔

ثبوت دعوے اوّل

ہم اس دعوے پر کہ جملہ سورتوں کے ابتدا کی ہر ایک بسم اللہ بھی باقی آیات قرآن مجید کی طرح اللہ ہی کا کلام اور منزل من اللہ ہے۔ قرآن مجید ہی سے دلائل پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم ہر دعوے کی دلیل کتاب اللہ ہی سے پیش کرنا جائز جانتے ہیں مطابق فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۱۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۲۔ ثبوت حسب ذیل ہے:-

سورت علق میں جیسا کہ ہم پہلے صفحہ ۲۰۴ پر لکھ آئے ہیں پہلی بسم اللہ کا متعلق مابعد اس کے پہلا اقرأ مذکور ہے اور دوسری باسم ربک الذی خلق الآیۃ کی بائی کا متعلق بھی مابعد اس کے دوسرا اقرأ موجود ہے۔ غرضکہ پہلی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی ترکیب یوں ہو گی کہ با حرف جار اسم مضاف اللہ موصوف الرحمن صفت پہلی الرحیم صفت دوسری۔ موصوف یعنی اللہ ساتھ دونوں صفتوں کے ملکر مضاف الیہ ہوا مضاف یعنی اسم کا۔ مضاف ساتھ مضاف الیہ کے ملکر مجرور ہوا جار کا۔ جار ساتھ مجرور کے ملکر متعلق ہوا ساتھ پہلے اقرأ کے جو مابعد بسم اللہ کے متصل مذکور ہے۔ دوسری بسم اللہ کی ترکیب بھی اسی طرح ہے۔ یعنی بائی باسم ربک الذی خلق الآیہ حرف جار اسم مضاف رب کی طرف اور رب مضاف ک خطاب کی طرف۔ یہ سب ملکر مجرور ہوئے بائی کے جو حرف جار ہے۔ جار ساتھ مجرور کے ملکر متعلق ہوا ساتھ دوسرے اقرأ کے جو مابعد اس دوسری بسم اللہ کے متصل مذکور ہے۔

ان ہر دو بسم اللہ کے مابین جو سورت علق میں مذکور و موجود ہیں۔ صرف اتنا ہی فرق ہے کہ پہلی بسم اللہ میں اسکی پہلی صفت الرحمن اور دوسری صفت الرحیم ہے۔ اور دوسری بسم اللہ یعنی باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق میں اللہ کی پہلی صفت الذی خلق ہے اور دوسری صفت خلق الانسان من علق ہے۔ محض تفنن عبارت اس جگہ ملحوظ ہے جو فصاحت بلاغت کا رکن اعظم ہے۔

سوال۔ قرآن مجید تمام عیوب سے اس طرح پاک ہونا چاہیئے۔ جس طرح تمام عیوب و نقصانات سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ حالانکہ اس میں تکرار آتا ہے جو بہت بھاری عیب ہے جو کہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے میں بھی خلل ڈالتا ہے۔ باوجود قبیح ہونے تکرار کے دیکھو پھر بھی سورۃ علق کے اندر تکرار موجود ہے یعنی اس جگہ دوبار بسم اللہ مذکور ہے اور دوبار ہی اقرء موجود ہے پہلی بسم اللہ پہلے اقرء کا معمول مقدم مذکور ہے اور دوسری بسم اللہ یعنی باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق دوسرے اقرء کا معمول مقدم موجود ہے ایسا صریح صاف طور پر تکرار اس جگہ بادی النظر میں خلاف شان کلام الٰہی معلوم ہوتا ہے۔

جواب:۔ بلاریب جملہ قرآن مجید تمام عیوب و نقصانات سے پاک ہے اور ضرور پاک ہونا چاہیئے کیونکہ وہ رب العالمین الرحمن الرحیم کی کلام ہے۔ خصوصاً سورت علق بھی بلاشک تکرار سے پاک ہے۔ کیونکہ پہلی بسم اللہ اور پہلے اقرء میں تعلم کتاب اللہ کا مطلوب و مقصود ہے اور دوسری بسم اللہ اور دوسرے اقرء میں تعلیم و تدریس کتاب اللہ مراد و مامور ہے۔ یعنی رسول خدا ما ینطق عن الھویٰ کو پہلے اقرء اور پہلی بسم اللہ میں حکم ہوا کہ تو خود سبق کتاب اللہ کا پڑھ روح القدس شدید القویٰ یعنی جبرئیل علیہ السلام سے تاکہ تو خود عالم کتاب اللہ ہو جاوے۔ بعدہ دوسرے اقرء اور دوسری بسم اللہ میں آپ کو تعلیم وارشاد ہوا۔ کہ یہ اپنا پڑھا ہوا سبق عباد اللہ کو پڑھا کر سنا اور پڑھا۔ تاکہ اور عباد اللہ بھی فیض قرآنی سے کامیاب ہو کر سعادت دارین حاصل کریں اور خسر الدنیا والآخرہ کے محل و مصداق نہ بن جائیں پس بفضل رب العالمین تکرار کا وہم و گمان دور ہو گیا۔

خلاصہ دلیل مذکورہ کا یہ ہے کہ سورۃ علق میں دو بار اقرء مذکور ہے اور دو بار اُسکا متعلق و معمول مقدم یعنی ہر دو بسم اللہ ان کے قبل موجود ہیں۔ اور یہ بدیہی امر ہے کہ جو ہر دو اقرء کا متکلم ہے خاص وہی ہر دو بسم اللہ کا بھی متکلم ہے۔ کوئی صاحب عقل اسمیں شک و شبہ نہیں کر سکتا۔ معاذ اللہ حاشا ثم حاشا اگر ان ہر دو اقرء کا متکلم کوئی اور شخص اللہ کے سوا وہم وگمان کیا جائے تو بلا ریب ان ہر دو بسم اللہ کا متکلم بھی وہی ہوگا بطور نمونہ اللہ نے سورہ علق میں بسم اللہ کا متعلق اقرء بسم اللہ کے موخر دو جگہہ فرمایا کہ مومن جملہ سورتوں کے شروع کی ہر ایک بسم اللہ کا متعلق اقرء موخر مقدر نکالا کریں۔

مطابق اس تعلیم ربانی کے جب ثابت ہوا کہ جملہ قرآن مجید میں تمام سورتوں کے شروع کی بائی بسم اللہ کا متعلق خاص اقرء ہی مقدر موخر ہوتا ہے۔ پھر وہاں ہر ایک سورت میں بھی خاص یہی التجا و التماس ہے کہ ہر ایک اقرء کا جو متکلم تصور کیا جاوے۔ خاص وہی متکلم ہر ایک بسم اللہ کا بھی مقرر و معین سمجھا جاوے۔ کیا کوئی صاحب عقل و انصاف وہم و خیال کر سکتا ہے کہ ہر ایک اقرء کا متکلم اللہ کے سوا کوئی اور ہو۔؟ ہرگز نہیں حاشا وکلا۔ پھر ہر ایک اقرء کا معمول و متعلق یعنے جملہ سورتوں کے ابتدا کی ہر ایک بسم اللہ کا متکلم غیر کس طرح ہو سکتا ہے یعنی ہر ایک سورت کے ابتدا میں جو اقرء مقدر کا متکلم ہے خاص وہی اس ہر ایک بسم اللہ کا بھی متکلم ہے۔ یعنے اللہ تعالیٰ۔

ہر چند کہ یہ ایک صریح بات ہے کہ جو شخص کسی صیغہ فعل کا متکلم ہو۔ وہی اس کے معمول کا بھی متکلم ہو سکتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا اظہر من الشمس امر ہے کہ کسی نظیر و مثال و شہادت کا محتاج نہیں۔ لیکن بطور اتمام حجت ہم بسم اللہ کی ہی اس قسم کی دو مثالیں نقل کرتے ہیں ؛

مثال اول :۔ سورت النمل پ ۱۹ ع ۲ میں سلیمان سلام علیہ کی طرف سے ان کے خط کے اندر بسم اللہ مرقوم ہے انہ من سلیمٰن وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الا تعلوا علیّ واتونی مسلمین۔ اس جگہہ سارے خط کا متکلم خاص سلیمان سلام علیہ ہی ہے اور خصوصاً

اس بسم اللہ کا متکلم اور اس بسم اللہ کے متعلق کا متکلم بھی خاص سلیمان سلام علیہ ہی ہو سکتا ہے
اور بس۔ ہرگز ہرگز یہ وہم و خیال نہیں ہو سکتا کہ بسم اللہ تو سلیمان سلام علیہ کی کلام ہو
اور اس بسم اللہ کا متعلق کسی اور کا قول ہو۔ یا متعلق سلیمان سلام علیہ کی کلام ہو اور بسم اللہ
کسی اور کی کلام ہو۔ بلکہ اگر غور و تدبر کیا جائے تو کوئی قول جن۔ انسان یا فرشتے
کا تمام جہان میں ایسا نہ مل سکیگا۔ جس کے ساتھ بسم اللہ کا تعلق ہو اور وہاں بسم اللہ
کا متکلم کوئی اور ہوا اور اس قول کا متکلم کوئی اور ایسا ہی یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جس فعل
کے ساتھ بسم اللہ کا تعلق ہو۔ اسکا فاعل کوئی اور ہو اور بسم اللہ کا قائل کوئی اور مثلاً
روٹی کھانا اور بسم اللہ پڑھنا۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ روٹی تو اور کوئی کھائے اور اسپر
بسم اللہ دوسرا پڑھے۔ ہرگز ہرگز ایسا ہونا جائز نہیں۔ یہ ایسا واضح امر ہے کہ جسکی
بداہت میں کوئی صاحب ہوش و ذی شعور کسی طرح شک و شبہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح
تمام قرآن مجید میں جملہ سورتوں کی بسم اللہ کا متعلق جب اقرءِ معین و مقرر ہو چکا مطابق
بیان مذکورہ بالا کے ہرگز ممکن نہیں کہ اس فعل اقرء کا متکلم سوائے خدا کے کوئی اور ہو اور اس قرء کے
معمول بسم اللہ کا کوئی اور متکلم ہو۔ اور یہ یقینی ہے کہ اقرء کا متکلم خدا ہے۔ پس ہر سورت کی
بسم اللہ بھی یقیناً خدا کا کلام ہے۔

مثال دوم:۔ وقال ارکبوا فیہا بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا ان ربی لغفور
رحیم (پ ۱۲۔ ع ۴) یہ آیت نوح سلام علیہ کے قصہ میں ہے۔ اس جگہ بسم اللہ اور اس کے
متعلق کا متکلم خاص نوح سلام علیہ ہی ہو سکتا ہے۔ کسی طرح وہم و خیال نہیں ہو سکتا
کہ بسم اللہ کا متکلم تو نوح ہو۔ اور اس کے متعلق (جسکا یہ بسم اللہ معمول ہے) یعنی مجریھا
و مرسٰھا کا متکلم کوئی اور ہو۔ ایسا ہرگز ہو ہی نہیں سکتا۔

ان ہر دو مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام قرآن مجید میں جملہ سورتوں کی ہر ایک
بسم اللہ کا متکلم خاص وہی ذات پاک ہے جو کہ اس ہر ایک بسم اللہ کے متعلق اقرء کا متکلم

ہے اور یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ اُس ہر ایک افرد کا متکلّم خاص خداوند تبارک و تعالیٰ ہی ہے چنانچہ صفحات ۳۰۰ و ۳۹۰ پر بیان ہو چکا ہے۔

اسحاصل ہر ایک سورت قرآنی کے ابتدا میں جو بسم اللہ قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہیں وہ سب کی سب اللہ ہی کا کلام ہیں اور کسی غیر کا ہرگز نہیں اور اُس ہر ایک بسم اللہ کا متعلق (جسکی وہ معمول ہے) بھی کلام ربانی ہے یعنی وہ ہر دو اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہیں جس طرح باقی آیات کلام اللہ۔

ثبوت دعوے دوم

صفحہ ۱۷۱ سے ۱۸۰ تک یہ مضمون تفسیر القرآن بآیات الفرقان سے نقل ہو چکا ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے تمام مضامین کا خلاصہ و عنوان ہوتی ہے اس کے اختتام پر یہ الفاظ ہیں:- چونکہ اللہ کے جملہ اسمائے حُسنیٰ میں سے بالخصوص انہی تینوں ناموں یعنے اللہ۔ الرحمن۔ الرحیم کو **فطرت اللہ** اور **خلق اللہ** کی تربیت اور اعتدال اور اصلاح اور اسلام اور حفاظت اور نگہبانی میں سب سے زیادہ دخل ہے اسواسطے بسم اللہ الرحمن الرحیم میں خاص یہی تین نام مذکور ہوئے ہیں اور چونکہ جملہ سور قرآن شریف میں صرف فطرت اللہ و خلق اللہ کی حفاظت اور نگہبانی کی تعلیم موجود ہے اور خلاصہ کے طور پر بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بھی۔ اس واسطے ہر ایک سورت کے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی اس سورت کے ساتھ ہی منزل من اللہ ہوئی ہے تاکہ بطور صنعت براعت استہلال بسم اللہ الرحمن الرحیم پہلے ہی سے آگاہ کر دیوے کہ اس ساری سورت کا خلاصہ بالخصوص یہی ہے کہ تم فطرت اللہ و خلق اللہ یعنی قوائے ثلاثہ ملکی و بہیمی و سبعی کو اعتدال پر رکھا کرو۔

الغرض ہر سورت کی بسم اللہ اسکے مضامین کا خلاصہ و منزل من اللہ اور اسکی جز ہوتی ہے۔

ثبوت دعوے سوم متعلق بسم اللہ سورۂ فاتحہ

جب کہ یہ ثابت ہو چکا کہ ہر سورت کی بسم اللہ منزل من اللہ۔ اسکے مضامین کا خلاصہ۔ اسکی جز اور آیت ہے تو اسی سے بقیناً ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی بسم اللہ بھی اسکی آیت اور جز ہے۔ لیکن چونکہ اس

سورت کو نماز میں پڑھنے کا فرضی حکم ہے۔ اس لئے ہم اس کی بسم اللہ کے متعلق جداگانہ ثبوت بھی پیش کرنا چاہتے ہیں۔ پس واضح ہو۔ کہ پارہ ۱۴۔ ع ۶ میں اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ولقد اٰتینٰک سبعا من المثانی والقراٰن العظیم صفحہ ۱۷۰ سے صفحہ ۱۹۵ تک اس کی تحقیق ہم اتم اکمل طور پر کر چکے ہیں جس سے ثابت ہو چکا ہے کہ سبعًا من المثانی سے سورت فاتحہ یعنی الحمد مراد ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ سورت فاتحہ کی جملہ سات آیتیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

آیت اوّل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیت دوم الحمد للہ رب العالمین آیت سوم الرحمٰن الرحیم آیت چہارم مالک یوم الدین آیت پنجم ایاک نعبد و ایاک نستعین آیت ششم اھدنا الصراط المستقیم۔ آیت ہفتم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین مع بسم اللہ کے جملہ سات آیتیں ہوئیں۔ اور بس۔

جو لوگ بسم اللہ کو الحمد سے خارج کرتے ہیں اور ماسوائے بسم اللہ کے سورت فاتحہ کی سات آیتیں اس طرح بناتے ہیں کہ الحمد سے لیکر انعمت علیھم تک چھ آیتیں بنا کر غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کو ساتویں آیت خیال کرتے ہیں۔ یہ اُن کی بھاری غلطی ہے۔ کیونکہ اوّل تو انکو آیت قرآنی کا معنے و مفہوم معلوم نہیں ہے ورنہ وہ انعمت علیھم پر آیت کا اطلاق نہ کرتے۔ اور اگر کسی باعث سے اُن کو اس غلطی کا مرتکب ہونا پڑا ہے۔ تو پھر انپر یہ بھاری فرض ہے کہ غیر المغضوب علیھم کو بھی جدا آیت مقرر کرتے۔ کیونکہ اسکی میم پر بھی ویسا ہی جزم ہے جیسا کہ انعمت علیھم کی میم پر جزم ہے اور ماقبل دونوں میموں کا مکسور ہے۔ اور ماقبل یائے ساکن ہے پس ہر طرح دونوں علیھم برابر اور مساوی ہیں۔ کسی طرح ان میں فرق نہیں ہے۔ پھر باوجود ان تمام امور کے پہلے علیھم پر آیت بنانی اور دوسرے علیھم پر آیت نہ بنانی کم فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟۔

اگر کوئی شخص قرآن شریف کی آیات کی قافیہ بندی کو بھی دیکھے تو وہ بھی ایک عام

عام اصول قایم کرسکتا ہے۔ کہ وہ کوئی آیت نہیں ہے جسکا قافیہ اپنے سے پہلی یا پچھلی آیت کے ساتھ نہ ملتا ہو۔ سورۂ فاتحہ کی ہر آیت کا قافیہ تین حروف پر ہے جن میں سے پہلا حرف مکسورہ ہے اور دوسرا حرف یائے مثناۃ ساکنہ اور تیسرا حرف متحرک ہے جسپر وقف کیا جاتا ہے۔ مثلاً بسم اللہ الرحمن الرحیم کا قافیہ حیم پر اور الحمد للہ رب العالمین کا مین پر اور الرحمن الرحیم کا حیم پر اور مالک یوم الدین کا دین پر اور ایاک نعبد وایاک نستعین کا عین پر اور اھدنا الصراط المستقیم کا قیم پر اور صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کا لین پر سو حیم۔ مین حیم دین۔ عین۔ قیم۔ لین۔ یہ سات قافیے ہیں اگر کوئی انعمت علیھم پر آیت کے ختم ہوجانے کا وہم وخیال کرے تو یہ محض عدم تفکر کا نتیجہ ہوگا کیونکہ انعمت علیھم میں ھم پر آیت ختم ہونے سے اس کو اپنی ماقبل ومابعد کے قوافی کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رہتی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

ہم اسجگہ کتب لغت وکتاب مطول سے آیت کی تعریف بیان کرتے ہیں تاکہ ہمارے بھائیوں کو روشن و واضح ہوجائے کہ قرآن مجید کی عبارت پر جو آیت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس آیت سے کون سی عبارت اور کتنی کلام مراد ہے یا کتنے جملہ کو آیت بولا جاتا ہے کتب لغت میں آیت کے معنے علامت کے بھی آئے ہیں۔ جیساکہ کتاب لسان العرب میں یہ عبارت مذکور ہے۔

والآیۃ من التنزیل ومن ایات القرآن العزیز قال ابوبکر سمیت الآیۃ من القرآن ایۃ لانھا علامۃ لانقطاع کلام من کلام وقال ابن حمزۃ الآیۃ من القرآن کانھا العلامۃ التی یفضی منھا الی غیرھا	ترجمہ۔ آیت تنزیل یعنے قرآن عزیز کی آیت کے متعلق ابوبکر کہتے ہیں۔ کہ آیت قرآن کا نام آیت اسلئے رکھا گیا ہے۔ کہ وہ علامت ہے۔ ایک کلام کے دوسرے کلام سے قطع وجدا ہوجانے کی ××× اور ابن حمزہ کہتے ہیں کہ قرآن کی آیت علامت ہے اس بات کی۔ کہ ایک کلام سے دوسری کلام کی طرف تجاوز کیا جاتا ہے۔

كالاعلام الطرق المنصوبة للهداية كما قال الشاعر اذا مضى علم منها بدا علم. والآية العلامة	جیسے کہ رستے کے نشان وشلاً میل اور رہنمائی کے لئے لگائے جاتے ہیں۔ جیسے شاعر کہتا ہے کہ جب ایک نشان گذر جاتا ہے تو دوسرا شروع ہوتا ہے۔ اور آیت علامت کو

اور منتہی الارب میں یہ عبارت ہے "آیت۔ عبرت وپند ونشان ویک سخن تمام از قرآن وجماعت حروف ازان"

اور مصباح المنیر میں آیت کا معنے یوں مذکور ہے

والآية من القرآن ما يحسن السكوت عليه	**ترجمہ** آیت قرآن وہ ہے جس پر سکوت موزون ہو۔

اور قاموس میں لکھا ہے کہ:۔

الآية العلامة والعبرة ومن القرآن الكلام متصل الى انقطاعه	**ترجمہ** آیت۔ علامت اور عبرت اور آیت قرآن کلام متصل ہے اپنے قطع ہونے تک۔

اور کتاب مطول باب واما اللفظی فمنہ الجناس فصل السجع میں لکھا ہے کہ بعض وجوہ تحسین کلام میں سے جو لفظی ہیں۔ ایک سجع ہے۔ جب نثر میں ایک فقرے کا اخیر کلمہ دوسرے فقرے کے اخیر کلمہ کیموافق ہو تو اس کلمہ کو سجع کہتے ہیں اور ان دونوں کی موافقت پر بھی سجع کا اطلاق ہوتا ہے اور لکھا ہے کہ نثر میں سجع ایسا ہی ہوتا ہے جیسا شعر میں کافیہ۔ پھر سجع کی قسمیں بیان کی ہیں اور ہر ایک کی قرآن مجید سے مثالیں دی گئی ہیں لیکن یہاں بخوف طوالت سب کچھ چھوڑا جاتا ہے

اسی مقام پر مطول میں یہ عبارت بھی ہے کہ لا یقال فی القرآن الا سجاع بل یقال فواصل یعنی قرآن مجید میں جو فقروں کے اخیر کلمات ایک دوسرے کیموافق ہوتے ہیں۔ انکو اسجاع نہیں کہا جاتا۔ بلکہ فواصل آیات بھی خاص انہی فواصل کو کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ کتب لغت سے آیت کے معنی ابھی بیان ہو چکے ہیں۔ جنکا خلاصہ یہ ہے کہ آیت اس علامت کا نام ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کلام دوسرے کلام سے لفظاً منقطع ہوگئی۔ اور یہی مفہوم سجع وفاصلہ کا ہے۔ تو اب صاف ثابت ہوا کہ آیات اسجاع اور فواصل آپس میں مترادف

الفاظ ہیں۔ اسی سبب سے فن بدیع میں الفاظ اسجاع اور فواصل مذکور ہیں یعنی بجائے آیات کے فواصل مستعمل ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں آپس میں مترادف ہیں۔ پس مطابق کتب لغت کے اور علم بدیع کے صریح صاف طور پر ثابت ہوا۔ کہ جملہ قرآن مجید میں کسی جگہ کوئی ایسا فاصلہ یعنی تن تنہا اکیلی آیت مذکور و موجود نہیں ہے جسکے ساتھ اور بھی کوئی فاصلہ یعنی آیت مطابق و موافق نہو۔ پس جو لوگ انعمت علیھم پر آیت ٹھہراتے ہیں ان پر واجب و لازم ہے کہ وہ غیر المغضوب علیھم پر بھی آیت کریں کیونکہ تمام قرآن مجید میں کوئی آیت نہیں ملسکتی جو تن تنہا اکیلی اپنی تمام سورت سے جس میں وہ مذکور ہے جدا ہو یعنی اس کے ساتھ اور کوئی آیت ماقبل یا مابعد کی مطابق و موافق نہو۔ اگر بالفرض محال انعمت علیھم پر بھی آیت تسلیم کی جائے اور غیر المغضوب علیھم پر بھی بجائے خود ایک آیت کامل خیال کی جانے واسطے موافقت انعمت علیھم کے اور معاذ اللہ حاشا للہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو سورت فاتحہ کی آیات سے بالکل الگ کیا جاوے۔ تو ماسوائے بسم اللہ کے بھی سورت فاتحہ کی آٹھ آیات ہو جاتینگی اور پھر قرآن مجید کے اس فرمودہ کی کہ ولقد آتیناک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم صریح مخالفت ہوگی۔ غرضکہ جبتک بسم اللہ کو سورت فاتحہ میں داخل کر کے پہلی آیت نہ تسلیم کریں اور دونوں علیھم پر آیت کے ہونے کو باطل و غلط تصور نہ کریں۔ تب تک ممکن ہی نہیں کہ سورت فاتحہ کی سات آیتیں ہو سکیں۔

جس طرح خدا تعالےٰ نے سورت علق میں بطور مشت نمونہ خروار متعلق بائی بسم اللہ کا دوبارہ اقرأ اپنی اپنی بسم اللہ سے موخر بیان فرمایا تا کہ جملہ عباد اللہ قیامت تک تمام سورتوں کے شروع کی ہر ایک بسم اللہ کا متعلق خاص وہی اقرأ موخر قرار دیکر ہدایت یافتہ ہوں اور صراط مستقیم پر قایم اور ثابت قدم رہیں۔ اسی طرح سورت فاتحہ یعنی الحمد شریف کی آیات کو بھی بطور مشت نمونہ خروار ولقد آتیناک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم کی آیت میں ذکر کر دیا۔ کہ سورت فاتحہ کی سات آیات ہیں اور بعد بسم اللہ کے ہی سات آیات بن سکتی ہیں

سو جس طرح سورت فاتحہ کی بمعہ بسم اللہ کے سات آیتیں ہوتی ہیں اور جس طرح باقی چھ آیتیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔ اسی طرح بسم اللہ بھی اللہ ہی نے دی ہے اور جس طرح باقی چھ آیتوں کا متکلم اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح بسم اللہ کا متکلم بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جس طرح وہ چھ آیتیں اللہ کا کلام ہیں اسی طرح بسم اللہ بھی اللہ ہی کا کلام ہے۔ اور جس حکمت و مصلحت و تربیت و تعلیم کے لیئے وہ باقی چھ آیات اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں۔ اسی حکمت و مصلحت و تربیت کے لئے بسم اللہ بھی نازل کی ہے نہ کہ خالی فصل کے لئے ہی اُتاری ہے پس بالکل اسی طرح ہر ایک سورت کی بسم اللہ بھی اس سورت کی آیات میں سے ایک آیت ہوتی ہے اور جس طرح باقی آیات کا متکلم خدا ہے اسی طرح بسم اللہ کا متکلم بھی خدا ہی ہے اور جس حکمت و مصلحت و تربیت و تعلیم کے لئے ہر سورت کی باقی آیات ہوتی ہیں اسی مصلحت و تربیت کے لئے اس سورت کی بسم اللہ ہوتی ہے۔ نہ کہ سورتوں کے درمیان صرف فاصلہ کے لئے +

ثبوت دعوے چہارم

جو بسم اللہ کہ سورت فاتحہ کے ابتدا میں ہے۔ اس بسم اللہ کا باقی آیات سورۂ فاتحہ کے ساتھ ہر نماز میں ہر رکعت کے اندر پڑھنا ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کی باقی آیات کا پڑھنا فرض ہے کیونکہ مطابق تعلیم قرآنی بسم اللہ سورت فاتحہ کی جزو اعظم اور ساتویں آیت بلکہ خلاصہ و رکن اعظم ہے۔ اس لئے سورت فاتحہ کی باقی آیات کے ساتھ اس بسم اللہ کا پڑھنا بھی ہمارا فرض ہے۔ جس رکعت میں سورت فاتحہ کی بسم اللہ رہ جائے وہ نماز قطعی اور یقینی طور پر باطل و مطرود ہے۔ اور جن اوقات میں کل نماز اول سے آخر تک بطریق جہر پڑھی جاتی ہے۔ وہاں سورت فاتحہ بھی باقی تمام نماز کی مثل جہر پڑھنی فرض ہوتی ہے۔ چونکہ بسم اللہ سورت فاتحہ کی پہلی آیت ہے۔ اس لیئے اس کو بھی جہر پڑھنا فرض ہے۔ اور اگر بالفرض والتقدیر جہری نماز میں بسم اللہ خفیہ پڑھی جاوے یا کوئی اور آیت سورت فاتحہ ہی سے ستری طور پر پڑھی جاوے تو وہ نماز بھی مطابق تعلیم کتاب اللہ

المجید کے بالکل باطل و فاسد ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جس طرح باقی چھ آیات سورت فاتحہ کا جہری نماز میں پکار کر پڑھنا ماموروِ مفروض من اللہ ہو چکا ہے۔ اسی طرح سورت فاتحہ کی بسم اللہ کا بھی اس حالت جہری میں پکار کر پڑھنا مامور و مفروض من اللہ ہے اور ایسا ہی اگر سری نماز میں سورت فاتحہ کی بسم اللہ یا کوئی اور آیت سورت فاتحہ کی پکار کر پڑھی جاوے تو بلا ریب یہ بھی مخالفت کتاب اللہ المجید کی ہے۔

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سوائے سورۂ فاتحہ کے اور کسی سورت کو تمام کی تمام نمازوں میں پڑھنے کا حکم نہیں۔ اس لئے اگر کسی طویل سورت کی آیات اخیر سے یا درمیان سے پڑھ لی جاویں تو جائز ہے۔ اور جسطرح اسکی باقی آیات کا چھوڑ دینا جائز ہے۔ اگر اسکی بسم اللہ بھی نہ پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بسم اللہ کے متعلق ایک سوال ہوا کرتا ہے۔ گو اسکا جہر و خفا کے ساتھ تعلق نہیں۔ لیکن سوال ضروری ہے اسلئے اسکو درج کر کے ذیل میں اسکا جواب دیا جاتا ہے۔

سوال:۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جملہ قرآن مجید میں تمام سورتوں کا ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ فرمایا اور باللہ الرحمن الرحیم کیوں نہ کسی جگہ لکھا۔ یعنے اللہ کے نام کی برکت و مدد سے پڑھنے کا کیوں حکم دیا گیا ہے۔ اور اللہ کی ذات کی برکت و مدد سے پڑھنے کا کیوں حکم نہیں دیا گیا۔ حالانکہ مدد۔ یاری۔ استغاثہ وغیرہ جملہ حاجات اللہ کی ذات کی برکت سے مانگنی بہت ہی مناسب و لائق ہیں۔ کیونکہ جسقدر اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کی برکت سے اعانت و اغاثہ و امداد وغیرہ حاصل ہو سکتی ہیں۔ اسقدر خالی اُس کے نام سے کسطرح حاصل ہونگی؟ اگر بالفرض خالی نام سے بھی وہ ساری باتیں برابر طور پر حاصل ہو سکیں۔ تو پھر بھی مناسب تھا کہ دونوں کے ساتھ ابتدا ہوتی۔ یعنی کسی سورت کے ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہوتا اور کسی سورت کے شروع میں باللہ الرحمن الرحیم لیکن ایسا منزل من اللہ نہیں ہوا۔ اور ماسوائے بسم اللہ کے باقی جملہ قرآن مجید میں اول سے

الغرض خاص اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات کی برکت ہی سے استعانت و استمداد و استغاثہ و استعاذہ کی تعلیم وارشاد ہے۔

جواب:۔ طلب اعانت و امداد دو غرض سے ہوتی ہے۔ ایک تو کسی چیز یا فعل کو ہمارے لئے عدم سے وجود میں لانے اور واقع کرنے کے لئے۔ یہ مدد تو خاص اللہ کی ذات سے ہی مانگنی جائز ہے۔ کیونکہ عدم سے وجود میں لانا اللہ کی ذات کا خاصہ ہے۔ نہ کہ ا۔ ل۔ ہ حروف کا۔ اور یہی قسم مدد کا مطلوب ہے ایاک نستعین اور رب اعوذبک من ھمزات الشیاطین واعوذبک رب ان یحضرون اور قل اعوذ برب الفلق الآیۃ الی حسد اور قل اعوذ برب الناس الآیۃ الی والناس میں۔

دوسری غرض مدد مانگنے کی یہ ہوتی ہے کہ وہ کام عنداللہ منظور و مقبول ہو جائے۔ یہ غرض اللہ کے نام سے پوری ہوتی ہے۔ یعنے اس کام کے شروع میں اسکا نام لینے سے وہ کام نیکی ثواب کا کام بن جائے۔ اور جبتک اس فعل کو ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے شروع نہ کیا جائے۔ تبتک وہ فعل عنداللہ بمنزلہ معدوم چیز کے ہوتا ہے۔ یعنی اس فعل کا کوئی اجر وثواب اللہ کے ہاں سے اسکو نہیں ملتا۔ اور نہ اس فعل پر اللہ جل شانہ کی خوشی ورضامندی ہوتی ہے۔ اسی واسطے جہاں کہیں احداث یعنی فعل پیدا کرنے کے واسطے مدد۔ یاری و اعانت کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے تو بالخصوص وہاں ہر جگہہ اللہ تبارک کی ذات ہی کی برکت سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور رب اعوذبک من ھمزات الشیاطین وغیرہ وغیرہ بہت سی آیات کتاب اللہ المجید میں خاص ذات رب العالمین ہی کی برکت سے مدد یاری مانگنی مطلوب و مامور ہے اور اپنے افعال واقوال کو اللہ کے نام سے متبرک و باعث ثواب بنانے کا ارشاد ہے۔

خلاصہ تقریر بالا کا یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو قسم کی استعانت و استمداد موجود مذکور ہے جس جگہہ فعل کے ایجاد و احداث پر استعانت و استمداد مطلوب ہو۔ وہاں صرف ذات رب

العالمین ہی کی برکت سے مدد مانگنی تعلیم قرآنی ہے جیسا کہ ایاک نستعین میں۔ اور جس جگہہ یہ مطلوب ہو کہ میرا یہ کام بدرگاہ رب العالمین منظور ومقبول ہو جاوے۔ اور اُس فعل پر اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ومہربانی مطلوب ہو تو وہاں صرف اللہ تعالیٰ کے نام ہی کی برکت سے مدد یاری یعنی تعلیم ربانی ہے۔ تقریر ہذا سے بلا ریب قطعی ویقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ دوسرے قسم استعانت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی پڑھنا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ بسم اللہ میں خاص یہی دوسرا قسم استعانت کا مراد ہوتا ہے۔ اسی واسطے قرآن مجید کی جملہ سورتوں کے ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی کی تعلیم ہوئی۔ کہ اللہ کے نام ہی کی برکت سے یہ قرآن مجید پڑھا اور پڑھایا جاوے۔ تاکہ ہر ایک اس کا معلم اور متعلم مستحق ثواب و اجر عظیم ہو۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی و رضامندی اس ہر ایک کو مرزوق و موہوب ہو۔ کیونکہ خالی ایجاد و احداث فعل یعنی تعلیم و تعلم قرآن مجید میں ان کو کیا فائدہ ہوگا۔ جس میں وہ مستحق اجر و ثواب اور خوشنودی و رضامندی ربانی کے نہوں تو یہ محض مغزخوری اور تضیع اوقات کے سوا کیا فائدہ حاصل ہوگا۔

صلوۃ الجنازہ کے بیان میں

غسل میت اگر کوئی مومن کتاب اللہ فوت ہو جائے تو اس کو غسل دینا چاہیئے اور اسکا بدن بالکل صاف ستھرا کر دیں یُحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ میت کو کافور یا کوئی اور خوشبو بھی لگا دیں تاکہ اس کو اٹھانے والے۔ دفن کرنیوالے ساتھ جانیوالے اور دیگر لوگ بدبو سے متنفر و بیمار ہو کر ہلاک نہوں۔ میت کو نہلانا نہایت ضروری ہے۔ ہندو۔ عیسائی۔ چوہڑے۔ یہودی۔ آتش پرست۔ سبھی اپنے مُردوں کو غسل دیتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں۔ کیونکہ حفظ صحت کے لئے اشد ضروری ہے۔ ان قوموں نے یہ باتیں حدیث و فقہ کی کتابوں سے نہیں سیکھیں بلکہ یہ تقاضائے بشریت

یہ باتیں ان میں جاری ہیں۔ مسلمانوں کا اس پر فخر کرنا کہ یہ ہمارے ہی دین کی کتابوں کی شان ہے کہ ان میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی درج ہیں بالکل فضول ہے۔ چونکہ یہ باتیں طبعاً سب لوگوں میں جاری ہیں اس لئے کلام اللہ میں ان کے متعلق طول طویل ہدایات کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کسی فقہ یا حدیث کی کتاب میں نہیں لکھا کہ مسور کی دال یوں پکاؤ۔ گوشت اسطرح بھونو۔ پلاؤ اسطرح پکاؤ۔ کپڑے فلاں طرح دھویا کرو وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ انسان اپنے نفس کے لئے بلا امداد وحی یہ کام کرتا ہے۔ غسل میت بھی ایک ایسی ہی شے ہے۔ ناحق فقیہوں اور محدثوں نے اس پر اوراق سیاہ کئے ہیں۔ قرآن مجید سے ان باتوں کا ہرگز پتہ نہیں چلتا کہ زیادہ گرم یا سرد پانی سے مُردے کو تکلیف ہوتی ہے یا زور کے ساتھ ملنے سے وہ چیختا چلاتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ جہالت کے اوہام ہیں۔ ڈاکٹر لوگ دوا سُنگھا کر بیہوش کر دیتے ہیں۔ اور انسان کی ہڈی تک کاٹ ڈالتے ہیں۔ لیکن اس بیہوشی میں وہ کچھ محسوس نہیں کرتا۔ جب زندوں کا یہ حال ہے تو مُردوں کو گرم سردی سے کیا تکلیف ہوگی ہاں غسل دینے والوں کو بیشک تکلیف ہوگی اور ان کے آرام کے لئے پانی نہ زیادہ گرم نہ سخت سرد ہونا چاہیئے۔

لباس میت کے بیان میں

میت کو نہلا کر ایک چادر میں لپیٹ دینا چاہیئے۔ اسطرح کہ اس کا بدن بالکل ڈھپ جاوے ننگا نہ رہے۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ۔ جسطرح زندہ کے لئے لباس فرض ہے میت کو بھی لباس دینا فرض ہے۔ لیکن بقدر ضرورت وحیثیت۔ ایک چادر بہت ہے۔ چادر کافی لمبی چوڑی ہو۔ کہ سر سے پاؤں تک میت کو ڈھانپ لیوے۔ اور سر و پاؤں کے پاس چادر کو باندھ دیں اور کمر کے اردگرد بھی بند ڈالدیں تاکہ کپڑا اڑ کر میت ننگی نہ ہو۔ بس ایک چادر میں ہی اسطرح لپیٹ دینا کافی ہے۔ غرض میت کو ڈھانپنے سے ہے۔ بے ضرورت کپڑا صرف کرنا اسراف میں داخل ہے۔ چادر اوڑھا کر اوپر کوئی اور کپڑا بھی ڈالدیں۔

تو جائز ہے۔ جس طرح زندون کے لباس کے متعلق اس قسم کی ہدایتین ہوتیں کہ کرتا کس
وضع کا ہو کھلی آستینوں کا یا تنگ آستینون کا یا کفدار۔ گریبان سامنے سینے پر ہو یا دائیں
بائیں یا مونڈھون کے پاس بٹن ہوں یا تکمہ لمبائی گھٹنون تک ہو یا اس سے کم یا
پاؤں تک وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح میت کے لباس کے متعلق بھی ذرہ ذرہ باتین بتانے
کی کتاب اللہ کو ضرورت نہ تھی۔ غرض اسکو ڈھانپنے سے ہے۔ پر اسراف نہو۔ ایک چادر
کافی وافی ہے۔ خواہ مرد ہو خواہ عورت۔ یہ ضروری نہیں کہ نیا غیر مستعمل کپڑا ہو۔ بلکہ مستعمل
پاک کپڑا کافی ہے۔ ملاؤں نے مردے کے پرانے کپڑے لینے کے لئے اس قسم کے ڈھکوسلے
بنائے ہوئے ہیں کہ کپڑا نیا ہو ایسا ہو ویسا ہو۔ یہ سب حرام خوری کی باتین ہیں یٰاَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ
وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ پ ۱۱ جس طرح برہمن ہندوؤن کے گھرون سے نرم نرم
کھیر بھی کھاتے ہیں اور پھر تھالیوں سے دانت گھسائی بھی لیتے ہیں یہ بے رحم ملا بھی
غریب مسلمانون کو خوب لوٹتے ہیں۔ مردے کے کپڑے لینگے۔ جانماز بھی ان کے لئے
نئے کپڑے کی ہو۔ جس کپڑے سے پردہ کرکے میّت کو غسل دیتے ہیں وہ بھی ان ہی کو
حلال۔ گٹھلیون کے بہانے بھی کچھ کپڑا لیتے ہیں۔ ایک غریب بیوہ کا یتیم بچہ مر جائے
اور خواہ اسکا چکی پیسنے پر ہی گذارہ ہو لیکن یہ سنگدل جلاد اسکو بھی کمال بے رحمی سے
لوٹتے ہیں خدا ان کو ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ لباس میت کے لئے تکلف ہرگز نہیں
کرنا چاہیئے۔ بعض غریب مسکین جنکو کھانے کو بھی بمشکل میسر آتا ہے۔ کفن کے لئے قرض
اُٹھاتے ہیں۔ بھیک مانگتے ہیں۔ ہر طرح کی سختی سہتے ہیں اور نیا بہت سا کپڑا خرید کر کفن
میں خرچ کر دیتے ہیں۔ اسقدر تکلیف اٹھانے کا خدا نے حکم نہیں دیا۔ وَمَا جَعَلَ
عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ پ ۱۷ یہ بھی اسراف ناجائز ہے۔ اور بد بخت ملاؤن کا لوگون پر
نازل کیا ہوا عذاب ہے۔ اوپر کہا گیا ہے کہ ایک چادر میت کے لئے کافی ہے۔ لیکن جس کے

گھر میں چادر نہو، میت کے پہننے کے کپڑوں سے ہی اسکو ڈھانپ دے چادر فرض و ضروری
نہیں۔ جو دولتمند صاحب حیثیت ہوں ان کے گھر میں بھی اگر چادر موجود ہو تو وہی
پہنا دیں خواہ مخواہ نیا کپڑا نہ خریدیں۔ لیکن اگر نہ موجود ہو تو خرید لیں کہ معمولی پہننے کے
کپڑوں کی نسبت چادر میت کے لئے بہتر لباس ہے۔

واضح رہے کہ جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے اسکا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ میت کو کوئی کپڑا نہ دیا
جائے اور ننگا ہی دفن کیا جائے۔ مردے کو کپڑے میں ڈھانپنا فرض ہے جیسا کہ بیان ہوا
لیکن تکلفات اور اسراف جائز نہیں وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا
اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ پ۱۵ ع۳ - سادگی۔ کفایت شعاری۔ کم خرچی ہو۔ تاکہ لوگ ہلاک نہوں
ایک میت کا غم ہوتا ہے اور اکثروں کو کفن دفن کا خرچ ایک دوسری میت ہوتی ہے۔
بلکہ اس سے بھی زیادہ سہم ہوتا ہے۔ کیونکہ بیہودہ رواج کے مطابق یہ بھی ایک خاصی رقم
خرچ کی ہوگئی ہے۔ اور ملاؤں نے خود غرضی سے ان اسرافات کو کار ثواب بنا دیا ہے
فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پ۱۴ ع۱۴

جنازہ کی دعائیں

قرآن مجید سے میت کے لئے نماز پڑھنا ثابت نہیں دعا کرنا ثابت ہے
اور لوگ بھی جو کچھ کرتے ہیں اسکو نماز نہیں کہہ سکتے ناحق اس کو نماز جنازہ
کہتے ہیں۔ کیونکہ نہ اسمیں رکوع ہوتا ہے نہ سجدہ نہ قومہ۔ نہ جلسہ۔ نہ قعدہ نہ سلام
صرف ایک قیام ہی قیام ہوتا ہے۔ زبردستی اسکو نماز کہا جاتا ہے۔ آیات
متعلق مضمون حسب ذیل ہیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ پ۱۰ ع۱۷	ترجمہ اور ان (فاسقون) میں سے اگر کوئی مرجائے تو اس کے حق میں ہرگز دعا نہ کرنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا (دفن وغیرہ کے لئے) کیونکہ وہ انکار کرتے تھے اللہ کا اور اسکی کتاب کا اور وہ فسق کی حالت میں مرگئے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی کافر فاسق مر جائے تو اس کے حق میں دعا نہ کرنی چاہیے
اور نہ ہی اس کے کفن دفن میں شریک ہونا جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مومن
قرآن فوت ہو جائے تو اسکے حق میں دعا کریں اور اسکے کفن دفن کے کاروبار میں بھی شریک
ہوں۔ لَا تُصَلِّ کے معنے آیت بالا میں نماز نہ پڑھنے کے نہیں بلکہ دعا مانگنے کے۔ جیسے کہ
یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ میں صَلُّوْا عَلَیْهِ کے یہ معنے نہیں کہ نماز پڑھو بلکہ یہ مراد ہے
کہ دعا مانگو۔ مذکورہ آیت میں مومن میت کے لیئے دعا مانگنے کا حکم بہ پیرایہ نفی ہے۔
ذیل کی آیت میں بہ پیرایہ اثبات یہ حکم مذکور ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے :۔

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

پ ۲

ترجمہ اور تیرے مدینے کے لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنے نفاق پر جمے ہوئے ہیں۔ تو ان کو نہیں جانتا۔ ہم ان کو جانتے ہیں ضرور ہم ان کو دگنا عذاب کریں گے۔ پھر وہ سخت بڑے عذاب کی طرف پھیرے جاویں گے۔ اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اقرار کرتے ہیں اپنے گناہوں کا نیک عمل اور برے عمل ملے جلے کرتے ہیں۔ قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے۔ کیونکہ اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے ÷
ان کے مالوں میں سے صدقہ لیا کرو (اس طرح) تو ان (کے مال) کو پاک و صاف و بابرکت کریگا۔ اور انکے حق میں دعا کر (جب مر جاویں) کیونکہ تیرے دعا کرنے سے ان (کے وارثوں) کو ہر طرح تسلی ہوگی اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے

اس آیت میں اول منافقوں کا ذکر ہے پھر مومنوں کا اور ارشاد ہے کہ ان (مومنوں)
سے زکوٰۃ وغیرہ لیا کرو خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً اور اگر وہ مر جاویں تو ان کے حق میں دعا
کیا کرو۔ صَلِّ عَلَیْهِمْ سے بعد اِذَا مَاتُوْا مقدر ہے۔ اس مقدر ہونے کا قرینہ یہ ہے
کہ اس سے پہلے منافقوں کا ذکر شروع ہے جو جہاد میں جانے سے پہلو تہی کریں انہی کے ذکر میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ جو صفحہ ۴۰۴ پر منقول ہوا۔ اسکے بعد بھی ان کا ہی ذکر
چلتا ہے۔ پھر دو چار آیات میں مومنوں کی تعریف کر کے پھر یہ آیت شروع ہوتی ہے جو اوپر
نقل ہوئی۔ اس میں پھر ان منافقوں کے عذاب کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ان مومنوں کا ذکر ہے
جو غفلت کی وجہ سے جہاد کیساتھ نہ جاسکے ہوں اور اپنے گناہ کا اقرار کریں اور توبہ کریں
ناظرین اگر قرآن مجید سے یہ مقام نکالکر دیکھیں گے تو ہمارے بیان کی تصدیق فرمادیں گے
انشاءاللہ العزیز۔ سو یہی قرآن مجید کا طرز بیان ہے کہ اگر دوزخ کا ذکر ہو تو ساتھ ہی بہشت کا بھی
ہوتا ہے۔ اگر کسی نیک کام کرنے پر خوشخبری ہے تو ساتھ ہی اسکے نہ کرنے پر عذاب کی وعید بھی
ہے اگر امن کی نماز بتائی ہے تو خوف کی بھی بیان کردی ہے۔ اختیاری حالت کے
احکام بیان ہوئے ہیں تو اضطراری کے بھی۔ اگر مومنوں کی تعریف ہے تو ساتھ ہی
کافروں کی مذمت بھی ہے۔ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ قرآن مجید کے
مقام زیر بحث میں بھی پہلے منافقوں فاسقوں کا ذکر ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا اور ان کے
حق میں ارشاد ہے وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا کہ جب ان میں سے کوئی مر جائے
تو ان کے حق میں دعا نہ کر پھر مومنوں کا ذکر ہوا ہے اور ان کے لئے ارشاد ہے وَصَلِّ
عَلَیْهِمْ کہ ان کے حق میں دعا کر۔ نیز وَلَا تُصَلِّ عَلٰی کے ساتھ مَاتَ کی شرط لگی ہوئی ہے
پس یہ قرینہ دلالت کرتا ہے کہ اسکے نقیض کے حکم صَلِّ عَلَیْهِمْ میں بھی مَاتَ کی شرط ضرور
ہو۔ یہ ایسی صاف بات ہے کہ ہر بے تعصب آدمی اسکو تسلیم کریگا اسی لئے ہم نے کہا تھا۔ کہ
صَلِّ عَلَیْهِمْ سے بعد اِذَا مَاتُوْا مقدر ہے۔ الحاصل آیت مذکورۃ الصدر میں یہ حکم ہے کہ
جب کوئی مومن قرآن مر جائے تو اسکے حق میں دعا کیجیو۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ کی نقیض
اختصاراً صَلِّ عَلٰی کے ساتھ مذکور نہیں ہوئی۔ پس مومنوں کے کفن و دفن کے کاروبار میں
شریک ہونا بھی فرض ہے۔

جنازہ کی کوئی خاص دعائیں معین مقرر نہیں۔ مغفرت کی دعائیں پڑھی جاویں

ذیل میں چند دعائیں اس مضمون کی قرآن مجید میں سے نقل کی جاتی ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا
وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَ
اعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنْتَ مَوْلَانَا
فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ رَبَّنَا أَفْرِغْ
عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى
الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا
سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ
النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ
رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَ
أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ
ارْحَمْنَا ۖ وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ۝ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا
وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝ رَبِّ اغْفِرْ وَ
ارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ
شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا
سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ
جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ
مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ۚ وَمَنْ تَقِ
السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ ۝ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ
عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا
وَمُقَامًا ۝ پ ۱۹ ع ۔

ترجمہ اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر بھول جائیں ہم یا چوک جائیں
ہم ہرگز نہ رکھیو اوپر ہمارے بوجھ بھاری جیسا کہ رکھا تو نے
اوپر ان لوگوں کے جو پہلے ہم سے ہیں اے رب ہمارے ہرگز نہ بوجھ ڈال
تو ہم کو کسی (گناہ) کا کیونکہ نہیں طاقت ہرگز ہم کو اسکی سزا برداشت
کرنیکی اور بالکل معاف کرے ہم کو گناہ ہمارا اور پردہ پوشی کر ہر طرح
ہمارے ان معاف شدہ گناہوں کی اور آئندہ بھی مہربان رہ ہم پر کیونکہ
تو ہی خیرخواہ ہمارا ہے بعد اسکے یہ دعا مانگتا ہوں کہ مدد کر ہم کو
اوپر ہمارے مخالفوں کے جو منکر ہیں کتاب اللہ کو۔ اے رب ہمارے نازل
فرما اوپر ہمارے ہر طرح کا صبر اور ثابت رکھ ہمارے قدموں کو اور مدد دیجیو
ہم کو اوپر ہمارے دشمنوں کے جو منکر ہیں کتاب اللہ کے۔ اے رب ہمارے
تحقیق ہم ایمان رکھتے ہیں سو بخشدے ہم کو بالکل گناہ ہمارے اور بچا ہم کو
عذاب آگ دوزخ سے۔ اے رب ہمارے نہیں پیدا کیا تو نے اس (مخلوقات)
کو ہرگز کسی طرح بھی بیفائدہ (بیان کرتے ہیں ہم پاکی تیری سو
بچا ہم کو عذاب نار جہنم سے۔ اے رب ہمارے تحقیق تو جس شخص کو داخل
کریگا دوزخ کی آگ میں تو تحقیق خوار کریگا تو اس کو اور نہ ہوگا
واسطے کتاب اللہ کے بنانے والے ظالموں کے کوئی بھی کسی طرح کا مددگار۔ اے
رب میری پردہ پوشی کر کے بخشدے مجھ کو اور بھائی میرے کو اور آیندہ
بھی داخل رکھ ہم کو بیچ مہربانی اپنی کے کیونکہ تو بہت بڑھکر مہربان
ہے تمام مہربانوں سے تو خیرخواہ ہے ہمارا سو پردہ پوشی کر کے
بخشدے ہم کو اور مہربانی کیجیو اوپر ہم کے کیونکہ تو بہت بڑھکر ہے تمام
پردہ پوشی کر کے بخشنے والوں سے۔ اے رب ہمارے ایمان رکھتے ہیں
ہم کتاب اللہ پر پس پردہ پوشی کر کر بخشدے بالکل ہم کو (گناہ ہمارے
اور مہربان رہ ہم پر کیونکہ تو بڑھکر مہربان ہے تمام مہربانوں سے
اے رب میری پردہ پوشی کر کے بخشش کر اور مہربان رہ ہم پر اور (مجھے
یقین ہے کہ تو مغفرت اور مہربانی کریگا) کیونکہ تو بہت بڑھکر مہربان ہے تمام مہربانوں سے اے رب ہمارے گھیر رکھا ہے تو نے تمام مخلوقات
کو اپنی رحمت اور اپنے علم میں پس بخشدے بالکل ان لوگوں (کے گناہ) جو توبہ کرتے ہیں اور تابعداری کرتے ہیں راہ تیری کی سو

جنازہ کی دعائیں پڑھتے ہوئے نماز کی کوئی ہیئت اختیار نہ کی جائے۔ نہ نماز کا سا قیام ہو۔ نہ نماز کی طرح قبلہ رو ہوں۔ نہ نماز کا وضو ہو۔ غرضیکہ نماز کی مشابہت بالکل نہ ہو۔ کیونکہ نماز صرف خدا ہی کے لئے ہے اور کسی کے لئے نماز پڑھنا شرک ہے۔

قبر میں دفن کرنے کے بیان میں + بعد غسل وکفن ودعاؤں کے میت کو قبر میں دفن کر دیا جاوے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:۔

مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ

ترجمہ ذیل وہ حقیر نطفہ سے پیدا کرتا ہے انسان کو اور اسکی ہر چیز کا مناسب انداز مقرر کر دیتا ہے۔ پھر نیکی بدی کا راستہ اسکو اچھی طرح بتا دیتا ہے پھر اسکو مارتا ہے اور اُسکو قبر میں دفن کرا دیتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے کو قبر میں دفن کرنا چاہیئے۔ جلانا یا دریا میں بہانا جائز نہیں ہے جیسا کہ ہندو لوگ کرتے ہیں۔ ذیل کی آیات سے بھی قبر کا ثبوت ملتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ

ترجمہ پس بھیجا اللہ نے ایک کوّا وہ زمین کو کریدنے لگا تاکہ اُسکو دکھلائے کہ وہ کس طرح دفن کرے اپنے بھائی کی لاش۔

سورۂ مائدہ میں ایک قصہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور جیسا کہ خونی لوگ مقتول کی لاش کو گم کرنے کیلئے عجیب عجیب تدبیریں سوچتے ہیں وہ بھی متفکر تھا کہ کیا کرے۔ کہ اتنے میں اُسنے ایک کوّے کو زمین کریدتے دیکھا۔ جیسا کہ آیت منقولہ بالا میں مذکور ہے لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو منظور یہ ہے کہ مردے دفن کئے جاویں ذیل کی آیتوں میں بھی قبر کا ذکر ہے وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ پ ۱۸ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ پ ۱۵ - وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ پ ۳۰ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ پ ۳۰ ۲۵ الغرض قرآن مجید میں مردے کو قبر میں دفن کرنے کا حکم ہے جیسا کہ صفحات ۸۲ لغایت ۸۸ میں بیان ہوا اضطرار کی حالت میں سب کچھ معاف ہوتا ہے۔ پس جہاز میں اگر کوئی مر جاوے تو میت کو سوائے سمندر میں پھینک دینے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح لڑائی میں جہاں لاکھوں آدمی قتل ہوتے ہیں ان کی قبریں بننی بھی مشکل ہیں۔ پس جیسے ہو سکے انہیں بھی دفن کیا جاوے۔

متفرق مسائل کے بیان میں

نماز خوف کے بیان میں رکعتوں کے باب میں صفحہ ۳۱۸ سے ۳۲۲ تک اس نماز کا بیان ہو چکا ہے اُس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے وقت قضا ہو جانے کا خوف ہو تو دو رکعتین پڑھی جاویں۔ خواہ کوئی وقت ہو اور اگر غسل۔ وضو۔ قبلہ۔ قیام۔ رکوع۔ سجدہ قعدہ جماعت وغیرہ پر قدرت نہو۔ تو وہ بھی معاف ہیں۔ کھڑے بیٹھے۔ لیٹے جیسے ہو سکے ادا کرلے

نماز کو قصر کرنے کے بیان میں حالت خوف میں نماز کو قصر کیا جاوے۔ بغیر خوف کے جائز نہیں۔ نہ سفر میں نہ حضر میں۔ جیسا کہ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ سے ثابت ہوتا ہے۔ حکم قصر کے ساتھ اِنْ خِفْتُمْ کی شرط لگائی گئی ہے۔

نماز جمع کرنے کے بیان میں رکعتوں کے ذکر میں یہ مذکور ہو چکا ہے کہ ہر نماز کو اسکے وقت میں ہی پڑھنا فرض ہے۔ وقت کا التوا کسی صورت میں جائز نہیں۔ جبکہ توپ۔ بندوق تلوار چل رہی ہو۔ اس حالت میں بھی نماز کو دوسرے وقت کی نماز کے ساتھ جمع کرنے کی اجازت نہیں ہوئی بلکہ کھڑے۔ بیٹھے۔ لیٹے جسطرح ممکن ہو نماز ادا کرنے کا حکم ہوا (آیت نمبر ا صفحہ ۳۲۰) اور اگر خوف سے بھاگا جا رہا ہے سوار یا پیادہ اس وقت بھی جمع کی اجازت نہیں ہوئی۔ بلکہ حکم ہوا ہے کہ جیسی کرتے ہیں پڑے نماز ادا کرلو (آیت نمبر ا صفحہ ۳۲۱)

نواقض نماز کے بیان میں سوائے آیات کتاب اللہ کے اذکار نماز میں کوئی کلام جائز نہیں اور جو افعالِ نماز مکتوب ہیں ان کے سوا نماز میں کوئی فعل جائز نہیں۔ غیر کلام یا فعل سے نماز ٹوٹ ہو جاتی ہے۔ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ قنوت کے معنے سکوت کے بھی ہیں جیسا کہ کتب لغت کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے (صفحہ ۲۶۹) قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔ غیر فعل خشوع کے خلاف ہے۔

آیتوں کے جواب دینے کے بیان میں قرآن مجید میں اسکا کہیں حکم درج نہیں۔ اپنے پاس سے ایجاد کر لینا کفر ہے

قضاء نماز اور بھولنے اور سو جانے سے نماز پڑھنے کے بیان میں۔

اگر کوئی عمداً نماز قضا کرے تو وہ بے ایمانی ہے۔ اسکا علاج توبہ ہے اگر اللہ چاہیگا تو معاف کر دیگا۔ اور اگر بھول جاوے یا سوتے سوتے نماز کا وقت گذر جاوے۔ تو جس وقت یاد آوے یا نیند سے بیدار ہو اسی وقت نماز ادا کرے اقم الصلوٰۃ لذکری واذکر ربك اذا نسیت

دعا مانگنے کیوقت ہاتھوں کو اٹھانے اور منہ پر پھیرنے کے بیان میں۔

قرآن مجید سے قطعاً کسی قعدہ پر بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں۔ ملاؤں کی ایجاد ہے ولہذا کفر۔ بدعت ظلم فسق فجور ہے

سجدۂ سہو کے بیان میں

اسکا بھی کتاب اللہ سے ثبوت نہیں ملتا۔ جو ذکر یا رکن یا رکعت بھول جاوے یاد آنے پر ادا کر لیوے۔ بے ترتیبی اللہ تعالیٰ معاف کر دیگا ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا کافی ہے۔ جو قعدہ میں پڑھا جاتا ہے۔

خاتمہ

الحمد للہ کہ یہ کتاب ختم ہوئی لوگوں کو بھی اسکا بہت انتظار تھا۔ اور ہم بھی چاہتے تھے کہ جلد ختم ہو۔ جہان تک ہماری طاقت میں تھا۔ ہم نے اسکو جلد شائع کرنے کی کوشش کی لیکن بہت سے امور مانع رہے جنکے ذکر سے اب کچھ حاصل نہیں۔ خدا کو بھی منظور تھا۔ کہ یہ آج ۵ اجولائی ۱۹۱۰ سنہ کو ختم ہو۔ اور آج ہی ختم ہوئی پہلے کیسے تمام ہو سکتی تھی۔ ہر کام میں اسکی حکمت و مصلحت ہوئی ہے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

اشاعۃ القرآن

اس کا

ماضی و استقبال

آپکے اشاعۃ القرآن کا دوسرا سال اب ختم ہونے کو ہے۔ یہ دسواں نمبر حاضر خدمت ہے۔ صرف دو نمبر اس سال میں سے باقی ہیں۔ جنکا مضمون تیار ہے۔ صرف لکھائی چھپائی کی دیر ہے۔ ممبران انجمن اب اس فکر میں ہیں کہ اسے آئندہ کے لئے جاری رکھا جائے یا بند کر دیا جائے۔

اشاعۃ القرآن جن اغراض کو پورا کرنے کے لئے جاری کیا گیا تھا وہ آپسے پوشیدہ نہیں۔ اور گذشتہ دو سال میں اسنے جو کچھ کیا وہ بھی آپسے مخفی نہیں نماز کا مضمون بہ اقساط اس میں شائع ہوتا رہا۔ اور ترک اسلام مصنفہ سوامی دھرم پال صاحب آریہ کے ۱۱۶ سوالوں کے جوابات بھی اس میں ماہ بماہ چھپتے رہے۔ اور بھی کئی مفید مضامیں وقتاً فوقتاً ہدیہ ناظریں ہوئے۔ اس میں شک نہیں کہ اشاعۃ القرآن بعض فرائض منصبی کے بجالانے سے کسی حد تک قاصر بھی رہا۔ اسکی اشاعت میں کسی قدر بے قاعدگی ہوئی اور بعض دفعہ رسالہ دیر سے نکلا۔ لیکن یہ چند ایسی مجبوریوں کی وجہ سے ہوتا رہا جن کے ہاتھوں کارکنان بالکل بے بس تھے۔ بعض دفعہ اہل مطابع نے بہت دیر کر دی۔ بعض دفعہ کاتب و مطبع دونو نے دیر کر دی۔ رسالہ لکھنے والے منشی کا مستقل نہ ہونا بھی گاہے اس کا باعث ہوا۔ گو دیگر اکثر ماہوار رسالوں کا بھی ایسا ہی حال ہے اور بعض کا اس سے بھی ابتر۔ لیکن تاہم اشاعۃ القرآن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف کرتا ہے۔ خبریں بھی بہت کم درج

ہوئیں۔ بعض مقاصد کے متعلق کوئی مستقل مضمون نہیں لکھا گیا۔ صرف ضمناً ان کی تکمیل ہوتی رہی۔ لیکن اس رسالہ کی تھوڑی سی عمر پر نظر کرنے سے یہ قصور بڑا معلوم نہیں ہوگا۔ اس قلیل عرصے میں یہ کیا کیا کرتا۔ بہر حال جو کچھ ہوا وہ بھی غنیمت ہے۔ اور اس امر پر غور کرنے سے کہ ان مقاصد کو پورا کرنے والا کوئی اور رسالہ نہیں۔ اشاعۃ القرآن کا وجود نہائیت ہی غنیمت معلوم ہوگا۔

اس رسالہ کو جاری کرتے ہوئے توقع کی گئی تھی کہ اسے نفع ہوگا اور انجمن کی مالی حالت اس سے فائدہ اٹھائیگی۔ لیکن بہت جلد معلوم ہوگیا کہ یہ ایک موہوم امید ہے اور خیال کیا گیا کہ اگر اشاعۃ القرآن اپنا آمد و خرچ پورا کرتا جائے تو بھی غنیمت ہے۔ لیکن افسوس کہ یہ خیال بھی پورا نہوا۔ اور اس میں متواتر خسارہ شروع ہوگیا۔ تعداد خریداران سوا سو اور ڈیڑھ سو کے بین بین رہی۔ اور اگر فرض کیا جائے کہ تمام خریداران نے اپنی اپنی قیمتیں ادا کردی ہیں۔ تو ثابت ہوگا کہ اس کی آمدنی اوسطاً بیس روپیہ ماہوار کے قریب رہی ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمام خریداران نے ابھی تک قیمتیں ادا نہیں کیں اور بعض کے ذمے ابھی تک سالانہ چندہ واجب الادا ہے۔ اور اس لئے رسالہ کی واقعی آمدنی پندرہ روپیہ ماہوار کے قریب قریب رہی ہے۔ بحالیکہ اس کا خرچ ساٹھ روپے ماہوار کے قریب ہے۔ صرف ایک منشی کی تنخواہ پینتیس روپیہ ماہوار ہے۔ لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ۔ ٹکٹ ڈاک دیگر ملازمین کی تنخواہ وغیرہ اخراجات علاوہ ہیں۔ اور اس طرح انجمن دو سال میں قریباً ایک ہزار روپیہ کا خسارہ اٹھا چکی ہے۔ یہ خسارہ کچھ تو ممبران انجمن کے چندوں سے پورا ہوا۔ اور بہت سا بوجھ شیخ محمد چٹو صاحب رئیس اہل قرآن پر پڑا جنہوں نے نہایت فراخدلی سے اسے برداشت کیا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ ان کی یہ پہلی عنایت نہیں۔ وہ اس سے قبل بھی بے شمار عنایات کر چکے ہیں۔ لاہور کی مسجد اہل قرآن کا

مکان بھی ان ہی کی فیاضی کا نمونہ ہے۔ آپنے تین ہزار روپے کو یہ مکان خرید کر وقف کر دیا اور انجمن کے نام رجسٹری کرا دیا۔ یہ کہنا بیجا نہیں کہ انجمن اہل قرآن لاہور کا تمام سلسلہ زیادہ تر ان ہی کی ذات بابرکات سے وابستہ ہے اور اس جسم کی جان آپ ہی ہیں۔ انجمن ان کی اور اپنے تمام کرمفرماؤں کی تہ دل سے مشکور ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اتنا عظیم سالانہ خسارہ اٹھا کر اس رسالہ کو جاری رکھا جائے یا بند کر دیا جائے یہ ظاہر ہے کہ ہر سال اتنا بڑا خسارہ اٹھانا ناممکن ہے۔ لیکن رسالہ بند کرنے سے بھی بہت بڑا نقصان اشاعت قرآن مجید کو پہنچیگا۔ اسلئے کوئی ایسی صورت ہونی چاہیئے کہ رسالہ بھی بند نہو اور خسارہ بھی نہو ہماری رائے میں وہ صورت یہی ہو سکتی ہے کہ رسالہ کے خریداران کی تعداد بڑھے اور کم از کم پانچسو خریداران ہوں اسطرح امید ہے کہ رسالہ کا آمد و خرچ پورا ہو سکیگا اور خسارہ نہیں ہوگا لیکن تعداد خریداران کو بڑھانا آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو صاحبان رسالہ کو خرید رہے ہیں ان کو چاہیئے کہ دیگر اہل قرآن کو بھی اسکی خریداری کی ترغیب دیں اور نہ صرف ترغیب دیں بلکہ خریدار بنا کر چھوڑیں اور ان سے یہ عہد لیں کہ وہ دوسروں کو خریدار بناوینگے اگر موجودہ خریداران اشاعۃ القرآن میں سے ہر ایک تین تین خریدار پیدا کر دے تو پانچ سو کی تعداد پوری ہو سکتی ہے اور رسالہ معرض خطر سے نکل سکتا ہے۔ جو صاحبان خود خواندہ نہوں ان کو بھی کم از کم بغرض اعانت اس رسالہ کو خریدنا چاہیئے اور اگر وہ کسی سے پڑھوا کر سنا کریں تو انہیں بے شمار ایمانی نفع ہوگا۔ جن صاحبان کے ذمے ابھی تک قیمت رسالہ واجب الادا ہے وہ فی الفور ارسال زر سے مشکور فرماویں جو اہل قرآن اس وقت تک خریداران رسالہ میں شامل نہیں ہوئے ان کو لازم ہے کہ وہ خود بھی اپنے نام رسالہ جاری کرا دیں اور دوسروں کو بھی خریدار بنا دیں اور ثواب دارین حاصل کریں امید ہے کہ ہماری یہ التجا رائیگاں نہیں جائیگی اور مخلص اہل قرآن حتی الامکان ترقی اشاعت رسالہ میں کوشش فرماوینگے۔ اس موقعہ پر یہ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر خدانخواستہ تعداد خریداران کافی نہ بڑھ سکی تو مجبوراً اس رسالہ کو سر دست بند کر دینا پڑیگا۔ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔

خاکسار عمر الدین سکرٹری انجمن اہل قرآن لاہور

خبریں

(منتخب از اخبارات)

لاہور میں جب خبر پہنچی کہ سلطان روم پر راہ میں بم کا گولا پھونکا گیا جس سے ان کے محافظ کچھ مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے تھے لیکن سلطان بچ گئے تو انجمن اسلامیہ لاہور کی طرف سے اشتہار دیا گیا کہ نماز جمعہ کے بعد اہل اسلام سلطان کے محفوظ رہنے پر خدا کا شکریہ ادا کریں۔ بعض مساجد میں ایسا کیا گیا انجمن حمایت اسلام لاہور نے بھی ایک جلسہ منعقد کیا جس میں سلطان کے اس حادثہ سے سلامت رہنے پر شکریہ و اظہار مسرت کیا گیا۔

گرفتاری جنرل اسٹاسل۔ بہادر پورٹ آرتھر اسٹاسل سینٹ پیٹرسبرگ میں قید کر لئے گئے۔ جنرل موصوف کی تذلیل کی حد ہو گئی ایک زمانہ وہ تھا کہ انکی بہادری کا ڈنکا سارے عالم میں بجگیا تھا قیصر جرمنی کی جانب سے اعزاز خاص مرحمت ہوا اور جب نامہ نگار ٹیمس نے افشا راز کیا تو لوگون کی رائے میں کایا پلٹ ہوئی سارے روس میں شہرت ہو گئی کہ جوانمردی و بہادری انکی نہ تھی بلکہ ان کے ساتھی جنرل کے تھی جو مارا گیا۔ اور جو حالات جنرل اسٹاسل نے بتائے تھے۔ سب کو کذب پر محمول کیا گیا پھر کورٹ مارشل ہوا یہ اسیکا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جنرل موصوف اس وقت قید کر لئے گئے ہیں۔

سفارت سلطان روم:۔ پچھلے دنوں کئی مرتبہ یہ خبر افواہ کے طور پر مشہور ہو چکی ہے کہ سلطان المعظم سلطان مراکو کے پاس سفارت بھیجنے والے ہیں۔ اب ایک جرمنی اخبار پھر بوثوق لکھتا ہے کہ یہ قطعی فیصلہ ہو گیا ہے کہ سلطان عبدالحمید خان عنقریب اپنے وزیر اعظم اور ایک قریبی رشتہ دار کو بطور خاص سفارا کے سلطان عبدالعزیز کے پاس بھیجیں گے۔ جن کے پہنچنے پر مراکو کی حکومت فرانس کے مطالبات کی مقاومت پر اور بھی دلیر ہو جائے گی اور جرمنی کا وہاں خاص اثر مستحکم ہو جائیگا۔

بڑے بڑے عہدون کی تنخواہیں۔ ذیل میں ایک مختصر سی فہرست دیجاتی ہے جس سے انگلستان کے بعض بڑے بڑے عہدون کی تنخواہوں کا کچھ پتہ مل سکیگا۔ لارڈ چانسلر ۱۰۰۰۰ پونڈ۔ لارڈ چیف جسٹس ۸۰۰۰ پونڈ۔ لارڈز آف اپیل (ہر ایک) ۶۰۰۰ پونڈ۔ ماسٹر آف دی رولز ۶۰۰۰ پونڈ۔ لارڈ جسٹسز (ہر ایک) ۵۰۰۰ پونڈ۔ جج ہائیکورٹ (ہر ایک) ۵۰۰۰ پونڈ۔ ریکارڈ۔ لنڈن ۴۰۰۰ پونڈ کامن سارجنٹ ۲۰۰۰ پونڈ اسسٹنٹ جج ۱۵۰۰ پونڈ۔ جج عدالت شہر لنڈن ۲۰۰۰ پونڈ۔ کونٹی کورٹ جج ۱۵۰۰ پونڈ۔ میٹروپولیٹس کاونٹی کورٹ جج ۱۵۰۰ پونڈ بو سٹریٹ پولیس مجسٹریٹ ۱۸۰۰ پونڈ۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم

انجمن اہل قرآن لاہور کی

ایک ضروری التماس

ترجمہ قرآن مجید

آپ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اس انجمن نے جیسا کہ اس کا نام بتا رہا ہے۔ خدمت قرآن مجید کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ یہ ایک اہم اور بڑا بھاری کام ہے اور جسقدر تندہی اور جانفشانی سے کیا جائے تھوڑا ہے یہ انجمن اپنی توفیق اور بساط کے موافق کوشش کر رہی ہے۔ جو کچھ ہوا ہے یا ہو رہا ہے گو وہ بھی بحالات موجودہ غنیمت اور احسان الٰہی ہے۔ لیکن وہ بالکل ناکافی ہے ابھی بہت سا کام باقی ہے جسکا ہونا ضروری ہے مگر سردست اسکا ہونا بوجہ قلت زر بہت مشکل ہے۔ سب سے بڑا ضروری کام ہماری رائے میں یہ ہے کہ قرآن کریم کا صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ شائع کیا جائے جو محاورات و لغت و قواعد زبان عرب کے موافق ہو۔ اور احادیث و روایات کی بنا پر جو غلطیاں تراجم قرآن میں راہ پکڑ گئی ہیں اور جو اسلام کی ہنسی کا باعث ہو رہی ہیں۔ قرآن کا ان سے پاک ہونا ثابت کیا جائے۔ مولوی عبداللہ صاحب ایسا ترجمہ کرنے کی محنت و مشقت اٹھانے کو تیار ہیں لیکن لکھائی چھپوائی۔ کاغذ تصحیح وغیرہ کے لئے بہت سا روپیہ چاہیئے۔ یہ کام نہایت شوق سے ہو رہا ہے چنانچہ پہلے پارہ کا ترجمہ چھپکر تیار ہو گیا ہے قیمت ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک۔ تقطیع کلاں۔ حجم ایک سو صفحہ۔ شائقین طلب فرماویں۔ اگر اہل قرآن بھائی امداد کریں تو کما حقہٗ انتظام کے ساتھ وسیع پیمانے پر جاری کیا جائے۔ اور کتاب اللہ کی اس ضروری خدمت سے جلد سبکدوشی حاصل ہو جائے۔ امید ہے کہ عاشقین قرآن اپنی اپنی حیثیت کے موافق اس کار خیر میں حصہ لینگے اور ثواب دارین حاصل کرینگے۔

واقرضوا اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ لہ ولہ اجر کریم۔ مثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتاً من انفسھم کمثل جنۃ بربوۃ اصابھا وابل فاتت اکلھا ضعفین ۔

سکرٹری انجمن اہل قرآن (مسجد اہل قرآن) بازار سریانوالہ لاہور

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ

مفید و قابل دید کتب

از تالیفات مولوی عبد اللہ صاحب

تفسیر القرآن بآیات الفرقان پارۂ اوّل۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر آیات قرآن مجید ہی سے کی گئی ہے۔ قصۂ آدم۔ موسے۔ بنی اسرائیل سلیمن وغیرہ جمع قرآن مجید بہ حیات پیغمبر اور کئی بہت سے دیگر مفید ضروری مضامین پر محققانہ بحث کی گئی ہے اور ان کے متعلق جو اغلاط مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں اور جن کی وجہ سے دیگر اہل مذاہب اسلام کی ہنسی اڑاتے ہیں سان کی بیخکنی کیگئی ہے۔ تقطیع کلاں۔ حجم ۳۰۵ صفحہ ... ... قیمت ۱۲؍

ردّ النسخ المشہور فی کلام الرب الغفور۔ افسوس کہ اہل اسلام میں یہ اعتقاد بھی پھیلا ہوا ہے کہ بعض آیات اللہ نے قرآن مجید میں پہلے نازل فرمائیں۔ لیکن پھر ان کو ردّ و منسوخ کر دیا۔ اس طرح کہ بعض کا تو صفحہ دنیا سے بالکل نشان مٹا دیا۔ لیکن بعض ردی بیکار اور منسوخ آیتیں ابھی قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اور بعض آیات کی عبارت تو خدا نے آسمان پر بُلالی۔ اور اس کو علیحدہ رسالہ کی صورت میں بھی چھاپا گیا ہے۔ ... ... قیمت ۳؍

صلوۃ القرآن (اعلم الرحمٰن) بآیات الفرقان۔ نماز میں صرف وہی اذکار پڑھنے جائز ہیں جو قرآن میں سکھائے گئے ہیں۔ کوئی انسان کی بنائی ہوئی دعا نماز میں پڑھنی جائز نہیں۔ اس مختصر رسالہ میں قرآنی اذکار نماز درج ہیں اور بالاختصار نماز کے اوقات اور ترتیب بھی قیمت ۱؍

اشاعۃ القرآن بجواب اشاعۃ السنّہ۔ اس میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم خیال علما کی ان تحریرات کا جواب دیا گیا ہے جن میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ کہ قرآن حدیث کا ایسا محتاج ہے کہ اس کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتا۔ قابل دید مباحثہ ہے۔ قیمت ۳؍

❖

زندہ جاوید امام۔ مؤلفہ مولوی امام الدین صاحب مدرس گجرات۔ اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امام جس کی پیروی و بیعت نہ کرنے والے کو جہالت کی موت مرنے والا تصوّر کیا جاتا ہے۔ صرف قرآن کریم ہی ہے۔ نہ کہ کوئی خانہ ساز ملہم و محدّث۔ قیمت ۱؍

قول الہادی فی تفسیر لعبادی۔ یعبادی مذکورہ قرآن سے مراد عباد اللہ ہے نہ کہ عباد الرسول۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بیان کرتے ہیں۔ قیمت ۱؍

المشتہر

سکرٹری انجمن اہل قرآن (مسجد اہل قرآن) بازار چینیاں لاہور

جلد [illegible] — [illegible] — نمبر [illegible]

اشاعۃ القرآن

ماہ [illegible] ۱۹۰۵ء مطابق ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۳ ہجری

اغراض و مقاصد

۱- [illegible]

۲- [illegible]

[illegible]

قواعد و ضوابط

۱- [illegible]

۲- [illegible]

۳- [illegible]

۴- [illegible]

۵- [illegible]

۶- [illegible]

۷- [illegible]

برہان الفرقان
علی
صلوٰۃ القرآن

یہ ایک قابل دید کتاب ہے۔ ہم اہل القرآن کا اعتقاد ہے کہ دین [illegible]
قرآن مجید ہے۔ فقہ و حدیث کی کتابیں جن کو اسلام کے دیگر فرقے علاوہ کتاب اللہ دین کی کتابیں مانتے
ہیں اور ان پر عمل کا اعتقاد رکھتے ہیں ہم ان کو امور دینیہ میں قابل عمل کا اعتقاد نہیں جانتے۔ اہل القرآن صرف
کلام اللہ ہی کو دین میں قابل اتباع مانتے ہیں۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ دین کے کل مسائل اس [illegible]
میں بتفصیل احسن مندرج ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے کسی مسئلہ کے لئے دیگر کسی کتاب کی قطعاً ضرورت نہیں
اور کہ نماز بھی بالتفصیل قرآن مجید میں مذکور ہے۔ نماز کی رکعتیں۔ دعائیں۔ اذکار۔ اوقات۔ وضو
طہارت تمام مفصل و مشرح طور پر کتاب پاک میں موجود ہیں۔ کتاب مندرجہ عنوان میں اس اعتقاد کے

دلائل و ثبوت آیات کتاب اللہ سے

پیش کئے گئے ہیں۔ اور قیام۔ رکوع۔ سجدہ۔ قعدہ۔ جلسہ کے احکام و اذکار و دعائیں قرآن
ہی سے ثابت کی گئی ہیں۔ رکعتوں کا ثبوت بھی آیات سے دیا گیا ہے۔ اور آج کل مسلمانوں میں جو غیر
قرآنی اذکار نمازوں میں مروج ہیں۔ ان کے پڑھنے کو ناجائز ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ حق کے طالب
ضرور کتاب ملاحظہ فرماویں اور خود بھی قرآنی نماز پڑھیں۔ اپنے متعلقین کو بھی [illegible]
صلوٰۃ قرآنی [illegible] ۔ زکوٰۃ۔ رمضان۔ حج کے رسالے بھی [illegible]
[illegible] ۔ اور ان میں ان عبادات کے متعلق تمام احکام قرآن کریم سے بیان
[illegible] گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عزوجل

خط و کتابت مفصلہ ذیل پتہ سے ہو۔

[illegible] اہل القرآن [illegible]

کے غنی بھی کہلاتے ہوں۔ ان کو بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ مطابق آیت وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقرآء یغنھم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم۔ آیت ہذا کی تفصیل و تشریح سوال ۱۰۰ کے جواب میں کی جائیگی وہاں دیکھنے سے یہ ساتوں قسم بھی باظہرمن الشمس معلوم و مفہوم ہو جائیگا۔ اب ہم ہر ایک قسم کی توضیح و تشریح بیان کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔ ایغر کے دو قسم یعنی نمبر۶ و نمبر۷ کے لوگوں کو تو اصل ہی نکاح کرنا اور کو دینا سراسر ممنوع و نامشروع ہے جیساکہ آیات بالا مذکورات سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے۔ اور غربا میں جو ادنے درجہ کے معمولی گذران والے غریب لوگ ہوں تو انکا نکاح صرف ایماندار لونڈیوں کیساتھ ہو سکتا ہے۔ آزاد عورتوں کو نکاح کرنا ان پر حرام اور ناجائز ہے اور نمبر۴ جو کہ معمولی گذارہ کے لوگ ہوتے ہیں اس گروہ کا نکاح محض ایک ہی آزاد عورت کے ساتھ ہو سکتا ہے اس فرقہ پر دوسری عورت نکاح کر حرام و ناجائز ہے۔ عبارت النص کتاب اللہ المجید سے بوجہ من الوجوہ اس فرقہ کے لئے دوسرا نکاح ہرگز ہرگز جائز ہی نہیں ہو سکتا۔ اور گروہ نمبر۳ جو کہ ادنے درجہ کے غنی لوگ ہوں ان کو دو آزاد عورتیں نکاح کرنے کی اجازت من اللہ ہے۔ دو عورتوں کے ہوتے ہوئے ان کو تیسرا نکاح کرنا بالکل ممنوع و غیر مشروع ہے۔ اور فرقہ نمبر۲ جو کہ اوسط درجہ اغنیا میں سے شمار ہوتے ہوں۔ ان کو تین آزاد عورتوں سے زیادہ نکاح کرنی ناجائز و نامشروع ہیں۔ کسی طرح بھی اُن کو تین عورتوں کے ہوتے ہوئے چوتھی عورت نکاح کرنی جائز ہی نہیں ہو سکتی۔ اور نمبر اول جو کہ اعلےٰ درجہ کے اغنیا معروف و مشہور ہوں۔ ان کے لئے خاص چار عورتوں تک نکاح جائز ہو سکتا ہے۔ بوجہ من الوجوہ ان چار عورتوں کے ہوتے ہوئے پانچویں عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی مر جاوے یا مطابق تعلیم کتاب اللہ المجید جیساکہ سوال نمبر ۱۰۰ کے جواب میں مفصل و مبین طور پر توضیح و تشریح ہو چکی ہے۔ عورت کو طلاق دیجاوے تو صرف اس کے معاوضہ میں نکاح کر سکتا ہے۔ اور لیس فاعتبروا یا اولی الابصار (پ۲۸ ع۱) انما یتذکر اولوا الالباب (پ۱۳ ع۹) اور لیدبروا آیتہ و لیتذکر اولوا الالباب (پ۲۳ ع۱۲) قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب

سوال ۱۰۲ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ مسلمان عورتیں پردہ کریں اور چادر سے اپنے چہرے کو ڈھانک کر باہر جاویں۔ تاکہ کسی غیر آدمی کو نہ دیکھ سکیں۔ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ مسلمان آدمی کیوں نہ چادروں سے منہ چھپا کر نکلا کریں۔ تاکہ کوئی غیر عورت ان کو نہ دیکھ سکے۔ یا وہ کسی غیر عورت کو نہ دیکھ سکیں۔ کیا منہ کے چھپانے سے پاکیزگی قائم رہ سکتی ہے۔ جبکہ دلکا پردہ اٹھ گیا ہو علاوہ ازیں منہ کو کپڑے سے چھپا کر سونا۔ چلنا۔ پھرنا صحت کیلئے بہت مضر ہے۔ افسوس ہے۔ کہ

کہ آدمی آپ تو کھلے منہ تازہ ہوا کھاوے۔ اور عورت کو بیل کی طرح منہ پر جلابیب اور لیشیے ڈالنے کے لئے مجبور کرے ✦

جواب نمبر ۲۰۱۔ جس آیت پر معترض اعتراض کرتا ہے۔ وہ آیت بعینہ لکھی جاتی ہے۔ یاایھاالنبی قل لازواجک وبنٰتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذٰلک ادنیٰ ان یعرفن فلایؤذین وکان اللّٰہ غفوراً رحیماً (پ۲۲ ع۳) آیت ہذا سے صریح اور صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حکمت و مصلحت پردہ میں خاص یہی ہے۔ کہ مفسد بدکار بدچلن بدمعاش شریر مردوں سے وہ عورتیں بذریعہ پردہ کے محفوظ و مامون رہیں گی۔ جیساکہ کسی نے کہا ہے۔ کہ نہ کتا دیکھے نہ بھونکے یعنی جبکہ وہ بدکار بدچلن بدمعاش مجرمین مفسدین عورتوں کو دیکھنے ہی نہ پاویں گے۔ تو پھر وہ کسی قسم کی شرارت و فساد و بدکاری و بدچلنی کی نوبت کا موقع کہاں پاسکیں گے۔ حتیٰ کہ زبان سے بھی بکواس نہ کریں گے۔ رب العٰلمین حکیم خبیر کی اس میں یہ بھاری حکمت و مصلحت ہے جو کہ خود ہی اللہ تعالےٰ نے ذکر کردی ہے۔ ذٰلک ادنیٰ ان یعرفن فلایؤذین۔ اس تعلیم و تربیت ربانی میں کوئی شخص صاحب غیرت و حمیت ذرہ بھر بھی چون و چرا کرسکتا ہے کہ اس حکمت و مصلحت بالائی میں کونسا نقص جسمانی یا ایمانی ہوسکتا ہے۔ ہرگز کوئی وہم و خیال نہ کریگا۔ نیوگی تو خواہ مخواہ ہی بیموقع و بے محل اپنی خباثت و نجاست بے قرار و بے اختیار ہوکر ہی نکال دیتا ہے۔ اور مطابق الرجال قوامون علے النساء کے دنیا کے کل انتظام و اہتمام مردوں کے متعلق ہیں۔ حتیٰ کہ سامان معاش و حفاظت اور موذیوں اور ظالموں مجرموں فاسقوں مفسدوں کو دفع کرنا بھی مردوں ہی کے ذریعے سے ہوسکتا ہے

ربنا اصرف عنا عذاب جہنم ان عذابھا کان غراما انھا ساءت مستقرا ومقاما

سوال نمبر ۲۰۲۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ متبنے یعنی لے پالک بیٹے کی بیوی تمہارے لئے حلال ہے۔ یہ بات کتنی قابل اعتراض ہے۔ ماناکہ متبنیٰ صلبی بیٹا نہیں ہے۔ مگر پھر بھی عام سوشل میل ملاپ کے لحاظ سے فرض کردہ بیٹے کی عورت سے شادی کرنا کسقدر معیوب ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اگر کسی کا دل کسی شخص کی عورت پر فریفتہ ہوجاوے۔ اور وہ اس عورت کو قابو میں نہ لاسکے تو اُس کے خاوند کو یہ لالچ دیکر ہم تم کو اپنی تمام جائیداد کا مالک بنادیں گے۔ متبنیٰ بنالے اور پھر آہستہ آہستہ جوڑ توڑ کرکے عورت کو اُڑا لیجاوے اگر عورت آگے سے اعتراض کرے کہ میں تمہارے بیٹے کی بیوی ہوں۔ تم مجھے بغیر نکاح اور بغیر گواہ کیوں اپنے تصرف میں لاتے ہو۔ تو فوراً قرآنی آیت پیش کردیجاوے۔ کہ دیکھو تم میرے لئے حلال ہو۔ اور قاضی گواہ کی ضرورت نہیں۔ خدا نے خود میرا نکاح کردیا ہے ✦

صد حیف است برین تعلیم و تلقین ٭

جواب نمبر ۱۰۳۔ جس آیت پر معترض نے حملہ کیا ہے وہ یہہ آیت ہے۔ فلما قضیٰ زید منہا وطرًا زوجنکہا لکی لایکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن وطرا (پ۲۲ ع ۲) اس جگہ بھی معترض نے بدستور سابق کجروی وشعار اختیار کی ہے کہ لاتقربوا الصلوٰۃ کو لکھا ہے اور وانتم سکاریٰ کو چھوڑ رہا ہے۔ یعنی ابتدا زوجنکہا کو لکہا ہے اور ارادہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو چھوڑ دیا ہے ان آیات سے محقق اور متیقن طور پر ثابت ہوچکا ہے۔ کہ متبنیٰ یعنی بے پالک بیٹا بنانا قرآن مجید میں سراسر ممنوع و نامشروع ہے۔ چونکہ کفار مشرکین میں بباعث جہالت وسفاہت منہ بولے پالک بیٹا بنانے کی رسم مروج تھی اسلئے رب العالمین نے محض بہ مقتضائے تربیت اس بدرسمی کو مردود و مرجوم کیا۔ اور فرمایا ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (پ۲۲ ع ۲) جب اول ہی سے بے پالک بنانا سرے سے جائز ہی نہ ہوا۔ تو نیوگی کا اعتراض قرآن مجید پر کسطرح ہوا۔ جب کہ کسی کو لے پالک بنانا ہی قرآن مجید نے رد کیا ہے۔ اور اس کو بیٹا کہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تو یہ اعتراض سراسر بے محل و بے موقع ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی شخص کسی کو لے پالک بنا بھی لیجیے تو یہ کام ہی مردود و ملعون ہے۔ محمد رسول اللہ سلام علیہ اس بہتان و افترا یعنی زید کو لے پالک بنانے سے فی الواقع نفس الامر میں بالکل پاک بری ہیں۔ کفار و مشرکین وغیرہ وغیرہ معاندین عوذ بخود بیہودہ گوئی کرتے تھے اور کہتے تھے جو کچھ کہ کہتے تھے۔ اور نیوگی نے یہی بکواس کی ہے کہ سوائے گواہوں کے اور نکاح کے بغیر اس کے ساتھ بدکاری کرنی جائز ہوتی ہے۔ سراسر یہ بھی اسکا قرآن مجید پر بہتان و افترا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی تو یہ تعلیم ہے کہ اگر بالفرض تمام روئے زمین کے قاضی اور مفتی وغیرہ وغیرہ لاکھوں اور کروڑوں گواہ ہوں جب تک عورت کے وارث برضا و رغبت خود نکاح نہ کردیں تب تک وہ نکاح بالکل جائز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بدستور سابق کی ویسی ہی زنا و بدکاری رہتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین الآیۃ الیٰ فانکحوہن باذن اہلہن واتوہن اجورہن بالمعروف (پ۵ ع ۱) ان آیات سے قطعی اور یقینی طور پر فیصلہ ہوچکا ہے۔ کہ عورت کے وارثوں کی خوشی اور رضا کے سوا کسی عورت سے بھی کسی شخص کو نکاح کرنا جائز نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ گواہوں اور نکاح کے سوا بدکاری کرنی جائز ہوسکے۔ حتیٰ کہ کسی دوسرے کی بیوی سوائے اس طلاق

کے حسبِ تعلیم کتاب اللہ نے دی ہے۔ اور اس کی عدت گذرنے سے پہلے کسطرح بھی نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔ چونکہ بے پالک یعنی متبنّیٰ قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق بیٹا نہیں بن سکتا۔ اور وہ بھی اگر خود بخود دوسرے لوگوں کیطرح مطابق ارشاد قرآنی اپنی بیوی کو طلاق دیدیوے اور اوسکی عدت بھی پوری ہو جاوے۔ اور اس عورت کے وارث اور والی سب کے سب برضا و رغبت خود ملکر نکاح کر دیویں۔ تو اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا بلاریب جائز ہے۔ اگر چہ خاص وہی شخص نکاح کرے جس کا وہ بے پالک یعنی متبنّیٰ بنایا گیا ہے۔ کیونکہ جب تک وہ بیٹا نہ بن جاوے تب تک اسکی بی بی سے نکاح کیوں ممنوع ہو۔ جو لوگ محمد رسول سلام علیہ پر یہ بہتان وافترا باندھتے ہیں۔ کہ انہوں نے زید کی بیبی کو وارثوں کی اجازت کے سوا اور بغیر گواہوں کے خود بخود ہی اپنے گھر میں داخل کر لیا اور کہدیا کہ میرا نکاح اللہ تعالےٰ نے پڑھ دیا ہے۔ وہ سب لوگ پیغمبر صاحب کو مرزا قادیانی کیطرح مفتری علی اللہ جانتے ہیں۔ معاذ اللہ حاشا للہ اگر اس طرح نکاح ہو تو جملہ روے زمین کے بدکار بدچلن بدمعاش بھی اس بات کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ ایسے ملہم شیطانی بن سکتے ہیں یعنی الہام شیطانی کا دعوی کر سکتے ہیں کہ ہمارا نکاح خدا ہی نے باندھ دیا ہے۔ تو پھر جہان میں زناکار اور بدکار کون تصور کیا جاسکتا ہے اور زنا اور بدکاری اور چیز ہی کیا ہو سکتی ہے۔ مطابق اٰمن الرسول بما انزل اللہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ۔ اس آیت کے کیا یہی امر ثابت ہو چکا ہے کہ زید نے خود بخود اپنی مرضی وخوشی ارشاد قرآنی کے مطابق اپنی بی بی کو طلاق دیدی۔ اور اسکی عدت بھی پوری پوری گذر گئی۔ بعدہٗ محمد رسول اللہ سلام علیہ نے مطابق تعلیم کتاب اللہ المجید زید کی بی بی کو برضا ورغبت اسکے تمام ورثا اور ولیوں کے نکاح کیا۔ اور فانکحوھن باذن اھلھن پر پورا پورا عمل درآمد کیا۔ لعنت اللہ علی الظالمین۔ ولعنت اللہ علی الکافرین۔ ربنا لا تجعلنا مع القوم الظالمین ونجنا برحمتک من القوم الکافرین۔

سوال نمبر ۱۰۴۔ قرآن شریف کی تعلیم ہے کہ غریبی سے مت ڈرو نکاح ضرور کرو۔ خدا تمہیں امیر کر دے گا۔ مانا کہ ایک شخص ایک خاص مالدار عورت سے نکاح کر کے امیر ہو گیا۔ مگر کیا یہ حسن اتفاق ہر ایک شخص کو مل سکتا ہے۔ نہیں پھر خدا غریبی کی حالت میں نکاح کرنا چہ معنے دارد۔ اگر امیر بننے کا یہ نسخہ ہے۔ تب تو اچھا آسان طریقہ ہے۔ مگر میں اہل اسلام کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ ایسا نہ کریں جس صورت میں کہ وہ لنگڑے ہوں۔ دوسرے ٹکڑے کو اپنے سر پر نہ اٹھاویں۔

جواب نمبر ۱۰۴۔ معترض نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے۔ وہ یہ ہے وانکحوا الایامیٰ منکم والصّٰلحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ واللہ واسع

علیم (دیباچہ ۱) نیوگ کا پتلا باعث بغاوت شقاوت جان بوجھکر اول آیت کا معنی غلط اور الٹ
کردیتا ہے بعدہٗ اپنی دلی خباثت ونجاست کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید من اولہٖ الیٰ
آخرہٖ سب کا سب نیوگی کی کجروی و بدزبانی سے بالکل منزہ و پاک ہے۔ جس طرح اوپر (۲۰۲۔۱) سوالوں
میں بے ادب بے کجروی کرتا چلا آیا ہے۔ اسی طرح اس اعتراض میں بھی اس نے بدستور سابق بیہودہ
گوئی کی ہے۔ یعنی بدبخت نے آیت ہذا کا مطلب بھی بالکل غلط اور باطل کہا ہے ان یکونوا فقراء کا
معنی غریب اور تہی دست کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ غریبی سے مت ڈرو یہ معنی
بالکل باطل ہے۔ قرآنی مراد اس جگہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اصلی اور صحیح مراد قرآنی یہ ہے۔ کہ رب
العلمین نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے یہ حکم دیا ہے۔ کہ اپنے مجرد لڑکوں اور لڑکیوں کا بیاہ اور
نیکبخت غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کردیا کرو۔ بشرطیکہ وہ محتاج نکاح ہوں۔ جب تک وہ
محتاج نکاح نہ ہوں تو ان کا نکاح مت کرو ان یکونوا فقراء کا خاص یہی معنی و مراد ہے۔ اور پس
جب وہ محتاج ہوں تو اس وقت ان کا نکاح کیا جاوے۔ تاکہ ان کو اللہ تعالیٰ بذریعہ وسیلہ نکاح
اپنے کے بدکاری و بدچلنی و بدمعاشی و زناکاری سے بچے غنی کرے۔ نیوگ پرست اگر ذیل کی آیت
یعنی ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیہم اللہ من فضلہ سے جان بوجھکر چشم پوشی
نہ کرتا تو ان یکونوا فقراء کا معنی غریبی و تہیدستی کسطرح تحریر کرتا۔ خالی ولا تقربوا الصلوٰۃ کو دیکھکر بکدیا
اور وانتم سکاریٰ سے کافر بن بیٹھا۔ خلاصۃ المرام یہ ہے کہ رب العلمین نے آیت ہذا میں یہ حکم دیا
ہے کہ مجرد مردوں اور عورتوں کو اپنی اولادیں سے۔ اور اپنے نیکبخت غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح
کردیا کرو جب ان کو نکاح کی حاجت و ضرورت ہو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زنا اور بدکاری سے
بذریعہ انکے نکاح کے غنی کردے۔ ہاں اگر ان کو غریبی و تہیدستی ہو تو ایسی حالت میں انکا نکاح مت
کرو جب تک کہ وہ دولتمند نہ ہوں تب تک انکا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ ولیستعفف الذین
لایجدون نکاحا الآیۃ تو پکار پکار کر نیوگ پرست پر پھٹکار کر رہی ہے۔ بلکہ صحیح و صاف طور پر ظاہر کر رہی
ہے۔ کہ بدبخت ہر جگہ ہر آیت میں جان بوجھکر اپنا منہ کالا کرتا ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین ۔

سوال نمبر ۵۰ ۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ چچا اور ماموں وغیرہ نزدیکی رشتوں کی لڑکیاں تمہارے لئے
حلال ہیں۔ مگر میں نزدیکی رشتہ میں شادی کرنا معیوب سمجھتا ہوں۔ سگے بھائی بہنوں کی اولاد ایک
دوسرے کو بھائی بہن کہتی ہے۔ اور پھر خاص وقت آجانے پر وہ میاں بیوی بن جاتے ہیں۔ اہل عرب پہلے
میں ایک دوسرے قبیلے کے ساتھ دشمنی رکھنے کے سبب لڑکیوں کو اپنے ہی کنبے میں رکھتے تھے اور
دشمن کے قبیلے میں لڑکی دینا کسر شان سمجھتے تھے۔ مگر ہندوستان میں جہاں عرب کے خانہ بدوشوں
کی طرح چند آدمیوں کی جھونپڑیاں علیحدہ علیحدہ نہیں رہتیں۔ بلکہ وہ [illegible] شہروں میں مختلف

جنگل اور فصیلوں اور گوشوں کے آدمیوں سے معمور ہیں آباد ہیں۔ اس قاعدے کا جاری کرنا شایان نہیں ہے۔ میں اسکو معیوب سمجھتا ہوں۔

جواب ۱۰۵۔ قرآن مجید جملہ کتب منزلہ من اللہ کا من کل الوجوہ کامل اتم و اکمل پورا پورا مطابق و موافق و مصدق و متشابہ ہے۔ اسمیں کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو کہ سابقہ کتب منزلہ من اللہ میں نہ ہو۔ تمام کتب سماویہ میں ماموں چچا کی لڑکیوں کا بیاہ کرنا مشروع چلا آیا ہے۔ کسی مذہب الٰہی میں انکا نکاح معیوب نہیں ہوا۔ نیوگ پرست کیساتھ مفصل و مبین طور پر تشریح و توضیح کے ساتھ بیان ہو چکا ہے رسالہ اشاعت القرآن نمبر ۱۲ جلد ۱۔ بابت ماہ اگست ۱۹۲۲ء کو ناظرین صفحہ ۱۵ سے لیکر آخر تک اچھی طرح غور سے پڑھیں۔ انشاء اللہ العزیز پوری تسلی و اطمینان مرزوق و مرحوب ہوگا۔ مالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم۔

سوال نمبر ۱۰۶۔ قرآن کی تعلیم ہے مسلمانوں کے لئے چار عورتیں جائز ہیں۔ اور نبی اس قانون سے مستثنےٰ ہے قانون کو صاحب قانون نے کیوں توڑ دیا ہے؟

جواب نمبر ۱۰۶۔ جس آیت کا معترض حوالہ دیتا ہے وہ یہ ہے۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ (پ ۴ ع ۱۲) آیت ہذا میں کہاں ذکر ہے کہ محمد الرسول سلام علیہ اور مسلمانوں سے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کریں۔ بلکہ تمام قرآن مجید میں سورہ فاتحہ کی بائے بسم اللہ سے سورہ والناس کے آخری سین تک مابین سے کسی جگہ اشارۃً یا کنایۃً بھی وہم و خیال نہیں ہو سکتا۔ کہ چار عورتوں سے زیادہ کے رسول اللہ کسی طرح بھی مستحق ہو سکیں۔ کلا وحاشا ہرگز قرآن مجید میں یہ بات نہیں ہے۔ کہ نیوگ کے پتلے کا سراسر یہ بہتان وافترا قرآن مجید پر ہے۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بایٰتہ انہ لا یفلح الظلمون (پ ۷ ع ۹)

سوال نمبر ۱۰۷۔ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ ہم تم کو غیب کی خبریں سناتے ہیں حالانکہ یہ قصے بائبل میں موجود ہیں۔

جواب نمبر ۱۰۷۔ معترض جس آیت کا حوالہ دیتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک ما کنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھذا فاصبر ان العاقبۃ للمتقین (پ ۱۲ ع ۴) آیت ہذا کے ماقبل اسی سیپارہ بارہ رکوع ۲ میں محمد الرسول اللہ سلام علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح تسلی و اطمینان فرمایا اور کہا فلا تک فی مریۃ منہ انہ الحق من ربک ولکن اکثر الناس لا یؤمنون (پ ۱۲ ع ۲) یعنی بجستہ قرآن مجید میں فتح و کامرانی و کامیابی کے بارہ میں پیشگوئی بار بار بکثرت مذکور و موجود ہے ہر ایک

پیشین گوئی ضرور ہی پوری ہوگی۔ کوئی پیشگوئی خلاف واقعہ ہرگز جھوٹی نہ ہوگی۔ قرآن کریم
پیدا ہونے سے بھی پہلے تذکرۃ الانبیاء و رسول کیلئے علام الغیوب عالم الغیب و الشہادۃ نے
پیشگی پیشین گوئیاں بیان فرمائی ہیں۔ وہ سب کی سب نفس الواقعہ سچی اور پوری ہوئی ہیں اسی
طرح تمہارے حق میں پیشین گوئیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ وہ سب کی سب اسی طرح پوری ہوں گی۔
سبحان وکان امر اللہ مفعولا کے بعدہ مشت نمونہ خروار۔ نوح رسول اللہ سلام علیہ کا
حال بھی مفصل ذکر فرمایا کہ ان کا خاتمہ و عاقبت کس طرح ہوئی۔ سیپارہ ۱۲ رکوع ۳ سے شروع ہو کر
چوتھے رکوع میں بھی وہی بیان چلا آیا ہے کہ نوح سلام علیہ کا خاتمہ بیان ہوا قیل یا نوح
اھبط بسلام منا و برکت علیک و علی امم ممن معک نوح سلام علیہ کا بیان پورا کر کے
بعدہ پھر آپ کو اللہ تعالے نے مخاطب کیا اللہ فرمایا تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک الایہ
الی فاصبر ان العاقبۃ للمتقین۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جسقدر قرآن مجید میں تمہاری نصرت
و غلبہ و کامیابی و کامرانی کے بارہ میں پیش گوئیاں آچکی ہیں وہ سب کی سب وحی ربانی ہیں۔ ان
میں ذرہ بھر بھی جھوٹ نہ ہوگا۔ ضرور ہی وہ ظاہر و باہر اور پوری ہوں گی چنانچہ فاصبر ان العاقبۃ
للمتقین نے تو قطعی اور یقینی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ انباء الغیب سے مراد صرف وہی حالات ہیں۔
جو کہ بطور پیش گوئی اللہ تبارک تعالے نے آپکے حق میں وعدے فرمائے ہیں۔ ماسوا اسکے جو کچھ کہ
معترض نے اس آیت میں من گھڑت خانہ ساز خیالات ظاہر کئے ہیں وہ سب کے سب مراد و
مفہوم قرآنی نہیں ہیں۔ بلکہ بلاریب قرآن مجید پر بہتان و افترا ہے۔ معترض اول تو آیت کا معنیٰ
ہی جان بوجھکر غلط اور الٹا بیان کرتا ہے۔ بعدہ قرآن مجید پر حملہ کرنے لگ جاتا ہے۔ اللہ کلام
پاک کے بارہ میں بیہودہ گوئی کرتا ہے انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ فصبر جمیل ۰
واللہ المستعان علی ما تصفون (پ ۱۲ سورہ یوسف) +

سوال نمبر ۱۰۸۔ انبیاء کے چند ناموں کا ذکر ہے۔ باقی کا کیوں نہیں؟ +

جواب نمبر ۱۰۸ } اللہ تبارک و تعالے نے چند نبیوں کے نام بطور مشت نمونہ خروار کے بیان کر دیئے تو پھر ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ نام بیان نا
ضروری تھا۔ اللہ کیا فائدہ تھا کما قال اللہ تعالی ولقد ارسلنا رسلا من قبلک منھم من
قصصنا علیک و ما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ (پ ۲۴ ع ۱۲) آیت
بالا سے صحیح صاف طور پر ثابت ہو چکا کہ جسقدر رسل انبیاء کے نام ذکر کئے گئے ہیں۔ وہ سب
کے سب بطور مشت نمونہ خروار ذکر ہوئے ہیں۔ ماسوائے ان کے اور بھی بہت رسل و انبیاء
ہوئے ہیں جنکا نام و نشان تک بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ اگر بالفرض قرآن مجید کا یہ دعویٰ

ہوتا کہ ماسوائے ان ناموں کے اور کوئی رسول نبی نہیں گذرا۔ تو اس وقت نیوگی اعتراض
کر سکتا تھا۔ جب کہ خود ہی قرآن مجید نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اور بھی بہت رسل انبیاء ہو گے
زمین میں گذرے ہیں۔ جنکا ذکر تک بھی نہیں کیا گیا۔ تو پھر نیوگی کی بیہودہ گوئی نہیں تو اور کیا ہے
بلکہ عام طور پر تو قرآن مجید نے سب یکجا ذکر کر دیا ہے۔ کما قال اللہ تعالٰے انا ارسلناک بالحق بشیرا
ونذیرا وان من امة الا خلا فیہا نذیر (پ ۲۲ ع ۱۵)۔ کتب لغت منتہی الارب وغیرہ میں
امت کا معنی جماعت اور گروہ بھی آیا ہے۔ مطابق بیان کتب لغت آیت ہذا سے قطعی اور یقینی
طور پر ثابت ہو چکا ہے۔ کہ جملہ روئے زمین کے تمام بنی آدم ہر ایک جماعت اور فرقہ کیلئے رسول لگاتار
مبعوث من اللہ ہوتے چلے آئے ہیں اس سے بڑھ کر قرآن مجید اور کسطرح بیان کرے۔ اگر بالفرض
والتقدیر ہر ایک رسول کے نام ذکر کرنے میں کسیطرح تربیت ومصلحت ایمانی وجسمانی ہوتی تو ضرور
ہی رب العالمین ہر ایک نبی اور رسول کا نام ونشان ساتھ ہی ذکر کرتا +

سوال نمبر ۱۰۹۔ ویدوں کا ذکر قرآن مجید میں کیوں نہیں آیا +

جواب نمبر ۱۰۹ } قرآن مجید میں جملہ کتب سماویہ کا نام مذکور نہیں ہے۔ جیسے کہ اسمٰعیل
اسحاق۔ یعقوب۔ یوسف۔ یونس۔ سلیمان۔ ایوب۔ شعیب
نوح۔ صالح۔ ہود۔ وغیرہ وغیرہ جنکا نام قرآن مجید میں موجود ومذکور ہے۔ ان سب کی کتابوں
کا نام بھی قرآن مجید میں موجود نہیں۔ بلکہ بعض کی کتابوں کا ذکر آیا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے کسی جگہ
یہ دعوٰی نہیں کیا کہ تمام کتب منزلہ کا میں نے ذکر کیا ہے۔ بلکہ جسقدر رسل انبیاء کے نام قرآن مجید
میں ذکر ہوئے ہیں ان میں سے بھی بعض رسل انبیاء کی کتابوں کا نام ذکر ہوا ہے۔ اور اکثر رسل و
انبیاء کی کتابوں کے نام ذکر نہیں ہوئے۔ اگر بالفرض والتقدیر قرآن رسل وانبیاء کی کتابوں کے
نام سب کے سب ذکر ہوتے تو تب نیوگ پرست کو اعتراض کا موقعہ ملتا۔ کہ ہمارے ویدوں
کا نام قرآن مجید میں کیوں نہیں۔ بشرطیکہ وید بھی منزل من اللہ ثابت ہوتے۔ یہاں بھی یہی
جواب ہے۔ کہ جملہ کتب منزلہ من اللہ سے کتب کا نام بطور مشت نمونہ خروار ذکر ہوا ہے
باقی کتب منزلہ من اللہ میں سے ہر ایک کا نام ذکر نہیں ہوا۔ اور نہ ہی نام ذکر کرنے میں ذرہ بھر
بھی کوئی فایدہ جسمانی یا ایمانی تھا۔ اور باقی رہی یہ بات کہ وید منزل من اللہ ہیں یا نہیں۔ تو اس
کا جواب یہ ہے۔ کہ قرآن مجید جملہ کتب منزل من اللہ کا ہر طرح مصدّق ومطابق وموافق و
متشابہ ہے۔ بوجہ من الوجوہ کسی طرح ذرہ بھر بھی ان کے اور قرآن مجید کے درمیان مخالفت
وتناقض نہیں۔ قرآن مجید کے کل بیان ومسائل پہلی منزلہ من اللہ کتابوں میں مشرف طور پر موجود
ہیں۔ کہ کوئی کسی کی نہیں اور کمی کسی میں۔ اور اسی طرح ان کے سب مسائل قرآن مجید میں موجود

ایک ضروری التماس

ترجمہ قرآن مجید

آپ سے یہ امر پوشیدہ نہیں [illegible] جس کا اثر [illegible] ہے۔ خدمت قرآن مجید کا
[illegible] ہے۔ یہ ایک ایسا بڑا [illegible] کام ہے [illegible] اور جانفشانی سے کیا جا
[illegible] ابھی [illegible] کوشش کر رہی ہے۔ جو کچھ ہوا ہے [illegible]
[illegible] لیکن یہ بالکل ناکافی ہے ابھی بہت سا کام
[illegible] ضروری ہے [illegible] بہت مشکل ہے [illegible]
[illegible] کام ہماری رائے میں یہ ہے کہ قرآن کریم کا صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ شائع [illegible]
[illegible] لغت [illegible] اور زبان عرب کے [illegible] اور احادیث و روایات کی [illegible]
[illegible] میں راہ [illegible] کا باعث ہو سکتی ہیں۔ قرآن کا [illegible]
[illegible] مولوی [illegible] صاحب ایسا ترجمہ کرنے کی محنت و مشقت اٹھا کر [illegible]
[illegible] کاغذ تصحیح وغیرہ کے لئے بہت سا روپیہ چاہئیے۔ یہ کام [illegible]
[illegible] پارہ [illegible] کے علاوہ [illegible] تقطیع کلاں۔ حجم ایک سو [illegible] شائقین طلب فرماویں۔ اگر [illegible]
[illegible] اس کے ساتھ [illegible] جاری کیا جائے [illegible]
[illegible] ہو جائے۔ امید ہے کہ [illegible] قرآن [illegible]
[illegible] حصہ لینگے اور ثواب دارین حاصل کرینگے

[illegible] مثل الذين [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

از تصنیفات مولوی [illegible]

تفسیر قرآن بآیات الفرقان پارہ اوّل - بیان [illegible] قرآن [illegible]
[illegible] بعض [illegible]
[illegible]
[illegible] - - - قیمت [illegible]
[illegible] ناسخ و منسوخ [illegible] کلام الرب الغفور - [illegible] اہل اسلام میں یہ اعتقاد [illegible] بعض [illegible]
قرآن مجید میں پہلے نازل فرمائیں - لیکن پھر ان کو رد و منسوخ کر دیا - [illegible] بعض [illegible]
[illegible] ناسخ و منسوخ [illegible] قرآن کریم میں موجود ہیں - [illegible] بعض آیات کی [illegible]
[illegible] اور اس [illegible] کی صورت میں [illegible] گیا ہے - - - - قیمت ۳ر
تفسیر القرآن [illegible] بآیات الفرقان - نماز میں [illegible]
[illegible] قرآن [illegible] ہیں - کوئی انسان کی بنائی ہوئی [illegible] جائز نہیں [illegible]
[illegible] قرآن [illegible] اوقات اور ترتیب [illegible] قیمت [illegible]
[illegible] القرآن بجواب اشاعۃ السنۃ - اس میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی [illegible]
[illegible] جس میں [illegible] کی کوشش کی گئی تھی - [illegible]
[illegible] ہے کہ اس کے [illegible] قابل دید [illegible]
قیمت ۳ر

[illegible] صاحب [illegible] - [illegible]
[illegible]
[illegible] قیمت ۱ر
[illegible]
[illegible] - قیمت [illegible]

[illegible]

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ۝

نمبر ۳ — انجمن اہل قرآن لاہور کا ماہواری — جلد ۳

رسالہ اشاعۃ القرآن لاہور

قیمت عام خریداروں سے سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک

قیمت متمول اصحاب سے سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک

بابت ماہ نومبر ۱۹۰۵ء مطابق ماہ رمضان ۱۳۲۳ ہجری

اغراض و مقاصد

۱۔ مسلمانوں میں اس اصول کو پھیلانا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری دینی ضروریات کیلئے ہر طرح کافی ہے اور یہ عالیشان و مکمل کتاب زید و عمر کی روایات کی محتاج نہیں۔

۲۔ قصص انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو غلط قصیاں اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی اصلاح و تردید اور انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا۔

۳۔ مخالفین کو قرآن کریم سے منہ توڑ جواب دینا۔

۴۔ قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ و تفسیر جو غلط کئے گئے ہیں ان کی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ و تفسیر شائع کرنا۔

۵۔ قرآن مجید کی ضرورت اور اس کی تعلیم کو عقل و فطرت کے موافق ثابت کرنا۔

۶۔ [illegible]

قواعد و ضوابط

۱۔ قیمت سالانہ بہر صورت پیشگی آنے پر رسالہ جاری ہو سکتا ہے۔

۲۔ نمونے کا پرچہ ۳ر سے مل سکتا ہے۔

۳۔ خط و کتابت یا روپیہ بھیجتے وقت اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہئے تاکہ روانگی میں کسی طرح کی غلطی نہ رہے۔

۴۔ نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہونگی۔

۵۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۶۔ جو صاحب ہمارے کسی مضمون پر معقول اعتراض لکھ کر بھیجینگے اسے مع جوابات شائع کر دیا جاویگا۔

۷۔ تجارتی اشتہارات بشرط منظوری نصف اجرت ضمیمہ میں چھپ سکینگے اور مطبوعہ شدہ بھی تقسیم ہو سکتے ہیں۔

تمام خط و کتابت [illegible] پر ہونی چاہئے۔

المشتہر سیکرٹری انجمن اہل قرآن لاہور

ونزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیء تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شیء

برہان الفرقان علی صلوۃ القرآن

قیمت عہ ۸ر (علاوہ محصول ڈاک) حجم ۴۲۴ صفحہ - طیار

یہ ایک قابل دید کتاب ہے۔ ہم اہل قرآن کا اعتقاد ہے کہ دین اسلام کی صرف ایک ہی کتاب ہے۔ یعنی قرآن مجید۔ فقہ و حدیث کی کتابیں جن کو اسلام کے دیگر فرقے علاوہ کتاب اللہ دین کی کتابیں جانتے ہیں اور ان پر عمل اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہم ان کو امور دینیہ میں قابل عمل اعتقاد نہیں جانتے۔ اہل قرآن صرف کلام اللہ ہی کو دین میں قابل اتباع مانتے ہیں۔ وہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ دین کے کل مسائل اس آسمانی کتاب میں بتفصیل احسن مندرج ہیں اور اس کے ہوتے ہوتے کسی مسئلہ کے لئے دیگر کسی کتاب کی ذرہ بھر حاجت نہیں اور کہ نماز بھی بالتفصیل قرآن مجید میں مذکور ہے۔ نماز کی رکعتیں۔ دعائیں۔ اذکار۔ اوقات۔ وضو۔ طہارت تمام مفصل و مشرح طور پر کتاب پاک میں موجود ہیں۔ کتاب مندرجہ عنوان میں اس اعتقاد کے

دلائل و ثبوت آیات کتاب اللہ سے

پیش کئے گئے ہیں۔ اور قیام۔ رکوع۔ سجدہ۔ قومہ۔ جلسہ کے احکام و اذکار و دعائیں قرآن کریم ہی سے ثابت کی گئی ہیں۔ رکعتوں کا ثبوت بھی آیات سے دیا گیا ہے۔ اور آج کل مسلمانوں میں جو غیر قرآنی اذکار نمازوں میں مروج ہیں ان کے پڑھنے کو ناجائز ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ صرف قرآنی نماز کو ہی اصلی و قدیمی سب پیغمبروں اور سچے مومنوں کی نماز ثابت کیا ہے اور دوسری مختلف مذاہب اسلام کی علیحدہ علیحدہ تمام نمازوں کو منگھڑت و مخترعہ اور انسانوں کی بنائی ہوئی نمازیں ثابت کیا گیا ہے ۔ حق جو طبیعتیں ضرور کتاب ملاحظہ فرماویں۔ اور خود بھی قرآنی نمازیں پڑھیں۔ اپنے متعلقین کو بھی پڑھاویں۔ اور انسانی نمازیں چھوڑ دیں ۔ زکوۃ ۔ رمضان حج کے رسالے بھی انشاء اللہ تعالیٰ شائع کر دئے جاوینگے۔ اور ان میں عبادات کے متعلق تمام احکام قرآن کریم سے بیان و ثابت کئے جاوینگے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ۔ خط و کتابت بنام

التماس

جن احباب نے چندہ ماہواری مقرر فرمایا ہوا ہے اور کچھ دے بھی دیا ہے ان کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ دسمبر سنہ ۹ء تک کا چندہ عنایت فرماویں۔ جس کی پہلے بذریعہ خطوط درخواست بھی کی گئی ہے ۔ دسمبر کے رسالہ میں کل سیدات چندہ درج کی جائینگی۔ اور جنکے ذمہ رقم باقی رہی وہ بھی دکھائی جائیگی اور اس سال میں انجمن کا حساب بقایا بھی شائع کیا جاویگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

المشتہر

سکرٹری انجمن اہل قرآن بازار سریانوالہ مسجد اہل قرآن لاہور

اور مراد اس سے کثرت ہے جیسا کہ پیغمبر صاحب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے استغفر لهم
او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لهم (پ ع ۱۰)
کہ اے پیغمبر تم ان مخالفین کتاب کے حق میں دعا کرو یا نہ کرو اگر ستر دفعہ ان کے
لیے دعا کرو تو اللہ تعالیٰ ہرگز انہیں معاف نہیں کرے گا۔ پس جیسا اس آیت میں
سبعین سے مراد خاص تعداد ستر نہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ اگر پیغمبر صاحب ان کے لیے
اکہتر یا اکہتر دفعہ دعا کرتے تو مقبول ہو جاتی۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے فارجع البصر
کرتین (پ ع ۱) میں بھی کرتین سے مراد کثرت ہے۔ نہ یہ کہ دو سے زیادہ تین دفعہ
دیکھنے میں کوئی نقصان ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی طرح تسع وتسعون نعجۃ سے یہ لازم نہیں آتا
کہ صاحب حرث کی وجہ معاش پوری ننانوے ہوں۔ بلکہ مراد کثرت ہے۔ یعنے صاحب
حرث بہت مالدار تھا اور دوسرا بہت غریب۔ اس کے وجہ معاش بہت تھے اور
اس کا صرف ایک۔ یا بالفاظ دیگر یوں سمجھ لیجئے کہ نقصان کنندہ اور صاحب
حرث کو آپس میں ایسی نسبت تھی جیسے ننانوے اور ایک۔ عام تام محاورہ میں ...
کثرت پر ننانوے اور قلت پر ایک بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فیصدی یا سو میں
سے ایک صادق اور کذب سے پاک ہو گا۔ یعنے کاذب ننانوے اور صادق ایک ایسا
ہی کہا جاتا ہے کہ فیصدی یا سو میں سے کوئی ایک پرہیزگار ہوتا ہے۔ اور فیصدی یا سو میں
سے کوئی ایک معاملہ میں اچھا ہوتا ہے۔ اور فیصدی یا سو میں سے کوئی ایک خیر خواہ
عام ہوتا ہے پس ان سب مثالوں میں کثرت کے لیے ننانوے اور قلت کے لئے ایک بولا گیا ہے نہ یہ کہ تعداد
معینہ کے لیے۔ کوئی منصف مزاج حق پرست ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ ان مشہور و مروج عام
مثالوں میں تعداد معینہ مراد ہے۔ چونکہ یہ محاورہ عام تام مشہور تھا اس لئے فرشتہ جبرئیل
نے کثرت و قلت کے لیے ننانوے اور ایک کی مثال دی۔ اور ایسی سینکڑوں مثالیں
ملتی ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔

وظن داؤد انما فتنٰہ فاستغفر ربہ وخر راکعا و اناب الخ سے ظاہر ہے کہ داؤد علیہ السلام
اپنی خطا کو جو ان سے فیصلہ میں ہوئی تھی سمجھ گئے۔ تو اپنے رب سے معافی مانگی اور اس
پہلے فیصلہ سے رجوع کیا یعنے اس کو منسوخ و مردود کیا۔ و اناب کے یہی معنے ہیں۔

یا داؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق الخ۔ جب آپ
کو ذلہ معاف ہو چکا تو ضمانت و مچلکہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لئے آپ کو یہ ہدایت
فرمائی۔ کہ اے داؤد تو طالوت پیغمبر کا خلیفہ ہے۔ سو لوگوں میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ

تصفیہ کیا کہ جس میں جانبین کی تربیت و مصلحت ہو۔ اگر اس قصہ میں اوریا کے فسانہ کی طرف اشارہ ہوتا۔ تو آخر یہاں بجائے الفاظ مذکورہ کے اللہ تعالیٰ آپ کو یہ فرماتا کہ اے داؤد ہم نے تیرے پچھلا گناہ (خون وغیرہ) تو معاف کر دیا لیکن آئندہ خبردار بیگانی ننگی عورتوں کو مدت تک نہ دیکھتے رہنا اور اسکی محبت کے جوش سے اس کے خاوند کو نہ مروانا اور نہ اس کو اپنے گھر لانا۔

افسوس ہے کہ اوریا کے جھوٹے قصہ کے ایک لفظ کو بھی ہم مذکورہ بالا آیات سے کسی قسم کی مناسبت نہیں دیکھتے۔ نادان لوگ جب سلف کی باتوں سے ہمارا اختلاف دیکھتے ہیں تو بول اٹھتے ہیں کہ وہ بڑے عالم فاضل اجل تھے ایسے تھے اور ویسے تھے مانا کہ سب کچھ تھے مگر ان کے علم و فضل سے جو دنیا کو فائدہ پہنچا ہے اس کو لکھنے کی ضرورت نہیں مذکورہ بالا فسانہ ہی ان کے عالم و فاضل ہونیکا سارٹیفکیٹ کافی ہے

اب ہم داؤد سلام علیہ کے قصہ کو ختم کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کے متعلق اب کوئی ایسا مقام نہیں جس میں آپ کی عصمت کو مفسرین وغیرہ نے بٹا لگایا ہو۔ داؤد سلام علیہ کا ذکر قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات پر ہوا ہے:۔

پ۱۰ پ۳ و۱۵ پ۱۶ پ۶ پ۱۰

پ۸ ع۱۳ و ۱۲۔ ان میں بعض
کا ذکر مضمون میں آچکا ہے
باقی مقامات ناظرین خود
ملاحظہ فرماسکتے
ہیں۔

سلیمان علیہ السلام

اِس قصہ میں ہم پہلے سلیمان علیہ السلام کی عصمت و بریت ان الزامات سے ثابت کرینگے جو مقام مندرجہ ذیل کے ترجمہ و تشریح میں آپ پر لگائے گئے ہیں۔ بعض تراجم و حواشی بغرض اعتراض نقل کئے جاتے ہیں۔

	ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب	ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب	ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب
وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ فَقَالَ اِنِّيْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ رُدُّوْهَا اِلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ	عطا کردیم داؤد را فرزندے سلیمان نام نیکو بندہ بود سلیمان ہر آئینہ او رجوع کنندہ بود یاد کن چون نمودہ شد او را وقت بیگاہ اسپان تیز رو پس گفت ہر آئینہ دوست داشتم این اسپان را از قبیل غیبت بمال اعراض کنان از ذکر پروردگار خود تا آنکہ نہان شد آفتاب در پردہ باز گردانید این اسپان را بر من پس شروع کرد دست رسانیدن بساقہا و گردنہا *	اور دیا ہم نے داؤد کو سلیمان بہت خوب بندہ۔ وہ ہے رجوع رہنے والا جب دکھانے کو آئے اس کے سامنے شام کو گھوڑے خاصے۔ تو بولا میں نے چاہی محبت مال کی اپنے رب کی یاد سے یہاں تک کہ چھپ گیا اوٹ میں پھیر لاؤ ان کو میرے پاس پھر لگا جھاڑنے پنڈلیاں اور گردنیں * * *	اور ہم نے داؤد کو سلیمان (بیٹا) عطا فرمایا (سلیمان) کیا ہی اچھے بندے تھے کہ وہ (بات بات میں) خدا کی طرف رجوع کرتے تھے کہ ایک بار شام کے وقت خاصے کے اصیل گھوڑے ان کے روبرو پیش کئے گئے کہ وہ ان کے دیکھنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ نماز عصر قضا ہو گئی پھر خیال آیا تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال کی محبت کو ترجیح دی یہاں تک کہ آفتاب مغرب کے پردے میں چھپ گیا اچھا تو ان گھوڑوں کو میرے پاس لوٹا لاؤ اور (دابے) غصے کے (وہ) لگے تلوار سے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں کا صفایا کرنے

حاشیہ شاہ عبدالقادر صاحب: حضرت سلیمان نے سنا کہ سمندر کے کنارے پر دریائی گھوڑے نکلتے ہیں۔ خاصی گھوڑیاں وہاں باندھ رکھیں سو ان سے جفت ہوئے۔ بچے ہوئے تحفہ ان کا قدم جیسے پیر تا وہ تیار ہو کر آئے۔ دیکھنے میں بے خبر ہو گئے۔ وظیفے کا وقت جاتا رہا

لے دوسرے ترجموں سے کسی قدر واضح اور فصیح ہے۔ اور اسی غرض کے لیے نقل کیا گیا۔

عصر کا سورج اوٹ میں آگیا پھر غصے ہوئے اور گھوڑوں کو پھر لگا کر کاٹ ڈالا یہ اللہ کی محبت کا جوش تھا۔ (انی تعریف فرمائی۔ موضح القرآن)

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کلبی سے روایت ہے کہ سلیمانؑ نے اہل دمشق ونصیبین سے جنگ کی۔ تو آپ کو ان سے ہزار گھوڑا دستیاب ہوا۔ مقاتل نے کہا سلیمان کو اپنے باپ دادا کی وراثت سے ہزار گھوڑا حاصل ہوا۔ عوف نے کہا کہ حسن سے روایت ہے اس نے کہا مجھکو یہ خبر ملی ہے کہ وہ گھوڑے دریا سے نکلے تھے۔ اور ان کو جناح (پر) تھے۔ ابراہیم تیمی نے کہا کہ وہ بیس گھوڑے تھے اور عکرمہ سے روایت ہے کہ وہ بیس ہزار تھے۔ انہوں نے کہا کہ سلیمانؑ ظہر کی نماز پڑھکر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ وہ گھوڑے آپ کے روبرو پیش کئے گئے۔ پس جب نوسو آپ دیکھ چکے۔ تو آپ کو نماز عصر یاد آئی۔ سورج ڈوب گیا سو آپ کی نماز فوت ہوگئی۔ آپ کو گھوڑوں پر غصہ آگیا۔ حکم دیا کہ ان کو لوٹا لاؤ۔ پس آپ نے ان کی گردنیں اور پنڈلیاں تلوار سے کاٹ دیں۔ واسطے اللہ کی رضامندی اور نزدیکی ڈھونڈھنے کے اور یہ گھوڑوں کا قتل کردینا) سلیمانؑ کو مباح تھا گو ہم امت محمدیہ کو حرام ہے۔ الغرض ان ہزار گھوڑوں سے ایک سو باقی رہے ابو عبیدہ نے کہا کہ مسح سے مراد قطع بالسیف ہے۔ اور یہی قول حسن وقتادہ ومقاتل اور اکثر مفسرین کا ہے۔ اور علی سے روایت ہے۔ کہ ردوھا کے معنے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے فرشتوں کو حکم دیا کہ سورج غروب شدہ کو واپس لاؤ۔ سو انہوں نے ایسا کیا اور آپ نے نماز عصر پڑھ لی۔ اور ایسے ہی بہتیرے مختلف اقوال ہیں بخوف طوالت نقل نہیں کئے گئے (صفحہ ۳۶۲)

تراجم ومعالم التنزیل کی عبارت منقولہ بالا کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کو دیکھنا شروع کیا تو آپ کی نماز عصر فوت ہوگئی۔ آپ نے مارے غصے کے ان کے پاؤں اور گردنیں کاٹ دیں اور ان کو قتل کر دیا تھے مگر اس

---

۵۱ عربی عبارت بغرض اختصار نقل نہیں کی گئیں صرف ان کا مطلب درج کیا گیا ہے ۱۲ ۵۲ کیا اتفاق واتحاد ہے ایک کہتا ہے وہ بیس تھے دوسرا کہتا ہے نہیں بیس ہزار تھے ایک کہتا ہے کہ وہ جنگ سے حاصل ہوئے تھے دوسرا کہتا ہے نہیں وہ تو وراثت سے ملے تھے تیسرا دونوں کی تکذیب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ تو دریا سے نکلے تھے اور ان کے پر تھے تناقض بھی کسی کمال حد تک پہونچ تو وہ تناقض ہی کیا ہے۔ شرم! ۵۳ کیوں نہیں دریا سے ہمیشہ گھوڑے نکلا کرتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ ان کی نسل ہی ہے پر دار گھوڑے کہاں اور کس ملک میں موجود ہیں امید ہے کہ حامیان تفاسیر اسکی تفتیش کرینگے ۵۴ بعضوں نے یہی کہا ہے کہ وہ گھوڑے ذبح کئے گو یہ بالکل غلط اور بالسوق والاعناق کے سراسر مخالف ہے اور اس پیرایہ قول کو بھی کہا گیا ہے ایسے ہی اور کئی مختلف ضعیف اقوال ہیں جنکو ہم نے خوف طوالت ترک کر دیا ہے۔ اور صرف قوی اقوال بکار درج کیا ہے ۱۲

پر اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ گھوڑے بے گناہوں نے کیا قصور کیا جس کے عوض میں وہ قتل کیے گئے۔ اگر نماز قضا ہوگئی تھی تو اس میں اُن بے چاروں کا کیا گناہ تھا گناہ تھا تو آپ کی آنکھوں کا تھا۔ جو ان کی تاک میں ایسی لگ گئیں کہ آپ کو نماز بھی بھول گئی۔ پس اگر آپ کے تھے توبہ و استغفار کا دروازہ بند ہو گیا تھا۔ تو اپنی حریص آنکھوں کو نکال ڈالتے۔ تاکہ آئندہ بھی کبھی ایسے گناہ کے مرتکب نہوتے۔ نہ کہ بے گناہ گھوڑوں کا صفایا کر ڈالتے۔ یہ نہ صرف ظلم و قہر ہے بلکہ ایک بڑا اسراف و تبذیر ہے جس کی نسبت حکم ہے۔ ولا تبذر تبذیرا ہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطن لربہ کفورا (پ۱۵ ع۳) اور ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ہ (پ۸ ع۱)

پس اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم نبی پر یہ الزام لگانا کہ اس نے بے گناہ گھوڑوں کو قتل کر دیا اور بے فائدہ الٰہی مال کو برباد کیا اُس کو مسرف و مبذر اور اخوان الشیاطین اور کفور بنانا ہے جنھوں نے ایسا لکھدیا اور لکھدیا اور شائع کر دیا۔ ان سے اللہ تعالیٰ خود مناسب سلوک کریگا۔ جو لوگ ایسے خیال رکھنے والے اور ایسی تفسیروں کو سلف صالحین کی تفسیریں خیال کر کے صحیح اور درست سمجھنے والے زندہ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کرے کہ اُن سے ظلمات کے پردے دور ہوں تو وہ حق اور نور میں ہو جاویں۔ افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا (پ۲۶ ع۷)

اب ہم قرآن مجید کی مذکورہ آیت کو مع صحیح ترجمہ کے نقل کرتے ہیں۔

ووھبنا لداود سلیمٰن نعم العبد انہ اواب ہ اذ عرض علیہ بالعشی الصٰفنٰت الجیاد ہ فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب ہ ردوھا علی فطفق مسحا بالسوق والاعناق ہ (پ۲۳ ع۱۲)

ترجمہ۔ اور ہم نے داؤد کو بیٹا سلیمان بخشا جو ہمارا اچھا بندہ تھا کہ وہ بہت عاجزی و رجوع الی اللہ کرنے والا تھا جیسا کہ ایک روز پچھلے پہر تیز رو گھوڑے ان کے روبرو پیش کئے گئے تو آپ نے دفع وہم کے لیے فرمایا کہ بے شک میں ان سے محبت رکھتا ہوں (ب) جیسا کہ کتاب اللہ کی دوسری نیکیوں سے مجھے محبت ہے اس محبت (گھوڑوں کی پرورش و حفاظت) کو میں اللہ کے ذکر سے شمار کرتا ہوں (م) یہانتک کہ وہ گھوڑے پردے میں ہو گئے۔ تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لوٹا لاؤ۔ پھر آپ نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں (یعنی تمام جسم) کو (خاک و سرگین و گندگی سے) ملکر صاف کرنا شروع کیا ✦

م (اور آپ ایسا ہی فرماتے رہے)

حب الخیر میں کہ مقدر ہے جو کہ حرف جارہ ہے۔ اور یہ کلام میں مقدر کئے جاتے ہیں (دیکھو کتاب مغنی اللبیب باب حذف الجار)

عن ذکر ربی کا متعلق علتہا ہے جو مقدر ہے۔ یعنی میں ان گھوڑوں کی خدمت وحفاظت کو خدا کے ذکر وعبادت سے شمار کرتا اور جانتا اور اعتقاد رکھتا ہوں۔

توارت بالحجاب میں ھی ضمیر کا مرجع الصفنت الجیاد ہے۔ سورج کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔ اور اسی لئے اس کو ضمیر کا مرجع گردانا صحیح غلط ہے مسح کے معنے ملنے کے ہیں۔ جیسا کہ آیت فامسحوا بروسکم وایدیکم (پ ع) ہیں۔ قطع السیف کے معنے بالکل غلط ہیں۔ بالسوق والاعناق بقاعدہ ذکر جزئین ارادہ عموم۔ تمام جسم مراد ہے یعنے آپ گھوڑوں سے میل کچیل دور کرنے لگے۔

مطلب یہ ہے کہ داؤد وسلام علیہ کی ان آیات میں بڑی عاجزی وخاکساری ثابت کی گئی ہے۔ کہ وہ گھوڑے چونکہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آپ نے رکھے ہوئے تھے اس لئے آپ باوجود بادشاہ وقت ہونے کے ان پر بقصد عبادت سائیسوں کا کام کرنے لگ پڑے اور اس سے آپ کو بالکل دریغ نہوا۔ اسی لئے شروع بیان سے پہلے اللہ تعالےٰ نے ان کے حق میں فرمایا۔ نعم العبد انہ اواب یعنی کہ وہ میری پرستش وعبادت وعجز ونیاز کرنے والوں سے بہت ہی اچھا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے بعد آپ کی کسی عبادت وسعادت کا ذکر آنے والا ہے نہ کہ معاذ اللہ شقاوت وبغاوت یعنے قتل وخون اور اسراف وتبذیر اور ظلم کا۔

اذ عرض علیہ بالعشی۔ یعنے آپ کے حکم کے مطابق پچھلے وقت فوجی گھوڑے آپ کے پیش کئے گئے۔ پچھلے وقت معائنہ کرنے میں حکمت یہ تھی کہ دیکھا جاوے گھوڑوں کے خدمت گاران کی کیسی خدمت کرتے ہیں۔ کیا ان کو صاف ستھرا رکھتے ہیں یا نہیں۔ اور اسی سے ان کی دوسری خدمات کا ثبوت بھی مل سکتا ہے۔ پہلے وقت خدمت گاروں کا عذر ہو سکتا تھا۔ کہ یہ رات کے خاک وسرگین آلودہ ہیں۔ ہم نے ابھی ان کو پاک وصاف کرنا ہے الصفنت الجیاد کے معنے ہیں تیز وچالاک اور عمدہ گھوڑے۔ جو اکثر جنگ کے لیے متعین ہوتے ہیں۔ اور آپ نے بھی محض اسی خاطر ان کو رکھا ہوا تھا۔

فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی یہ آپ نے اس لئے فرمایا کہ کسی دیکھنے والے کے دل میں یہ وہم نہ گزرے کہ میں نے دنیوی جاہ وجلال کے لئے یہ گھوڑے

رکھے ہوئے ہیں اور کہ مجھے ان سے بلحاظ مال دنیوی محبت ہے کیونکہ میں ایسے خیالات سے پاک ہوں اور میں نے تو محض اسی کے حکم کے مطابق یہ گھوڑے رکھے ہوتے ہیں تاکہ اس کے دین میں کوئی روک واقع نہ ہو۔ اور جو ہو اس کو دفع کیا جاوے۔ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ (پ ۱۰ ع ۲) فصیح اور ذی ہوش متکلم کا یہ فرض ہوتا ہے کہ جہاں کہیں ایسا مظنہ پیدا ہو اس کا خود بغیر کسی کے سوال کے رد کر دے۔ موسےٰؑ جب فرعون کے خوف سے ہجرت کر کے شہر مدین میں پہونچے تو آگے ایک کنوئے پر لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے اور ایک طرف شعیب سلام علیہ کی بیٹیاں بھی اپنی بکریاں لئے کھڑی تھیں موسےٰؑ نے ان سے پوچھا کہ تم کیوں نہیں پلاتیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک یہ لوگ پلا کر چلے نہ جائیں ہم نہ پلائینگی اس جگہ یہ وہم گزرتا تھا کہ ان کا کوئی والی ہی نہیں یا بے غیرت ہے۔ جس نے جوان عورتوں کو مجمع عام میں بھیجدیا ہے۔ حالانکہ موسےٰؑ نے ایسا اعتراض بالکل نہیں کیا۔ مگر چونکہ مظنہ محل اعتراض تھا۔ اس لئے ان دانشمندوں نے اس کا خود بخود جواب دے دیا۔ وابونا شیخ کبیر (پ ۲۰ ع ۶) کہ ہم اس لئے یہاں آئی ہیں کہ ہمارا باپ بوڑھا اور ضعیف ہے۔ کہ وہ خود آ نہیں سکتا۔

حتی توارت بالحجاب ۵ فقال ردوھا الی سے معلوم ہوتا ہے کہ سائیسوں نے ان گھوڑوں کو کما حقہ صاف نہ کیا ہوا تھا۔ اس لئے جب تمام آپ کے سامنے سے گزر چکے تو فرمایا کہ ان کو لوٹا لاؤ۔

فطفق مسحا بالسوق والاعناق جب دوبارہ آپ کے روبرو وہ گھوڑے پیش کئے گئے تو آپ ان کو خدمتگاروں کی طرح صاف ستھرا کرنے لگ پڑے۔ تاکہ اپنی عجز و نیاز و خاکساری ظاہر ہو اور نیز آپ کی یہ نہایت رحمدلی تھی کہ ان سائیسوں کو زبانی تنبیہ نہ کی بلکہ تعریض کے طور پر انہیں سمجھایا۔ یعنے آپ ان گھوڑوں کو صاف کرنے لگ پڑے تاکہ وہ خود سمجھ جاویں کہ ہمارا قصور ہے۔ اور اس طرح جب کسی کام میں قصور دیکھکر مالک خود کرنے لگتا ہے۔ تو کارکن نہایت شرمندہ ہو جاتا ہے۔ اور آئندہ کے لئے اس کو یہ بڑی تنبیہ ہو جاتی ہے۔ اور حتی المقدور وہ اس کام میں قصور نہیں ہونے دیتا۔ یہ ہیں فطفق مسحا کے معنے اور یہی ہے اس کا مطلب۔ جس کو نادان لوگوں نے کچھ کا کچھ بنا دیا تھا۔

اب ہم اسی اولوالعزم نبی کی نسبت آیت ذیل میں مفسرین و مترجمین کی در فشانیاں آپ کے پیش نظر کرتے ہیں:-

ترجمہ۔ شاہ رفیع الدین صاحب۔ اور تحقیق از مایا ہم نے سلیمان کو اور ڈالدیا ہم نے اوپر کرسی اسکی کے ایک تن پھر رجوع کیا بحق کہا اے پروردگار میرے بخش مجھکو اور دے مجھکو ملک کہ نہ لائق ہو واسطے کسی کے پیچھے میرے تحقیق تو ہے بخشنے والا۔	(۱) وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (پ ۲۳ ع ۱۳)

شاہ عبدالقادر صاحب:- حضرت سلیمان استنجا کو جاتے تو انگشتری ایک خادمہ کو سپرد کر جاتے۔ اسمیں لکھا تھا اسم اعظم۔ ایک جن تھا صخر نام اس خادمہ کو بہکا کر انگشتری لے گیا۔ اپنی صورت بنائی سلیمان کی سی۔ تخت پر بیٹھکر لگا حکم کرنے حضرت سلیمان یہ معلوم کرکر نکل گئے کہ مجھکو مروا نہ ڈالے۔ ایک گاؤں میں چھپکر رہے۔ چھ مہینے بعد صخر تھا شراب کی مستی میں۔ انگشتری دریا میں گر پڑی۔ ایک مچھلی نگل گئی۔ وہ شکار ہوئی حضرت سلیمان کے ہاتھ۔ پیٹ میں سے انگشتری لیکر پھر آئے اپنے تخت سلطنت پر۔ یہ جانچ ہوئی اس پر کہ ان کے گھر ایک عورت تھی۔ اپنے باپ مرگئے کو یاد کر کر رویا کرتی تھی۔ اسکو بنادی جنوں نے تصویر اس کے باپ کی کہ جین پکڑے۔ وہ لگی پوجنے۔ انہوں نے خبر نہ لی یا خبر پاکر تغافل کیا۔
بعضے کہتے ہیں جانچ یہ کہ اپنے امیروں سے خفا ہوئے۔ جہاد میں کمی کرتے تھے۔ چاہا کہ ایک رات جاویں اپنی ستر عورتوں میں۔ ہر ایک سے ایک ایک بیٹا ہو وہ خاطر خواہ جہاد کریں۔ فرشتے نے دل میں ڈالا انشاءاللہ۔ انہوں نے تغافل کیا۔ ستر عورتوں میں سے ایک کو حمل ہوا۔ وقت پر جنی آدھا آدمی وہ لاکر ان کے تخت پر رکھدیا۔ نادم ہوئے انشاءاللہ نہ کہنے پر (موضح القرآن)
تفسیر معالم التنزیل:- جب جن صخر سلیمان کی لونڈی امینیہ سے آپ کی انگشتری لیکر تخت سلیمان پر جا بیٹھا۔ تو بعد میں سلیمان نے اس لونڈی سے اپنی انگشتری مانگی۔ لونڈی نے کہا تو کون ہے کہا سلیمان۔ بولی جھوٹ کہتا ہے۔ انگشتری تو سلیمان لیکر تخت پر جا بیٹھا ہے۔ پھر آپ بنی اسرائیل کے

پر ڈھونڈی پہ بیٹھ گئے اور کہنے لگے میں سلیمان ہوں لوگ اسے بری نگاہ سے دیکھتے اور اس کو ہٹوں وغیرہ کے خطاب دیتے۔ جب صخر کو حکمرانی کرتے ہوئے کچھ عرصہ گزر گیا تو سلیمان کے جیدرین و صحابہ ہمیشہ نے اس کے اطوار و افعال خراب دیکھے سلیمان کی عورتوں سے دریافت کیا کہ بتلاؤ اس کا خراب حال جو ہم سے کیسا سلوک ہے۔ انہوں نے کہا کہ بڑا بد حال ہے کہ حیض کی حالت میں بھی کسی عورت کو نہیں چھوڑتا اور غسل جنابت بھی نہیں کیا کرتا۔ مجھ کو سخت حیرت ہے کہ ایسے گندے حالات اللہ تعالیٰ کے نبیوں پر تھوپتے ہوئے بھی کو بھی شرم نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کی اس قدر ذلت؟ اور ان کی پاک دامن عورتوں کی اس قدر ہتک! معاذ اللہ! نہ صرف سلیمان ہی کی حقارت کی گئی ہے۔ بلکہ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ پر بھی چوٹ لگائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان کی آزمائش و جانچ کی۔ اس کا جواب ہم داؤد علیہ السلام کے قصہ میں کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آزمائش کرنے سے مبرا و منزہ ہے۔ اس سے اس کی شان عالم الغیب والشہادۃ میں بڑا فرق آتا ہے۔

انگشتری اور اس پر اسم اعظم کا خیال بے جا ہے اور مشرکانہ و کافرانہ اعتقاد ہے اور ایسا اعتقاد شیطانوں کا ہوتا ہے۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کا۔ آپ کی نسبت ایسے غلط و کفر خیال کی اللہ تعالیٰ نے "واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمٰن وما کفر سلیمٰن ولکن الشیٰطین کفروا یعلمون الناس السحر (پ ۱ ع ۱۲)" میں تردید بھی کر دی ہے مگر نادان لوگ نہیں سمجھتے اور انہی کافروں اور ساحروں کی روایتوں و افتراؤں کو صحیح سمجھے جاتے ہیں۔ تفسیر و ترجمۃ القرآن بآیات الفرقان پارہ اول میں بذیل آیۃ منقولہ مفصل ذکر آچکا ہے۔ یہاں اس تفصیل کے دوبارہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے نبی کبھی ایسے ذلیل نہیں کئے جاتے۔ کہ ایک کافر ان پر غلبہ پالے اور آپ دربدر بھیک مانگتے پھریں اور لوگوں سے گالیاں لیں۔ ان کی پاک بیویوں پر کافر پلید قبضہ کر لیں۔ اور ان سے زنا کرتے رہیں۔ حاشا وکلا نبیوں کا حامی و مددگار خود خدا ہوتا ہے "وکان حقا علینا نصر المؤمنین (پ ۲۱ ع ۷) کذلک حقا علینا ننج المؤمنین (پ ۱۱ ع ۱۴) واللہ یعصمک من الناس (پ ۶ ع ۱۴)"

سلیمان علیہ السلام کی پوری تفسیر دوسری تفسیر پارہ اول

اور بالخصوص اس کا فرمان ہے ان عبادی لیس لک علیھم سلطٰن (پ۱۴ ع۴)
اور وما کان لہ علیھم من سلطٰن (پ۲۲ ع۸) کہ کوئی شیطان انبیا و عباد الرحمان
پر ہرگز غالب نہیں آسکتا۔ اور کبھی بھی اُن پر وہ تسلط نہیں پا سکتا۔ یہ اسکے
وعدے ہیں جو اپنے وعدوں کا پکا اور پورا ہے۔ ومن اصدق من اللہ قیلا
(پ۵ ع۱۵)۔ کیا جب وہ صخر شیطان پیغمبر سلیمانؑ کی ازواج
مطہرات کی بے ادبی و ہتک کرتا تھا۔ اور حیض میں بھی زناہ سے وہ باز نہیں آتا
تھا تو خدا اس وقت اس ظالم و بدکار سے انتقام نہیں لے سکتا تھا۔ واللہ غالب
علی امرہ (پ۱۲ ع۱۲) یا اس کو اپنا وعدہ بھول گیا تھا۔ وما کان ربک نسیا (پ۱۶ ع۷)

. . . . نادان
لوگ اللہ تعالیٰ اور انبیا و رسل کی شان و قدر و منزلت نہیں جانتے۔ اور اسی
جہالت کا نتیجہ ہے۔ کہ جو لوگ انبیا سلام علیہم کو معصوم اور ہر ایک جرم و ظلم و گناہ
سے پاک یقین کرتے ہیں ان کو یہ دشمن رسول خیال کرتے ہیں۔ اولئک
کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغفلون۔

ستر عورتوں سے ایک ہی رات مباشرت کرنے سے ستر بیٹے پیدا ہونے کا
خیال بھی عجیب ہی خیال ہے جب اُنہیں اتنی عورتوں سے ہمیشہ مباشرت
کرتے رہنے اور بہت عرصہ گزرنے پر کوئی بیٹا پیدا نہوا تھا۔ تو یکا یک ستر میں
انہیں کیسے خیال پیدا ہوگیا۔ کہ میرے ہاں ستر بیٹے پیدا ہونگے۔ ایسا خیال کسی
مجنون اور مخبوط الحواس کے دل میں گزرے تو تعجب نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ذی عقل
و ہوش نبی کے دل میں ایسا وہم پیدا ہونا محال و ناممکن ہے۔ سلیمنؑ پر
ستر عورتوں کا افترا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ داؤدؑ پر ننانوے عورتوں کا جسکا
رد بھی داؤدؑ کے قصہ میں پورا پورا ہو چکا ہے۔ کہ چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ
نکاح کرنا جملہ معشر الجن والانس پر حرام رہا ہے۔ اور تمام کتب منزلہ من اللہ
میں یہی مسئلہ بتایا گیا ہے (قصہ داؤدؑ صفحہ ۸۶) اب ہم بخوف طوالت اعتراضات
سے اعراض کرتے ہیں۔ اور آیات مذکورۃ الصدر کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں :-

ولقد فتنا سلیمٰن والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب ۵ قال رب اغفرلی وھب لی

ترجمہ۔ اور البتہ تحقیق ہم نے سلیمان کو مصیبت دی۔ یعنی ہم نے اسکی کرسی پر ایک مردہ جسم ڈالدیا (یعنے اُن کے ہاں مرا ہوا بچہ پیدا ہوا) پھر بھی آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے یعنی ...

مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّن بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ٥ ر۱۳ پ۲۳	نہ ہے۔ عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے سب خطا مجھے معاف کر۔ اور مجھے ایک عظیم الشان ملک (بطور معجزہ) عطا فرما کہ جو کسی کو میرے بعد اپنی قدرت سے حاصل

نہ ہو سکے تحقیق تو ہی ایسا ملک عطا کر سکتا ہے۔

ان آیات سے پہلی آیات میں نعم العبد انہ اواب مذکور ہے۔ یعنی سلیمانؑ بہت ہی اچھے بندے اور ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ پس اسی صفت کے مطابق ان آیات (ولقد فتنا سلیمان الخ) میں اللہ تعالیٰ آپ کی صفت انابت بیان فرماتا ہے۔ اور قرآن کی شان ربط کے یہی شایان ہے۔

ولقد فتنا سلیمٰن والقینا علیٰ کرسیہ جسداً کا مطلب صرف یہ ہے کہ سلیمانؑ کے ہاں کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا جو ان کے جانشین ہو سکے۔ جسداً کے معنے ہیں۔ بے جان جسم جو نہ کھاتا ہو اور نہ پیتا ہو۔ اور والقینا علیٰ کرسیہ جسداً محاورہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ان کے ہاں ان کا جانشین و کرسی نشین فرزند مردہ پیدا ہوا۔ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ وہ مردہ بچہ آپکی کرسی پر ڈالا گیا۔ مطلب صرف یہی ہے۔ کہ آپ کے ہاں تمام عمر میں صرف مردہ بچہ پیدا ہوا۔ اور کوئی بھی نہ ہوا جو آپ کا کرسی نشین ہوتا۔ اور یہ آپ پر بیشک ایک بھاری مصیبت تھی۔

ثم اناب یعنی باوجود آپ ایسے مصیبت و نعمت سے محروم ہونے کے اللہ تعالیٰ کی طرف بدستور سابق رجوع رہے۔ اور آپ نے کسی قسم کی بھی شکوہ و شکایت نہ کی اور آپ کی اسی انابت و رجوع الی اللہ کا بیان کرنا یہاں مقصود ہے۔ قال رب اغفرلی وھب لی ملکا الخ آپ ایسے شاکر و صابر تھے۔ کہ باوجود بے اولاد ہونے کے آپ نے اولاد کے لئے دعا نہ کی۔ بلکہ اس حالت میں یہ خوف ہوا کہ میرے بعد میرے ملک پر کوئی ایسا کرسی نشین نہ ہو جو کتاب اللہ کی اشاعت میں سستی و غفلت کرے۔ اور اس کا میں نشانہ بنایا جاؤں۔ اس لیے صرف یہ دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں بے اولاد ہوں۔ تو تو مجھے کوئی ایسا ملک عطا کر جو انسانی طاقتوں سے کسی کو بھی میرے بعد حاصل نہ ہو سکے۔ بلکہ وہ بطور معجزہ و خوارق عادت ایسا ملک ہو جس کو تو عطا فرماوے خاص اسی کو مل سکے۔ خلاصۃ المرام۔ ولقد فتنا سلیمٰن الخ کے ذکر کرنے میں حکمت و مصلحت ربانی صرف یہی ہے۔ کہ مطابق تلک الرسل فضلنا بعضہم علیٰ بعض الخ (ب ۳ ع ۱) آپ کی فضیلت و انابت ظاہر ہو۔ کیونکہ آپ نے

بے جو حضرت زکریا نے بیٹے اولاد کے لیے دعا نہیں کی حالانکہ دوسرے بعض بے اولاد ہیوں نے اللہ تعالیٰ سے التجا والتماس دعا کی کہ اے رب پروردگار مجھ کو فرزند عطا فرما جیسا کہ کیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۝ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۝ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝

ترجمہ۔ (یہ) بیان ہے تیرے رب کی رحمت کا اس کے بندے زکریا پر جب اس نے ذلیل و حقیر و عاجز ہو کر اپنے رب سے دعا کی یعنی عرض کی کہ اے میرے پروردگار تحقیق میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور میرے سر کے بال سفید چمک پڑے ہیں۔ اور اے میرے پروردگار میں تجھے پکارنے سے کبھی بھی محروم نہیں رہا۔ اور میں اپنے غیر و مخالف وارثوں کا اپنے بعد خوف رکھتا ہوں اور میری بیوی قدیم سے بانجھ ہے۔ سو تو مجھے اپنی درگاہ سے میرا (بیٹا) نیک و جانشین عطا کر جو میرا اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو یعنی پیغمبر اور اسے اے میرے پروردگار اپنا پسندیدہ بنائیو۔

سلیمانؑ کی طرح زکریا کے ہاں بھی کوئی بیٹا نہ ہوا۔ تو انہوں نے فکر کیا۔ کہ میرے بعد غیر و مخالف وارث میری جگہ بیٹھینگے تو خدا جانے وہ کیا کیا طوفان اور خرابیاں ذہنی برپا کرینگے۔ اس لئے دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنی جناب سے نیک بیٹا عطا فرما جو میرے بعد میرا وارث ہو۔ جن لوگوں کے نیک وارث بیٹھتے ہیں۔ وہ نیک نام رہتے ہیں اور ان کے خانے ویسے آباد رہتے ہیں۔ لیکن سلیمان سلام علیہ ایسے صابر و شاکر و راغب الی اللہ تھے۔ کہ انہوں نے ان باتوں کا کوئی بھی خیال نہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے محض یہی دعا کی کہ مجھے کوئی ملک ایسا عطا کر جو تیرے عطا کئے بغیر کوئی اس کو طاقت بشریت سے نہ لے سکے۔ تاکہ کوئی غیر میرا جانشین ہو کر پھر کسی قسم کے بہتان و اتہام نہ باندھے۔ پس سلیمانؑ کی یہی فضیلت و رغبت و انابت الی اللہ بیان کرنا مقصود تھا۔ جو آیت اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابہا مثانی (زمر) کے معنی منشا کے مطابق ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے مسائل و بیانات کی آپس میں بڑی ربط و مناسبت ہوتی ہے اور وہ سب آپس میں ملتے جلتے ہوتے ہیں۔

یہی سلیمانؑ کے کرسی والے قصے کو قرآن کی آیات ثم اناب سے مطابقت ہے حقیقت یہی قصہ صحیح ہے۔ اور دوسرے الزامات دھینگا مشتی کہ جو بے ربط مفسرین وغیرہ نے آپ سے منسوب کیا ہے۔ محض غلط و بہتان ہے۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

اب ہم تفسیر استقام قرآن مجید سے نقل کرتے ہیں جس میں سلیمانؑ کا ذکر خیر ہے اور ساتھ ہی غلط تراجم و تفاسیر کی اصلاح بھی کی جاتی ہے۔

ملک سبا میں ایک عورت بادشاہ تھی۔ بحکم کتاب اللہ سلیمانؑ نے اس کے ساتھ مقابلہ کا ارادہ کیا پہلے خط بھیجا۔ اس عورت نے آزمائش کے لئے آپ کی طرف دنیوی عظیم الشان تحفے بھیجے لیکن آپ نے واپس کر دئے۔ اور فرما بھیجا کہ میں تمہارے تحفوں کی پرواہ نہیں رکھتا۔ الغرض وہ عورت جان گئی کہ واقعی یہ خدا کا رسول ہے وہ آپ کی طرف چل پڑی۔ تو سلیمانؑ نے اپنے وزرا و کارکنان کو فرمایا کہ اس کا تخت میرے پاس اس عورت کے آنے سے پہلے کون لا سکتا ہے۔ کما قال تعالیٰ:

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۝ قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ۝ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ۝ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ

ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب: کہا سلیمان نے اے سردارو کون ہے تم میں کہ لے آوے میرے پاس تخت اس کا پہلے اس کے کہ آویں میرے پاس مسلمان ہو کر۔ کہا ایک دیو نے جنوں میں سے میں لے آؤں گا تمہارے پاس اس کو پہلے اس سے کہ اٹھو تم جگہ اپنی سے اور تحقیق میں اوپر اس کے البتہ زور آور ہوں امانت دار۔ کہا اس شخص نے جو نزدیک اس کے تھا علم کتاب سے میں لے آؤں گا تمہارے پاس اس کو پہلے اس سے کہ پھر آوے طرف تمہارے نظر تمہاری۔ پس جب دیکھا اس کو ٹھہرا ہوا نزدیک اپنے کہا یہ ہے فضل پروردگار میرے کے سے تو کہ آزماوے مجھ کو شکر کرتا ہوں میں یا کفر کرتا ہوں۔ اور جو کوئی شکر کرے پس سوا اس کے نہیں کہ شکر کرتا ہے واسطے جان اپنی کے اور جو کوئی ناشکری کرے پس تحقیق پروردگار میرا بے پرواہ ہے کرم کرنے والا۔ کہا بدل ڈالو واسطے اس کے تخت اس کا دیکھیں ہم آیا راہ

۱ـ یہ حاشیہ شاہ عبد القادر صاحب کے ... صفحہ ۱۰-۱۷ ... ۱۷

لَا يَهْتَدُونَ ۝ فَلَمَّا جَاءَتْ
قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ
كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ
مِن قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ۝
وَصَدَّهَا مَا كَانَت تَّعْبُدُ مِن
دُونِ اللَّهِ ۖ إِنَّهَا كَانَتْ مِن قَوْمٍ
كَافِرِينَ ۝ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ
فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَ
كَشَفَتْ عَن سَاقَيْهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ
صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ ۗ
قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي
وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (ربع)

پاتی ہے یا ہوتی ہے ان لوگوں میں سے کہ نہیں راہ پاتے تھے [3] پس جب آئی بلقیس کہا گیا۔ کیا اسی طرح کا ہے تخت تیرا۔ کہا بلقیس نے گویا کہ یہ وہی ہے۔ اور دئے گئے تھے ہم علم پہلے اس سے اور ہوئے تھے ہم مسلمان [4] اور بند کیا اس کو اس چیز سے کہ تھی عبادت کرتی سوا خدا کے تحقیق وہ تھی قوم کافروں سے کہا گیا واسطے اس کے داخل ہو محل میں پس جب دیکھا اس کو گمان کیا اس کو گہرا پانی اور کھول دیا دونوں پنڈلی اپنی سے۔ کہا سلیمان نے تحقیق یہ محل ہے منڈھا ہوا شیشے سے کہا بلقیس نے اے پروردگار میرے تحقیق میں نے ظلم کیا جان اپنی کو اور مطیع ہوئی ساتھ سلیمان کے واسطے اللہ پروردگار عالموں کے [5]

حواشی شاہ عبدالقادر صاحب:- [1]۔ کافر جو اپنے ایمان میں نہیں اس کا مال زبردستی سے حلال ہے۔ جب وہ مسلمان ہو پھر حلال نہیں [2] اپنی جگہ سے یعنی دربار سے اس کو ایک پہر کا عرصہ لگتا۔ اور مقبراس واسطے کہا کہ اس میں جواہر لگے تھے بیش قیمت۔ [3] یعنی ظاہر کے اسباب سے نہیں آیا۔ اللہ کا فضل ہے کہ میرے رفیق اس درجہ کو پہونچے۔ جن سے کرامت ہونے لگی پھر آوے آنکھ یعنی کسی طرف دیکھنے سے پھر اپنی طرف دیکھے۔ اور اس کے پاس ایک علم تھا کتاب کا یعنے اللہ کے اسما اور کلام کی تاثیر کا۔ وہ شخص آصف تھا ان کا وزیر۔ [4] روپ بدلنا یہ کہ وہ جڑاؤ کا تھا اس کا جڑاؤ اکھاڑ کر اور قرینے سے جڑا۔ اور بلقیس کی عقل آزمائی تھی۔ اور اپنا معجزہ دکھانا [5] دیوانخانے میں بیٹھے تھے حضرت سلیمان اس میں پتھروں کی جگہ شیشے فرش تھے۔ نیچے سے لگتا پانی لہراتا۔ اس نے پنڈلیاں کھولیں پانی میں پیٹھنے کو حضرت سلیمان نے پکارا کہ شیشے کا فرش ہے پانی نہیں۔ اس کو اپنی عقل کا قصور اور ان کی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ سمجھی کہ دین میں بھی جو یہ سمجھے ہیں سو یہ صحیح ہے حضرت سلیمان نے سنا تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں بکری کی طرح۔ اس طرح معلوم کر لیا کہ

تھے اس کی دو اتمہ تھی کی جس کو تورہ کہتے ہیں۔ وہ مچھلی کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی
یہ اس کا تھا دموضح القرآن)

اب ہم ان عبارات کی چند مندرجہ ذیل باتوں پر بحث کرتے ہیں:-

(۱) کیا کافر کا مال زبردستی سے لینا جائز ہے۔ اور اس عورت کا مال سلیمانؑ کو جائز تھا۔ (۲) کیا قال الذی عندہ علم من الکتٰب سے مراد آصف ہے (۳) کیا سلیمانؑ نے صرح ممرد اپنی کچہری کے آگے اس لئے بنایا تھا؟ کہ بلقیس آوے تو اپنی پنڈلیوں سے کپڑا کھولدے اور اس کے بال دیکھے جاویں۔

اول کافر کے مال کو زبردستی سے لینے کی نسبت واضح ہو کہ یہ مسئلہ بالکل غلط ہے اور کتاب اللہ کے صریح مخالف ہے۔ کافر کا مال زبردستی سے لینا بالکل جائز نہیں ہاں اگر اس عورت نے سلیمانؑ کا تخت وغیرہ زبردستی سے لے لیا ہوتا تو اس کے عوض میں سلیمانؑ کو بے شک جائز تھا کہ اس کا تخت اسی قیمت کا منگا لیتے بشرطیکہ وہ تخت سلیمانؑ کے مال یا تخت سے بیش قیمت نہ ہوتا۔ جیسا کہ آیات ذیل میں ارشاد ہے کہ تم کو اسی قدر مال اور بدلہ لینا جائز ہے جس قدر تم سے لیا گیا ہے۔

(۱) والذین اذا اصابهم البغی هم ینتصرون وجزاء سیئة سیئة مثلها ×× ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما علیهم من سبیل۔ انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق اولئك لهم عذاب الیم (پ۲۵ ع۵) اور (۲) وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به (پ۱۴ ع۲۲) اور (۳) ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ××× فان انتهوا فلا عدوان الا علی الظلمین ××× فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین (پ۲ ع۸) اور (۴) ولا یجرمنکم شنان قوم ×× ان تعتدوا (پ۶ ع۵)

ان آیات سے صاف روشن ہے کہ زیادتی کرنا اور بغیر معاوضہ کسی کافر مشرک وغیرہ آریہ وغیرہ کا مال زبردستی سے لینا قطعاً حرام ہے۔ یہ مسئلہ شریعت اور قرآن مجید کے مخالف بات ہے کہ اگر تو لب ایمان میں نہیں۔ اس کا مال زبردستی سے لینا حلال ہے۔

اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ سلیمانؑ نے اس عورت کا تخت کیوں منگایا۔ سو واضح ہو کہ جب سلیمانؑ نے خط ارسال کیا تھا تو اس عورت نے قیمتی تحفے کے عجائب بھیجے کو بھیجے اور اس سے اس کی غرض آزمائش کرنا تھا کہ سلیمانؑ طالب دنیا ہیں یا طالب حق۔ انی مرسلة الیهم بهدیة فناظرة بم یرجع المرسلون پس

سلیمان آزمائش میں پورے نکلے۔ فلما جاء سلیمٰن قال اتمدونن بمال فما
اٰتٰنی اللّٰہ خیر مما اٰتٰکم بل انتم بھدیتکم تفرحون (پ ۱۹ ع ۱۷) پس چونکہ اس عورت
نے آزمائش کی تھی کہ سلیمان رسول ہیں یا نہیں اس لئے آپ کا فرض تھا کہ اپنی
رسالت ونبوت ظاہر کریں۔ اور کوئی معجزہ وخارق عادت بات بھی اس کو دکھائیں
پس اسی واسطے آپ نے اس کا تخت منگوایا۔ اور اس کو دکھایا۔ اور اس تخت
میں تبدیلی اس لئے کی گئی کہ اس عورت کی عقل کا موازنہ کیا جاوے۔ اگر صاحب
عقل ہوگی تو ضرور صدق دل سے مسلمان ہو جائیگی۔ ورنہ اس پر کوئی اعتبار
نہیں غرض وہ ہوشمند ثابت ہوئی۔ قال نکروا لھا عرشھا ننظر اتھتدی ام تکون
من الذین لا یھتدون الخ۔ جب اسے معلوم ہو گیا کہ یہ میرا ہی تخت ہے۔ تو سمجھ گئی
کہ اس معجزہ پر اس نے کہا۔ واوتینا العلم من قبلھا وکنا مسلمین کہ ہمیں تو
پہلے ہی لانے سے یہ واپس کر دینے سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ اللہ کے رسول
ہیں۔ اور ہم تب سے ہی مسلمان ہو گئے ہیں۔ پس سلیمانؑ کی یہی غرض اس تخت
کے لانے میں تھی۔ آپ نے اس تخت کو بغرض ملکیت ہرگز نہیں منگایا تھا کہ جس سے
آپ کی نبوت ثابت ہو سکے۔

دوم۔ قال الذی عندہ علم من الکتٰب سے مراد آصف ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس
سے خود سلیمانؑ ہی مراد ہیں۔ کہا اس شخص نے جس کے پاس کتاب اللہ کا بڑا علم تھا
اس سے اگر آصف یا کوئی اور مراد لیا جاوے تو سلیمانؑ کی شان میں بڑا فرق
پڑتا ہے۔ اور سلیمانؑ کو علم وفضیلت میں اس سے کم ماننا پڑتا ہے۔ حالانکہ یہ
صریح غلط ہے۔ علم وفضل میں اپنی تمام امت سے نبی ہی برگزیدہ ہوتے ہیں
وکلا فضلنا علی العٰلمین شاہد ہے۔

علاوہ بریں معجزہ محض نبی سے ظاہر ہوتا ہے۔ کرامت کا خیال غلط و مخالف
کتاب اللہ ہے نہ تو یہ قرآن سے کہیں بات صاف لفظوں میں ملتی تھی کہ
کہ سلیمانؑ خود اس کی تھی کیونکہ خود انا اٰتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک فرمایا۔
انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک یعنی میں تیرے پاس وہ تخت لا سکتا ہوں
کہ تیری آنکھ کے جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہوں [illegible]
تو جب وہ مانگوں گا کہ اس سے کہ لاوے سے اس قدر جلدی [illegible]
تو جب آپ نے اس کو اپنے پاس ٹھہرا ہوا پایا تو بے شک [illegible]

دوم اس فضل ربی لیبلونی ءاشکر ام اکفر کہ یہ اصف کا اظہار تھا ۔ اس نے سلیمان کی وہ بات کا کیا مطلب ؟

سوم ۔ اللہ کے نبی پر بہتان محض بہتان ہے کہ آپ نے اس عورت کے بال دیکھنے کے لئے صرح ممرد بنوایا اور اس کو دھوکے سے گزرنے کا حکم دیا ۔ بالغرض اگر ایسا تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں تو ہے ہوں سلیمان کو اس سے کیا غرض تھی آپ نے اس سے نکاح کرنا تھا ۔ وہ کونسی آپ کے بال اڑانے کا پوڈر تو ایجاد ہو گئی تھی ۔ کہ آپ نے اس کے لئے نورہ تجویز کر دیا ۔ اگر آپ اس کے بال دیکھے بغیر نہیں رہ سکتے تھے تو پردہ میں دیکھ لیتے نہ کہ روبروئے عام مجلس اس کی بے حیائی کو نمایاں کرتے ۔ معاذ اللہ ایسے سلیمان سے تو ہمارے طبیب بھی اچھے ہیں کہ جب کسی عورت سے وہ ایسی بات دریافت کرنا چاہتے ہیں ۔ تو علیحدہ پردہ میں دریافت کرتے ہیں ۔ الغرض سلیمان ؑ کا یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ اس کے بال دیکھے جاویں بلکہ آپ کا مطلب کچھ اور تھا ۔ اور وہ یہ تھا کہ اس عورت سے آزمائش کے لئے تحفے بھیجے تھے کہ آیا یہ پیغمبر اور اسلام سچا ہے یا نہیں ۔ کیونکہ وہ اس سے نفرت رکھتی تھی اور اسلام کو برا سمجھتی تھی ۔ اور اس کو قتل و رسوائی خیال کرتی تھی ۔ پس اس بنا پر صرح ممرد میں سلیمان ؑ نے اس کو یہ سمجھانا چاہا کہ تو ۔ اسلام کو ایک گہرا پانی اور تجھے غرق کر دینے والا گمان کرتی تھی حالانکہ وہ نہایت اعلیٰ فرش چمکدار شیشے کی مانند ہے ۔ اس سے وہ عقلمند آپ کے اشارہ و کنایہ کو سمجھ گئی اور اسی وقت کہا ۔ رب انی ظلمت نفسی و اسلمت مع سلیمٰن للہ رب العٰلمین پس سلیمان ؑ کی یہی غرض تھی کہ وہ اپنی جہالت کا اقرار کرے ۔ وکشفت عن ساقیھا کے معنے یہ نہیں ہیں کہ اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا ہی لیا ۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے ۔ کہ اس نے کپڑا اٹھانے کا ارادہ کیا تو سلیمان ؑ نے جھٹ فرما دیا ۔ انہ صرح ممرد من قواریر جیسا کہ آیت تجری بامرہ رخاء حیث اصاب (ب ۲۳ ع ۱۲) میں یہی معنے ہیں کہ سلیمان ؑ جدھر پہنچنے کا ارادہ کرتے ان کی کامرانی و کامیابی کے لئے ہوا کو اللہ تعالیٰ اسی طرف جاری کر دیتا ۔ جہاں آپ پہنچ جاتے وہاں کی طرف ہوا جاری ہو جاتی ۔

صرح ممرد ہے یعنی فرش کو جو شیشہ چمکدار سے بنایا گیا ہو اس کے نیچے پانی لہراتا تھا ۔ اور شیشہ معلوم نہ ہوتا تھا ۔ جیسے جو

کیا سلیمانؑ نے بلقیس کو نکاح کے لئے بلایا تھا؟

ایک بڑی بات تو ہم نے ابھی تک بیان نہیں کی کہ مفسرین صاحبان نے یہ غضب بھی کر دیا ہے۔ کہ سلیمانؑ نے اس عورت کو نکاح کے لیے بلایا تھا۔ جیسا کہ تفسیروں میں لکھا ہے کہ بلقیس کی والدہ جنتی تھی۔ جنوں نے خوف کیا کہ سلیمانؑ بلقیس سے اگر نکاح کرے گا تو وہ اس کے ذریعے جنوں کے حالات و راز سے واقف ہو جائیگا۔ پھر انہوں نے نفرت دلانے کے لئے بہت سی باتیں بنائیں۔ کہا کہ اے سلیمان وہ بڑی بے عقل ہے۔ اور اس کے پاؤں گدھے کی مانند ہیں۔ اور ساق پر بڑے بڑے بال ہیں۔ سو سلیمان نے ارادہ کیا کہ میں اس کو پہلے آزما لوں۔ عقل دیکھنے کے لئے تخت پیش کیا۔ اور پنڈلیوں کے بال دیکھنے کے لئے صرح ممرد بنوایا۔ بال فی الحقیقت ثابت ہوئے تو آپ ان کے دور کرنے کی تجویز میں لگ گئے آدمیوں سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا استرے سے اتر جاویں۔ بلقیس نے انکار کیا کہ زخم ہو جائینگے۔ پھر آپ نے جنوں سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے سوا تو ہمیں بھی کوئی علاج نہیں آتا۔ پھر جن شیطانوں سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہم ایک ایسی دوا جانتے ہیں۔ جس سے پنڈلیاں چاندی کی سی سفید ہو جائینگی۔ تو انہوں نے نورہ (چونہ) کا پوڈر تیار کر دیا۔ اس سے بال دور کئے گئے۔ تو آپ نے اس سے نکاح کر لیا۔ دیکھو تفسیر معالم التنزیل ابو السعود۔ کبیر۔ تبصیر الرحمن و تیسیر المنان +

حاشا وکلا۔ خدا کے ذی شان نبی پر یہ نرا بہتان ہے۔ قرآن مجید سے ایسا کوئی اشارہ یا کنایہ نہیں مل سکتا کہ آپ نے اس عورت کو نکاح کے لئے بلایا اور کہ آپ نے اس سے نکاح کر بھی لیا۔ تخت کے ادل بدل کر دکھانے اور صرح ممرد بنانے کی حکمت و علت ہم پہلے بخوبی بیان کر چکے ہیں۔ اب صرف اس امر کی تفصیل باقی ہے کہ سلیمانؑ نے انکو کس لئے بلایا اور اس قصہ پر اعتراض بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ سلیمانؑ نے ان کو زبردستی سے جنگ کی دھمکی دیکر اسلام منوایا۔ حالانکہ ایسا منع ہے جیسا کہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (پ ۳ ع ۲) سے ظاہر ہے۔ شروع مضمون میں ہم نے کہا تھا کہ بحکم کتاب المجید سلیمانؑ نے ان لوگوں سے جنگ کا ارادہ کیا۔ اب اس دعوے کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے اعتراض مذکور بھی اچھی طرح رفع ہو جائیگا

اور یہ واضح ہو جائیگا کہ سلیمان ؑ نے کوئی بیجا ارادہ نہیں کیا تھا۔ انشاء اللہ۔

قرآن شریف سے یہ صاف طور پر ثابت ہے کہ وہ عورت اور اسکی اکثر رعیت مشرک و بت پرست تھی وجدتها وقومها یسجدون للشمس من دون الله وزین لهم الشیطن اعمالهم فصدهم عن السبیل فهم لا یهتدون۔ تو یہ بات ظاہر اور امر فی الواقع و قرآن مجید سے ثابت ہے کہ جہاں کہیں کوئی بادشاہ مخالف کتاب اللہ کسی مذہب کا پابند ہوا ہے۔ تو وہ مسلمانوں کو بہت ہی تنگ رکھتا اور انکو ایذا دیتا رہا ہے اور اسی غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو عذاب سے بچائیں اور ان کا انتقام لیں کما قال اللہ تعالیٰ ومالکم لا تقاتلون فی سبیل الله والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من هذه القریة الظالم اهلها واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔ (پ ۵ ع ۷) پس سبا جو ایک ملک تھا اس میں بھی ضعیف مسلمان موجود تھے اور وہ مشرک قوم ان پر زیادتی و ظلم کرتی تھی۔ سلیمان ؑ نے ان مسلمانوں کو ایذا سے بچانے کی خاطر اس مشرک قوم اور ان کی ملکہ کی طرف ایک خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا:۔

بسم الله الرحمن الرحیم الا تعلوا علی وأتونی مسلمین (پ ۱۹ ع ۱۷)	ترجمہ خدا کے نام کی مدد و برکت سے جو بڑا ہی رحمان اور نہایت ہی رحیم ہے (یہ خط ارسال کرتا ہوں۔ حال یہ ہے) کہ تم مجھ پر زیادتی نہ کرو یعنی میرے مسلمان بھائیوں کو نہ ستاؤ اور دوسری بات یہ ہے کہ) میرے پاس تک صلح سے ہو جاؤ

الا تعلوا علی یعنے سلیمان ؑ نے خط میں لکھا کہ مجھ پر زیادتی نہ کرو۔ حالانکہ سلیمان ؑ پر انہوں نے کوئی زیادتی نہ کی تھی۔ اس لئے صحیح ترجمہ یہ ہے کہ سلیمان ؑ نے فرمایا کہ "میرے مسلمان بھائیوں پر زیادتی نہ کرو"۔ یعنی یہاں مضاف مقدر ہے جو قرآن مجید میں کئی جگہ مقدر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (۱) ان الذین یؤذون الله (پ ۲۲ ع ۴) (جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے بندوں کو) اور (۲) انما جزاؤا الذین یحاربون الله (پ ۶ ع ۱۰) (یعنی سزا اللہ کے بندوں کے ساتھ جنگ کرنے والوں کی جا بنا ہوتی ہے) اور (۳) یاخذه عدو لی وعدو له (پ ۱۶ ع ۱۲) (موسیٰ کو صندوق سے خدا کے بندوں یعنی بنی اسرائیل کا دشمن اور موسیٰ کا دشمن پکڑ لیگا) پس جیسے ان آیات میں مضاف مقدر ہے ویسا ہی الا تعلوا علی میں مقدر

یہ اس دعوے کا کافی ثبوت ہے کہ ملک سبا میں مسلمان تھے اور ان پر ظلم و زیادتی کی جاتی تھی۔ جس کے رفع کرنے کے لئے سلیمان ع نے خط ارسال کیا تھا تو مسلمین کے یہ معنے نہیں کہ تم میرے پاس مسلمان و موحد بن کر آؤ بلکہ اسلام کے معنے یہاں صرف صلح کے ہیں جیسا کہ آیت وان جنحوا للسلم فاجنح لها (پ ۱۰ ع ۴) میں۔ یعنی سلیمان ع نے خط میں یہ لکھ بھیجا کہ بطور صلح و سلوک تم مجھ سے ملو۔ جس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ تم اپنی اپنی حکومت یا ملوک کہ تم میرے مسلمان بھائیوں پر زیادتی و ظلم نہ کیا کرو۔ نہ یہ کہ آپ کا ارادہ اس عورت سے نکاح کا تھا معاذ اللہ اگر آپ کا ایسا ارادہ ہوتا تو اس عورت کو لکھتے کہ تو میرے پاس آ نہ یہ کہ تم لوگ میرے پاس آؤ اور صلح سے آؤ مجھے جنگ کا ارادہ نہیں۔

مگر اس شریر و مشرک قوم نے سلیمان ع کے اس خط کا جواب باصواب نہ دیا نہ تو ایذا سے باز رہنے کا اقرار و اظہار کیا۔ اور نہ ہی آپ کے پاس آئے۔ بلکہ تحفے وغیرہ بھیج کر آزمائش کرنے لگے۔ سلیمان ع اس خط کے جواب اس حیلہ بازی کے ذریعے انکو دھمکی دی کہ ہم ان پر بڑے لشکر لائیں گے فلنأتينهم بجنود لا قبل لهم بها ولنخرجنهم منها اذلة وهم صاغرون اور یہ آپ کا دھمکانا بے شک بجا تھا۔ بلکہ اگر آپ پہلے ہی اس شریر و موذی قوم کی طرف جنگ کی طیاری کرتے تو بھی آپ کی کوئی زبردستی و ظلم نہ تھا۔ بلکہ ان کے زبردستی و ظلم کا دفع کرنا تھا حالانکہ آپ ان کو متنبہ کرنے کے بعد ایسے خیال کا اظہار کرتے ہیں سو بالکل صحیح ہے اور آیت منقولہ بالا وما لكم لا تقاتلون الخ کے حکم کے عین مطابق ہے۔ پس آپ نے لا اکراہ فی الدین کی ہرگز مخالفت نہیں کی اور ان کو اسلام پر بالکل مجبور نہیں کیا۔ بلکہ وہ خود بخود معجزات سلیمان ع دیکھکر اور اسلام کو دین حق سمجھکر مسلمان ہو گئے نہ کہ سلیمان ع کا جبر و اکراہ دیکھکر۔

پس ثابت ہو گیا کہ سلیمان ع نے کتاب اللہ کے حکم کے مطابق اس موذی قوم سے جنگ کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اور آپ نے نکاح کے لئے اس عورت کو نہیں بلایا تھا بلکہ اس قوم کو ایذا سے باز رہنے کی نصیحت دینے کے لئے لکھا تھا۔ اور سلیمان ع نے ان کو اسلام منانے کے لئے ہرگز مجبور نہیں کیا تھا بلکہ اپنی پیغمبری کے نشان اور اسلام کے حقائق ان کو دکھلائے تھے جس سے بطوع و رغبت خود مسلمان ہو گئے اور یہی تین باتیں ثابت کرنا ہمارا مقصود تھا۔ وما توفيقي الا بالله عليه توكلت واليه انيب۔

یہ چوتھا مقام ہے جس میں سلیمانؑ کا ذکر ہے۔ دیکھئے مفسرین و مترجمین صاحبان کیا فرماتے ہیں۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ
مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ
إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ
فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا
يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ
الْمُهِينِ ○ (پ ۲۲)

ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب

پس جب ہم نے مقرر کیا اوپر اس کے موت کو نہ خبر دار کیا انکو اوپر موت اس کی کے مگر کیڑے نے گھن کے کہ کھاتا تھا عصا اس کا پس جب گر پڑا جانا جنوں نے یہ کہ اگر ہوتے جانتے غیب کو نہ رہتے بیچ عذاب ذلیل کرنے والے کے ✦

حاشیہ شاہ عبد القادر صاحب: حضرت سلیمان جنوں کے ہاتھ سے مسجد بیت المقدس بنواتے تھے جب معلوم کیا کہ میری موت آ پہونچی جنوں کو عمارت کا نقشہ بتا کر آپ شیشے کے مکان میں در بند کر کر بندگی میں مشغول ہوئے۔ بعد وفات کے برس دن تک جن بناتے رہے۔ کہ پوری بن چکی۔ جس عصا پر ٹیک کر کھڑے تھے گھن کے کھانے سے گرا۔ تب سب پر وفات معلوم ہوئی۔ اور جو آدمیوں کے پاس دعوے کرتے تھے علم غیب کا۔ قائل ہوئے (موضح القرآن ایسا ہی بعض زیادہ کے) تفسیر کبیر۔ ابو السعود و تیسیر الرحمان و تفسیر المنان معالم التنزیل۔ جلالین۔ عباسی۔ سب میں حوالاً کا ملا لینے پورا سال لکھا ہے۔

اس مسئلہ میں کہ سلیمان برس روز تک کھڑے رہے اور کسی کو خبر نہ ہوئی مفسرین نے عقل کے خزانے خرچ کر دیئے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ہوشمند پیغمبر اور سال بھر چپ چاپ سے کھڑا رہتا ہے۔ تاکہ جنوں نے آپ کے دبدبہ و خوف سے آپ کی خبر گیری نہ کی تو ستر عورتوں نے کیونکر صبر کیا۔ کھانے کی طیاری کی اطلاع بھی انہوں نے نہ دی بعید از عقل ہے کہ نمازی لوگ بھی روزمرہ نماز خمس الا مقامات کی جماعت کے لئے آپ کو نہ بلائیں ادائے نماز جمعہ کے لیئے بھی آپ کو نہ کہا جاوے مقدمات فوجداری و دیوانی والے بھی عرض و معذرت و شور و پکار نہ کریں کیا آپ رحیم دل بےخبر تھے؟ یا لوگوں کو نگل جانے والی بلا تھے کہ سال بھر کے عرصہ میں کسی کو عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ یہ ہیں ہمارے سلف صالحین کی عقلیں جن کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ بھلا ان کے دماغوں اور ان کی عقلوں اور ان کے فہم کے ساتھ کون مل سکتا ہے؟

صحیح مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے لفظوں سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ سلیمان عصا کی ٹیک پر کھڑے ہوئے فوت ہوئے۔ اشتباہ ہے کہ جونہی آپ گر پڑے۔ تو جنوں کو آپ کی موت پر آگاہی ہوئی اور یہ اسی وقت گھن کا کیڑا اس عصا کو لگ گیا۔ آپ گر پڑے۔ تو جنوں کو آپ کی موت پر آگاہی ہوئی اور یہ اسد تعالیٰ نے اس لئے کیا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جن بھی غیب نہیں جانتے۔ ورنہ یہ آپ کی موت پر فوراً آگاہ ہو جاتے تو پھر اس کے بعد ایک منٹ بھی مشقت و محنت میں نہ ٹھہرے رہتے فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المهین[1] - یہ دو تین منٹوں کا وقت مانا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ اس سے زیادہ گھنٹہ بلکہ نصف گھنٹہ میں سلیمان جیسے بادشاہ و پیغمبر کے پاس کسی حاجت و غرض کے لئے کوئی بھی نہ آئے اور آپ کاٹھ کے پتلے کی طرح ننگے و بیکار کھڑے رہیں۔ اور پھر نہ ایک دو دن بلکہ پورے سال بھر + جنوں کی نادانی غیب اس لئے ثابت کی گئی کہ عام لوگوں کا یقین ہے کہ جن غیب جانتے ہیں۔ اور اسی لئے جس آدمی کو معلوم کرتے ہیں کہ اس پر جن کا اثر ہوا ہے۔ اس سے غیب کی خبریں دریافت کرتے ہیں۔ یہ ایک مشہور و معروف عام بات ہے اور جو لوگ پیشین گوئی کرتے ہیں وہ بھی انہی جنوں سے فیض پاتے ہیں۔ کیونکہ وہ سریع السیر ہوتے ہیں۔ اس لئے بہت دور دور کی خبریں لیکر جلدی آ سنا لیتے ہیں۔ اور لطیف جسم ہوتے ہیں۔ اس لئے آسمانوں پر چلے جاتے ہیں۔ اور وہاں چھپے چھپے فرشتوں کی باتیں سن آتے ہیں۔ اور خاص خاص لوگوں کو آ سناتے ہیں۔ وہ لوگ بطور پیشگوئی و الہام اور وحی من اسد اس کا اظہار کرتے ہیں اور ان کو عام لوگ ملہم ربانی و کاشف اسرار رحمانی خیال کرتے ہیں۔ لیکن اسد تعالیٰ ایسے شخص کو افاک و اثیم اور کاہن کے خطاب سے یاد فرماتا ہے۔ ان سب باتوں کا ثبوت آیات ذیل سے ملتا ہے :-

انا زینا السماء الدنیا بزینة ن الكواكب ٥ وحفظا من كل شيطن مارد ٥ لا یسمعون الی الملا الاعلی ویقذفون من كل جانب ٥ دحورا ولهم عذاب

[1] العذاب المهين سے مراد وہ کام ہیں جو اس کے ساتھ ہی پہلے مذکور ہیں یعنی قلعوں کا بنانا اور نقشجات و مکانات کا کھینچنا اور بڑے بڑے لگن مثل حوضوں کے بنانا وغیرہ وغیرہ۔ تعمیر مسجد کا بیان خصوصیت سے کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ (اگر کسی کا خیال ہو تا) اس لئے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو خدا نے لیا

و اصب o الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب o (پ ۲۳ ع ۵) اور (۲) و انه
كان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن فزادوهم رهقا o
و انا لمسنا السماء فوجدنها ملئت حرسا شديدا و شهبا o و انا كنا نقعد منها
مقاعد للسمع فمن يستمع الآن يجد له شهابا رصدا o (پ ۲۹ ع ۱۱) اور (۳) هل انبئكم
على من تنزل الشيطين o تنزل على كل افاك اثيم o يلقون السمع و اكثرهم
كذبون o[له] (پ ۱۹ ع ۱۵) اور (۴) و لقد جعلنا في السماء بروجا و زينها للنظرين o و
حفظنها من كل شيطن رجيم o الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبين o
(پ ۱۴ ع ۲) قرآن کریم کی تعریف میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نہ شاعر۔ و کاہن کا
کلام نہیں (۵) انه لقول رسول کریم o و ما هو بقول شاعر قليلا ما تؤمنون o و لا
بقول كاهن قليلا ما تذكرون o تنزيل من رب العلمين o (پ ۲۹ ع ۷) کیونکہ شاعر وہ
ہے جو اپنی علمی لیاقت سے نظم و نثر عمدہ بنا سکتا ہے اور کاہن وہ جو جنوں کی امداد
سے کوئی عمدہ کلام بیان کر سکتا ہے۔

الغرض جنوں کی جہالت اور کاہنوں کی خباثت ظاہر کرنے کے لئے اور اس منکرانہ سلسلہ کی تردید کے لئے اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اس طرح سے موت دی جو پہلے مذکور ہو چکی ہے۔ ایسا ہونا نہایت ہی ضروری تھا۔ کیونکہ کتب سماویہ کی اصل غرض یہی ہوتی ہے کہ نجاست و خباثت کفر و شرک کی بیخ کنی کی جاوے

[له] و اکثرھم کذبون۔ یعنی پیر شیطان اور کاہن بہت جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ پس جب شیطان جھوٹی خبر کا ملا سنائیگا تو کاہن خواہ صادق ہو۔ پیشگوئی ضرور جھوٹی نکلے گی۔ اور بعض کاہن ہی خود جھوٹے ہوتے ہیں تھیوں ہی بہت سی بکواس کر جاتے ہیں۔ اتفاق سے کوئی ٹھیک بھی نکلے مگر اکثر الہام غلط ہی ہو جاتے ہیں۔ پھر تاویلیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ مگر صاحب عقل و علم نہیں ہو تے جاتے ہیں ۱۲ کذا یہاں ہمارا مقصود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تمہید کرنا نہیں۔ بلکہ ہم قرآن کریم کی آیات کا صاف و صریح مطلب بیان کر رہے ہیں ہاں یہ بات ظاہر ہے کہ آپ بھی اسی مبارک سلسلہ میں داخل ہیں۔ اور ثبوت کرنے مندرجہ بالا آیات ہی کافی ہیں۔ اور ہم کے رسول تمام امت کے اعلیٰ و افضل تھے ہیں اگر پیشین گوئی بھی کسی فضیلت میں داخل ہوتی تو یہ سب سے پہلے رسولوں کو عطا کی جاتی حالانکہ آپ اس خباثت و نجاست سے پاک ہی ہیں۔ اور خود محمد رسول اللہ علیہ السلام نے بھی کبھی مرزا صاحب کی طرح پیشین گوئی نہیں کی اور کبھی نہیں فرمایا تھا کہ میرے ہاں اس دفعہ بیٹا ہوگا یا فلاں شخص اتنی مدت کو مر جاویگا یا میں اس جنگ میں فتح پاؤنگا اور میری قبر فلاں جگہ ہوگی بلکہ آپ صاف اقرار کرتے تھے (۱) قل ما کنت بدعا من الرسل و ما ادری ما يفعل بي و لا بكم (پ ۲۶ ع ۱) اور (۲) ما تدري نفس ماذا تكسب غدا و ما تدري نفس باي ارض تموت ان الله عليم خبير۔ (پ ۲۱ ع ۱۳) اور (۳) قل لا املك لنفسي نفعا و لا ضرا الا ما شاء الله۔ و لو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير و ما مسني السوء ان انا الا نذير و بشير لقوم يؤمنون (پ ۹ ع ۱۲)

اور توحید کی جڑمیں لگا کی جا دیں ۔ اور اسد تو ہی کو عالم الغیب ثابت کیا جاوے
لا یعلم الغیب الا اللہ ۔ پس اسی واسطے پروردگار نے سلیمان ع کو ایسے طریق سے
موت دی کہ جن سے لوگوں کو اظہر من الشمس روشن ہوگیا کہ جن غیب نہیں جانتے
تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المہین ۔ پس یہی مصلحت
و تربیت ربانی تھی سلیمان کو ناگاہ موت دینے میں اور فوراً بزودی اسی آن میں
دابۃ الارض کو عصا کے کھانے پر مسلط کرتے ہیں کہ وہ تین ہی منٹ میں اس
عصا کے سرے کو کھا لیوے ۔ اور سلیمان ع کی موت پر وہی آگاہی دے ۔
جب کوئی مفسر غلطی ..... یا کم عقلی سے کسی بات کو لکھ دیتا ہے ۔ تو دوسرے
تمام اسی کے پیچھے چل پڑتے ہیں ! اور تقلید سے اندھے بہرے ہوکر بالکل غور
وفکر نہیں کرتے ۔ بھلا ہو پیغمبر اور سال بھر خاموش کھڑا رہے ۔ اور کوئی شخص بھی اس
سے کوئی بات دریافت نہ کرے ۔ کیا وہ ظالم تھے ؟ یا جابر ؟ ایسے پیغمبر سے لوگ
دینی فائدہ کیا اٹھا سکتے ہیں ۔ اور اسکی رسالت سے کیا مستفیض ہو سکتے ہیں
وہ پیغمبر کیا تھے ؟ خدائی وجہ بہ جاتے بیٹھے تھے معاذ اللہ تکاد السموات یتفطرن
من فوقھن (پ ۲۵ ع ۱) الحق کہ ہمارے مفسرین عقل و فکر کو استعفا دے چکے ہیں اور
ان کے مقلدین بھی ان کے پیچھے اندھے ہوگئے ہیں ۔ لھم
قلوب لا یفقھون بہا و لھم اعین لا یبصرون بہا
و لھم اذان لا یسمعون بہا ۔ اولئک کالانعام
بل ھم اضل اولئک ھم
الغافلون (پ ۹ ع ۱۲)

مکاشفات ذکر سلیمان ع در قرآن ۔ ۔ ۱۳۹۶ ۔ ۴۹۳۲

۱۲۶۲۲ ۔ ۱۹۶۷ ۔ ۱۹۶۹

انجمن اہل قرآن لاہور کی ایک ضروری

بسلسلہ ترجمہ التماس ملتمس ہونی چاہئے

قابل توجہ شائقین ترجمۃ القرآن

آپ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اس انجمن نے جیسا کہ اس کا نام بتا رہا ہے۔ خدمت قرآن مجید کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ یہ ایک اہم اور بڑا بھاری کام ہے اور جس قدر تندہی اور جانفشانی سے کیا جائے تھوڑا ہے یہ انجمن اپنی توفیق اور بساط کے موافق کوشش کر رہی ہے۔ جو کچھ ہوا ہے یا ہو رہا ہے گو وہ بھی بحالات موجودہ غنیمت اور احسان الٰہی ہے۔ لیکن وہ بالکل ناکافی ہے ابھی بہت سا کام باقی ہے جس کا ہونا ضروری ہے مگر سردست اس کا ہونا بوجہ قلت زر بہت مشکل ہے۔ سب سے بڑا ضروری کام ہماری رائے میں یہ ہے کہ قرآن کریم کا صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ شائع کیا جائے جو محاورات و لغت و قواعد زبان عرب کے موافق ہو۔ اور احادیث و روایات کی بنا پر جو غلطیاں تراجم قرآن میں راہ پکڑ گئی ہیں اور جو اسلام کی ہنسی کا باعث ہو رہی ہیں قرآن کا اُن سے پاک ہونا ثابت کیا جائے۔ مولوی عبد اللہ صاحب ایسا ترجمہ کرنے کی محنت و مشقت اٹھانے کو تیار ہیں لیکن لکھائی چھپوائی۔ کاغذ۔ تصحیح وغیرہ کے لئے بہت سا روپیہ چاہیئے۔ یہ کام تھوڑا بہت شروع ہے۔ چنانچہ پہلے پارہ کا ترجمہ چھپکر تیار ہو گیا ہے۔ قیمت بارہ آنے علاوہ محصولڈاک۔ تقطیع کلاں حجم اکیسو صفحہ شائقین طلب فرماویں۔ اگر اہل قرآن بھائی امداد کریں تو کما حقہٗ انتظام کے ساتھ وسیع پیمانے پر جاری کیا جائے۔ اور کتاب اللہ کی اس ضروری خدمت سے جلد سبکدوشی حاصل ہو جائے۔ امید ہے کہ عاشقین قرآن اپنی اپنی حیثیت کے موافق اس کار خیر میں حصہ لینگے اور ثواب دارین حاصل کرینگے

و اقرضوا اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ لہ و لہٗ اجر کریم۔ مثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ و تثبیتاً من انفسھم کمثل جنۃ بربوۃ اصابھا وابل فاٰتت اکلھا ضعفین ٭ ہم ان احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کے حق میں دعا کرتے ہیں جو اس کار خیر سے حصہ لے رہے ہیں اور پوشیدہ و ظاہر رقمیں عطا فرماتے ہیں بیشک ایسے ہی لوگوں کے حق میں وارد ہے ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ (پ ۱۱ ع ۳) لیکن چند ایک کی امداد سے یہ کام سرانجام ہرگز نہیں پہنچ سکتا جبتک کہ سب محبان قرآن پوری پوری سعی و امداد نہ فرماویں ٭ بھائیو! زندگانی کی کوئی مہلت نہیں اور مرنیکے بعد جانیکا ہی ہے کمایا ہوا مال آپکے کسی کام بھی نہیں آئیگا لیس للانسان الا ما سعیٰ (پ ۲۷) شاہد ہے۔ جو مال آپ فی سبیل اللہ خرچ کرینگے وہ ہمیشہ آپکے ساتھ رہیگا اور آپکے کام آئیگا و انفقوا مما رزقنٰکم من قبل ان یاتی احدکم الموت (پ ۲۸ ع ۱۴) کی ہمیشہ تعمیل کرتے رہو ایسا نہو کہ رب لولا اخرتنی الیٰ اجل قریب فاصدق و اکن من الصالحین (پ ۲۸ ع ۱۴) کا مصداق بنکر حسرت و افسوس کھاتے ہوئے دنیا فانی سے ملک جاودانی کو آپکی رحلت

الملتمس سکرٹری انجمن اہل قرآن مسجد اہل قرآن باہر [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹

تلک آیات اللہ نتلوها علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وآیاته یؤمنون ۝

نمبر ۷ | انجمن اہل قرآن لاہور کا ماہواری | جلد ۳

قیمت عام
خریداروں سے
سالانہ پیشگی مع
محصول ڈاک ۱؎

رسالہ اشاعۃ القرآن
لاہور

قیمت متمول
اصحاب سے سالانہ
پیشگی مع محصول ڈاک
للعہ

بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء مطابق ماہ محرم سنہ ۱۳۲۴ھ

اغراض و مقاصد

۱- مسلمانوں میں اس اصول کو پھیلانا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری دینی ضروریات کیلئے ہر طرح کافی ہے اور کہ یہ عالیشان و مکمل کتاب زید و عمرو کی روایات کی محتاج نہیں ✤

۲- قصص انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو غلط فہمیاں اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں انکی اصلاح و تردید اور انسے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا ✤

۳- مخالفین کو قرآن کریم سے منہ توڑ جواب دینا ✤

۴- قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ و تفسیر جو غلط کئے گئے ہیں انکی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ و تفسیر شائع کرنا ✤

۵- قرآن مجید کی ضرورت اور اسکی تعلیم کو عقل [illegible] سے ثابت کرنا ✤

۶- [illegible] کے اطلاع دینا ✤

قواعد و ضوابط

۱- قیمت سالانہ بصورت پیشگی آنے پر رسالہ جاری ہو سکتا ہے

۲- نمونے کا پرچہ ۳ سے مل سکتا ہے ✤

۳- خط و کتابت یا روپیہ بھیجتے وقت اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہئے تاکہ روانگی میں کسی طرح کی غلطی نہ ہو ✤

۴- نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہونگی ✤

۵- جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف ✤

۶- جو صاحب ہمارے کسی مضمون پر معقول اعتراض لکھکر بھیجینگے انکے مع جوابات شائع کردیا جاویگا [illegible] اشتہارات بشرط منظوری و تصفیہ اجرت ضمیمہ میں چھپ سکینگے اور مطبوعہ شدہ بھی تقسیم ہو سکتے ہیں

تمام خط و کتابت بنام ذیل پتہ ذیل پر ہونی چاہئے

المشتہر سیکرٹری انجمن اہل قرآن لاہور

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۝ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ

بُرہانُ الفرقان علی صلوٰۃ القرآن

قیمت عہ/ - (علاوہ محصول ڈاک) حجم ۴۲۴ صفحہ - طیار

یہ ایک قابل دید کتاب ہے - ہم اہل قرآن کا اعتقاد ہے کہ دین اسلام کی صرف ایک ہی کتاب ہے - یعنی قرآن مجید - فقہ وحدیث کی کتابیں جن کو اسلام کے دیگر فرقے علاوہ کتاب اللہ دین کی کتابیں جانتے ہیں اور ان پر عمل واعتقاد رکھتے ہیں - ہم ان کو امور دینیہ میں قابل عمل واعتقاد نہیں جانتے - اہل قرآن صرف کلام اللہ ہی کو دین میں قابل اتباع مانتے ہیں - وہ یقین رکھتے ہیں کہ دین کے کل مسائل اس آسمانی کتاب میں بتفصیل احسن مندرج ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے کسی مسئلہ کے لئے دیگر کسی کتاب کی ذرہ بھر بھی حاجت نہیں اور کہ نماز بھی بالتفصیل قرآن مجید میں مذکور ہے - نماز کی رکعتیں - دعائیں - اذکار - اوقات - وضو - طہارت تمام مفصل ومشرح طور پر کتاب پاک میں موجود ہیں کتاب مندرجہ عنوان میں اس اعتقاد کے -

دلائل وثبوت آیات کتاب اللہ سے

پیش کئے گئے ہیں - اور قیام - رکوع - سجدہ - قومہ - جلسہ کے احکام واذکار ودعائیں قرآن کریم ہی سے ثابت کی گئی ہیں - رکعتوں کا ثبوت بھی آیات سے دیا گیا ہے - اور آج کل مسلمانوں میں جو غیر قرآنی اذکار نمازوں میں مروج ہیں ان کے پڑھنے کو ناجائز ہونا ثابت کیا گیا ہے صرف قرآنی نماز کو ہی اصلی وقدیمی سب پیغمبروں اور سچے مومنوں کی نماز ثابت کیا ہے اور دوسری مختلف مذاہب اسلام کی علیحدہ علیحدہ نمازوں کو من گھڑت ومخترعہ اور انسانوں کی بنائی ہوئی نمازیں ثابت کیا گیا ہے - حق جو طبیعتیں ضرور کتاب ملاحظہ فرماویں - اور خود بھی قرآنی نمازیں پڑھیں - اپنے متعلقین کو بھی پڑھاویں - اور انسانی نمازیں چھوڑ دیں - زکوٰۃ - رمضان حج کے رسالے بھی انشاء اللہ شائع کر دئے جاوینگے - اور ان میں عبادات کے متعلقہ تمام احکام قرآن کریم سے بیان وثابت کئے جاوینگے - وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب - خط وکتابت بنام مشتہر ہو

المشتہر سیکرٹری انجمن اہل قرآن - مسجد اہل قرآن بازار سریانوالہ

باب ۲ - اصول تفسیر قرآن

اہل قرآن کے اصول تفسیر القرآن بآیات الفرقان یا رجوع سے قرآن ز قرآن ہر شخص وہی کو صحیح تسلیم کرکے اسی سے مطلب نکالو کہ اللہ کے کلام کی تفسیر اسی سے کرنا ہی بجا ہو کہ یہ اصول بہ اصل ایک عقلی اصول ہے۔ اور علم تفسیر کی بنیاد جو ہر ایک کتاب کے ... حل کرنے میں رہنمائی کرتا ہے "پرانے زمانے کے بعض مسلمانوں کا اختلاف و تفسیر القرآن بالحدیث کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مقصود کی تائید کیلئے لکھتے ہیں۔ اہل حدیث نے جو کچھ کہا وہ بھی ایک حد تک حق ہے۔ قرآن کو انہوں نے ایسا مجمل اور کٹھن بنایا کہ وہ معنی سمجھنے میں بالکل عاجز ہے۔ اور اپنی حل مشکلات کا ایک یہی ذریعہ ان کو سمجھائی دیا کہ حدیث کی طرف رجوع کریں" ہمارے خیال میں یہ بالکل غلط ہے۔ کہ قرآن مجید کو کٹھن پاکر انہوں نے حدیث کی طرف رجوع کیا۔ قرآن مجید جو مفصل اور آسان فہم ہے۔ جیسا کہ متعدد آیات سے جو اسی باب میں آنے والی ہیں ثابت ہے۔ معہذا حدیث قرآن کی تفسیر ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ اور کوئی آیت قرآن میں ایسی نہیں ہے۔ جس کے عقدہ کو حدیث نے کھولدیا ہو۔ اس کا کوئی لفظ دقیق ہو۔ اور حدیث نے اسکو آسان لفظوں سے سمجھا دیا ہو۔ یا آیت میں کوئی ایسا مسئلہ بیان ہوا ہو۔ جو ذہن میں جلد تر منتقل نہیں ہوتا حدیث نے اسکو تمثیل سے ذہن نشین کردیا ہو۔ جیسا کہ گرامر (صرف) عربی کا یہ مسئلہ ہے۔ مضاعف رباعی آنست کہ در مقابلہ فا و لام اولی و عین و لام ثانی او دو حرف از یک جنس بود۔ جب اسکی یہ مثال بیان کی جاتی ہے۔ چون زلزل و زلزالا"۔ تو یہ مسئلہ بخوبی ذہن میں بیٹھ جاتا ہے۔ پس ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اس قسم کی تفسیر حدیث میں مطلقاً نہیں ہے قرآن اپنی آپ تفسیر ہے۔ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا۔ اس لئے اصل بات یہ ہے۔ کہ انہوں نے حدیث میں قال قال رسول اللہ لکھا ہوا پڑھا۔ تو انہوں نے تحقیق سے کام نہ لیکر واقعی اس کو کلام رسول مقبول تصور کرلیا۔ پھر کیا تھا قرآن کریم کے صریح مطالب کو بگاڑ کر اور کھینچ تان کر حدیث کی طرف لے جانا پڑا۔ جہاں کچھ نہ چل سکا وہاں یہ کہدیا السنة قاضية علی کتاب اللہ۔ معاذ اللہ اس جگہ پر مناسب تھا۔ کہ آپ چند ایک مقام قرآن مجید کے نقل کرتے اور ان کے کٹھن ہونے کا ثبوت دیتے۔ تاکہ آپ کا قول "قرآن کو انہوں نے

ـــــــــــــــــــ

سے قرآن بہ معنی آیات الکتاب تفسیر ... ۴ سنت (حدیث) قرآن پر حاکم ہے ۱۲

ایسا مجمل اور کٹھن پایا کہ وہ اس کے معنی سمجھنے میں بالکل عاجز ہے۔ شبہ دلیل نہ ہوتا خواہ
وہ دلیل کیسی ہی بودی کیوں نہ ہوتی۔ پس ہم آپ پر واضح کر دیتے ہیں۔ پھر گو اہل حدیث
کا ایسا خیال ہے۔ کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔ مگر درحقیقت یا تو وہ آپ کی طرح تفسیر کے
معنے نہیں سمجھتے۔ یا خلاف واقع کہتے ہیں۔ حدیث کے ماننے کی اصلی بات۔ ان کا
یہ غلط اعتقاد ہے۔ جس کو آپ بحوالہ اشاعۃ القرآن لکھتے ہیں۔ کہ صدہا مسائل ایسے ہیں
جن کا قرآن مجید میں مطلق ذکر نہیں ہوا وہ صرف وحی خفی کے ذریعہ حدیث رسول میں
بیان ہوئے ہیں۔ بس اسی خیال سے وہ حدیث کو مانتے ہیں۔ اور اسی کو کم فہمی یا غلطی سے
قرآن کی تفسیر بتاتے ہیں۔ حالانکہ اگر بفرض محال یہ بات درست ہو تو اس کو تتمیم و تکمیل
ما نزل القرآن کہا جا سکیگا نہ کہ تفسیر۔

پھر آپ تفسیر یا حدیث کو غلط بتاتے ہیں۔ اور اس کے لیے حدیث کی بے اعتباری
پر مختلف دلائل لاتے ہیں۔ چنانچہ ہماری بعض عبارتوں اور دلائل کے علاوہ تحریر فرماتے ہیں۔ نواب
محسن الملک لکھتے ہیں۔ محب طبری نے ریاض النضرۃ میں اور ملا علی متقی نے
کنز العمال میں اور حافظ عماد الدین نے مسند صدیق میں بروایت حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری
کے حضرت عائشہ رض کی روایت سے یہ لکھا ہے۔ کہ میرے والد یعنی ابوبکر صدیق نے پانچ
سو حدیثیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جمع کی تھیں۔ پس ایک شب وہ نہایت بے چین
ہوئے۔ اور حد سے زیادہ مغموم۔ میں نے پوچھا پریشانی کا سبب کیا ہے۔ تو آپ نے
کہا کہ وہ حدیثیں جو میں نے جمع کی تھیں لے آ۔ جب میں لے گئی۔ تو آگ منگا کر انہیں
جلا دیا۔ جب میں نے اسکا سبب پوچھا تو کہا کہ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ شاید میں مر جاؤں۔
اور یہ حدیثیں میرے پاس رہ جائیں۔ اور شاید میں نے اعتبار ان آدمیوں کا روایت
میں کیا ہو۔ جو درحقیقت لائق اعتبار نہ ہوں۔ اور وثوق ان باتوں کا کر لیا ہو۔ جو در اصل
صحیح نہ ہوں۔ تہذیب الاخلاق جلد ۱ صفحہ ۳۳۰ و ۳۳۹ ۔ اور سنن ابو داؤد کتاب
العلم میں روایت ہے۔ کہ دخل زید ابن ثابت علی معاویۃ فسألہ عن حدیث فامر
انسانا یکتبہ فقال لہ زید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنا ان لا نکتب شیئا
من حدیثہ فمحاہ۔ یعنی زید بن ثابت معاویہ کے پاس آئے۔ اور ان سے ایک حدیث
پوچھی۔ انہوں نے کسی کو حکم دیا کہ وہ اس کو لکھ لے۔ اس پر زید نے کہا کہ رسول اللہ
نے ہم کو حکم دیا تھا کہ ہم آپ کی حدیث میں سے کوئی بات نہ لکھیں۔ اور پھر جو لکھا
اس کو مٹا دیا۔ پس جب خود آنحضرت نے اپنی حدیث کی یہ مخالفت کی اور

اسیری ناکیں کا اور جب حضرت الاکبر اپنے ہم عصر راویوں کی ثقاہت نہ جانچ سکے اور
ان کو دستک سمجھ کر اٹھا دیا۔ تو ان پچھلے لوگوں کی زبردستی کا کیا ٹھکانا ہو۔ وہ
جو لوگ فن حدیث کے امام ہیں۔ انہی کے درمیان غضب کا اختلاف ہے۔ ایک
دوسرے کو جھٹلا رہا ہے۔ علم رجال بس ایک بھول بھلیاں ہے۔ دار و مدار حسن
و ظن پر ہے۔ ثقہ راوی کو مجروح کر دینا مجروح کو ثقہ بنا دینا بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ تمام جھوٹی حدیثیں
ثقہ اور پارسا لوگوں کی وضع کی ہوئی ہیں بعض محدثین نے کوشش کی ہے اس کو اتنا بڑھایا۔ کہ ایمانی امور
میں احادیث سے بڑھکر کوئی شے بے اعتبار نہیں۔ درایت کے اصول بڑی احتیاط
سے اس میدان میں لڑانا چاہیئے۔ اور یہ کیفیت دیکھکر کوئی تعجب نہیں آتا۔ جو
اہل قرآن نے احادیث سے پیچھا چھڑا کر صرف قرآن کو اسلام کی سند مان لیا۔ اس
عبارت کے نقل کرنے سے ہماری غرض احادیث کی بے اعتباری ثابت کرنا نہیں
ہے۔ کیونکہ اس بارہ میں اس سے کئی گنا بڑھکر وہ دلائل ہیں۔ جو قرآن کریم میں
مذکور ہیں۔ مثلاً پیغمبر خدا علیہ السلام کو اس خبر و من اھل المدینۃ مردوا علی النفاق
لا تعلمھم نحن نعلمھم[1] اور یعجبک اجسامھم و ان یقولوا تسمع لقولھم[2]
نے علم رجال کے سارے دفتر کو ردی کر دیا ہے۔ اور اسی طرح ویقولون طاعۃ فاذا
برزوا من عندک بیت طائفۃ منھم غیر الذی تقول واللہ یکتب ما یبیتون
فاعرض عنھم وتوکل علی اللہ، افلا یتدبرون القرآن[3] نے احادیث کے
وضع کی بنیاد کا پتہ لگا دیا۔ اور پھر حدیث کے لامحدود جنگل سے فبای حدیث بعد
اللہ و آیاتہ یؤمنون وغیرہ نے بچا لیا۔ بلکہ اس مضمون کے نقل کرنے سے ہمارا مقصود
ہے۔ کہ اسی حدیث کو جسے وہ تفسیر بالحدیث کے غلط ثابت کرنے کے لئے نہایت بے اعتبار
ٹھہراتے ہیں اسی رسالہ کے متعدد مقامات میں مطلب برآری کے لیئے با اعتبار قرار دینگے
اس بات کے ثابت کرنے کے بعد کہ قرآن کی تفسیر حدیث سے کرنا غلط ہے

سلہ مفصل بحث کے لیئے رسالہ اشاعۃ القرآن بجواب اشاعۃ السنۃ وغیرہ ملاحظہ ہو۔ [1] اور دائیں تیرے گرد
تیرے شہر کے رہنے والوں میں بعض ایسے لوگ ہیں۔ جو ثابت ہیں نفاق پر تم ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں (دیکھو) [2]
پسند آتے ہیں تم کو ان کے جسم اور اگر وہ (کوئی) بات کہتے ہیں تو تم ان لیتی ہو ان کی بات کو دھیان سے [3] اور کہتے
ہیں (کہ ہم) دل میں ایک نہایت کی فرمانبرداری ہے سو جب چلے جاتے ہیں تیرے پاس سے (تو) . . . بدل کر بیان
کرتے ہیں سیوا اس کے جو تم کہتے ہو۔ اور اللہ لکھتا ہے جو بدلاتے ہیں سو ان کی باتوں سے درگذر . . . پر بھروسہ رکھ

آپ اپنا اصل مطلب کی بات لکھتے ہیں۔ یعنی قرآن کی تفسیر کا اصول بتلاتے ہیں
(۱) ان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرءون الکتب ×× (یونس ع ۱۰) پھر اگلے رسولوں کا تذکرہ کرکے فرمایا (۲) اولئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ ××× (انعام رکوع ۱۰) پس جب خود نبی کو جو قرآن لایا۔ حکم ہوا۔ کہ جب قرآن میں تجھ کو کوئی شک ہو تو ان لوگوں سے پوچھا کر جو الکتاب یعنی انجیل پڑھتے ہیں۔ جو خدا کی پہلی تصنیفات کا مجموعہ ہے۔ اور جب اس سے کہا گیا کہ جو ہدایت ہمارے پاس سے اگلے انبیا لائے۔ اس ہدایت کی تو بھی پیروی کر تو پھر ما و شما کہاں رہے۔ کہ وہ اہل کتاب سے اور ان کی الکتاب سے مستغنی ہو جاویں۔ جب خود نبی قرآن کی مشکلات کو قرآن سے حل نہ کر سکا بلکہ اہل کتاب سے پوچھنا پڑا تو مولوی عبداللہ کیونکر قرآن کی ساری تفسیر قرآن ہی سے کر لیںگے۔ جو حکم آنحضرت کو تھا کہ مشکل کے وقت اہل کتاب سے استفسار کرو۔ وہی حکم جیسا قرین انصاف تھا سب کو ہے (۳) فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ××× (نحل ع ۶ و انبیاء ع ۱)

بس یہی آپ کا مقصود تھا۔ اور یہی مطلوب۔ جس پر تین آیات مگر بےجوڑ اور بے ربط آپ نے لکھی ہیں اور ان سے صریح غلط نتیجہ نکالا ہے۔ پہلی آیت میں تو آپ نے سخت اندھیر برپا کیا ہے۔ اِنْ کے معنے جب اور فَاسْئَل کے استمراری معنے پوچھ لیا کر یا پوچھا کر شکٍّ کے معنے مشکلات کیسے لغو ہیں۔ یہ کس آیت میں ہے۔ کہ جب خود نبی قرآن کی مشکلات کو قرآن سے حل نہ کر سکا۔ بلکہ اہل کتاب سے پوچھنا پڑا کیا یہ صریح غلطی یا مغالطہ نہیں ہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ جب آپ نے اس قدر بھاری غلط دعوے کر دیا ہے۔ کہ خود نبی قرآن کی مشکلات کو قرآن سے حل نہ کر سکا" اس کے ثابت کرنے کے لیے مفصل بیان کریں گے۔ کہ قرآن کی کونسی مشکلات کو نبی نے اہل کتاب سے حل کروایا۔ مگر جب دعوے ہی غلط ہے تو دلیل کا لانا محال بلکہ ناممکن ہے۔ اگر آپ اِنْ شرطیہ کو اڑا دیں۔ یا اس کے شرطی معنوں میں تحریف کر لیں تو زیادہ سے زیادہ آپ اس بات کے مدعی بن سکتے ہیں۔ کہ نبی نے قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک کیا تو اس کے من جانب اللہ ہونے کا آپ نے اہل کتاب سے پوچھ کر یقین کیا۔ نہ کہ اس اجمال کی تفصیل ان سے دریافت کی۔ جب قرآن مجید از سرتاپا مفصل ہے تو اس میں مجملات کا دعوےٰ کرنا صریح باطل ہے۔ اب آیات بینات کے صحیح اور صریح مطلب کو ملاحظہ فرمائیے

اور اس میں قواے نفسانی و حیوانی دونو ہیں۔ اسی سے قوت حساسہ
اور اعضا کی حرکت حاصل ہوتی ہے" پھر اس تعجب کو دور کرنے کی خاطر سید
مرحوم فرماتے ہیں "اور ظاہر ہے کہ اس تعریف میں وہ روح انسانی داخل نہیں
ہو سکتی جس پر ہم اس مقام میں بحث کر رہے ہیں" اگر یہی بات ہوتی کہ اس تعریف
میں روح انسانی داخل نہیں تو پھر تعجب کیوں کیا جاتا۔ الغرض امام صاحب کے اس
مذہب سے صاف وہی بات نکلتی ہے۔ جس کو انہوں نے تعریف روح میں واضح
طور پر تحریر فرما دیا۔ جیسا کہ سید مرحوم خود معترف اور رقمطراز ہیں۔ جو مذہب کہ امام صاحب
نے اختیار کیا ہے۔ اس میں ایک اور دقت ہے۔ کہ نطفہ کی یا مادہ عناصر کی ترکیب
و امتزاج سے جو جسم لطیف حادث ہوتا ہے وہ وہ شے ہے جس سے نمو اور جسم
کا وجود متعلق ہے۔ اور وہ اشجار و حیوان دونوں سے علاقہ رکھتا ہے جو کیفیت اور
استعداد کسی درخت کے بیج میں بو دینے کے بعد پیدا ہوتی ہے وہی نطفہ میں بھی
پیدا ہوتی ہے اور وہی اس مادہ میں پیدا ہوتی ہے۔ جس سے خود بخود کیڑے
مکوڑے حشرات الارض پیدا ہوتے ہیں۔ مگر اس شے پر جو حیوانی مادہ میں اس طرح
پیدا ہوتی ہے۔ جیسے کہ شجری مادہ میں اس روح کا جس سے ہم بحث کر رہے ہیں
اطلاق نہیں ہو سکتا۔ گو اس کا نام روح حیوانی اور روح نباتی کہا جاوے۔ نذیر احمد
صاحب نے ظاہر کیا ہے اور نہ ہی کسی اور کا اعتقاد ہے۔ کہ جو چیز اشجار کی طرح
نطفہ میں نمو کا باعث ہوتی ہے۔ وہی روح ہے۔ بلکہ روح اس شے کو کہا جاتا ہے
جس سے تکلم و تحرک بالارادہ اور تعقل و تنفس ہوتا ہے۔ لیکن اس بات کے مخالف
کوئی دلیل نہیں کہ وہ جسمی مادہ سے بنتی ہے۔ جیسے ترکیب و امتزاج عناصر سے
کیڑے مکوڑے حشرات الارض میں جان پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انسان میں
بھی اس کے بدنی مادہ ہی سے جان د روح بن جاتی ہے۔ جیسے انسان میں روح
ہے ویسے ہی چوپاؤں اور کیڑے مکوڑوں میں بھی روح ہے اور سب کو جاندار
کہا جاتا ہے۔ اور سب حیوانات میں روح کے ذریعے عقل و سمجھ ہے مگر کسی
میں کم اور کسی میں زیادہ۔ خود سید مرحوم اس زمانہ کے بعض فلاسفہ الٰہیین کا
مذہب تحریر فرماتے اور اسے پسند کرتے ہیں "وہ حیوانات میں بھی روح مانتے
ہیں جیسے کہ انسان میں اور دونوں کی روحوں میں کچھ فرق نہیں سمجھتے
بلکہ متحد مانتے ہیں اور ان کے افعال کے تفاوت کو ان کی ترکیب اعضا کی

اختلاف ہے جن کے فیصلے روح کام لیتی ہے محول کرتے ہیں۔ ۔ ۔ حیوانات میں
ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے اعضا کی ترکیب میں بجز ایک محدود کام کرنے کی قابلیت کے
اور کچھ نہیں ہے۔ اور اسی لئے وہ امر و نواہی کے مکلف نہیں ہیں۔ اور نہ ان کی روح
کوئی نئی چیز کسب کرتی ہے۔ مگر انسان کے اعضا اور دماغ کی ترکیب ایسی ہے
کہ اس میں غیر محدود کام کرنے کی قابلیت ہے اور نیز ان میں یہ بھی قابلیت ہے کہ وہ
اسٹیم ان سے بطور ایک انجینئر کے کام لے۔ یعنی کسی کل کو بند کر دے کسی کو چلنے
دے کسی کو تیز کر دے کسی کو سست اور اسی قابلیت کے سبب وہ مکلف ہے۔ واللہ
در من قال"۔ لیکن اس سے پہلا ان کا جو یہ قول ہے۔ "تعقل اور ارادہ صرف ترکیب
عناصر یا امتزاج مادہ سے پیدا نہیں ہو سکتا البتہ تاثر پیدا ہوتا ہے۔ مگر تاثر اور چیز ہے
اور تعقل اور ارادہ اور چیز ہے۔ وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ تمام حیوانات
میں وہ انسان ہوں یا حیوان، سب میں تعقل اور ارادہ ہے۔ اور وہ شے جس سے
تعقل اور ارادہ ہے وہ اس چیز کے علاوہ ہے جو ترکیب عناصر یا امتزاج مادہ سے پیدا
ہوتی ہے۔ پس وہ اسی شے کو جس سے انسان میں اور حیوانات میں تعقل اور
ارادہ پیدا ہوتا ہے 'روح' کہتے ہیں"۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ روح عناصر
سے پیدا نہیں ہوا۔ مگر غلط اور بے دلیل ہے۔ جو قادر مطلق ایک چھوٹے سے بیج کو
اگاتا اسکو بڑھاتے بڑھاتے ایک بڑا درخت بناتا ہے۔ اس سے پھل پھول پیدا
کرتا ہے وہی احسن الخالقین ایک نطفے کو بڑھاتا ہے۔ کہ اس سے گوشت
پوست ہڈیاں، رگیں وغیرہ بناتا اور اسی طرح اس سے روح بھی جس سے تعقل
اور ارادہ ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کے عقلی دلائل عنقریب آنے والے ہیں۔ پھر
سرسید مرحوم فلاسفۂ آلمین کا قول دربارۂ ماہیت روح نقل کرکے اسکی مثال
الکٹریسٹی (بجلی) سے دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ ہم بذریعہ آلات اور
ترکیب کے الکٹریسٹی کو ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں۔ ایک جسم میں سے اس کو
خارج کرکے دوسرے جسم میں جس میں اس کے قبول کرنے کا استعداد ہے،
داخل کر دیتے ہیں۔ اور جس وقت اس کو کسی جسم سے خارج کرتے ہیں۔ تو آنکھوں
سے دیکھتے ہیں کہ وہ ایک جسم لطیف سیال روشن ہے۔ جو مثل بجلی کی چمک کے
ایک جسم سے نکلتا ہے اور دوسرے جسم میں چلا جاتا ہے۔ اور اس دوسرے
جسم کی حرارت میں تغیر ہوتا ہے۔ اس کے تجزیہ میں اور جب اس جسم میں

استعداد قبول باقی نہیں رہتا۔ تو اس تن سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور اس جسم
لطیف سیال کے ہر ایک جزو میں وہی خاصیت ہے جو اس کی کل میں اور وہ
جسم سیال جو نہایت لطیف ہے اور علی قول الاصح مادی ہے جب تو اس کا جسم
اجسام کے عناصر و مقادیر میں سے مرکب ہے۔ اسی طرح روح بھی ایک جسم لطیف
و مخلوق ہے جیسا کہ وجود ابدان مع جان اجسام مختلفہ میں اس کے قبول کا
استعداد ہوتا ہے۔ بقدر اس کی تعداد کے اس میں سرایت کر جاتی ہے۔ اور جب
وہ استعداد قبول اس میں باقی نہیں رہتا اس سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور اسی
کا نام موت ہے واللہ اعلم۔ [illegible] مگر سید مرحوم نے جو روح
کو الکٹرسٹی سے مثال دی ہے اور اس کے داخل و خارج ہونے کو روح کے
جسم میں سرایت کرنے اور بوقت موت اس سے خارج ہونے پر قیاس کیا ہے
یہ قیاس مع الفارق ہے۔ الکٹرسٹی جسم لطیف ایک جسم سے نکلنا اور دوسرے
میں داخل ہونا آنکھوں سے نظر آتا ہے مگر روح نہ جسم میں سرایت کرتی محسوس
و معلوم ہوتی ہے اور نہ جسم سے نکلتی مفہوم و محسوس ہوتی ہے۔ جیسا کہ جملہ آیات
کتاب اللہ المجید جو اس باب میں پہلے لکھی جا چکی ہیں اس قیاس بے اساس کو
نہ صرف بالکل رد کرتی بلکہ ثابت کرتی ہیں کہ تمام حیوانات کی روحیں (جسم لطیف)
ان کے بدن کثیف ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب کہ جسم میں روح کے پیدا کرنے
اور روح کے جسم میں قائم رہنے کا استعداد ہوتا ہے۔ اور جب یہ استعداد باقی
نہیں رہتا تو روح معدوم ہو جاتی ہے اور اسی کا نام موت ہے۔ الغرض اجسام
میں باہر سے روح نہ سرایت کرتی ہے اور نہ بوقت موت ان سے جدا ہوتی ہے
روح کے جسم سے جدا نہ ہونے کا مفصل و مدلل بیان اپنے باب میں آوے گا
انشاء اللہ تعالیٰ +

حکمائے یونان بھی روح کو جسمانی مادہ سے متولد شدہ جسم لطیف مانتے ہیں

اما الارواح فهی اجسام لطيفة بخارية تتكون فی تجويف الايمن (للقلب) من
بخارية الاخلاط (المحمود) ولطافتها[1] وتنقسم الی الطبيعية وهی التی تنفذ من
الكبد فی العروق غير الضوارب وهی الاوردة الی جميع البدن وتسری

[1] تنبيها على مذهب الفلاسفة وبعض الاطباء اما جالينوس و ابو سهل المسيحی فقد ذهبا الی انه يتولد من الهواء المستنشق وهو باطل لان الارواح يقوی عند تناول الاغذية ويضعف عند قلة الاغذية او فقدها ولو كان متولدا من الهواء المستنشق لبقی عند الاستنشاق علی ما ينبغی سواء اورد عليه الغذاء او لم يورد (قانونچہ)

[illegible] بھی الکٹرسٹی کی طرح جسم لطیف ہے

فی اقطارہا والی حیوانیۃ وھی التی تنفذ فی العروق الضوارب من القلب الی جمیع البدن والی نفسانیۃ وھی التی تنفذ من الدماغ فی عصب الی اقاصی الاعضاء (قانونچہ) [1] مگر تقلید پلید کی وجہ سے یا قاضیان وقت کے فتوے کفر اور قتل کے ڈر سے یہ بھی کسی جگہ لکھدیتے ہیں کہ اس روح سے مراد وہ نہیں جو کتب سماویہ میں نفس ناطقہ سے مراد ہے۔ جب روح حیوانی سے روح نفسانی طبعی اور تمام قوے وحواس پیدا ہوتے ہیں۔ تو معلوم نہیں کہ وہ نفس ناطقہ کس مرض کا دوا ہے وہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں دیتے کہ کیوں نفس ناطقہ اس تعریف سے خارج ہے۔ دعوٰے بے دلیل ہے لہذا باطل ہے پس زیادہ کہنے کی حاجت نہیں ÷

فصل ۴۔ روح کے بارہ میں غیر مسلمانوں کے خیالات

پنڈت لیکھرام صاحب آریہ کتاب ثبوت تناسخ میں انسان کے سوا دیگر حیوانات میں روح ثابت کرنے کے لئے چند بڑے جانوروں کی عقلمندی کے واقعات لکھتے ہیں۔ کہ ایک گھوڑے نے ایسا کیا۔ ایک ہاتھی سے یہ ظہور ہوا۔ ایک کتے نے یہ کیا۔ ایک گدھے کا یہ کام تھا وغیرہ چنانچہ صفحہ ۸ سے ۶۵ تک ان مثالوں کو انہوں نے طول دیا ہے۔ مگر اس طول سے اُنہوں نے سوال نہایت فضول پیدا کیا ہے۔ جو کہا ہے کہ "فرماتے کہ حیوانوں میں روح ہے یا نہیں" ہاں اس سے ایک عمدہ بات نکلتی ہے جو تناسخ کو ردّی کر دیتی ہے۔ اور وہ یہ کہ جب عقل کا ہونا روح پر منحصر ہے۔ اور بے شک روح پر ہی منحصر ہے۔ تو عقلوں کا مختلف ہونا روحوں کے مختلف ہونے پر صریح دال ہے۔ پس انسان کی روح اور ہے اور گھوڑے کی روح اور۔ پھر گھوڑوں کی روحیں بھی باہم مختلف ہیں۔ جیسا مادہ ہوتا ہے ویسی ہی روح اور اس کے ذریعے عقل سمجھ پیدا ہوتی ہے۔ انسان کے مادہ سے اسکی سی انسانی روح پیدا ہوتی ہے۔ اور چیونٹی کے مادہ سے اسکی سی روح تولد ہوتی ہے اور ہر ایک حیوان اپنی عقل جو روح کے مطابق پیدا ہوتی ہے کام کرتا ہے۔ الغرض

---

[1] ومنفعۃ حصول جمیع القوی فی البدن حتی قد عضوا اقعا لحادث لم یصل الی جمیع الاعضاء فی جمیع البدن وان بعض الاعضاء عدیم الحس لا تنفذ فیہا القوے النفسانیۃ ۱۲ من شرح نفیسی

رو میں مختلف اور اس کے پنڈت صاحب جو معترف ہیں از رسالوں سے عمدہ گھوڑے اور خصوصاً عرب کے گھوڑے اپنی محبت اور پیار(ا ور عقل) سے صاف بتلاتے ہیں۔ کہ وہ ایک زندہ روح رکھتے ہیں۔ پس عام گھوڑے ان گھوڑوں سی روح نہیں رکھتے اور سب گھوڑے انسان سی روح نہیں رکھتے۔ غرض گھوڑے اور انسان اور اسی طرح دیگر ہر ایک جنس کی روح باہم نہایت مختلف ومتضاد ہے۔ پس تناسخ باطل اور یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ انسان کی روح گھوڑے میں یا کسی اور جنس میں حلول کرتی اور سزا بھگتتی ہے۔ پنڈت لیکھرام نے روح کو جسم سے الگ چیز ثابت کرنے کے لئے چھبیس دلیلیں دی ہیں۔ جن میں سے بعض تو محض لغو اور بعض ان کے مدعا کے بالکل مخالف ہیں۔ مختصراً ہم ان کا کھنڈن کرتے ہیں +

دعویٰ (ان کا یہ ہے کہ) روح جسم سے جدا غیر مادی اور مدرک بذات خود ایک ہستی ہے وہ عناصر کا خلاصہ یا عطر نہیں اور نہ عنصروں کی ملاوٹ سے پیدا شدہ چیز ہے +

جواب دعوے از سرتاپا باطل ہے جو دلیلوں سے واضح ہے +

پہلی دلیل۔ آدمی منشی اشیا سے مست ومدہوش ہو جاتا ہے۔ تو وہ اپنے نشے کی خبر دیتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نشہ کسی دوسری چیز (شریر) کو ہوتا ہے۔ روح کو نہیں ورنہ کوئی نشہ کی شہادت نہ دیتا۔

جواب آدمی اچھا بھلا عقل کے کام کرتا ہے۔ جب شراب وغیرہ سے مست ہو جاتا ہے تو بالکل بن جاتا ہے۔ عورت کو ماں، ماں کو عورت کہتا اور ایسی ہی کئی بیہودہ باتیں اور کام کرتا ہے۔ اگر روح کو نشہ نہ ہوتا تو وہ ایسی بیہودہ نہ بکواس کرتا اور نہ ذلت اٹھاتا۔ مگر جب وہ ہوش میں آجاتا ہے۔ اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو ایسا کرتا تھا۔ تو وہ انکار کرتا ہے۔ پس روح کے مست ہونے سے انکار کرنا صریح غلطی ہے +

دوسری دلیل ٹانگ وغیرہ ٹوٹ جانے سے انسان (مصنوعی عضو بنا کر) اس سے اپنا کام لیتا ہے۔ اور قطع شدہ عضو کو جسم سے کوئی تعلق نہیں رہتا نہ جسم کو اسکی خبر اور نہ اسے اسکی خبر۔ مثال۔ انسان سوار ہے۔ اور جسم گھوڑا (شکنجہ پر گھوڑے) کو شاری کھلاتا۔ اور آہنی گھوڑے کو مرمت کراتے۔ اور کام

۱؎ زندہ روح کہنا غلط محض ہے۔ مردہ کوئی روح نہیں ہوتی ہاں اعلیٰ و ادنیٰ روحیں کہی جاسکتی ہیں +

پتا ہے۔ پس سوار روح ہے اور گھوڑا اور جسم بر روح سوار ہے یا روح ڈرائیور ہے اور جسم ریلوے۔

جواب ٹانگ ہاتھ ٹوٹنے سے مصنوعی ٹانگ ہاتھ انسان لگا لیتا ہے۔ اور کچھ ادھورا سا کام ان سے لے سکتا ہے۔ مگر آنکھ نکلنے سے آنکھ اور زبان کے کٹ جانے سے بھی کیا مصنوعی آنکھ اور زبان لگا کر انسان دیکھ اور بول سکتا ہے نہیں تو کیوں؟ اسی طرح دل و دماغ جگر، معدہ کے قطع ہو جانے سے انسان فی الفور مر جاتا ہے۔ اور مصنوعی کام کسی کام بھی نہیں آتے۔ اس سے صاف پتہ ملتا ہے۔ کہ روح جسمی مادہ سے ہی متولد ہوتی ہے۔ ورنہ بغیر سر کے بھی بدن کو نئے بھرتی۔ آہنی گھوڑا ٹوٹ جاتا ہے تو سوار اسے بے شک اٹھا لیتا ہے اور مرمت کراتا ہے۔ مگر روح نے اعضاء رئیسہ کے قطع ہو جانے سے کبھی کسی کو نہیں اٹھایا اور نہ وہ اٹھا سکتی ہے۔ پس جو روح و جسم کو آپس میں تعلق ہے وہ سوار اور گھوڑے کو تعلق مطلقاً نہیں۔ ہم کیا تمام لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ تمام وجود کا تحرک روح کے باعث ہے۔ اس سے کوئی بحث نہیں۔ بحث ہے تو یہ ہے کہ روح مادہ جسم سے متولد ہے یا نہیں۔ جب انجن بگڑ جاتا ہے اور چلنے کے قابل بھی نہیں رہتا تو ڈرائیور اس کو دوسری انجن کی گاڑی پر لاد لیتا ہے۔ اور پھر اس کے بننے کی جگہ پر لاتا ہے اور بنوانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جسم کے بالکل بگڑ جانے یعنے ان میں سے کسی عضو رئیس کے مارے یا قطع ہو جانے سے روح کچھ بھی نہیں کرتی۔ آپ کو کیا معلوم کہ اسکی مثال اسٹیم کی ہے۔ کہ جب کوئلہ آب ختم ہو جاتا ہے۔ تو اسٹیم بھی ختم ہو جاتی ہے۔ پس انجن قطعاً چلنے کے قابل نہیں رہتا۔

تیسری دلیل۔ جب آدمی کسی بات کے سوچنے میں زیادہ معروف ہو جاتا ہے تو باوجود آنکھ کان کے نہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے۔ اس کے برعکس جنم کے اندھے بہرے کے سامنے جب کوئی عجیب تصویر اور گھڑی وغیرہ پیش کی گئی تو دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے آنکھیں کھولنے لگے[1] اور ہنس پڑے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ سننے والا، سونگھنے والا، دیکھنے والا روح ہے نہ کہ جسم۔

[1] گویا وہ پہلے آنکھیں کھولکر کسی چیز کو دیکھ لیتے تھے۔ ورنہ آنکھوں کا کھولنا پلکوں کا اکھاڑنا آنکھوں کا پھاڑنا، تمہاری دانست میں نہیں آتا کہ کہاں تک درست ہے۔ یا شاید کہ وہ قدرت دیکھ سکتے ہوں اور آنکھیں کھولکر زیادہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہوں تو تعجب نہیں لیکن اس حالت میں استدلال باطل ہے۔

جواب۔ پنڈت صاحب سخت ٹھوکر کھا گئے ہیں۔ کسی اندھے لیکن سننے والے کے آگے تصویر پیش کی ہوگی جس نے آپ سے بات سنکر دیکھنے کی کوشش کی ہوگی اور دیکھنے والے بہرے کے سامنے گھڑی پیش کی جاوے اور وہ ہنس پڑے تو گھڑی کی آواز سننے کے باعث نہیں بلکہ عادت کے باعث جیسا کہ آپ خود اقرار کرتے ہیں۔ اور چاقو وغیرہ کوئی سخت چیز دینے سے بھی یہی حالت ہوتی ہے الغرض نہ روح کے بغیر یہ آلات (آنکھ، کان، ناک) کام دے سکتے ہیں اور نہ ان کے بغیر سمع، بصر، شم صرف روح ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن روح کے عنصروں سے پیدا شدہ چیز ہونے کے یہ بات ہرگز مخالف نہیں ✤

چوتھی دلیل۔ بچپن، جوانی، بڑھاپے، بیماری میں دماغ کی حالتیں جدا جدا ہوتی ہیں۔ مگر روح ایک ہی حالت پر رہتی ہے۔ دماغ کتاب پڑھنے سے ہاتھ لکھنے سے تھک جاتا ہے۔ پھر وہ چیز جو نہیں تھکتی۔ اور چاہتی ہے کہ دماغ یا ہاتھ کام کرے تو میں اور پڑھوں اور لکھوں۔ وہی روح ہے۔ بعض آدمی ایسے دیکھے گئے ہیں کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو بائیں سے لکھنا وغیرہ سیکھ لیا۔ اور اس کے بھی کٹ جانے سے پاؤں سے کام کرنے لگے۔ یہ کام کرانے والی روح ہے ✤

جواب۔ جیسے دماغ کی حالتیں بدلتی رہتی ہیں ویسے ہی روح کی۔ بچپن میں آدمی نہ کوئی بات کر سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے جب چند سال کا ہو جاتا ہے۔ تو اس میں پڑھنے سیکھنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے پھر جوں جوں بڑا ہوتا ہے۔ دانا ہوتا جاتا ہے۔ بیماری کی حالت میں جب دماغ کو سخت ضرر پہونچتا ہے اور اُسے سرسام ہو جاتا ہے تو تمام عقل و فکر مارے جاتے ہیں۔ مجنون ہو جاتا ہے رطوبت دماغ کے باعث نسیان ہو جاتا ہے تو منٹوں کی بات بھول جاتا ہے وغیرہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ روح کوئی علحدہ مستقل چیز نہیں ورنہ دماغ کی حالت بدلنے سے اسکی حالت نہ بدلتی اور اس میں فتور آنے سے روح میں فتور نہ پڑتا۔ روح کے باعث قویٰ و حواس ظاہری و باطنی حاصل ہوتے ہیں۔ جب آدمی کسی عمدہ مضمون کو پڑھتا ہے تو بے شک اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ جب تک کہ تمام نہ پڑھ لے۔ لیکن جب وہ دیکھتا ہے کہ اب میں نہیں پڑھ سکتا تو اسے چھوڑ دیتا ہے اور جب اس کو قوت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ اور اس سے کوئی بات بھی ہمارے دعوے کے مخالف یا آپ کے مفید نہیں نکلتی ✤

پانچویں دلیل۔ آدمی جب ریلوے میں سوار ہوتا یا منڈوے میں بیٹھتا ہے۔ تو قوت باصرہ کے قائم نہ رہنے کے سبب اسے جہاں گھومتا نظر آتا ہے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ نظر کی غلطی ہے۔ اصل میں وہ اشیا گھوم رہی ہیں جس پر جسم سوار ہے وہ جاننے والی چیز روح ہے +

جواب۔ جب قوت باصرہ روح کے باعث ہے تو اس کا غلطی کرنا روح کا غلطی کرنا ہے۔ آپ اس موقع پر اندریاں (حواس عشرہ) کو بھول گئے۔ جب ظاہری حواس میں سے کوئی غلطی کرتا ہے۔ تو باطنی حواس اس کا ازالہ کر دیتے ہیں۔ جب آدمی ریل پر سوار ہوتا ہے۔ اور ریل چلتی ہے تو حافظہ اس بات کو نگاہ رکھ لیتا ہے۔ اور پھر وہ بصارت کی غلطی سے غلطی نہیں کھاتا +

چھٹی دلیل۔ عوارضات نفسانی (غم، غصہ، خوشی مفرط) سے انسان کے جسم پر بہت سا اثر پڑتا بلکہ جسم وزن میں گھٹ جاتا ہے۔ یہ اثر ڈالنے والی روح ہے +

جواب۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان میں جو طاقتیں اور قوتیں ہیں وہ روح کے باعث ہیں۔ لیکن روح بھی اسی جسمی مادہ سے پیدا شدہ چیز ہے۔ جب دماغ صحیح سالم ہے تو اس میں غصہ بھی ہے خوشی بھی اور دونوں کا اثر تمام وجود پر پڑتا ہے۔ کیونکہ اعصاب جو دماغ سے نکلتے ہیں تمام جسم میں پھیلے ہوئے ہیں ان کے ذریعے دماغی اثرات تمام بدن میں پہنچ جاتے ہیں جس طرح کہ جب دل میں حرارت مفرط پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ تمام وجود میں بذریعہ شرائین پہونچکر تپ کا باعث ہوتی ہے۔ اور جس طرح کہ ضعف جگر سے تمام بدن میں نقصان واقع ہوتا ہے +

ساتویں دلیل۔ اگر علم، حفظ یا مدرک بالذات ہونا دماغ یا قوت حافظہ یا باصرہ کا کام ہے۔ تو چاہئے تھا کہ ایک عرصہ کے بعد بالکل نہ رہتا۔ اور نہ کوئی چیز یاد رہتی کیونکہ علم حکمت کی رو سے سات برس میں خصوصاً تمام جسمانی حصہ بدل جاتا ہے جب ظرف نہ رہا تو مظروف کیونکر رہ سکتا ہے۔ پس یاد رکھنے والی روح ہے +

جواب۔ علم وعقل وفہم تو اس لئے باقی رہتا ہے کہ دماغ ویسا ہی رہتا ہے اس کے پہلے اجزا جب جاتے ہیں کہ دوسرے ان کی جگہ آجاتے ہیں۔ اور اسی باعث سے پہلی باتیں بھی یاد رہتی ہیں۔ دماغ سر میں ایسا سمجھو جیسا کہ پیالہ میں پانی اور یادداشت کو ایسا جیسا کہ اس پانی میں کوئی وزندار چیز۔ دوسرا جس قدر پانی پیالہ میں ڈالتے

جاؤ بہلا نکلتا جائیگا مگر وہ وزنی چیز اس میں بدستور تر پڑی رہتی ہے۔ اگر یادداشت سے دماغ کو کوئی تعلق نہیں تو دماغ میں رطوبت وغیرہ پیدا ہونے سے مرض نسیان کیوں لاحق ہوتی ہے۔ اور پھر علاج سے حافظہ میں درستی کیوں آجاتی ہے پس یا تو یہ مانو کہ روح بھی صحیح اور مریض ہوتی ہے اور یا یہ کہ قولے دماغی جو روح سے قائم ہیں۔ سالم اور غیر سالم ہوتی ہیں۔ اور یہ دونو باتیں آپ کے دعوے کے مخالف ہیں۔

آٹھویں دلیل۔ اگر مادہ ہی مادہ کو چلاتا تو اندریاں (حواس) اپنا کام کرنے سے نہ رکتیں اور جب رکتیں تو پھر چل نہ سکتیں۔ جیسے کہ ریلوے کا انجن کہ جب تک اس میں بھاپ کافی اور سٹرک ہو۔ نہیں رکتا۔ اور جب رک جاتا ہے تو خودبخود چل نہیں سکتا۔ جب تک کہ ڈرئیور اسے نہ چلائے۔ یہی حال جسم کا ہے۔ کہ اسکا ڈرئیور روح ہے۔

جواب:۔ انجن میں چلنے کی طاقت بھاپ سے ہے۔ جو آب و کوئلہ سے ڈرئیور بناتا ہے۔ لیکن جسمانی انجن کی بھاپ (روح) اسی انجن سے ہی بنتی ہے جسکی ترکیب و امتزاج احسن الخالقین نے بنائی ہوئی ہے۔ جب مادہ (جسم) میں فتور آجاتا ہے تو احتراق مادہ سے جنون پیدا ہونے پر روح سے سالم عقل کے کام نہیں ہو سکتے۔ سخت بیمار پڑنے پر یا دق کے تیسرے جو تھے درجہ پر وہ بھی بے چاری مدقوق ہو جاتی ہے۔ وہ انجن جو تمام دن پھرا کرتا تھا۔ چار قدم بھی نہیں چل سکتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ روح کی بناوٹ فقط اسی جسمی مادہ سے ہی ہے۔ جسمانی انجن اعلےٰ کاریگر بلکہ قادر مطلق (خدا) کا بنایا ہوا ہے۔ کہ اس کی بھاپ (روح) کے لئے اسی میں کوئلہ و آب بھرا پڑا ہے۔ جب بھاپ کے باعث (مادہ) میں فرق آجاتا ہے۔ تو علاج اور قوت معتدلہ سے اس فرق کے دور ہونے پر اندریاں چل پڑتی ہیں۔ لیکن جب مادہ میں ایسا فرق پڑ جاتا ہے کہ اس سے اسٹیم (روح) کے پیدا ہونے کی طاقت زائل ہو جاتی ہے تو اسٹیم ختم ہو جاتی اور آدمی مرجاتا ہے۔ اور اگر روح کوئی علٰحدہ چیز اور مانند ڈرئیور کے ہوتی تو کبھی اس سے الگ نہ ہوتی۔

نویں دلیل۔ جو لوگ خون کو روح کہتے ہیں۔ غلطی کرتے ہیں۔ زخم اور فصد سے دو دو سیر تک خون نکل جاتا ہے۔ بیراگی یا ناگے فقیر ہاتھ کھڑا رکھ کر سکھا دیتے ہیں جس سے وہ مطلق حرکت کے لائق نہیں رہتا۔ حالانکہ اس سے عقل و فہم اور

حافظہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔ مرنے کے بعد ۳ گھنٹہ تک بھی تازہ خون شریان سے نکلا ہے۔ ایک سادھو کی حکایت اور ایک آدمی کے آدھ گھنٹہ تک حبس دم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خون روح نہیں ؛

جواب :۔ جو لوگ خون کو روح خیال کرتے ہیں۔ وہ رگ ورید کے خون کو نہیں بلکہ شریان (دھڑکنے والی رگ) کے خون کو۔ فصد ورید کا کیا جاتا ہے نہ شریان کا۔ رگ ورید باسلیق کے فصد میں جس کے نیچے شریان ہے۔ فصاد بڑا احتیاط کرتے ہیں کہ کہیں شریان کو نشتر نہ لگ جائے۔ شریان سے سیر دو سیر کیا چھٹانک دو چھٹانک خون نکلنے سے بھی انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اس کی عقل و فکر سب چلی جاتی ہے۔ بیراگی کا ہاتھ حس و حرکت کے لائق نہ رہنا آپ کے مدعا کے سراسر مخالف اور خون کو روح جاننے والوں کے موافق و مؤید ہے۔ جب اس میں خون نہیں رہتا۔ تو وہ کیوں دوسرے ہاتھ کی طرح حرکت نہیں کر سکتا۔ پس یا تو یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ خون ہی روح ہے یا اس سے روح پیدا ہوتی اور اس میں موجود ہوتی ہے۔ زندہ انسان کا شریانی خون مردہ انسان میں داخل کرنے سے مردہ کا متحرک ہونا اس بات کی اور بھی تائید کرتا ہے۔ سانس کے گم ہو جانے کے بعد دوران خون کا رہنا اور کسی خونی مزاج میں عرصہ تک اس کا پایا جانا اس بات کے مخالف نہیں کہ روح خون . . سے متولد ہے۔ اور ایسا ہی دوران خون کا روح کے موجود ہونے پر نہ پایا جانا بھی اس کے مخالف نہیں مثلاً ایک ہانڈی تیز آگ پر دھری ہوئی اُبل رہی ہے۔ تو اس کا اُبلنا آگ سے ہے۔ اگر آگ اس کے نیچے سے بالکل کھینچ لی جائے تو بھی وہ دیر تک اُبلتی رہیگی۔ حالانکہ اس کے نیچے وہ آگ نہیں ہوگی۔ اور اس کے برعکس آگ نیچے ہو مگر کم ہو جائے ایسی کہ اس سے اس کا اُبلنا بند ہو جاوے۔ تو آگ ہوگی پر اس ہانڈی کا اُبلنا نہیں ہوگا۔ اور ان دونو صورتوں سے ہانڈی کا آگ سے اُبلنا باطل نہیں ہوتا۔ خون کو آگ سمجھو اور ہانڈی کے ابلنے کو روح۔ علاوہ بر آں سادھوؤں اور جوگیوں کا عرصہ تک دم حبس رکھنا ان کی پرکش ہے۔ اور مشقوں سے انسان کئی عجائبات دکھا سکتا ہے۔ آپ خود مان گئے ہیں کہ "یوگیوں کو سانس اور ناڑیوں کے قاعدے ایسے معلوم ہیں۔ کہ ابھی تک مڈیکل سائنس کے بھی معلوم نہیں کئے"۔ اس سے بھی زیادہ حیرت مسمریزم کے عجائبات دیکھنے سے ہوتی ہے۔ ورنہ جب آریہ کو ہم کہیں اس کا آدھ گھنٹہ سانس بند کر دیا جاوے کہ اس کا دوران خون بند ہو جاوے اگر وہ زندہ رہا

تو یہ ایک بڑی دلیل اُن کے ہاتھ آجائیگی +

دسویں دلیل :۔ انسان جب بدی کرتا ہے تو ایک چیز اندر سے اس کو روکتی ہے۔ جس کا نام کانشنس یا ضمیر یا انبھو ہے اور یہ کسی مادی شئی کی آواز نہیں بلکہ چیتن کی اور وہی روح ہے +

جواب :۔ تو یہ کہنا چاہیئے کہ بدی کرنا مادہ کا کام ہے ۔اور ندامت و نیکی کرنا غیر مادی چیز یعنے روح کا۔ پھر روح بے چاری بے قصور اور مجبور، جسم بدکیوں نہیں اور سزا بھگتتی ہے ۔ چوری کرنا، خون کرنا اور ایسے دیگر تمام جرائم حس و حرکت اور عقل سے ہوتے ہیں حالانکہ یہ سب روح ہی کے فیض ہیں ۔پس تمام جرائم کا باعث روح مع الجسم ہے نہ کہ صرف جسم یا صرف روح ۔ بُرے کام کا نتیجہ آخر بُرا سب کے دماغ میں سمایا ہوا ہے ۔پس آدمی ایک وقت میں سامنے فائدہ کی بات سمجھکر جرائم کا مرتکب ہو جاتا ہے ۔لیکن جب اس کے نتیجہ (دنیوی سزا یا دوزخ یا جونیوں کے اعتقاد میں جون بد) پر اُسے خیال آتا ہے تو پچھتاتا بھی ہے ۔ مگر اکثر لوگ ہر شب درمیان تفرسد بلا پر عمل کرتے ہیں ۔گو بلا کا بھی خیال رکھتے ہیں +

گیارھویں دلیل :۔ گوشہ میں بیٹھکر سوچنے سے ہزاروں باریک مسائل حل ہو جاتے ہیں ۔اور نئی نئی چیزیں ایجاد کی جاتی ہیں ۔ اگر ایسا کرنا دماغ یا جسم کا کام ہوتا تو گوشہ نشینی کی حاجت نہ پڑتی ۔کیونکہ مادہ کو مادی سے جنس کا تعلق ہے +

جواب :۔ جیسے تبرید کے لئے انسان حرارت سے محترز ہوتا ہے ۔کیونکہ اس کے لئے حرارت مضر ہوتی ہے ۔اسی طرح سوچ و بچار کرنے کے لئے بھی انسان تفکرات و تعلقات سے محترز ہوتا ہے ۔ کیونکہ اُس سوچنے میں خلل انداز ہیں +

بارھویں دلیل :۔ ہاتھی اور ایسے ہی جتنے بڑے بڑے اجسام جنکی طاقت سے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اور اپنے جسم کے سوا ہزاروں من بوجھ اٹھاکر دور دراز ملکوں میں لے جاتے ہیں ۔ وہ نہ تو جسم ہے نہ جسمانی طاقت بلکہ اس سے جدا ہے جسے جیو یا روح کہتے ہیں +

جواب :۔ جب آپ بوجھ اٹھانا صرف روح نہ جسم کا کام خیال کرتے ہیں اور پھر انسان ہی کی روح دیگر حیوانات میں حلول کی ہوئی یقین رکھتے ہیں ۔ تو ہاتھی کی روح جتنے من بوجھ اٹھا لیتی ہے چیونٹی کی روح اتنے من کیوں نہیں اٹھا سکتی پس اس کا جواب یا تو یہ ہو سکتا ہے ۔کہ ہاتھی میں روح زور آور ہو جاتی ہے اور

چیونٹی میں نہایت کمزور مگر یہ بات آپ کے عقیدہ کے مخالف ہے۔ یا اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ روح جسمی بناوٹ کے لحاظ سے بوجھ اٹھاتی ہے۔ مگر اس جواب سے آپ کا مدعا باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ روح کو بوجھ اٹھانے میں خصوصیت نہیں رہتی بلکہ سارا مدار جسم پر آ ٹھہرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسا مادہ اور بناوٹ ہوتی ہے ویسی ہی اس سے روح پیدا ہوتی ہے۔ شیر کے ترکیب و امتزاج مادہ سے اس میں ایک بڑی زور آور بہادر روح پیدا ہوتی ہے۔ اور بکری میں کمزور اور ڈرپوک۔ الغرض دیگر افعال کی طرح بوجھ اٹھانا جسم مع الروح کا کام ہے نہ صرف روح کا

تیرھویں دلیل:۔ جب انسان سویا ہوا جگا یا جاتا ہے۔ وہ حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھتا اور جگانے والے کو پہچانتا۔ بات یہ ہے کہ موت، نیند کی بہن ہے۔ اس میں روح اپنی قویٰ کو اپنی ذات میں محو کر لیتا ہے۔ مادی حواس اپنے عارضی خواص سے بے تعلق ہو کر ثابت کرتے ہیں کہ وہ خواص اصلاً روح کے ہیں نہ شریر کے +

جواب:۔ اس استدلال سے تو آپ کے مدعا کا ابطال ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر روح جسم ہے کوئی علیحدہ غیر مادی ہستی ہوتی تو کسی وقت اپنے افعال سے معطل ہو جاتی دیکھتی بھی سنتی بھی بولتی بھی۔ بخارات دماغ، روح کو ماؤف کر لیتے ہیں۔ تو اس کے جاگنے کی طرح کے خواص چلے جاتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ جسم میں موجود ہوتی ہے جس سے تنفس اور قدرے سماعت موجود رہتی ہے۔ کہ جگانے سے آدمی جاگ اٹھتا ہے۔ پھر کسی کو بیماری سبات ہو جاتی ہے۔ تو وہ دن رات عرصہ تک سویا رہتا ہے جگانے سے نہیں جاگتا۔ اسی طرح جسے مرض سہر ہو جاتی ہے وہ بے چارہ چاہتا ہے کہ مجھے نیند آئے چار پائی پر لیٹا منہ کو ڈھانپتا کروٹیں بدلتا ہے۔ پر نیند نہیں آتی پس اگر روح جسم سے علیحدہ اور مستقل یا مختار بر خود ہستی ہے تو اس وقت وہ اپنے قوئے کو کیوں محو نہیں کر سکتی؟ غرض جسم کی صحت و سلامتی سے روح کے ذریعے افعال طبعی صحیح و سالم صادر ہوتے ہیں اور اس کے بگاڑ سے تمام افعال بگڑ جاتے ہیں۔ پس روح پر کوئی بات منحصر نہیں۔ بلکہ سارا مدار جسم کی سلامتی پر ہے۔ جس سے روح پیدا شدہ چیز ہے۔

چودھویں دلیل:۔ تمام چیزیں جو ذرات سے بنتی ہیں۔ وہ جسمانی ہیں یعنے طول و عرض عمق رکھتی ہیں۔ حالانکہ روح ان سے معرا ہے۔ جب وہ اس سے جدا اور اس میں مسافرانہ بلکہ حاکمانہ وارد ہے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ وہ اس کے نہونے

پر بھی موجود رہیگی۔ جب علم سائنس اور مغربی فلاسفی نے یہاں تک ثابت کر دیا ہے اور دنیا کے علما نے مان لیا۔ کہ مادۂ جسمانی کو کبھی فنا نہیں۔ بلکہ اس کا بھی صرف استحالہ ہی ہے۔ تو ممکن نہیں کہ جسم کے احتراق پر روح کو فنا ہو۔ غرض روح باقی ہے اور جسم فانی ؂

جواب :۔ طول عرض و عمق۔ مقدار کثیف چیزوں سے تعلق رکھتا ہے روح کو تمام لوگ جسم لطیف مانتے ہیں۔ تناسخ پر ایسے سوالوں کے جواب میں آپ کو متعدد مقام پر ایسا ہی کہنا پڑا ہے ؂ روح کا جسم سے پہلے موجود ہونا اور پیچھے رہنا غلط بات ہے اصل بات یہ ہے کہ جب جسمی پتلہ طیار ہو جاتا ہے۔ تو اس میں اس سے روح پیدا ہوتی ہے اور جسم ابھی موجود ہوتا ہے۔ کہ اس سے روح مفقود ہو جاتی ہے۔ یعنی جس اسٹیم سے انجن چل رہا ہوتا ہے وہ اسٹیم ختم ہو جاتی ہے۔ پس . روح جسم کے بعد موجود ہوتی ہے اور . . . . جسم سے پہلے مفقود ہو جاتی ہے۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ روح جسم کی طرح فانی چیز ہے۔

پندرھویں دلیل :۔ غور سے دیکھا جاوے تو کسی شے میں بھی فناہ نہیں ہو جاتی تمام اجسام عناصروں میں بدل کرنے اور عمدہ اجناس میں مجسم ہوکر نباتات کے اجسام میں آ جاتے ہیں۔ پس مادہ کو بھی فنا نہیں اور نہ ہو سکتی ہے تو روح کو کیوں فنا ہو ؂

جواب :۔ تو چودھویں دلیل میں آپ نے ایسا کیوں کہا کہ جسم فانی ہے اور روح باقی جب روح عنصروں کا خلاصہ یا ان کی ترکیب و امتزاج سے پیدا شدہ چیز ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس ترکیب کے بگڑ جانے سے وہ بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔ یوں سمجھو کہ لکڑیوں کے اکٹھا ہو کر جلنے سے شعلہ نکلتا ہے جب ان کو علیحدہ علیحدہ کر دو کہ وہ جلنے سے رہ جائیں تو وہ شعلہ معدوم ہو جائیگا گو اس کا مادہ ہر ایک لکڑی علیحدہ علیحدہ موجود ہے۔ پس عنصروں کے موجود رہنے پر روح کا موجود اور غیر فانی ہونا لازم نہیں آتا۔ اور عنصروں کے باقی یا فانی ہونے کی یہاں کوئی بحث نہیں ؂

سولھویں دلیل :۔ مصلحان قوم صداقت پر جمے رہے۔ اور جنبش نہ کھائی۔ حتی کہ یا زندہ رہے یا جان عزیز کو دے دیا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے اس مادی جسم کے واسطے تمام حیرانی و سرگردانی اٹھائی یا ان کا خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ وہ آئندہ انہی جسمانی چکروں میں گھومتے ہوئے ترقی یا تنزل کرتے رہینگے۔ ایسے استقلال

وہمت والی روح ہے نہ کہ بے جان مادہ۔

جواب:۔ کیسے صداقت بھرے الفاظ ہیں۔ اپنی جان (یا روح) کو دے دیا یعنی گنوا دیا۔ اور ضائع کر دیا۔ بے شک جس طرف کسی کا خیال ہے وہ بس نہیں جب تک کہ خود بس نہ ہو جائے۔ بے جان مادہ میں ایسا استقلال کون کہتا ہے یا جان مادہ میں ایسی ہمت ہے۔ کہ بڑے فائدہ کے ملنے کا یقین رکھکر اپنے آپ کو گنوا دیتا ہے۔ اور خاتمہ خود ظاہر ہے۔

سترھویں دلیل:۔ مادی اشیا کے اندر نہ کچھ خواہش ہے اور نہ ذاتی مطلب نہ اپنے نیست و نابود یعنی تغیر و تبدل کا کوئی اندیشہ ہے۔ نہ ان میں دور اندیشی ہے اور نہ غلطی سے سبق حاصل کرنا اور نہ تعلیم کا قبول کرنا کیونکہ اُس کے اندر وہ قوی نہیں پس یہ صریح ثبوت مادہ اور جسم کی جدائی کا ہے۔

جواب:۔ پہلے عنصروں کو لو۔ کہ ان میں نمو نہیں ہے جن کی ترکیب سے اللہ تعالے نباتات وغیرہ میں نمو کا استعداد پیدا کرتا ہے۔ جس سے .... وہ پھلتے پھولتے ہیں۔ اسی طرح حیوانی مادہ سے بے جان مادہ میں بے شک ان صفتوں میں سے کوئی بھی وصف نہیں۔ یہ سب صرف اس مادہ میں ہے جس میں وہ قادر و غالب روح بناتا ہے جس سے قوائے ظاہری و باطنی پیدا ہوتے ہیں۔ اور جب تک روح مادہ جسم کو بڑھنے سے کسی قدر کامل نہیں بن جاتی تب تک اس میں بھی نہ دور اندیشی ہے نہ کوئی سبق اور نہ تعلیم قبول کرنے کی استعداد ہے جسم کے کامل و ناقص ہونے سے روح کا کامل و ناقص ہونا صاف ثابت کرتا ہے۔ کہ روح مادہ سے جدا اور الگ مستقل چیز نہیں۔ پس اس کا ذی تعقل ہونا اس کے مادی ہونے کے مخالف نہیں۔

اٹھارھویں دلیل: ہر ایک مادی چیز تحلیل ہو کر دوسری چیزیں بن جاتی ہے پانی بخارات بن کر ہوا میں چلا جاتا ہے۔ برف پانی اور پانی برف بن جاتا ہے جسم انسانی مادہ حیوانی میں اور مادہ حیوانی جسم انسانی میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ مگر تجربہ واقفیت، تاریخ، علم، فہم وغیرہ نہیں بدل سکتے۔ گو سکھ کر لوگ حاصل کر لیتے ہیں مگر ایسا نہیں کہ سکھانے والے میں بالکل نہ رہیں۔ بلکہ بڑھتے ہیں پس یہ جس چیز کے گن ہیں وہ غیر مادی (روح) ہے۔ کیونکہ مادی چیزیں خرچ کرنے سے کم ہوتی ہیں۔

جواب:۔ اگر یہ سب کام صرف روح کے ہیں۔ تو ایک علیم، حکیم، آدمی کی

روح جب بدکرموں سے (آپ کے اعتقاد کے موجب) بجنس وغیرہ میں جاتی ہے تو وہ کیوں کوئی کتاب نہ پڑھتی ہے نہ پڑھاتی ہے۔ دو لوگوں کی نبض دیکھتی ہے نہ دوا بتلاتی ہے۔ وغیرہ پس معلوم ہوا کہ یہ سب گن صرف روح کے نہیں بلکہ جسم مع الروح کے ہیں +

علم کو خرچ نہیں کیا جاتا کہ وہ کم ہو۔ مثلاً ایک دیا ہے اس سے ہزار دیا جلالو مگر اس دیئے کی روشنی (بشرطیکہ اس میں روغن گھٹتی ہوا فدہ بھی کم نہ ہوگی ایسا ہی عالم کا علم دوسروں کو پڑھانے سے بشرطیکہ اس کا دماغ صحیح و قوی رہے کم نہیں ہوتا۔ اور دونو میں کوئی فرق نہیں پس استدلال کا بطلان صاف ظاہر ہے +

انیسویں دلیل:۔ انسان نیکی کرتا ہے کہ میرا بھلا ہو۔ اور برائی کرتا ہے کہ اپنے مطلب میں کامیاب ہو۔ غرضمند آدمی مجنون ہو کر بھلائی اور برائی کو نہیں دیکھتا مگر مادے میں یہ صفت نہیں۔ جہاں جہاں روح ہے امید زیست آئندہ برابر لگی ہوئی ہے۔ گناہ سے نفرت یا گناہ کو برا جاننا ایک قدرتی بات ہے۔ پس گناہ سے دلی نفرت یہ گن مادی اشیا کے سوا کسی اور کا ہے جس کا نام روح ہے +

جواب:۔ آدمی گناہ سے نفرت اس کی مضرت یا نقصان دنیوی یا اخروی کے ڈر سے کرتا ہے۔ کتا بھی جب روٹی اٹھالے جاتا ہے تو لاٹھی کے ڈر سے بھاگتا ہے۔ ایک چور کی جب اپنے گھر سے چوری ہوجاتی ہے تو اسے نقصان پر رنج آتا ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب آپ روح کو مدرک بالذات اور متصرف بالآلات جانتے ہیں تو گناہ کرنا مادی (جسم) کا کام اور ملامت کرنا یا دلی نفرت غیر مادی (روح) کا کام کس طرح خیال کر سکتے ہیں۔ دلی خواہش کے بغیر کوئی کام بھی ظہور میں نہیں آتا +

بیسویں دلیل:۔ جیسے چند چیزوں کے ملاپ سے شراب میں نشہ پیدا ہوتا ہے ویسے ہی عنصروں کی ملاوٹ سے روح نہیں پیدا ہو سکتی نشہ کو فنا ہے روح کو نہیں۔ نشہ یا خمار خود شراب اور جڑھ کو نہیں ہوتا بلکہ چیتن کو۔ کثیف اشیا لطیف ہو کر غیر محسوس ہو جاتی ہیں۔ مگر عدم کسی کے واسطے نہیں۔ چہ جائیکہ جیو کے واسطے +

جواب:- بے شک جس طرح چند چیزوں کے امتزاج سے شراب میں نشہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اسی طرح عنصروں کی ملاوٹ سے روح پیدا ہوجاتی ہے۔ اور جیسے شراب میں اگر چند چیزیں ایسی ملائی جائیں جن سے نشہ زائل ہوجاتے اور وہ جسم کثیف بغیر کر لطیف ہوجاتا ہو اور عاقل نہو۔ پس تحقیق وہ معدوم وفنا ہوجاتا ہے۔ ویسے ہی روح جو عنصروں کا خلاصہ وعطریا ان کی ملاوٹ سے پیدا شدہ چیز ہے۔ جسم کے نہایت بگاڑ اور نقصان سے زائل یا معدوم وفنا ہوجاتی ہے۔ یہ غیر متعلق بات ہے کہ نشہ شراب کو نہیں ہوتا +

اکیسویں دلیل:- تو آدمی اپنی ذات سے کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتا اور بدن سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ کہ اس سے کسی وقت تو غافل نہو۔ اور جب کل معلوم نہووے تمام اجزا بھی معلوم نہیں ہوتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تو بدن اور اس کے اجزا سے جدا ہے [21]

جواب:- جب کسی غیر کے ہمیشہ یاد رکھنے سے اسکی عینیت لازم نہیں آتی اسی طرح عین کی فراموشی سے اسکی مغایرت ثابت نہیں ہوتی۔ پھر کسی چیز کا یاد رکھنا قوت متخیلہ متصرفہ کا مع قوت حافظہ کے کام ہے جو دماغ میں ہوتی ہیں۔ وہ جسم اچیز کی طرف رجوع ہوتی ہیں۔ دوسری چیزوں سے بھول جاتی ہیں۔ تو آورسے اور جسم اور۔ تو جب تجھے ضرب لگتی ہے تو تو کیوں کہتا ہے۔ کہ میں مرگیا ہائے مجھے کیا ہوگیا +

بائیسویں دلیل:- تیرا بدن ہمیشہ حرارت غریزیہ وغریبہ کے تصرف کے باعث بدلتا رہتا ہے۔ جب نئی غذا جزو بدن بنتی ہے تو پہلے اجزا تحلیل ہوجاتے ہیں۔ اگر تو بدن ہو تو تو بھی بدلتا جاوے حالانکہ جوہر مدرک ہمیشہ رہتا ہے۔ پس تو بدن سے غیر (جدا) ہے [22]

جواب:- جب تیرے بدن میں روح ہو تو اس سے تعقل ہوتا ہے۔ اور جب تعقل ہو تو تو اپنے آپ کو جانتا ہے۔ جسمی اجزا جب جدید آنے سے عتیق چلے جاتے ہیں۔ تو پچھلے اجزا بھی وہی کام دیتے ہیں جو پہلے دیتے تھے۔ اور جیسے پہلوں کی موجودگی میں تو ہوتا ہے ویسے ہی پچھلوں کی موجودگی میں تو وہی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک چراغ جلتا ہوا روشنی کر رہا ہے۔ پہلے روغن

[۲۱] [۲۲]:- یہ دونو دلیلیں پنڈت صاحب نے شیخ الاشراقیین کی ھیاکل سے نقل کی ہیں +

کے ختم ہو جانے پر اور روغن ڈالا جائیگا۔ تو وہ برابر روشنی دیتا رہیگا۔ تو اصلی روشنی جو پہلے تھی وہی اب ہے۔ اور اس پر کوئی ذی ہوش نہیں کہسکتا کہ روشنی چراغ سے قایم و ثابت نہیں۔ یا وہ جس سے قائم ہے۔ اس کے اجزا کے بدل جانے پر بدل گئی +

تیئسویں دلیل:۔ تمام قوائے بدنیہ کثرت اور بار بار کام کرنے سے سست اور نفرت کرنے والی ہوتی ہیں۔ اور روح اپنے فعل سے کہ سب کا جاننا ہے۔ ہرگز سست نہیں ہوتا بلکہ قوت پاتا ہے۔ پس روح جسمانی قوتوں میں سے نہیں بلکہ مجرد ہے۔

جواب:۔ یہ بالفاظ دیگر چوتھی دلیل کا اعادہ ہے۔ جس کا جواب وہاں گزر چکا ہے۔ جیسے تمام قوائے اپنی قوت سے زیادہ کام کرنے سے نفرت کرتے ہیں اور سست ہو جاتے ہیں۔ ویسے ہی جاننے میں بھی جب کہ حد سے زیادہ اس سے کام لیا جاوے تو فتور آ جاتا ہے۔ بلکہ انسان مجنون بن جاتا ہے۔ اور پھر جاننے اور فکر و غور کرنے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ حالانکہ ہاتھ پاؤں زیادہ کام کرنے سے گو تھک جاتے ہیں۔ لیکن روز بروز مضبوطی اور قوت میں بڑھتے جاتے ہیں۔

چوبیسویں دلیل:۔ بدنی قوتیں بڑھاپے میں مضمحل ہو جاتی ہیں مگر قوت عقل یعنے روح انسانی یا ثابت رہتی ہے یا بڑھتی ہے +

جواب:۔ روح کے لئے بڑھنا گھٹنا آپ کے ادعا کے مخالف اور ہمارے موافق ہے۔ جب تک کسی شخص کا دماغ صحیح و سلامت رہتا ہے تو اصلی عقل میں فتور نہیں آتا۔ خواہ وہ بوڑھا ہو جاوے۔ لیکن عموماً تمام ضعیف العمر آدمیوں کی عقل میں فرق آ جاتا ہے اور ہم روز مرہ دیکھتے ہیں کہ فلاں حکیم لائق و فائق و عالم تو بہت تھا لیکن اب وہ ضعیف ہو گیا ہے۔ اس کے حواس ٹھیک نہیں ہیں۔ اس سے علاج کرانا اچھا نہیں۔ اس سے تو آج فلاں نوجوان حکیم کی تشخیص و علاج زیادہ عمدہ ہے گو گزشتہ زمانہ میں اس کے ہم پایہ نہیں تھا +

پچیسویں دلیل:۔ اکثر یوگی لوگ جو تپ اور یوگ میں کامل ہو جاتے ہیں ان کی جسمانی طاقتیں بالکل کمزور ہو جاتی ہیں۔ جب ان کی ارواح بلند مراتب پر پہونچتی ہیں تو ان چیزوں کو جو ہزاروں کوسوں پر ہوتی ہیں۔ دیکھتے اور سنتے ہیں۔ حالانکہ بظاہر ان کا انسی جگہ ہے +

جواب:۔ ہزاروں کوسوں کی چیزوں کو نہ کوئی دیکھ سکتا ہے اور نہ ان کی باتوں

کوشش سکتا ہے۔ ہاں بے شک کہانت یعنی جن شیطانوں کے ذریعہ ایسے واقعات کاہن آدمیوں سے دیکھنے میں آئے ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یعنے جب کوئی مسلمان یا ہندو، ریاضت و زہد کرتے کرتے ولی اور گرو تسلیم کئے جانے کے لائق ہو جاتا ہے۔ تو جن شیطان جو لطیف الجسم اور اس وجہ سے سریع السیر ہوتے ہیں ایسے آدمیوں کو دور دور کی خبریں سناتے ہیں۔ اور وہ اولیا گرو اس کا لوگوں کے سامنے اظہار کرتے ہیں۔ جس کو کشف اور الہام یا کسی ایسے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔ اور ایسا کرنے والے کو لوگ صاحب کشف و کرامت و باطنی علم و غیبدانی وغیرہ وغیرہ معزز القاب سے ملقب کرتے ہیں۔ مگر عالم الغیب خدا نے اس تمام شیطانی سلسلہ کی پردہ دری کر دی ہے۔ اور صاف فرما دیا ہے کہ بُرے آدمی، شیطان جنوں سے مدد مانگتے ہیں شیطان جن، فرشتوں کی باتیں اور دیگر حالات آ سناتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ دیکھو پارہ پ ۲۳ ع ۶ و پ ۲۹ ع ۱۱ و پ ۱۹ ع ۱۵ و پ ۱۴ ع ۲ و پ ۲۹ ع ۲۔ مگر اس حقیقت سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ اور غلط کہتے ہیں کہ جسمانی طاقتوں کے کمزور ہو جانے سے روح بلند مراتب پر پہونچ جاتی ہے ✤

چھبیسویں دلیل:۔ کوکین ہائے ڈرو کلورس نامی ایک انگریزی دوائی جس سے آنکھ کو بے حس کر کے موتیا بند یا جالا نکالا جاتا ہے۔ ایسا ہی اس کا اثر ہر ایک عضو پر ہوتا ہے اس کا اثر زائل ہونے کے بعد پھر اندریاں اپنی لذات کو محسوس کرتی ہیں ورنہ نہیں۔ پس صاف ظاہر ہے کہ وشیوں کو جاننا اور حسیوں کو محسوس کرنا اندریوں کا کام نہیں بلکہ روح کا۔ جو ہمیشہ مدرک بالذات ہے۔ پس وہ جسم کا حصہ یا مادی نہیں ہے ✤

جواب:۔ دوا سے کسی عضو کا اپنے فعل سے بند یا بے حس ہو جانا ثابت کرتا ہے۔ کہ روح متاثر چیز ہے۔ یعنی دوا کا نیک و بد اثر اس پر پڑتا ہے مقویات عین سے بینائی بڑھتی ہے اور مضرات چشم سے بینائی گھٹتی ہے اور دیکھنا اور محسوس کرنا وغیرہ جب روح کا کام ہے۔ اور دوا وغیرہ سے اس کا کم و بیش کسی جگہ سے معدوم ہونا ظاہر ہے۔ تو صاف ثابت ہے۔ کہ روح مادی، و متاثر چیز ہے ✤

یہ دلائل پنڈت جی نے روح کے غیر مادی اور عناصروں کی ملاوٹ سے نہ پیدا شدہ ہونے پر اپنی کتاب ثبوت تناسخ میں قائم کئے تھے۔ جن کا جواب مختصراً اور اشارۃً ہو چکا۔ باقی جس قدر دلائل دوسرے لوگوں کے انہوں نے اپنی کتاب

میں اسی مدعا پر نقل کئے ہیں۔ وہ ان کے اپنے دلائل سے علیحدہ نہیں ہیں۔ ہر ایک صاحب فہم انہی کے جوابات سے ان دلائل کی بھی تردید کر سکتا ہے۔ اس لئے ان کا نقل کرنا ہم طول محض فضول جانتے ہیں۔ اس لئے اب ربط کے موافق تناسخ اور قدامت ارواح پر بحث کی جاتی ہے[1]

رد تناسخ اور قدامت ارواح

اس امر کے مدعی کہ روح قدیم ہیں اور مختلف جسموں میں بار بار داخل ہوتے رہتے ہیں۔ زیادہ تر آریہ مذہب کے لوگ ہیں۔ اور پھر اُنکی تحقیقات اور دلائل کا مجموعہ کتاب ثبوت تناسخ ہے۔ جو پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول میں مخالفین کے اعتراضوں کے جواب اور اس کے چار باب ہیں۔ باب اول تحقیق روح اور اس کا جسم سے تعلق + باب دوم عیسائیوں کے اعتراضوں کا جواب + باب سوم مسلمانوں کے اعتراضوں کا جواب + باب چہارم برہمو سماجیوں کے اعتراضوں کا جواب + حصہ دوم میں تناسخ کی تحقیقات ہے اور ایک مقدمہ اور نو باب ہیں: مقدمہ یعنی ابواب سے تناسخ کا ثبوت + باب اول ویدوشاستر سے تناسخ کا ثبوت + باب دوم پارسی مذہب میں مسئلہ تناسخ + باب سوم بدھ مذہب میں مسئلہ تناسخ + باب چہارم مختلف ممالک کے حکما کی رائے + باب پنجم بائبل سے تناسخ کا ثبوت + باب ششم قرآن سے تناسخ کا ثبوت + باب ہفتم دیگر علمائے اسلام کی رائے + باب ہشتم کبیر صاحب بانی کبیر پنتھ اور نانک صاحب بانی سکھی مذہب کی رائے + باب نہم شری سوامی دیانند جی کی رائے +

حصہ اول میں سے باب اول قابل جواب تھا۔ جس میں مؤلف نے روح کے غیر مادی اور مدرک بذات خود ہستی ثابت کرنے پر چھبیس دلیلیں دی تھیں۔ سو ان کا جواب ہو چکا۔ باقی اس حصہ کے باب دوم و سوم و چہارم سے ہمیں کوئی بحث نہیں جن میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے تناسخ کے رد کرنے کے لئے دلائل ہیں مؤلف کی طرف سے ثبوت تناسخ کے لئے ان دلائل کے جواب۔ اُن استدلالات اور پنڈت جی کے جوابات کو لوگوں نے دیکھا پڑھا سنا۔ اور جو کچھ کسی کی سمجھ میں آیا۔ اسکی نسبت کہا +

---

[1] حاشیہ جو ترتیب و تقسیم ابواب۔ ہم نے شروع میں باندھی تھی اسکو چھوڑنا پڑا ہے ۱۲ منہ

اسی طرح حصہ دوم میں سے بھی صرف مقدمہ اور باب ششم قابل جواب ہے۔ کیونکہ دیگر مذاہب کے علما اور حکما اور فلاسفروں کی رائے میں جو استدلال کسی وقعت کے ہیں۔ ان کو آپ نے مقدمہ میں جمع کر دینے کی کوشش کی ہے۔ پس پہلے مقدمہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ باب ششم کا جواب دیا جائیگا۔ جس میں قرآن مجید سے تناسخ کے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقدمہ میں تیرہ دلیلیں تناسخ کے ثابت کرنے کے لئے قائم کی گئی ہیں۔ اور ان کو دلائل واضح کہا گیا ہے حالانکہ سب باطل اور لغو ہیں +

دلیل اول:۔ آواگون دنیا کی تمام چیزوں میں فطرتی ہے۔ کیونکہ تمام چیزیں آواگون کے چکر میں ہیں۔ اور یہ قاعدہ قدرتی ہے۔ پس روح اس قانون قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی +

جواب:۔ جیسے مثلاً زید کی صورت کو ہر ایک تسلیم کرتا ہے کہ فناہ ہو گئی یا بگڑ گئی اور اس کا نہ چلنا رہا نہ دیکھنا نہ محسوس کرنا وغیرہ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ زید کی صورت کے بگڑ جانے سے زید کی روح جو اسکی صورت سے بنی تھی بالکل فناہ و معدوم ہو گئی۔ اسکی مثال ایک چراغ کی ہے۔ کہ جب اس میں روغن بھی ہے اور بتی بھی ہے تو وہ جل رہا ہے اور آس پاس کی چیزوں پر اسکی روشنی پڑ رہی ہے۔ مگر جب روغن ختم ہو گیا یا بتی یا اس کو ہوا لگ گئی تو اس کا شعلہ (روح) فناہ ہو گیا۔ اور اس کا فعل (روشنی دینا) اور روح کا حس و حرکت وغیرہ بھی جاتا رہا۔ الغرض جیسے اجسام حیوانی ہمیشہ نئے بنتے رہتے ہیں ویسے ہی اُن کی اجسام کی روحیں اُن جسموں ہی میں جملہ اندام وغیرہ کی مثل نئی بنتی ہیں۔ اور یہ چکر جب تک ہے تب تک رہیگا اور بے شک اس قانون قدرت سے روح باہر نہیں +

دلیل دوم:۔ ہزاروں جاتے اور ہزاروں آتے ہیں۔ اگر ایک دفعہ مرنا ہوتا تو ہر ایک روح جامہ انسانی میں قیامت تک موجود رہتی۔ اور تناسخ نہ ہو تو آئندہ پیدائش ہی بند ہو۔

جواب:۔ ایک دفعہ مرنے سے لازم نہیں آتا کہ روح جامہ انسانی میں قیامت تک موجود رہے۔ اور ایسا ہی تناسخ کے نہ ماننے سے پیدائش کی بندش بھی لازم نہیں آتی اور نہ ہی آپ نے کوئی ثبوت اس امر کا دیا ہے۔ ہاں اس دلیل

انجمن اہل قرآن لاہور کی ایک ضروری

تبدیلی ہر بنام التماس ملتمس ہونے چاہئے

قابل توجہ شائقین ترجمۃ القرآن

آپ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اس انجمن نے جیسا کہ اس کا نام بتا رہا ہے۔ خدمت قرآن مجید کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے یہ ایک اہم اور بڑا بھاری کام ہے اور جس قدر تندہی اور جانفشانی سے کیا جائے تھوڑا ہے یہ انجمن اپنی توفیق اور بساط کے موافق کوشش کر رہی ہے۔ جو کچھ ہوا ہے یا ہو رہا ہے گو وہ بھی بحالات موجودہ غنیمت اور احسان الٰہی ہے۔ لیکن وہ بالکل ناکافی ہے ابھی بہت سا کام باقی ہے۔ جس کا ہونا ضروری ہے مگر سردست اس کا ہونا بوجہ قلت زر بہت مشکل ہے۔ سب سے بڑا ضروری کام ہماری رائے میں یہ ہے کہ قرآن کریم کا صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ شائع کیا جائے جو محاورات و لغت و قواعد زبان عرب کے موافق ہو۔ اور احادیث و روایات کی بنا پر جو غلطیاں تراجم قرآن میں راہ پا گئی ہیں اور جو اسلام کی ہنسی کا باعث ہو رہی ہیں قرآن کا اُن سے پاک ہونا ثابت کیا جائے [illegible] صاحب ایسا ترجمہ کرنے کی محنت و مشقت اٹھانے کو تیار ہیں۔ لیکن لکھائی چھپوائی۔ کاغذ تصحیح وغیرہ کے لئے بہت سا روپیہ چاہئے۔ یہ کام تھوڑا بہت شروع ہے۔ چنانچہ پہلے پارہ کا ترجمہ چھپکر تیار ہو گیا ہے۔ قیمت بارہ آنے علاوہ محصولڈاک بتقطیع کلاں حجم ایک آنہ شائقین طلب فرما دیں۔ اگر اہل قرآن بھائی امداد کریں تو کماحقہٗ انتظام۔ ساتھ وسیع پیمانے پر جاری کیا جائے۔ اور کتاب اللہ کی اس ضروری خدمت سے جلد سبکدوشی حاصل ہو جائے۔ امید ہے کہ عاشقین قرآن اپنی اپنی حیثیت کے موافق اس کار خیر میں حصہ لینگے اور ثواب دارین حاصل کرینگے۔ واقرضوا اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ لہ ولہ اجر کریم مثل الذین ینفقون اموالہم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتاً من انفسہم کمثل جنۃ بربوۃ اصابہا وابل فاٰتت اکلہا ضعفین ۔ ہم ان احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں دعا کرتے ہیں جو اس کار خیر میں حصہ لے رہے ہیں اور پوشیدہ و ظاہر قربانیاں فرماتے ہیں بیشک ایسے ہی لوگوں کے حق میں ارشاد ہے ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ (پ ۱۱) لیکن چند ایک کی امداد سے یہ کام سرانجام ہرگز نہیں پہنچ سکتا جبتک کہ سب بھائی اہل قرآن پوری پوری سعی و امداد نہ فرماویں ۔ بھائیو! زندگانی کی کوئی مہلت نہیں اور مرنے کے بعد نہ مال ہی سرکار آیا نہ اعمال کے سوا کسی کام بھی نہیں آئیگا لیس للانسان الا ما سعیٰ (پ ۲۷) ارشاد ہے جو مال آپ فی سبیل اللہ خرچ کرینگے وہ ہمیشہ آپکے ساتھ رہیگا۔ اور آپکے کام آئیگا۔ وانفقوا مما رزقنٰکم من قبل ان یاتی احدکم الموت (پ ۲۸) کی ہمیشہ تعمیل کرتے رہو ایسا نہ ہو کہ رب لولا اخرتنی الیٰ اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین (پ ۲۸) کے مصداق بجز حسرت و افسوس کچھ نہ رہے دنیا فانی ہر ملک و دالی کو آپکی ملت ہو۔

الملتمس سکرٹری انجمن اہل قرآن (مسجد اہل قرآن) بازار سریاں لاہور

مفید و قابل دید کتب

از تالیفات مولوی عبد اللہ صاحب

تفسیر القرآن بآیات الفرقان پارہ اول ۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ۔ قرآن مجید کی تفسیر آیات قرآن مجید ہی سے کی گئی ہے قصہ آدم موسیٰ ۔ بنی اسرائیل سلیمان وغیرہ جیسے قرآن مجید کے بیانات پیغمبروں کی بہت سی دیگر تفسیر [illegible] مضامین پر اعتقاد بحث کی گئی ہے اور ان کے متعلق جو اغلاط مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں اور جن کی وجہ سے [illegible] اسلام پر ہنسی اڑاتے ہیں ۔ ان کی بیخ کنی کی گئی ہے ۔ تقطیع کلاں حجم ۲۴۰ صفحہ ۔ قیمت ۱۲ [illegible]

[illegible] الغفور بنی کلام الرب الغفور ۔ افسوس کہ اہل اسلام میں یہ اعتقاد بھی پھیلا ہوا ہے کہ بعض آیات [illegible] قرآن مجید میں پہلے نازل فرمائیں پھر انکو رد و منسوخ کر دیا ۔ اس طرح کہ بعض کا تو صفحہ دنیا سے بالکل [illegible] لیکن بعض ردی بیکار اور منسوخ آیتیں اب بھی قرآن کریم میں موجود ہیں ۔ اور بعض آیات کی عبارت خدا نے آسمان پر اٹھالی ۔ اس غلط اعتقاد کا پورا رد اس رسالہ میں کیا گیا ہے بار دوم [illegible] قیمت ۳ر

صلوٰۃ القرآن [illegible] علم الرحمٰن بآیات الفرقان ۔ نماز میں صرف وہی اذکار پڑھنے جائز ہیں جو قرآن میں [illegible] کسی بھی انسان کی بنائی ہوئی دعا نماز میں پڑھنی جائز نہیں ۔ اس مختصر رسالہ میں قرآنی اذکار [illegible] اور بالاختصار نماز کے اوقات اور ترتیب بھی ۔ قیمت ۱۰۰ر

اشاعۃ القرآن بجواب اشاعۃ السنۃ ۔ اس میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم خیال [illegible] ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے ۔ جن میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی ۔ کہ قرآن حدیث کا [illegible] ہے کہ اس کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتا ۔ قابل دید مباحثہ ہے قیمت ۔ ۴ر

برہان الفرقان علی صلوٰۃ القرآن مندرجہ اشتہار سرورق صفحہ ۲ ۔ قیمت ۸ر

تحقیق مسئلہ [illegible] ترک اسلام [illegible] صاحب آریہ کا معقول مدلل جواب قرآن مجید سے قیمت ۸ر

ترجمۃ القرآن پارہ اول [illegible] مندرجہ اشتہار سرورق صفحہ ۴ قیمت ۱۲ر

[illegible] مولوی امام الدین صاحب [illegible] گجرات ۔ اسمیں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امام جسکی پیروی [illegible] لئے [illegible] کی صورت [illegible] کیا جاتا ہے ۔ صرف قرآن کریم ہی ہے [illegible] قیمت ۱ر

قول الہادی فی تفسیر الہادی ۔ الہادی کے معنے قرآن سے مراد [illegible] ہے ذکر الہاد [illegible] جیسا کہ [illegible] صاحب قادیانی بیان کرتے ہیں ۔ قیمت ۱۰۰ر

فہرست [illegible] محصول ڈاک بذمہ خریداران ہوگا ۔ درخواست بنام مہتمم بھیجنی چاہیے ۔

سکرٹری انجمن اہل قرآن (مسجد اہل قرآن) بازار سریاں لاہور

اہل قرآن کا [illegible] زوردار رسالہ

جلد ۴ — نمبر ۲

بنام

اشاعۃ القرآن

لاہور

بابت ۱۵ ماہ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء مطابق ماہ رمضان سنہ ۱۳۲۴ ہجری

اغراض و مقاصد

(۱) مسلمانوں کو اس حکم خداوندی سے آگاہ کرنا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری جملہ دینی ضروریات کیلئے ہر طرح کافی و وافی ہے اور یہ عالیشان و مکمل کتاب عمرو بکر و زید و خالد کی روایات کی محتاج نہیں۔

(۲) قصص انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو غلط خیالات اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں انکی اصلاح و تردید اور انسے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا۔

(۳) مخالفین کو قرآن کریم سے [illegible] جواب دینا۔

(۴) قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ و تفسیر جو غلط [illegible] ہیں انکی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ و تفسیر شائع کرنا۔

(۵) [illegible] ثابت کرنا

(۶) [illegible]

قواعد و ضوابط

(۱) یہ رسالہ مہینہ میں دو بار ہر ماہ انگریزی کی یکم و ۱۵ کو چھپ کر شائع [illegible] قیمت سالانہ عام شائقین سے [illegible] مع محصولڈاک پیشگی [illegible]

(۲) نمونہ کا پرچہ صرف [illegible] ٹکٹ آنے پر مفت ارسال کیا جائیگا۔

(۳) خط و کتابت یا روپیہ بھیجتے وقت خریدار کو اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہیے تاکہ روانگی رسالہ وغیرہ میں کسی طرح کی غلطی نہ ہو۔

(۴) نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہونگی

(۵) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت نہ ہو (۶) جو صاحب سالانہ اگر کسی بھیج شدہ مضمون کو [illegible] بھیجینگے اور مسجد [illegible] شائع کر دیا جائیگا۔

(۷) تجارتی اشتہارات [illegible] چھپ سکیں گے [illegible] شدہ اشتہارات بھی [illegible] رسالہ [illegible] رہ سکتے ہیں۔

تمام خط و کتابت [illegible] ذیل پتہ پر ہونی چاہیے

المشتہر [illegible] محمد چٹو مالک و مہتمم رسالہ اشاعۃ القرآن بازار سریاں والا لاہور

واقعات اور رائیں

مباہلہ مرزا صاحب قادیانی بہ اہل قرآن :-

بابا شیخ محمد چٹو صاحب بمعیت مولوی حکیم محمد یوسف بغدادی انہی گزشتہ دنوں میں خاص اسی غرض و منشاء سے قادیان تشریف لیگئے تھے کہ مرزا صاحب اپنی مہدویت و مسیحیت و امامت حقہ کا ثبوت اگر کچھ رکھتے ہوں۔ تو قرآن کریم سے نکالکر پیش کریں۔ اسپر بہت کچھ گفتگو فیما بین مرزا صاحب و بابا صاحب کے ہوتی رہی۔ لیکن آخر کار مرزا صاحب نے صرف تجویز مباھلہ کو پیش کیا جسکی مفصل کیفیت ... کے رسالہ آئندہ میں بلا کم و کاست ... جائیگی۔ بالفعل مرزا صاحب کے اقرار نامہ کی نقل مطابق اصل برائے ملاحظہ ناظرین درج ذیل ہے۔ وھو ھذا :-

مباہلہ کیلئے اقرار نامہ

جو حکیم مولوی محمد یوسف صاحب اہل قرآن سے ۲۸۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ کو قبل ظہر ہوا

حضرت اقدس نے فرمایا کہ مباہلہ کیلئے پہلے کتاب حقیقۃ الوحی کو آپ پڑھ لیں اور خوب غور سے سمجھ لیں اسکے بعد بھی اگر آپ میری تکذیب کریں تو مباہلہ ہوگا۔ مگر پہلے دس سوال اس کتاب سے کرونگا اور ان کے جواب لونگا تا کہ معلوم ہو آپ نے سمجھ لیا ہے جو دس سوال میں کرونگا اسکا جواب انہیں الفاظ میں دینا ہوگا جو میں نے لکھے ہیں اور پھر ایک شخص اس وقت کہتا جاویگا۔ اور کتاب سے مقابلہ ہوگا۔ اگر موافق نہ ہوا تو پھر کتاب دیکھنی ہوگی۔ اور پھر اسی طرح دس سوال ہوں گے۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ دس سوالوں سے مراد میری یہ ہے کہ متفرق مقامات کتاب حقیقۃ الوحی سے دس طور کی باتیں میں مولوی حکیم محمد یوسف صاحب سے دریافت کرونگا اور یہ ایک لازمی امر ہوگا۔ کہ ہر ایک سوال کا مطابق کتاب پورا پورا جواب دیں کسی حصہ میں کمی نہ ہو۔ اور اگر کسی کے جواب کے دینے میں پورا جواب نہ پایا جاوے تو پھر لازم ہوگا۔ کہ دوبارہ کتاب کو اول سے آخر تک دیکھیں اور پھر نئے دس سوال انتخاب کئے جاویں گے۔ اگر اس میں بھی کسی جواب کے دینے میں کمی ہوگی۔ تو یہی قاعدہ جاری ہوگا۔ جب تک اس سوال کا پورے طور پر جواب نہ دیں اس کتاب کے پورا دیکھنے سے ایکدن پیشتر ہمیں اطلاع دیں تا کہ سوالات کے انتخاب کیلئے وقت ملجاوے حکیم مولوی محمد یوسف صاحب نے یہ بھی اقرار کیا کہ وہ کتاب پڑھ کر جب اس غرض کے لیئے آئیں گے۔ تو وہ دن شمار نہ ہوگا۔ اور وہ خود اس مطلب کیلئے آئیں گے (نویسندہ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم قادیان)

بقلم مرزا غلام احمد

بقلم یعقوب علی ایڈیٹر الحکم قادیان سنہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۷ء

مسجد گمٹی بازار لاہور کا مقدمہ :- یہ مقدمہ جو مرزائیوں کیطرف سے حنفیوں پر زیر دفعہ ۱۴۵۔ ضابطہ فوجداری بعدالت صاحب سیٹی مجسٹریٹ لاہور دائر تھا۔ آخر کار خارج ہو کر حنفیوں کی فتح اور مرزائیوں کی شکست پر انجام ہوا۔ امید ہے کہ بشرط دستیابی اصل فیصلہ کی مصدقہ نقل بھی ہدیہ ناظرین کر سکیں گے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ولیتذکر اولوا الالباب ۵

هٰذا بصائر للناس وهدی ورحمة لقوم یوقنون (پ۲۵ ع۱۸)

البشارۃ

من گھڑت والو یک نظر بہ ہواس
سوئے هٰذا بصائر للناس

کہاں ہیں کہاں ہیں! ہمارے مخالفین ومعاندین ذرا آنکھیں تو کھولکر دیکھیں ۔ کہ جن کی وہ مخالفت کر رہے ہیں ۔ وہ کون حضرات ہیں ۔ تاہم کچھ زمانہ حذر باقی ہے ۔ اب بھی توبہ کرلیں ایسا نہ ہو کہ مطابق یوم یعض الظالم علی یدیہ الآیۃ تفسیرًا ۵ مجرم قرار دے کر مستحق شرٌّ مکانًا واضلُّ سبیلًا ۵ (پ۱۹ ع۱) ہول ما علی الرسول الا البلٰغ ۵ :-

یٰایها الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینه
اے ایمان والو — جو شخص پھرے تم میں سے — کتاب اللہ سے
فسوف یاتی الله بقوم
(تو خود ہی محروم ہوگا پیچھے گذرے زمانہ دراز کے) — پیدا کرے گا اللہ تعالیٰ فرقہ — (اہل قرآن)
یحبهم ویحبونه اذلة علی
پسند کریگا انکو اللہ تعالیٰ — اور وہ پسند کرتے ہونگے اسکی کتاب کو — بہت نرم دل ہونگے مومنین
المؤمنین اعزة علی الکافرین یجاهدون
(کتاب اللہ) پر — اور بڑے رعب دار ہونگے کفار پر — کوشش کریں گے

فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم

اشاعت کتاب اللہ کی — اور نہ پرواہ کریں گے بڑے سے بڑے ملامت کرنیوالے کی

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم ۰

یہ اہل قرآن بننا بڑا فضل ہے اللہ تعالے کا — دیتا ہے یہ نعمت اس شخص کو جو چاہے کیونکہ اللہ تعالے بہت بڑے کر

فراخی والا اور دلی حالات جاننے والا — المعتصم بحبل اللہ الفتاح — ڈاکٹر سید محمد یوسف سیاح

البشارۃ

للہ الحمد ایہا الاخوان — اہل قرآن و تابع فرمان
تو مبارک ہو یہ بشارت نو — گو ہتی کہنہ یہ اب ہے رحمت نو
تمنے جو سنگہرت کو چھوڑ دیا — رشتہ شرک کفر توڑ دیا
دین یہ دن اب ترقیاں دیکہو — جو نہ دیکھا تھا مہربان دیکہو
تمسے بڑہکر ہے اب وہ ملت کون — شان ہو جنکی انتم الاعلون
اب تمہارا معین ہے ناصر — ہر گھڑی ساتھ وہ ہوگیہ حاضر
سستی و حزن کو نہ دیجیو راہ — تم کو غلبہ ہے تم ہو حزب اللہ
تم میں زندہ رسول ناطق ہے — مصدق مرسلین سابق ہے
مہدی و ہادی طریق ہدی — شاہد لا یموت و حق شفا
تم کو کیا گو مخالفین رہیں — کل حزب بما لدیہم ہیں
تم اطیعوا الرسول رکھکے نگاہ — حق کو پہونچاؤ فی سبیل اللہ
سن تو لیں مولوی و ملانے — مانے مانے نہ مانے وہ جانے
گو وہ اغوا ہی کرکے ٹالیں گے — حق کے طالب تو حق کو پالینگے
کید شیطان ہیچ باطل ہے — تمپہ مولا کا فضل شامل ہے
سنگہرت گپ کہاں کہاں تا ل — نور تم میں ہے ناریوں میں ہول
کہدو موتوا بغیظکم بیشک — وال تو وال ہے ہے تمہا حق
روح دیجا نم فدا تو رہے — واہ رے عظمت کلام خدا
[illegible] — [illegible]

فکر جتنی کرو سوا ہو گا
معجزہ اس سے بڑھ کر کیا ہوگا

سنئے اب ایک قصہ تازہ
میرے دعویٰ کا کیجئے اندازہ

کہ تبھی سے عرش رب کے
راز کھلتے ہیں اصل مطلب کے

ہر مہم اس سے ہوتی ہے آسان
ہے یہ حلال مشکلات جہان

اس میں ہر قسم کی کرامت ہے
حجۃ العالمین رسالت ہے

ہے یہ قانون لم یزل بخدا
جسکا راوی ہے سید بطحا

لوح محفوظ سے بحفظ جسے
آئے جبریل تا نبی لے کے

ہے تمہارا یہ وہ امام ھدیٰ
جسکو احمدؐ نے معجزہ سے لکھا

حق نے اِنَّا عَلَیْنَا جَمْعَہٗ بھی
کہدیا جس سے یہ تسلی ہوئی

کہ پڑے منکروں کے منہ میں خاک
وہ بنقصان زادتی ہے پاک

پھر وَقُرْاٰنَہٗ جو فرمایا
اس کی ترتیب سے یہ بتلایا

جمعہ کرنا بھی اور پڑھنا بھی
بلکہ اس امر کا جتانا بھی

ہم پہ ظاہر جو غیب سدا ہے
ہم ہیں عالم یہ حق ہمارا ہے

پہلے کچھ دل کو نور سے بھرلے
تھوڑا تھوڑا ذہن نشین کرلے

یاد ہوئے جو اسطرح تنزیل
پھر بتدریج کیجیو تکمیل

اے زہے فضل رحمت مولا
مطمئن ہم کو کسطرح سے کیا

اِنَّا نَحْنُ میں حفظ کا اقرار
ذمہ داری سے کردیا اظہار

اَوَلَمْ یَکْفِہِمْ وَمَنْ اَصْدَقُ
دو رہی ہیں یہ صاف ہم کو سبق

ہیچ ہے اس کے آگے سبکا کلام
کافی و وافی ہے یہ رب کا کلام

یہ تو زندہ رسول ہے تم میں
اور جو ہے فضول ہے تم میں

سب اسی میں بھلا بھلا ہی یہی
کہ کتاب مفصلاً ہے یہی

اس سے ہوا ہوگئے ہر طرف گمراہ
کفر میں ظلم و فسق میں واللہ

آغاز داستان

مختصر سنئے قصۂ مذکور
اس بشارت سے ہو جئے مسرور

شہر مشہور ہے سہارنپور
مخزن شرک و کفر و فسق و فجور

اسکا [illegible] ہے ایک گروہ
[illegible] قدم [illegible]

تھے بزرگ اون کے پہلے سارے ہنود
گو بظاہر بدل گئے ہیں نام
رام و لچھمن سے تو عداوت ہے
شاہ پنجم کی نذر کرتے ہیں
بعض با اہلِ حدیث ہیں اونمیں
بچگئے شرک فی العباد سے گو
ایک نئے ڈھنگ میں ہے جو ہے کوئی
معتقد میرے وا نپہ تھے اکثر
لیکن اب کے جو میں وہاں پہونچا
نور حق کا ظہور دل میں تھا
آشنا دوست سنتے ہی مجکو
اسطرف اسطرف کی باتیں کیں
کچھ مریضوں نے اپنا حال کہا
بعض احباب نے کہا حضرت
قادیانی کا کچھ سنا احوال
ہنسکے تب میں نے یہ کہا بھائی
بانیٔ گنبدِ کلیسا ہیں
مختصر حال اون کا کرکے بیاں
کہ حدیثیں صحاح ستہ کی
ان کی حالت اگرچہ دیکھیں ہم
وہ نبی جس کو حق کہے صدیق
ختم کر دیا محمد کو
جس کو مخلص کہے علیم و خبیر
جنکا مداح ہو کلام خدا
منگھڑت کیا حکائتیں کی ہیں
جنکو اللہ خود کہے اعراب
ہُئے وہ انبیاء عالی جاہ

اب مسلماں تو ہیں بے سود
پہ ہے ابائی شرک انمیں مدام
قبر صابر کی دلیں الفت ہے
دم غلامی کا اونکے بھرتے ہیں
عن فلان عن فلان کو دمن میں
شرک فی الحکم بہا گیا اون کو
بو حنیفہ کا کلمہ گو ہے کوی
قبل ازیں یہ بھی اونکا تھا راہبر
مالامال از عنایت مولا
جس سے تازہ سرور دل میں تھا
حسب عادات آئے ملنے کو
وقت تھوڑا گذر گیا یوں ہیں
پہلے نسخوں کا پھر مال کہا
آپ پنجاب میں رہے مدت
کیا ہوا اس کی مہدیت کا مال
اِن حدیثوں کا ہو بھلا بھائی
ایک مدت سے اب وہ عیسیٰ ہیں
اصل مقصود یہ ہمارا ہیں رواں
جن پہ رکھتے ہیں اعتماد سبھی
تو بہ توبہ کریں گے کم از کم
کذب کی ایکے یہ کریں تصدیق
ہندی زادہ بنایا احمد کو
شرک اس کا بھی ان کی تحریر
ان حدیثوں کو دیکھیے تو ذرا
ان کی کیسی روائتیں کی ہیں
کہدیا ہے نشان کی ہی خراب
جنکی مداح ہو کتاب اللہ

سب مراتب بھلا دیئے انکے
کیا کہوں ظلم کیا کیا اس نے
شاہد حلم جسکا ہو معبود
جسکے سپرد تھے خود ہمارے نبی
اس نے جن انبیا کا حال کہا
بوالہوس عہدوار خائن تھا
خاتم الانبیا ہمارے نبی
ہائے افسوس حیف واویلا
دیکھئے ترمذی شریف ذرا
کہ کہاں شان احمد ذی جاہ
اوس پہ طرہ یہ اور بھی ہے جناب
کہ صحابہ بھی مجتمع تھے وہاں
اُن سے اور مصطفٰے سے وہ نہ ڈری
پر جب آئے عمر تو دہشت سے
اسکا اسطرح یہ کہا ہے سبب
یعنے شیطاں عمر سے ڈرتا تھا
راہ میں راہ چھوڑ کر اون کی
اب نبیؐ اور صحابہؓ دیگر
آپ خود کیجئے ذرا انصاف
لیجئے اور طرفہ تر سنئے
ہے یہ مسلم شریف میں لکھا
تھے عبادت میں احمد ذیشان
رعب اوسپہ ہوا نہ احمدؐ کا
اب ذرا غور تو کریں حضرات
منصفانہ خود آپ ہی کہدیں
جنکی صحبت کا ثمر اتنا ہے
اب تک جو کہا ہے گوش گذار

فسق گڑھ کر دکھا دیئے اُن کے
ان کو کافر بنا دیا اس نے
اُن کی بیرحمی بس یہیں ہے موجود
یہ اونہیں کو بتاتی ہے شکی
آخرش کو یہ برملا لکھا
کوئی شکی تھا کوئی زانی تھا
فخر مانا محمد عربی
ان پہ بھی اتہام ہیں کیا کیا
کیجئے انصاف خود بھی بہر خدا
اور کہاں رقص طوائف گمراہ
جس کے اظہار سے ہو دلکو حجاب
یعنے بوبکر و حیدر و عثمان
سامنے سب کے خوب گاتی رہی
ڈرگئی اون کے رعب صولت سے
جسکے سننے سے ہوئی سخت عجب
اونسے وہ سامنا نہ کرتا تھا
بھاگ جاتا تھا ایسی حشمت تھی
کس وجاہت پہ شیر پیش عمر
مجکو سمجھایئے اگر ہو خلاف
اس سے بھی ہو عجیب تر سنئے
جسکے راوی بھی ہیں ابو درداء
لیکے آگ آگیا وہاں شیطان
منہ جلانے لگا محمدؐ کا
کیسی گستاخیاں ہیں ہیہات
یہ احادیث کس شکوک کی ہیں
دیکھئے یہ صحاح ستہ ہے
تھا یہ مشت نمونہ از خروار

مختصر یہ کہ ایسے ہی قصے
چند آیات سے سبھی کی تقریر
جس سے ہر عقلمند روشن رائے
اب سنوں حال سامعین ندا
کچھ تو اثنائے واعظ میں اوٹھ کر
کچھ جو خاطر سے رہ گئے بیٹھے
منہ سے گو کچھ نہ کہہ سکے لیکن
دوسرے روز یہ سنیں خبریں
کہ فلاں ہو گیا ہے لا مذہب
بعض بولے تمہیں خدا کی قسم
ایک نے ان میں سے دیا یہ جواب
وہاں سے چکڑالوی بن آیا ہے
ایک بولا میاں یہ گپ کیا ہے ۱
شاہ جی ڈاکٹر کسی نے کہا
وہ تو ایک عقلمند و دانا ہیں
غرض اونمیں سے ایک نے پوچھا
مولوی جی قال تھے جو وہاں
رات و دن آیتوں میں تھے پیچ
ظاہرا تو مشہور ہے یوں ہی
کہ اطیعوا الرسول کے منکر
نہ حدیث نبی کے دشمن ہیں
اون کے نزدیک اولیاء کرام
اون میں طاقت نہیں کرامت کی
انبیاء اولیا شہید و پیر
کچھ نہیں کرتے رہا میں اون کے
نذر پان کی سخت عرض مدام
ایک نے سنکے اونمیں سے یہ کہا

اور بھی اس سوا بیان کئے
خوب سمجھائی احسن تفسیر
اصل مطلب خود پہنچ جائے
جن کے آگے یہ سب بیان کیا
چلتے پھرتے وہاں سے آئے نظر
دل ہی دل میں بجائے خود اینٹھے
سر پہ اون کے سوار ہو گیا جن
اب وہی لوگ سارے کہتے ہیں
اس کی صحبت میں کوئی جائے اب
کیا ہوا سچ کہو سنیں تو ہم
ڈاکٹر اب کے جو گیا پنجاب
کچھ کتابیں بھی ساتھ لایا ہے
کون چکڑالوی ہے کیسا ہے
کوئی بولا - نہیں نہیں - تو بابا
اون سے ہرگز یقیں نہیں آتا ہمیں
کیا عقائد ہیں اون سبھوں کے بھلا
بولے یہ فرقہ ہے تہترواں
اہل قرآن خود کو کہتے ہیں
قائل اوسکے بھی اہل حدیث نہیں
علماء ساری کہتے ہیں کافر
بلکہ یہ تو سبھی کے دشمن ہیں
ہیں وہ صوفی لوگ مثل عوام
بلکہ موذی ہیں اور خبیث ہیں سبھی
قطب و ابدال غوث پاک فقیر
سب ہیں مردہ نگاہ میں اون کے
اس تبرک کو جانتے ہیں حرام
وعظ سے اون کا یاں ہر کہیں معتقد

اہل قرآں ہیں ملائیں گے — ہم کو چکڑالوی بتائیں گے
اُن سے کہدیجو کہ بس کیجیے — ہے عبث جو ادھر ہوس کیجیے
مختصر یہ کہ چند روز مدام — بستی بھر میں رہا یہی ہنگام
باوجود اس کے میں نے شام سحر — کام اپنا کیا بغیر خطر
ایک دن ایک شخص نے آکر — شام کو یہ سنائی تازہ خبر
کہ فلاں وفلاں کا قصد یہ ہے — آپ سے اب مناظرہ ہووے
ماسوا اسکے ہے یہ خوف مجھے — کہ مبادا فساد کچھ ہووے
یہ اسی موعظہ کے ہیں لچھن — ساری بستی ہے آپ کی دشمن
آج تک تو ہر ایک خورد وکلاں — آپ کو دل سے مانتا تھا یہاں
غرض ہم میں جو کچھ یہ عزت تھی — آپ کے خاندان عالی کی
ورنہ حکمت کے ہم نہیں محتاج — اب یہ کوئی نہیں کریگا علاج
یہاں نگینہ سے آگئے ہیں حکیم — جو معالج ہیں ہم سبھوں کے قدیم
میں نے سنکر دیا یہ اون کو جواب — حسبنا اللہ وہی نصیر جناب
رزق کی اوس کو کیا کسی سے طلب — جسکا ذو القوۃ المتین ہو رب
میرا دل خوف دنیوی سے ہی دور — ہاں یہ اسباب کی خوشی ہے ضرور
جھوٹ اور سچ کا مشاہدہ تو کرے — کوئی آئے مناظرہ تو کرے
جان تو لے ادب بقول ایشاں — میرا فرقہ جو ہے تہتر داں
اور بھی ماسوا ازیں بسیار — ایک ساعت رہی یہی گفتار
شب کو پھر بھی یہ سلسلہ نکلا — بدلائل جسے بیان کیا
چند آیات جناب پڑھے — اون سوالوں کے بھی جواب دیئے
جنپہ ان کا بڑا تھا دارومدار — پیش کرتے تھے وہ جنہیں ہر بار
انکو ملاؤں نے سکھائے تھے — یاد کرکے اونہیں وہ آئے تھے
زعم باطل میں انکے تھے اشکل — سچے تھے بلکہ حقدۂ لاحل
ایہا الناس آگیا وہ مقام — کی ہے جسواسطے یہ نظم تمام
جس سے دل خودبخود شگفتہ ہو — جس میں بشرٰی عاقبت کا مژدہ ہو
وہ کہ ہے خاص اپنا اصل حال — دوسرے روز کا وہ ہے احوال

البشارۃ

صبح کو بعد از نمازِ خدا
حق سے اظہارِ دعا کر کے
پونچی مقصودِ دل پہ اپنی نگاہ
ہو گیا سیر تو سب تردد دُور
یعنی یا ایھا الذین سے
ولولہ میں کہا سُبحان اللہ
فلک الحمدُ انت المعبود
میں تصدق ہوں اس عنایت پر
مخلصوں کا تو قدردان ہے تو ہی
تجز تیرے اور تیرے رسول کے ہم
جنکا تھا کچھ بھروسہ یاری
تو نے بندہ رسول وہ بخشا
دیکھکر مظہر العجائب کو
اللہ اللہ تیری فیاضی
میں بفرطِ خوشی و شوق دلی
ناگہاں میرے مہرباں آئے
کہ یہی ایک حافظ ہیں
یہی وہ شخص ہیں کہ ہمن کے یہاں
ورنہ ہم قوم میری کل سادات
سب ہیں مال صاحب یقین تو یہی
جنسے ہم کو بھی ہو دلی الفت
دیکھکر مجھکو ہنس کے کہنے لگے
دم محبت کا حق کے بھرتے ہیں
[illegible]

حسب عادت جو وِرد تھا اپنا
یعنی کھولا قرآں دعا کر کے
کر کسالت کہ لا یحب اللہ
دیدنے اسکے کر دیا مسرور
تا علیم کے بغور پڑھ پڑھ کے
ہاوے لم یزل ہو تو واللہ
دام دعی فداک یا ذی الجود
کیوں نہ ہو بندہ پرورے واک
ہم غریبوں پہ مہرباں ہے تو ہی
کچھ نہیں رکھتے ساتھ میں اسدم
چھوڑ بیٹھے وہ سنگ مرت سای
جسنے آنکھوں کو دلکو کھول دیا
پہونچی تسکین قلب تائب کو
کس عنایت سے کر دیا راضی
کر رہا تھا بیان نعق دلی
یعنی عبد العزیز خان آئے
ہے مگر حقیقت سے شوق نہیں
ایسی حالت میں مقیم تھا حال
دشمن جاں رکھتے دن رات
غائبیت ز مسلمین تھے ہی
دے خدا ان کی عمر میں برکت
آج حالت یہ کیا جناب کی ہے
بوسہ بازی قرآں کرتے ہیں
[illegible]

اسلام سے صرف قرآن مجید مُراد ہے

اس عنوان سے ایک مضمون "المنار" میں جو مصر کا ایک مشہور مذہبی رسالہ ہے چھاپا گیا ہے بعد اسکے یہ مضمون اردو میں علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں شایع ہُوا۔ اب ہم اسی مضمون کو بعینہٖ و بجنسہٖ اپنے رسالہ اشاعۃ القرآن میں نقل کرتے ہیں۔ یہ مضمون ڈاکٹر محمد توفیق آفندی صدقی کے نام سے نکلا ہے۔ پہلے بھی ڈاکٹر صاحب ممدوح اس موضوع پر کئی مضامین لکھ چکے ہیں اور اُنکی تائید و تردید میں بھی بہت سے مضامین مصر کے رسالوں اور اخباروں میں شایع ہوتے رہے ہیں۔ اس مضمون میں فاضل مضمون نگار نے ان اعتراضوں کے دفع کرنیکی کوشش کی ہے جو اُنکے پہلے مضامین پر کئے گئے تھے ہم ذیل میں اسکا خلاصہ اپنے اخبار کے ناظرین کیلئے درج کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب ممدوح لکھتے ہیں کہ ہمارے مضامین کے نکتہ چینوں نے احادیث کی ضرورت قرآن مجید کی بعض آیتوں سے ثابت کرنی چاہی ہے۔ منجملہ اُنکے ایک آیت یہ ہے وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیھم۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے آنحضرت کو قرآن مجید کے مطالب کی تشریح کی اجازت دی ہے اور وہی تشریح جو آنحضرت نے آیات قرآنی کی فرمائی ہے احادیث کے نام سے موسوم ہے۔ اگر احادیث نہ ہوں تو قرآن مجید میں جو مضامین مبہم ہیں اُنکی تشریح کیونکر ہو سکتی ہے اور جو مطالب مجمل ہیں انکی تفصیل کون کر سکتا ہے۔؟

ہمارے نزدیک معترضوں اور نکتہ چینوں کا یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ایسی آیتیں موجود ہیں جنسے صاف طور پر یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ احکام الٰہی کیلئے جو اسمیں درج کئے گئے ہیں کسی تفصیل اور تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً ان آیتوں پر غور کرو۔ بلسان عربی مبین۔ انزلناہ آیات بینات۔ الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا۔ کتاب فصلت آیہ قرآنا عربیا لقوم یعلمون۔ کتاب احکمت آیاته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر۔ ان آیتوں کے دیکھنے کے بعد کون شخص اس بات میں شبہ کر سکتا ہے کہ قرآن مجید میں ایک واضح اور سریع الفہم اور مفصل اور مشرح پیرایہ بیان ہے اور اسکی تشریح و تفصیل کیلئے احادیث کی ان ضخیم جلدوں کی ضرورت مطلق نہیں ہے جنمیں بتمام رطب و یابس اور نامعتبر روایتیں جمع کی گئی ہیں۔ قرآن مجید نے اپنے مبین ہونے کا کیونکر دعویٰ کر سکتا

جبکہ اسمیں ایسے مضامین درج ہیں جو لوگونکی سمجھ میں نہیں آسکتے تاوقتیکہ رسول اللہ انکی تفسیر نہ کریں۔ کیا ضرورت اس بات کی تھی کہ اول خدا ایک ایسی کتاب نازل کرے جسمیں بہت سے معنے درج ہوں۔ پھر اپنے رسول کو حکم دے کہ وہ ان معنوں کو بوجھے اور لوگوں کو سمجھائے۔ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے کہ ہمنے قرآن کو ہر شخص کیلئے آسان کردیا ہے۔ کیا ہے کوئی عبرت پکڑنے والا اور نصیحت اختیار کرنے والا؟ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے کہ ہمنے اس کتاب میں کوئی بات (یعنی روحانی اور دینی ہدایت کی) نہیں چھوڑی خشک اور تر (یعنی تمام باتیں جو ہدایت کیلئے ضروری ہیں) اس کتاب میں موجود ہیں اس سے باہر نہیں ہیں خدا فرماتا ہے اور بار بار فرماتا ہے کہ لوگ ان آیات کے نازل ہونیکے بعد کس حدیث (یعنی کس بات) پر ایمان لائینگے؟ اصلی الفاظ ان آیتوں کے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ولقد یسرنا القرآن فھل من مدکر۔ وما فرطنا فی الکتاب من شئ۔ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین فبای حدیث بعدہ یومنون۔ افسوس ہے کہ ان آیات کو دیکھنے اور پڑھنے کے بعد بھی لوگ عبرت نہیں پکڑتے اور بیدار نہیں ہوتے اور قرآن مجید کو جو اصلی سرچشمہ اسلام کا ہے۔ حدیث کی رطب یابس کتابوں پر یقین رکھتے ہیں اور نہایت دلیری اور بیباکی سے کہتے ہیں کہ احادیث کی ضرورت خود قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں بلا شبہ بعض ایسے مسائل بیان کئے گئے ہیں جنکی عبارت ہر زمانے اور ہر ملک کے حالات پر منطبق ہو سکتی ہے۔ اور انمیں کوئی قید ایسی نہیں لگائی گئی جس سے وہ کسی خاص ملک یا کسی خاص زمانے کیساتھ مخصوص ہو جائیں۔ مگر اسکو اطلاق کہتے ہیں اجمال نہیں کہتے۔ مطلق وہ ہے جسکے ذیل میں افراد داخل نہ ہوں مگر داخل ہو سکتے ہوں اور مجمل وہ ہے جسکے ذیل میں مفصل کے تمام افراد داخل ہوں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے حرم اللہ الخبایث یعنی خدا نے بری چیزوں کو حرام کردیا ہے۔ یہ بیان مجمل ہے۔ اسکی تفصیل ان آیتوں میں ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ خدا نے سور کا گوشت۔ شراب۔ مردار جانور کا گوشت۔ خون وغیرہ حرام کئے ہیں۔ مطلق کی مثال یہ ہے "زید آیا"۔ اب اگر اسمیں چند قیدیں بڑھا دو تو یہ مطلق مقید ہو جائیگا۔ مثلاً اسطرح کہیں "زید جمعہ کے دن گھوڑے پر سوار ہو کر آیا"۔ ہمارے نزدیک قرآن مجید میں کوئی ایسا مجمل بیان نہیں ہے جسکی تفصیل خود خدا نے نہ کردی ہو۔ البتہ ایسے مطالب قرآن مجید میں موجود ہیں جنکو مطلق کہہ سکتے ہیں۔ ان کو مطلق اسی لئے کہا گیا

کہ جیسا زمانہ اور جیسا ملک ہو اور جیسی قوم کی حالت ہو اسکے بموجب ان مطلق احکام میں قیدیں بڑھالی جائیں۔ ہمارے معترض شاید اس موقع پر یہ کہیں کہ اگر احادیث کو قرآن مجید کے مجمل احکام کی تفصیل نہ کہیں بلکہ ان کو مطلق احکام الٰہی کی تقیید مان لیں تو اسمیں کیا حرج ہے اس کا جواب صاف ہے۔ آنحضرت کو ہر زمانے اور ہر ملک کے آیندہ حالات معلوم نہیں تھے۔ وہ کیونکر ان مطلق احکام میں قیدیں بڑھا سکتے تھے۔ علاوہ اسکے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب احادیث میں قرآن مجید کے بعض مطلق احکام کی تقیید کیگئی ہے۔ تو باقی مطلق احکام بغیر تقیید کیوں چھوڑ دیئے گئے۔ غرضکہ ہمارا یہ دلی اعتقاد ہے کہ قرآن مجید کوئی معموں کی کتاب نہیں ہے اور اسمیں ایسے مجمل مطالب درج نہیں ہیں۔ جنکی تفصیل اور تشریح کیلئے ہمکو قرآن مجید کے سوا کسی اور کتاب کی ضرورت ہو۔ خدا نے قرآن مجید کی صفت میں کہیں مجمل کا لفظ نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ اسکے برخلاف تفصیل اور تشریح کے الفاظ فرمائے ہیں۔ ہمارے معترضوں نے اپنا مطلب ثابت کرنیکے لئے جو آیت پیش کی ہے اسمیں "تبیین" کے لفظ سے اجمال کی تفصیل اور مبہم کی تشریح مراد نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ رسول خدا خدا کے احکام کو جو ان پر نازل کئے گئے ہیں۔ صاف صاف بغیر اسکے کہ ان کا کوئی جزو چھپا رہے۔ لوگوں سے بیان کر دیں۔ اس مراد کے سمجھنے کے لئے ذیل کی آیتوں پر غور کرو۔ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننه للناس ولا تکتمونه۔ یا اهل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والهدیٰ من بعد ما بیناه للناس فی الکتاب اولئک یلعنهم اللہ ویلعنهم اللاعنون۔

علاوہ اسکے اگر ہم یہ بھی فرض کرلیں کہ احادیث قرآن مجید کے مجمل مطالب کی تشریح کرتی ہیں تو ان احادیث کی نسبت کیا کہا جائیگا جنمیں قرآن مجید سے زاید باتیں بیان کیگئی ہیں اور انکی نسبت کوئی اشارہ قرآن مجید میں نہیں ہے۔ مثلاً وہ اسباب جنسے وضو ٹوٹ جاتا ہے مرتد کو جب وہ اسلام سے پھر جائے فوراً قتل کر ڈالنا۔ ریشمی کپڑے اور سونے کے استعمال کی حرمت مردوں کیلئے۔ یہ اور ایسی ہی اور بہت سی باتیں احادیث میں درج ہیں۔ جنکی نسبت مطلقاً کوئی اشارہ قرآن مجید میں نہیں ہے۔ ہم اپنے معترضوں سے سوال کرتے ہیں کہ اس قسم کی حدیثیں قرآن مجید کی کن مجمل آیتوں کی تفسیر ہیں۔؟

دوسری آیت جو معترضوں نے احادیث کی ضرورت ثابت کرنے کیلئے پیش کی ہے۔

یہ ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم اس آیت میں بھی ہمارے نزدیک "تبین" کے لفظ سے تبلیغ احکام مراد ہے۔ اس آیت سے یہ امر ثابت نہیں ہوسکتا کہ قرآن مجید اول ایک غیر مفہوم معمونی کتاب تھی۔ پھر رسول خدا نے اپنے الفاظ میں ان معنوں کی تشریح کی۔ علاوہ اسکے اگر معترضوں کا دعویٰ مان بھی لیا جائے تاہم یہ بات کہنے کی گنجایش رہتی ہے کہ جو تشریح اور تفصیل رسولخدا نے کی وہ صرف ان لوگوں کے لئے تھی جو آنحضرت کے زمانے میں موجود تھے اور جنمیں وہ مبعوث ہوئے تھے اس آیت میں کوئی ایسی نصی دلیل موجود نہیں ہے جس سے یہ امر ثابت ہوسکے کہ وہ تشریح وتفصیل تمام آیندہ زمانے کے لوگوں کے لئے تھی۔

تیسری آیت معترضوں نے یہ پیش کی ہے کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلو علیکم آیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ (پ۔ع) اس آیت سے معترض یہ استدلال کرتے ہیں کہ "کتاب" کے لفظ سے قرآن مجید مراد ہے۔ اور "حکمت" کے لفظ سے احادیث مراد ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک "حکمت" کا لفظ کتاب پر عطف تفسیری ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ایک جگہ آیا ہے والقرآن الحکیم کتاب اور حکمت کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ سمجھنا اور انسے جداجدا چیزیں مراد لینا ہماری رائے میں کسی طرح صحیح نہیں ہے

چوتھی آیت جس سے معترض استدلال کرتے ہیں یہ ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول بلاشبہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ رسولخدا کی اطاعت ان لوگوں پر فرض ہے جنکو انہوں نے کوئی حکم دیا مگر یہاں بحث طلب امر صرف یہ ہے کہ رسولخدا کے اقوال خاص عہد رسالت کے لوگوں سے مخصوص ہیں یا ہر زمانے کے لوگوں کے لئے عام ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ سوال درپیش ہے کہ آیا رسولخدا نے ہم پر خدا کے احکام کے سوا جو قرآن مجید میں ہیں کچھ احکام اپنی طرف سے بھی فرض کئے ہیں اور کیا رسولخدا کیلئے یہ امر جائز ہے کہ وہ ان لوگوں کے لئے جو انکے زمانے میں نہیں ہیں کچھ اپنے احکام بھی احکام الٰہی کے سوا مقرر کریں اور انکے لئے فرض قرار دیں۔ بلاشبہ جو لوگ رسولخدا کے زمانے میں تھے انکو رسولخدا انکے خاص حالات کے لحاظ سے اور انکی دینی ودنیوی ضرورتوں کے لحاظ سے خاص خاص امور میں خاص خاص ہدایتیں فرماتے ہونگے اور ان ہدایتوں کا ماننا اور انکی اطاعت کرنا ان لوگوں پر واجب تھا۔ اگر ہم بھی اس زمانے میں ہوتے تو ہم پر بھی ان ہدایتوں کا ماننا واجب ہوتا۔ مثلاً قرآن مجید میں رسولخدا کے زمانے کے لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! تم اپنی آوازیں ہمارے رسول کی آواز سے بلند نہ ہونے دو اور انکے سامنے اسطرح چلا کر نہ بولو جسطرح کہ تم آپس میں چلا کر بولتے ہو صاف ظاہر ہے کہ یہ حکم ہمارے لئے نہیں ہے لیکن اگر وہ بھی اس زمانے میں موجود ہوتے تو اس حکم کا ماننا ہم پر بھی فرض ہوتا۔ یہی حال اس آیت کا

ہے جو معترضوں نے پیش کی ہے اور جسمیں حکم دیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! خدا کی اور رسول کی اطاعت کرو ہمارے نزدیک یہ حکم بھی اسی زمانے کے مسلمانوں کیساتھ مخصوص ہے ہر زمانے کے مسلمانوں کیلئے نہیں ہے۔ اگر ہم بھی اس زمانے میں ہوتے تو ہم پر بھی اس حکم کا ماننا فرض ہوتا۔

پانچویں آیت جو حدیثوں کی ضرورت ثابت کرنے کیلئے پیش کیگئی ہے۔ یہ ہے الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة والانجیل یامرهم بالمعروف وینهاهم عن المنکر ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث ہمارے نزدیک اس آیت سے بھی ہرگز یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ رسولخدا جو امر و نہی اور حلال و حرام کے احکام لوگوں کو بتاتے تھے وہ قرآنمجید کے احکام سے علیحدہ تھے۔ کیونکہ جو شخص قرآن مجید کی اطاعت کرتا ہے وہ بلاشبہ رسولخدا کی اطاعت کرتا ہے۔

چھٹی آیت ذیل کی ہے جو معترضوں نے پیش کی ہے وما اتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا۔ مگر ہم پوری آیت اس موقع پر نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے ما افاء الله علی رسوله من اهل القری فلله وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم وما اتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا۔ اس پوری آیت کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم فئی کی نسبت ہی۔ عام حکم نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ فئی کے مال میں سے رسولخدا جو کچھ دیں وہ لیلو اور جو نہ دیں اسکے لینے سے باز رہو۔ اسکے یہ معنی لگانا کہ رسولخدا جس امر کا حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس امر سے منع کریں اس سے باز رہو۔ صحیح نہیں ہے۔ اگر ہمارے معترض کہیں کہ الفاظ عام ہیں اسلئے عام معنی مراد لے سکتے ہیں۔ سیاق اور قرینے پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے تو اسکے جواب میں ہم اس آیت کو پیش کرینگے جسمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں اپنا منہ قبلہ کیطرف رکھا کرو اس آیت کے الفاظ یہ ہیں ومن حیث خرجت فول وجهك شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوهکم شطره اس آیت میں اگر سیاق اور قرینے کا لحاظ نہ رکھا جائے اور عام الفاظ کے عام معنی مراد لئے جائیں تو مسلمانوں پر یہ امر فرض ہوجاتا ہے کہ وہ ہر وقت اپنا منہ قبلہ کی طرف رکھا کریں حالانکہ سیاق اور قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم نماز کی حالت سے مخصوص ہے اور کسی حالت کیلئے نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم عام معنے بھی تسلیم کرلیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآنمجید کے احکام سے زائد باتیں جو رسولخدا نے بطور ہدایت کے اپنے زمانے کے لوگوں سے فرمائیں

(۲) رسول خدا نے قرآن مجید کے سوا اور کسی چیز کے لکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس مضمون کی حدیث ہمارے معترضوں نے صحیح تسلیم کی ہے۔

(۳) رسول خدا کے بعد صحابہ نے احادیث کو کسی کتاب میں جمع کرکے دنیا میں نہیں پھیلایا اور کسی صحابی نے انکو حفظ کیا اگر احادیث دین کا جز ہوتیں تو ضرور تھا کہ قرآن مجید کیطرح انکا بھی خاص اہتمام کیا جاتا۔

(۴) صحابہ نے احادیث کو لفظی تواتر کے طریقے سے روایت نہیں کیا جن حدیثوں میں لفظی تواتر بتایا جاتا ہے انکی تعداد بمنزلہ معدوم کے ہے اور انمیں کوئی اہم بات دین کی بیان نہیں کی گئی اور انکا متواتر ہونا قصداً ظہور میں نہیں آیا۔ بلکہ یہ تواتر اتفاقی تھا۔

(۵) چونکہ حدیثیں حفظ نہیں کیجاتی تھیں اسلئے ہر حدیث کی مختلف روایتوں میں مختلف اور متناقض الفاظ موجود ہیں جو ساقط الاعتبار ہیں۔

(۶) اگر صحابہ کے نزدیک وہ احکام جو احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ قرآن مجید کیطرح عام ہوتے یعنی وہ ہر زمانے اور ہر ملک اور ہر اس قوم کیلئے ہوتے جو آیندہ اسلام قبول کرے تو ضرور تھا کہ انہوں نے قرآن مجید کو تغیر و تبدل اور کمی بیشی سے محفوظ رکھنے کیلئے جو تدبیریں کیں بعینہٖ وہی تدبیریں احادیث کے محفوظ رکھنے کیلئے عمل میں لاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

(۷) صحابہ نے احادیث کو باللفظ روایت نہیں کیا۔ بلکہ بالمعنی روایت کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انکے نزدیک احادیث دین کا جز نہیں تھیں۔ اور ان کا ماننا آیندہ زمانے کے لوگوں کیلئے ضروری نہیں تھا۔

(۸) خدا نے جسطرح قرآن مجید کے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا اسطرح کا کوئی وعدہ احادیث کی نسبت نہیں کیا اگر احادیث دین کا ضروری جز ہوتیں۔ تو ضرور تھا کہ انکی نسبت بھی ایسا وعدہ کیا جاتے۔

(۹) احادیث میں اکثر ایسے امور بیان کئے گئے ہیں جو رسول خدا کے زمانے کے اہل عرب سے مخصوص ہیں اور انکی عادات وحالات کے موافق ہیں مثلاً مسئلہ زکوٰۃ اموال اور مسئلہ زکوٰۃ فطر وغیرہ۔

نتیجہ اس تمام بحث کا یہ ہے کہ قرآن مجید کے سوا اور کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو ہر زمانے اور ہر ملک کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہو اور اس لئے اسلام سے مراد قرآن مجید کے

حدیثوں کی قسمیں

حدیثوں کی بہت سی موضوعہ اقسام کا بیان کرنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اُن چند مصطلحات کی تشریح بھی ذرا کر دی جائے جو کہ اس فنِ حدیث سازی کے صناعوں اور کاریگروں نے مفروضات زبان زرگری کی طرح آپسمیں سمجھنے سمجھانے کیخاطر خود بخود فرضی طور پر قرار دیکر بنا رکھی ہیں۔ چنانچہ وہ خانہ ساز منگھڑت علامات اِن ہی محدثین و جامعین حدیث کے مسلمات کے رو سے حسب ذیل ہیں۔

اوّل ۔ حَدیث :۔ اگرچہ لفظ حدیث کے لغوی معنے تو مطلق عام بات چیت کے ہوتے ہیں۔ لیکن اب اہل حدیث اپنی اصطلاح خاص میں حدیث اسکو کہتے ہیں جو کہ رسول اللہ سلام علیہ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔ یا خود کیا۔ یا جو آپکے سامنے ہوا اور آپ نے اس کو درست رکھا۔ یا برحال و برقرار رہنے دیا۔

دویم ۔ اس کے بعد اس اجمال کی تفصیل یعنے اسم بندی یوں کیجاتی ہے کہ جو کچھ تو رسول سلام علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا وہ تو حدیث قولی ہے۔ اور جو کچھ آپنے عملاً و فعلاً کیا اس کا نام حدیث فعلی ہے۔ لیکن ابھی اسی پر بس نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس سے بھی آگے دور تک یہ سلسلہ دوڑایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ آپکے سامنے ہوا یا وقوع میں آیا وہ بھی از قسم حدیث ہی ہے۔ جسکو حدیث تقریری کہتے ہیں

اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محدثین و اہلحدیث جنھوں نے اس تفرقہ انداز علم کو احداث کر کے دین اسلام میں مختلف بدعات و اختلافات کی بنیاد ڈالی۔ وہ خود بھی اس امر کو علی الاعلان تسلیم کرتے ہیں بلکہ اب تک بطور معتقدات کے مانتے ہیں کہ "اوّل اسلام میں مدت مدید تک اس علم حدیث میں کسی نے کوئی کتاب تصنیف یا تالیف نہیں کی تھی"۔ اور بھلا کوئی شخص ایسا کرنیکی جرأت بھی کیوں کر سکتا تھا

جب کہ وہ صریحاً دیکھتا تھا کہ نت نئی صبح - نئی سی نئی گپیں خودغرض و خود مطلب اشخاص
گھڑکر افواہ عام میں پھیلاتے پھرتے تھے - جیسے کہ عموماً شہروں میں ہوتا رہتا ہے - اور
خصوصاً ہندوستان میں تو بطور ضرب المثل بھنگیڑ خانوں اور چانڈو خانوں کی گپیں مشہور ہی
ہیں - اگرچہ یہ گپیں محض گپیں ہی گپیں ہوا کرتی ہیں - لیکن بعض اوقات تو ان بے بنیاد
گپوں کیوجہ سے بھی وہ وہ فسادات عظیم ملک میں برپا ہوتے اور ہوچکے ہیں کہ جن میں ہزارہا
اور لاکھ ہا الٰہی مخلوق کی جانیں ہلاک ہوجاتی رہی ہیں - چنانچہ دہلی میں جب نادرشاہ
درانی فاتحانہ حشمت میں بطور مہمان - رنگیلے محمد شاہ دولہ کیساتھہ عیش باغ میں مصروف
جشن شاہانہ تھا - تو اسوقت دہلی کے ایک بھنگیڑ خانہ میں کسی چانڈو باز صاحب نے بلبلاکر
اپنے نشہ کی ترنگ میں - سُلفے کے دھوئیں یا چھینٹے کی لَو کیساتھہ یہ باد ہوائی گپ اُڑادی
تھی کہ بھئی واہ رے مغلیٹے (محمد شاہ) تو اپنا پیچ کھیل ہی گیا - اور خوب ہی داؤ کر گیا
یعنے اُس قلی (نادرشاہ) کو لال قلعہ کے اندر لیجا کر کسی قلماقنی کے ہاتھہ سے ذبح کرا ڈالا
کہنے کو تو یہ گپ ایک معمولی بازاری چنڈو باز کی بے حقیقت و بے بنیاد سی مجذوبانہ
بڑتھی - لیکن آخر کار یہی بیہودہ گپ شدہ شدہ اسقدر اور اتنی جلدی شہر بھر میں مشتہر
ومنتشر ہوگئی کہ نادرشاہ کی فوج کے جو جو آدمی اُسوقت بخیال امن و امان - بکمال خوشی خاطر
واطمینان - دلّی کے گلی کوچوں اور بازاروں میں بطور سیر و تفریح مٹرگشت کرتے پھرتے
تھے - عام بازاری لوگوں نے یہ سمجھکر کہ ان کا سردار یا بادشاہ تو قتل ہی ہوچکا ہے
پھراب یہ ایرانی لوگ کیوں اکڑتے ہوئے یوں گشت لگاتے پھرتے ہیں - فوراً ان
بے وارث تصور کرکے اور جہاں جہاں وہ تھے وہیں پکڑ کر نہایت ہی ذلت اور بیرحمی
کے ساتہہ جسطرح بن پڑا مار ڈالا حتیٰ کہ جب یہ خبر نادرشاہ کو پہنچی کہ بیچارے اسکے ہمراہی
غریب الوطن ایرانی بھائیوں کے لاشے بے گور و کفن ہر کوچہ و بازار میں پڑے ہوئے عوام
کی ٹھوکروں سے پائمال ہورہے ہیں تو وہ اسی وقت بزم عشرت کو چھوڑ چھاڑ کر ہاتھ میں
شمشیر برہنہ لئے ہوئے سنہری مسجد میں آبیٹھا اور بڑے غیظ و غضب میں آکر قتل عام کا
حکم دے دیا - جس سے طرفۃ العین میں دلّی کے گھروں میں سے خون کی نالیاں کیا
ندیاں بہنے لگیں - اس قتل عام کا مفصل حال تاریخ ہند میں بخوبی مندرج ہے - جو
صاحب چاہیں وہ اسمیں اچھی طرح سے دیکھہ سکتے ہیں - لیکن ہماری غرض اسکے بیان

کرنے سے فقط اسی قدر ہے کہ ٹھیک اسی طرح سے جھوٹی افواہوں۔ اور بادہوائی گپّوں یعنے باطل حدیثوں سے بڑے بڑے انقلابات عموماً سیاست مدن میں ہوجایا کرتے ہیں اور خصوصاً جب یہ گپیں اخبار بن جائیں یعنے کتابی حدیثوں کا رُتبہ حاصل کرلیں تو پھر تو ان سے خدا ہی کی پناہ ہے۔ تمام نظم ونسق ممالک کا عوام کالانعام کی غلط فہمی کے باعث ایکدم میں درہم برہم ہوسکتا ہے۔ بلکہ ہوجاتا ہے۔ جیساکہ غدر دہلی کی ابتدا اور اسکے برپا ہوجانے کا باعث یہ ہؤا کہ کارتوسوں میں گائے اور سؤر کی چربی کی آمیزش ہونیکی محض جھوٹی گپ یا باطل حدیث گھڑ کر لوگوں کو سُنائی گئی تھی۔ ایسا ہی آجکل لاہور اور راولپنڈی وغیرہ وغیرہ مقامات میں بلوہ ہوجانے کے اسباب بھی کچھ اسی قسم کے واقع ہوئے تھے کہ بذریعہ اخبارات وغیرہ مختلف قسم کی جھوٹی باتیں یعنے باطل حدیثیں بنا کر اور شایع کرکے گورنمنٹ کی طرف سے لوگوں کو خواہ مخواہ توہمات میں ڈالا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ بدظنی اور نفرت ہؤا کرتا ہے۔ اور اس قسم کے ہزارہا واقعات ہوچکے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔

پس جب یہ حال اور یہ مآل جھوٹی خبروں یعنے باطل حدیثوں کی تحریر و اشاعت کا لازمی طور پر مسلّم ہے تو پھر عہد ابتدائے اسلام میں جو جو ہر رنگ جھوٹی حدیثوں کے مچے ہوئے تھے۔ ان کو بطور اخبار۔ خواہ مخواہ ضبط تحریر میں لاکر ناحق مملکت دین میں فتنہ وفساد اور غدر و بغاوت کی بُنیاد ڈالنے کو کوئی تجربہ کار ذی ہوش وعاقل مسلمان کیونکر اور کسطرح پسند کرسکتا تھا۔ چنانچہ دراصل اور خاص الخاص یہی وجہ موجہ ہے کہ کسی عالم دین نے اُسوقت اُن بازاری گپوں یعنے باطل حدیثوں کو جمع کرکے لکھنے۔ اور پھر اُنکی کوئی کتاب مرتب کرنیکا ارادہ تک نہیں کیا تھا۔ البتہ زبانی طور پر وہ ان گپوں کا بہت کچھ قلع وقمع کرتے رہے۔ چنانچہ خود اہلحدیث بھی مانتے ہیں کہ "اُسوقت مدت تک علم حدیث میں کسی نے کوئی کتاب نہیں تصنیف کی۔ زبانی سب یاد رکھتے تھے"۔ سو اس زبانی یاد رکھنے ہی سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کو اِن گپوں یعنے جھوٹی حدیثوں پر مطلق کچھ بھی یقین نہیں تھا۔ اگر وہ ذرہ بھر بھی صداقت کی بُو ان میں پاتے تو اس وقت جبکہ قرآن کریم کے تمام حروف اور زیر و زبر وغیرہ تک کی تعداد و کا شمار کرکے درج کیا جاتا تھا تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایسی صداقت والی باتوں کو باضابطہ تحریر نہ کرلیا جاتا۔ بیشک ضرور کیا

جاتا۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی برعکس تھا۔ علمائے عہد اولیٰ خوب جانتے اور بڑی اچھی طرح یہ سمجھتے تھے کہ قرآن کریم صاف صاف طور پر پکار کر یہ ارشاد فرما رہا ہے کہ فبای حدیث بعدہٗ یومنون (پ ۹ ع ۱۲۶) ترجمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے بعد اور کسکی حدیث (کلام) کیساتھ (لوگ) ایمان لائینگے۔

اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جس حالت میں خداوند تبارک و تعالیٰ اپنے کلام پاک میں آپ یہ فرماتا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً الآیہ۔ ترجمہ:۔ آج دن ختم ہوئے نزول قرآن مجید کے پورا پورا بیان کر چکا میں واسطے تمہارے دین تمہارا اور پورا کر دیا میں نے تم پر اپنی نعمت (کتاب اللہ) کو اور پسند کیا میں نے واسطے تمہارے قرآنی اسلام کو دین تمہارا۔

معہذا وہ کتاب اللہ المجید قرآن کریم کو ایماناً ہر طرح مفصل و مبین و مکمل و مشرح تصور کرتے اور اسی پر اعتقاد رکھتے تھے۔ تو پھر ایسی حالت اور ایسی صورت میں انکو یہ کس طرح گوارا ہو سکتا تھا۔ کہ قرآن کریم کے مقابلہ میں مسیلمۃ الکذاب کی طرح ایک اور مجموعہ الہامی تصنیف یا تالیف کر دیویں۔ اور مجموعہ بھی ایسا کہ کئی درجہ کلام اللہ سے حجم و ضخامت میں بڑا اور طولانی ہو۔ پھر اس پر طرّہ یہ کہ مسیلمۃ الکذاب تو قرآن کریم کے مقابلہ میں صرف دو ہی قرآن۔ یعنے فاروق اوّل اور فاروق ثانی تصنیف کرے لیکن محمد رسول اللہ سلامٌ علیہ کی اُمت کے علما ایسے ایسے کئی ایک قرآن تالیف کر ڈالیں۔ کلّا و حاشا۔ ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہوا۔

کتنے بڑے ستم کی بات ہے کہ جس کام کو محمد رسول اللہ سلامٌ علیہ کے بعد نہ تو اُن کے خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کریں نہ خلیفہ ثانی عمر خطاب رضی اللہ عنہ۔ نہ خلیفہ ثالث عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ نہ خلیفہ رابع علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ اور نہ ہی انکے بعد زمانہ دراز تک کوئی مسلمانوں کا کوئی امام یا امیر المومنین وغیرہ حتیٰ کہ خود امام اعظم ابوحنیفہ یعنے نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ بھی باوجود اپنے مشہور علم و فضل کے ایسی کوئی کتاب تو خود تصنیف یا تالیف کریں اور نہ ہی اپنے فاضل شاگردوں سے کوئی ایسا مجموعہ مرتب کرائیں۔ باوجود ان سب حالات اور واقعات بیّنات کے آج کے دن اسی امام اعظم کے نام لیوا حنفی لوگ بھی محض ضدیت و نفسانیت کی وجہ سے۔ وہ بھی

اور اہل حدیث لوگوں کی دیکھا دیکھی ہمارے اہلقرآن کہلانے پر طرح طرح کی حوزدہ گیریاں اور عیب چینیاں کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو ضروری تھا کہ ذرا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حالات پر غور و تدبر کرتے۔ اور کاش اُن کے پورے ہمخیال بن جاتے۔ کیونکہ وہ پورے اہلقرآن تھے۔ نہ کہ اہل حدیث۔ چنانچہ دیکھو قدیمی وہابیوں اور اہل حدیث کی کتابیں جنمیں امام صاحب کو وہ لوگ بھی طعنے دیتے رہے ہیں کہ ابوحنیفہ اہل قرآن ہیں اور وہ ہماری موضوعہ یا جمع کردہ حدیثوں سے کوئی بھی تمسک نہیں کرتے۔ اور نہ ہی ایسی ویسی حدیثوں کو سندگردانتے ہیں۔

اس پر بھی اور بڑا بھاری ظلم ان لوگوں کا یہ ہے کہ مُنہ سے تو سب یہ کہتے اور مانتے ہیں کہ علم حدیث ایک ظنّی علم ہے اور کوئی حدیث بمقابلہ نص قرآنی کے سند یا حُجت قطعی نہیں ہوسکتی۔ تاہم عملاً و فعلاً ان لوگوں کا وطیرہ اہل قرآن کے ساتھ بالکل اور بعینہٖ ویسا ہی ہو رہا ہے جیسا کہ اُنکی کتابوں میں تابعان یزید کا امام حسین اور اُن کے تابعین کے مقابلہ میں تھا۔ افسوس صد افسوس۔ ان لوگوں کی مثال بھی ٹھیک وہی ہوگئی ہے کہ ع

یٰسین کنند حفظ امام مبین کشند

خیر اب ہم پھر اپنے مطلب اصلی پر آتے ہیں۔ یہ جسقدر بطور جملہ معترضہ درمیان میں بیان کیا گیا ہے۔ بوجہ جوش دینی اور سوز دلی کے تھا۔ البتہ اسی بیان کے ضمن میں حدیثوں کو جمع کرنیکی ہسٹری کے متعلق یہ امر یاد رہے کہ محض ان جھوٹی گپوں کے طوفان بے تمیزی کو روکنے اور اس کے سیلاب غرقاب کُن کے واسطے بند لگانیکی خاطر اوّل اوّل ابن جُریج۔ اور امام مالک اور ربیع نے علم حدیث میں تصنیف و تالیف شروع کی تھی۔ لیکن اس سے آیندہ کے لئے بجائے حدیثوں کی رُکاوٹ اور سدباب ہونیکے وہی نتیجہ ظہور میں آیا۔ کہ جسکے خراب اثرات کے خوف سے خلفائے راشدین اور دیگر ائمہ مومنین خصوصاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس کام میں ہاتھ ڈالنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ یونہی ٹالدیتے تھے۔ چنانچہ مذکورہ بالا تصنیفات و تالیفات حدیث کے بعد پھر تو ان زبانی گپوں کو تحریر کرکے تصنیف کی شکل میں لانے کا بہت ہی چرچا ہوگیا۔ اور پہلے پہل جو باتیں محض بادہوائی تھیں وہ کتابی صورت پکڑ گئیں۔ حتیٰ کہ

وقت کے علمائے حدیث نے جب اس روز افزوں چلتی ہوئی آندھی کو دیکھکر اس نے ماثر میں خاص مرقومہ متن حدیث کو شمار کیا۔ تو لاکھ سے بھی زیادہ حدیثیں پائیں۔ پس اس وقت سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا تھا۔ کہ ان حدیثوں کی قسمیں مقرر کر دیں تاکہ ذی فہم لوگ انہی اقسام کو دیکھکر خود بخود سوچ لیویں اور سمجھ جائیں کہ یہ تمام دفتر کا دفتر ایسا ہی پریشان ہے کہ کسی طرح سے اس پر یقین کرنے کا وہم وگمان تک بھی نہیں ہو سکتا چنانچہ اقسام حدیث حسب ذیل طور پر چھان بین کرکے قرار دیئے گئے:۔

رنگ برنگ اقسام حدیث:۔ یوں تو حدیثوں کے کئی ایک رنگ برنگ اقسام ہیں لیکن سب سے پہلے تقسیم کنندوں نے انکو دو رنگوں یعنے قسموں پر منقسم کیا ہے۔

اوّل ۔ متواتر حدیثیں

دوم ۔ احاد حدیثیں

(۱) متواتر حدیثیں:۔ بقول محدثین "متواتر قسم وہ ہے جسکو ہر زمانہ میں بکثرت لوگوں نے اتنا روایت کیا ہو کہ عقل انکے جھوٹ بولنے کو محال جانے" یا بالفاظ دیگر یوں سمجھو کہ مختلف زمانوں میں بہت سے لوگ ایرا غیرا نتھو خیرا جس سُنی سُنائی بات کو چڑے چڑیا کی کہانی کیطرح برابر زیادتی کیساتھ سُنتے سُناتے رہے ہوں۔ خواہ وہ بات غلط العام ہی ہو۔ مگر اس پر حکم تفتیح کا لگجاتا ہے۔ یعنے وہی غلط العام بات ۔ حدیث متواتر بن جاتی ہے۔ ناظرین اسکو غور و تدبر سے ملاحظہ فرمائیں کہ یہ قسم حدیث کی اول درجہ کی ہے۔ جبکہ اول درجہ ہی کی حدیث کا یہ حال ہے تو دوسرے۔ تیسرے اور چوتھے پانچویں درجہ کی حدیثوں کی کیا حقیقت ہوگی۔ ع قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

(۲) احاد حدیثیں:۔ اصطلاح محدثین میں "احاد حدیث کی قسم وہ حدیث ہوتی ہے جنکی روایات میں اتنی کثرت نہ ہو جتنی کہ متواتر حدیث کی ہوتی ہے" جسکے معنے یہ ہیں کہ جس کہانی کے سننے سنانے والے تھوڑے ہوں۔ یا جس بات یا گپ کی نسبت راویوں کے اقوال اور انکی روایتوں کی بھر مار قدرے قلیل ہو۔ اسکو حدیث احاد کہا جاتا ہے۔ اولی الالباب واولی الابصار کیلئے یہ بھی قابل غور ہے کہ گپ زنوں کی گپوں کی پڑتال خود ان ہی کے اصول موضوعہ سے کس طرح ہو رہی ہے۔ اگر ان کا خانہ ساز منگھڑت حدیث کا علم بالکل صحیح مثل وحی منجانب اللہ۔ کسی سند یا اعتبار کے لائق ہوتا تو پھر اسکی تصدیق وتحقیق میں یہ اسقدر

پُر از شکوک و شبہات روایات کے سلسلہ جات کے گورکھ دھندے کس لئے ایجاد کئے گئے؟ اور صرف یہیں تک ہی یہ سلسلے ختم نہیں ہوتے۔ بلکہ ذرا آگے بھی دیکھتے جائیے کہ کیا کیا گل کھلتے نظر آتے ہیں۔ محدثین شیریں زبان و حاکیان خوش بیان صفحۂ قرطاس کتب حدیث پر اپنے نوکِ قلم تیز رقم سے بجائے خود یہ گلکاری اور صنعتگری کر کے دکھاتے ہیں کہ "متواتر حدیث سے ہر ایک کو یقین کامل حاصل ہوتا ہے۔ خواص کو بھی اور عوام کو بھی" لیکن "احاد روایت سے صرف علم ظنی ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور یقین بالکل نہیں ہوتا۔ البتہ بعض صورت میں کثرت قرائن سے اہل علم کو یقین بھی حاصل ہوجایا کرتا ہے" بااینہمہ وہ پھر احاد کی تین اور قسمیں گن جاتے ہیں۔ (۱) مشہور (۲) عزیز۔ (۳) غریب اب لگے ہاتھوں ان تینوں کی تعریفیں بھی سن لیجئے۔

مشہور حدیث:۔ وہ ہوتی ہے جسکو ہر زمانہ میں تین یا تین سے زیادہ راویوں نے روایت کر کے بنایا ہو۔

عزیز حدیث:۔ اسکو کہتے ہیں جسکو ہر زمانہ میں دو عدد راویوں سے کم راویوں نے روایت نہ کیا ہو۔ اور

غریب حدیث:۔ اس کا نام ہے کہ جسکی روایت کسی زمانہ میں صرف ایک ہی ٹوٹے پھوٹے راوی سے ہوئی ہو۔

اسکے بعد خود ہی صاحبان محدثین نے اپنا یہ فیصلہ تحریر کیا ہوا ہے کہ "احاد حدیثوں میں بعض روایت تو مقبول ہے اور اس پر عمل واجب ہے۔ بشرطیکہ راوی کی دیانت و راستبازی کا علم ہو اور بعض روایات بالکل مردود ہیں جنمیں راویوں کی دیانت و راستی ثابت نہ ہوتی ہو۔"

لیکن بس اس پر بھی نہیں کیا جاتا۔ بلکہ پھر مقبول احاد قسم حدیث کی دو اور قسمیں بتلائی جاتی ہیں۔ وھو ہذا:۔

اول حدیث صحیح۔ دوم حدیث حسن۔ اب ذرا ان دونوں قسم کی حدیثوں کی کیفیت بھی سن لیجئے۔

حدیث صحیح:۔ محدث لوگ اپنی موضوعہ اصطلاح میں اسکو کہتے ہیں جسکو دیندار، پرہیزگار، خوب یاد رکھنے والے لوگوں نے ہر زمانہ میں برابر روایت کیا ہو نہ اسمیں کوئی چھپا عیب ہو اور نہ وہ دیگر معتبر لوگوں کے مخالف ہو۔ مگر یہ یاد رہے کہ پھر صحیح حدیث کی بھی سات علیحدہ علیحدہ قسمیں

ہو جاتی ہیں۔

اوّل قسم۔ بقول [illegible] حدیث [illegible] قسم کی تو وہ حدیث ہے جو کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہو اسکو حدیث متفق علیہ کہتے ہیں۔

دوم قسم وہ حدیث ہے جو کہ صرف بخاری ہی میں ہو۔ اور مسلم وغیرہ میں اسکا کوئی نام ونشان تک نہ پایا جائے

سوم قسم وہ حدیث ہوتی ہے جو کہ فقط مسلم میں پائی جائے اور بخاری وغیرہ میں بالکل موجود نہ ہو۔

چہارم قسم وہ حدیث سمجھی جاتی ہے جو کہ بخاری اور مسلم کی شرط اور انہی کے طور وطریق پر ہو

پنجم قسم وہ حدیث مانی جاتی ہے جو کہ صرف بخاری ہی کے طور وطریق پر ہو اور مسلم وغیرہ کا طور وطریق اسمیں بالکل نہ پایا جائے۔

ششم قسم۔ وہ حدیث کہلاتی ہے جو کہ فقط مسلم ہی کے طور وطریق پر ہو اور اسمیں بخاری صاحب کے طور وطریق کا کوئی رنگ ڈھنگ نظر نہ آئے۔

ہفتم قسم وہ حدیث تسلیم کیجاتی ہے جو کہ بخاری اور مسلم کے سوا دیگر اہلحدیث نے صحیح جانا اور مانا ہو

یہ مندرجہ بالا سات قسمیں تو صرف ایک قسم حدیث صحیح کی شمار ہوتی ہیں۔ اس سے آگے کچھ اور ہی ریوڑی کا پھیر دکھایا جاتا ہے جس سے کہ خواہ مخواہ بھی مسلمانوں کو چکر میں لاکر نتانوے کے پھیر میں لایا جاتا ہے۔

حدیث حسن:۔ اس حدیث کو کہتے ہیں جو کہ صحیح حدیث کیطرح ہو۔ لیکن اسکے راویوں کا حفظ اور یاد صحیح حدیث کے راویوں کے برابر نہ ہو۔ اسپر پیشوایان اہلحدیث یہ حکم دیتے ہیں کہ ہر چند مقبول اور حجت اور واجب العمل تو یہ دونوں ہی قسم کی حدیثیں ہیں لیکن تاہم۔ حدیث صحیح جو ہو وہ حدیث حسن سے نہایت مقدم اور افضل ہے۔ اور حدیث حسن۔ بہرحال۔ حدیث صحیح سے رتبے میں کمتر ہوتی ہے بعد ازاں خود اہلحدیث کے پیشواؤں ہی نے یہ فیصلہ بھی کر چھوڑا ہے کہ

حدیث کی مردود قسم احاد جو کہ لائق حجت نہیں ہے وہ حدیث ضعیف ہے، پس اب حدیث ضعیف کی بھی تعریف توصیف اور اسکی قسمیں سن لیجئے

حدیث ضعیف کی تعریف اور قسمیں:۔ بقول محدث والمحدیث لوگوں کے ضعیف حدیث اسکو کہتے ہیں جو کہ حدیث صحیح اور حدیث حسن کے مخالف ہو۔ خواہ اسکا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہو یا مطعون۔ سو اگر ابتدائے سند سے راوی ساقط ہو تو اسکو معلق کہتے ہیں اور اگر انتہا سے ساقط ہو یعنے صحابی مذکور نہ ہو تو اسکو مرسل کہتے ہیں اور اگر دو راوی برابر ساقط ہو گئے ہوں اسکو معضل کہتے ہیں اور نہیں تو منقطع۔ اور طعنہ راوی کا یہ کہ وہ جھوٹا ہو یا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۳۹

شیخ محمد حسن کا پندرہ روزہ رسالہ

نمبر ۱۰ — جلد ۴

بنام

اشاعۃ القرآن لاہور

۱۵ مارچ ۱۹۰۷ء مطابق ماہ صفر ۱۳۲۵ھ ہجری

اغراض و مقاصد

(۱) مسلمانوں کو اس حکم خداوندی سے آگاہ کرنا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری جملہ دینی ضروریات کیلئے ہر طرح کافی و وافی ہے اور یہ علیحدہ کسی کتاب بعمرو و بکر و زید و خالد کی روایت کی محتاج نہیں۔

(۲) قصص انبیا علیہم السلام کے متعلق جو غلط فہمیاں اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی اصلاح و تردید اور انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا۔

(۳) مخالفین کو قرآن کریم سے مہذبانہ جواب دینا۔

(۴) قرآن مجید کی آیات کے ترجمہ و تفسیر جو غلط کئے گئے ہیں انکی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ و تفسیر شایع کرنا۔

(۵) قرآن مجید کی ضرورت اور اسکی تعلیم کو عقل و فطرت کے موافق ثابت کرنا۔

(۶) چیدہ چیدہ خبروں سے اطلاع دینا۔

قواعد و ضوابط

(۱) یہ رسالہ مہینہ میں دو بار ہر ماہ انگریزی کی یکم و پندرہ کو چھپکر شایع ہوتا ہے نرخ قیمت سالانہ عام شائقین سے ۲ روپیہ اور محصول ڈاک ۱۲ معہ محصول ڈاک ایک روپیہ

(۲) نمونہ کا پرچہ ۲ کا ٹکٹ آنے پر مفت ارسال کیا جائیگا۔

(۳) خط و کتابت یا روپیہ بھیجتے وقت خریدار کو اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہئے تاکہ روانگی رسالہ وغیرہ میں کسی طرح کی غلطی نہ ہو۔

(۴) نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہونگی

(۵) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ڈاک آنا چاہئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف (۶) جو صاحب رسالہ ہذا کے کسی درج شدہ مضمون پر معقول اعتراض لکھکر بھیجینگے اسی مع جواب شایع کر دیا جائیگا۔

(۷) تجارتی اشتہارات بشرط منظوری بتصفیہ اجرت ضمیمہ میں چھپ سکینگے اور مطبوعہ شدہ اشتہارات بھی دو جو حسب قد ... ہمراہ رسالہ شایع و مشتہر ہو سکتے ہیں۔

تمام خط و کتابت و ترسیل زر مفصلہ ذیل پتہ پر ہونی چاہئے۔

المشتہر

شیخ محمد حسن خادم اشاعۃ القرآن لاہور

خبر جدید

یکم مارچ کو صبح کے ۵ ½ بجے جمشید پور روئی کی گٹھوں میں آگ لگ گئی ۱۴۰۰ ہزار کے گٹھے جلکر خاک سیاہ ہو گئے۔

کلکتہ میں گونگوں اور بہروں کے مدرسہ میں ۶۔ مارچ کو بصدارت راجہ صاحب بہادر تاشی پور مسٹر کارلائل انعام تقسیم کرنے والے تھے۔

اخبار پنجابی کے لئے ملک کے ہر حصہ میں چندہ ہو رہا ہے۔ اخبار بنگالی نے اس کے لئے جو فنڈ کھولا ہے۔ اس میں کثرت سے روپیہ وصول ہو رہا ہے۔

کانپور میں جو قصائیوں نے بلوہ کر کے چند افغانوں کو مار پیٹا تھا۔ اس میں ملزموں کو ایک ایک سال قید محض۔ اور ڈیڑھ ڈیڑھ سو روپے جرمانہ کی سزا ہوئی۔ اور مضروب افغانوں کو دو دو سو روپے دلائے گئے ایک قصاب کی حفظ امن کے لئے سال بھر کے واسطے ضمانت لی گئی۔ کیونکہ حکم سننے کے وقت عدالت میں۔ اس کے پاس سے کپڑے میں لپٹا ہوا جوتا برآمد ہوا تھا۔

شب پور کے کارخانہ پارچہ بافی میں آگ لگ جانے سے ۷ لاکھ کا نقصان ہوا۔

اور بننے اور کاتنے کی کلیں جل گئیں۔

گورنمنٹ پنجاب نے پاگلخانہ کے لئے فونوگراف باجے اور میجک لنٹرن منگوانے کی منظوری صاحب وزیر ہند سے طلب کی ہے۔

۲ مارچ کو کلکتہ میں بابو کالی پرسن چٹرجی کی یادگار میں۔ ہندوؤں۔ مسلمانوں عیسائیوں اور برہموں کا ایک عام جلسہ ہونیوالا تھا۔

لارڈ منٹو نے ناگپور میں قحط کے کام کا ملاحظہ کیا۔ اور بعض ضروری امور میں مشورہ کے لئے ایک قحط کانفرنس منعقد کی۔

مدناپور کی نمائش میں مسٹر ویسٹن مجسٹریٹ کی جانب سے سخت کوشش ہوئی۔ کہ سودیشی کا لفظ یا بندے ماترم کے نعرے نہ نکالے جائیں۔

ممالک غیر

اضلاع متحدہ کی کانگریس نے سودیشی کا مسئلہ پاس کر دیا ہے۔ اس کے رو سے حکام خزانہ محصولات کی آمدنی نیشنل بنکوں میں جمع کرنے کے مجاز ہوں گے ؟؟

(دیکھو)

اور کما قال اذا وقع القول علیہم اخرجنا لہم دآبۃ من الارض تکلمہم ان الناس کانوا بآیٰتنا لا یوقنون ۰ (پ ۲۰ ع ۲) یعنے قرب قیامت میں عیسےٰ علیہ السلام کو ہم ظاہر کریں گے اس لئے کہ وہ بنی اسرائیل و یہود و نصارے کی خباثت و نجاست کو مردود و مطرود کرے اور ان کو کتاب اللہ المجید کی آیات پڑھ کر سناوے تاکہ وہ شرمسار و ذلیل و خوار ہوں۔ وہ یہودیوں کو بھی بکوشش بلیغ حتے المقدور کما حقہ اتم و اکمل طور پر توبیخ و تبکیت کریں گے۔ تاکہ ان کی وہ تفریط و توہین بالکل مرجوم و ملعون ہو جائے۔ اور اسی طرح قوم نصارے کو بھی آیات کتاب اللہ پڑھ کر وعظ و نصیحت فرماویں گے تاکہ ان کی افراط اور مشرکانہ خیالات سب کے سب مردود و مطرود ہو جاویں۔ غرضکہ قرآن مجید ہی سے ہر دو فریقین یہود و نصارے کو ہدایت وارشاد فرمائیں گے اور ان کے باطل خیالات کی پوری پوری تردید و تکذیب کریں گے +

سوال۔ عیسے سلامٌ علیہ کو دآبۃ کہنے میں کونسی حکمت و تربیت و مصلحت ربّانی قرآنی ہے؟

جواب۔ چونکہ نصارے لوگ بباعث جہالت و سفاہت آپ کو ابن اللہ و ثالث ثلاثہ وہم و خیال کرتے ہیں۔ اس لئے رب العالمین نے لفظ دآبۃ بجائے عیسیٰ بن مریم کے ذکر فرمایا۔ تاکہ عباد الرحمٰن عموماً و خصوصاً سب لوگوں کو اظہر من الشمس ہو جائے کہ نصارے کا یہ وہم و خیال سراسر باطل ہے۔ کیونکہ وہ باقی بنی آدم کی مثل خصوصاً بنی اسرائیل میں سے۔ صرف ایک عظیم الشان آدمی زمین پر چلنے پھرنے والا ہی ہے اور بس۔ بوجہ من الوجوہ اس میں کسی طرح ذرہ بھر بھی مظنہ الوہیت وغیرہ کا ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ وہ صرف ایک بندہ عاجز انسان ہی انسان ہے علےٰ ہذا القیاس یہودیوں کو بھی لفظ دآبۃ میں شرمسار کیا گیا ہے۔ کہ وہ تو تمہاری مثل تم میں سے ہی ایک بنی آدم ہے۔ جو تمہاری ہی طرح زمین پر چلنے پھرنے والا ہے۔ بوجہ من الوجوہ کسی طرح تم سے عزت و شان و مرتبہ میں کم درجہ کا نہیں ہے۔ جس قدر تم بیہودہ گوئی و بدکلامی و توہین و تفریط اُس کے حق میں کرتے ہو۔ وہ سراسر تمہاری خباثت و نجاست ہی کا ثمرہ و نتیجہ ہے۔ اگر بالفرض بجائے اخرجنا لہم دآبۃ من الارض کے اخرجنا لہم عیسی ابن مریم من الارض ہوتا تو اس قدر فریقین کو تعریض و توبیخ و تبکیت و تنبیہہ نہ ہوتی غرضکہ لفظ دآبۃ ذکر کرنے میں نہایت ہی بڑھ کر بھاری حکمت و تربیت ربانی ہے۔ جو کہ ذکر کی گئی ہے۔ کیونکہ جملہ کتب منزلہ من اللہ کا خلاصہ یہی ہوتا ہے کہ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد کی توحید و تحمید و تسبیح و تقدیس عباد الرحمٰن پر ظاہر ہو۔ لفظ دآبۃ ذکر کرنے میں بھی بھاری توحید و تقدیس رب العزت کی ہے۔ کہ عیسے سلامٌ علیہ من کل الوجوہ ہر طرح ظاہراً و باطناً بندہ عاجز انسان ہی انسان ہیں۔ ان میں فضیلت صرف یہی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ جسطرح کہ اور رسل و انبیا بھی سب کے سب بشر ہی بشر اور انسان ہی انسان تھے۔

اسیطرح عیسےٰ سلامٌ علیہ بھی محض بشر ہی بشر ہیں ۔ سوائے رسالت ونبوت کے ان میں اَقدر کوئی زاید فضیلت وشرافت وبزرگی نہیں ہے۔ اولوالالباب واولوالابصار خود ہی تدبیر وتفکر وتفقہ کر سکتے ہیں۔کہ پیشگوئی وبشارت علام الغیوب رب العالمین کی جو بذریعہ جبرئیل سلامٌ علیہ کے مریم کو سُنائی گئی۔ یعنے وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا اس میں سے کچھ تو ظاہر ہوچکی۔ چنانچہ عبارت النص قرآن مجید سے وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ کے ترجمہ میں ہم صفحہ پر تحریر کر چکے ہیں۔ اور وَكَهْلًا کی پیشگوئی وبشارت آج دن تک ظاہر نہیں ہوئی۔ جملہ آیات قرآن مجید سے کسی جگہ بھی اشارةً یا کنایتہً بھی وہم وخیال تک نہیں ہوسکتا کہ عیسےٰ سلامٌ علیہ نے بطور معجزہ وخوارق عادت المہد کی مثل کلام لوگوں کے ساتھ غیر معمولہ کہولت کی حالت میں بھی کی ہو۔ اسوائے اس صورت کے جوکہ (پ ۲۰ع ۴) میں ذکر مذکور ہے اور کوئی بھی مخیل ومفہوم نہیں ہوسکتی۔ خصوصاً آیت تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ سے تو قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ دَآبَّةً بلاریب اللہ کا رسول ہی ہوگا۔ کیونکہ آیات کتاب اللہ کی اصلی تبلیغ کرنے والے رسل انبیاء ہی ہوتے رہے ہیں۔ آیات کتاب اللہ کی نسبت اصالتاً واستقلالاً بلاریب رُسل انبیاء ہی کی طرف ہوسکتی ہے۔ یعنی خاص وہی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری تبلیغ کردہ آیات کتاب اللہ ماسوائے رسل انبیاء کے اور کون شخص اصالتاً واستقلالاً۔ مدعی رسالت وتبلیغ کردہ آیات ہوسکتا ہے۔ جو لوگ قرآن مجید کو کلام الٰہی مانتے ہیں۔ وہ تو خواہ مخواہ بلاچون وچرا اس بیان سے چنین وچناں ولیت ولعل کر ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ پیشگوئی وبشارت کہلاً والی جب تک خاص عبارت النص قرآن مجید سے ظاہر نہ ہو۔ تب تک وہ پوری نہیں ہوگی۔ اور وعدہ سبحانی میں نقص وخلاف ماننا پڑیگا۔ معاذاللہ حاشا للہ۔ اگر کوئی شخص وہم وخیال کرے کہ عیسیٰ سلامٌ علیہ چونکہ کہلاً کی حالت میں بھی کلام کرتے رہے تھے۔ اس لئے یہ پیشگوئی بھی پوری ہوچکی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جملہ بنی آدم بلکہ تمام رسل انبیاء خصوصاً نوح سلامٌ علیہ ہمیشہ اپنی حالت کہلاً میں عام تام طور پر کلام کرتے رہے حتےٰ کہ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا کے نوح سلامٌ علیہ ہی محل ومورد ہیں۔ تو پھر عیسیٰ سلامٌ علیہ کی بزعم سایل ومعترض کونسی خصوصیت ہوسکتی ہے۔ جوکہ خوارق عادت وبطور معجزہ وپیشگوئی کی بشارت کی لایق ہوسکے کلّا وحاشا۔ یہ وہم وخیال کرنا سراسر ثمرہ ونتیجہ نادانی وکم فہمی قرآن مجید ہی کا ہے۔ اور بس بدرجہ عین الیقین وحق الیقین عبارت النص قرآن مجید سے صریح صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا میں ہر دو کلام مروجہ ومعمولی طور پہ نہیں ہیں۔ بلکہ بلاریب ہر دو کلام بطور معجزہ وخوارق عادت ہی بطور

پیشگوئی مریم کو بشارت دی گئی ہے۔

بسم اللہ سورہ فاتحہ سے لے کر سورہ الناس کے آخری سین تک جملہ آیات کتاب اللہ سے کسی جگہ ارشارۃً یا کنایۃً وہم و خیال تک بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ وکہلاً کی پیشگوئی ظہور میں آچکی ہو۔ منصف مزاج حق پرست کو ناچار و مضطر و بے قرار ہو کر ماننا پڑیگا۔ کہ وکہلاً کی پیشگوئی اسی وقت ظاہر ہوگی۔ جوکہ (پ ۲۰ ع ۲) میں مذکور و موجود ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ متصل ہی مابعد تو قیامت ہی قیامت کا ذکر ہے۔ یعنے یہ آیات مذکورہ ہیں۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ۝ (پ ۲۰ ع ۲)

ان آیات بالا سے بعبارت نص قرآن مجید صریح صاف طور پر ثابت ہے کہ متصل ہی متصل قیامت وقوع میں آجائے گی۔ پس اس حالت میں اس دَآبَّةً کے ظہور کے بعد تو ہرگز مظنۃً و وہم و خیال نہیں ہو سکتا۔ کہ پھر کسی اور وقت میں وکہلاً کی بشارت و پیشگوئی ظاہر ہو۔ چونکہ وکہلاً کی پیشگوئی کا ظاہر ہونا مطابق اِنَّ اللّٰہَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝ (پ ۱۳) اور مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ (پ ۲۶ ع ۱۶) اور لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ (پ ۱۱ ع ۱۲) اور لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۝ کے نہایت ضروری ہے۔ اس لیے سجملہ عباد الرحمٰن پر واجب و افرض ہے۔ کہ وہ خاص قرآن مجید ہی کو سوچیں اور سمجھیں۔ اگر کسی جگہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ تو فبہا ورنہ سوائے اس کے اور کیا سمجھا جائے کہ وہ پیشگوئی ابھی تک ظاہر پوری نہیں ہوئی لیکن ضرور وہ آیندہ پوری ہونے والی ہے۔

ہاں اگر بالفرض قرآن مجید کو کلام الٰہی نہ مانا جاوے۔ اور کسی جھوٹے متکلم کی گپ تصور کی جاوے۔ اور کہا جائے کہ یہ بات ہی باطل ہے۔ اور سرے سے ہی اس کی بات کو جھوٹا اور لغو اور بیہودہ اور باطل سمجھا جائے۔ تو پھر البتہ گنجائش ہو سکتی ہے۔ کہ اس پیشگوئی کو بھی جھوٹا اور باطل تصور کیا جائے۔ ورنہ جو لوگ قرآن مجید کو کلام الٰہی مانتے ہیں انکو تو خواہ مخواہ بلا چون و چرا ماننا ہی پڑیگا کہ بلا ریب عبارت نص قرآن مجید سے صریح صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ عیسٰے سلام علیہ نے خوارق عادت بطور معجزہ اپنی والدہ ماجدہ کی گود ہی میں فی الواقع و نفس الامر کلام پُر نظام کی ہے۔ خصوصًا خاص اسی دن ہی کہ جس روز آپ پیدا ہوئے تھے اور اسی طرح خوارق عادت بطور معجزہ عظیم الشان جلیل القدر کہل غیر معمولہ و عجیبہ میں بھی آپ ضرور ہی کلام پُر نظام فرمائیں گے۔ بوجہ من الوجوہ کسی طرح ذرہ بھر بھی مابین ان کلاموں کے

فرق نہ ہوگا۔ کُل بھی بطور معجزہ وخوارق عادت ہی آپ سے ظہور میں آئے گا۔ جیسا کہ
وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ الآیہ میں بزمانۂ قرب قیامت اس آخری پیشگوئی وکھلا دائی
کا پورا ہونا مذکور ہے۔

اگرچہ اولوا الابصار والوا الالباب کے حق میں تو اسی قدر بیان کافی ووافی وشافی وعافی ہے۔ لیکن عوام الناس کے واسطے زیادہ تفصیل وتشریح وتوضیح وتصریح بآیات کتاب اللہ المجید کرنی انسب والزم ہے۔ مطابق

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا (پ ۱۹ ع ۱)

اور نہ پیش کرینگے ہرگز لوگ تیرے سامنے کسی قسم کا سوال واعتراض۔ مگر اس کا جواب باصواب ہم نے دے رکھا ہے۔ تجھ کو قرآن مجید ہی میں ٹھیک ٹھیک اور بہت اچھی طرح کھول کر من کل الوجوہ۔

اب خاص عبارت نص قرآن مجید ہی سے اس دَابَّة کی تفصیل وتشریح بھی لکھی جاتی ہے۔ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ (پ ۱۲ ع ۸) وھو ہذا۔

برہان وفرقان ثانی۔ قال اللہ تبارک وتعالےٰ

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ الآیہ الی وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ

جب بیان کیا جائے حال بیٹے مریم کا۔ معبود ہوجانے میں دیگر باطل معبودوں کے ساتھ تو (اے پیغمبر) ناگاہ قوم تیری اس مثال سے کھلکھلا پڑتی ہے۔

× × × × × × × × × × × × × ×

اور تحقیق وہ عیسےٰ بیٹا مریم کا البتہ عظیم الشان قطعی ویقینی علامت ہے۔ قرب قیامت کی۔ پس ہرگز شک نہ کرو تم اس علامت کے ظہور میں یعنے میری طرح تم بھی اس علامت کے ظہور کا ایمان واذعان وایقان رکھو۔ یہی اعتقاد رکھنا راستہ ہدایت کا ہے۔ جو کہ ہر طرح سیدھا وپختہ ہے۔ اور ایسا ہرگز نہ ہو کہ روکے تم کو اس عقیدے سے۔ کوئی شیطان معشر الجن والانس میں سے۔ (بلکہ کسی شیطان کا بھی کہنا مت ماننا) کیونکہ وہ

وَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ (پ ۲۵)

شیطان تمہارے حق میں بڑا بھاری دشمن ہے ۔ کھلم کھلا۔ (کہ وہ تکذیب قرآنی تم سے کراتا ہے)۔ پس جب ظاہر ہوگا عیسٰے سلامٌ علیہ زمانہ قرب قیامت میں ساتھ روشن آیات کتاب اللہ کے ۔ تو وہ کہے گا کہ تحقیق میں پیش کرتا ہوں تمہارے سامنے آیات کتاب اللہ۔ خصوصاً ضرور ہی بیان کرتا ہوں میں تمہاری خیر خواہی کے لئے بعض وہ باتیں جن میں مخالفت کرتے رہتے ہو تم۔ کتب منزلہ من اللہ سے ۔ پس بچو مخالفت کتاب اللہ سے ۔ یعنی تم بھی میرے موافق و مطابق ہی اعتقاد رکھو (اور مجھے ابن اللہ و ثالث ثلاثہ مت کہو کیونکہ) تحقیق اللہ تعالیٰ تو میرا پروردگار ہے جیسا کہ وہ تمہارا پروردگار ہے ۔ پس اسی کی تعظیم کیا کرو۔ (میری مت کرو۔) یہی رستہ ہدایت کا ہے جو کہ بالکل سیدھا و پختہ ہے ۔ پھر بھی بنی اسرائیل یہود و نصارے کے گروہ آپس میں اختلاف رکھیں گے (اور سب کے سب متفق نہیں ہونگے)[۲] پس بہت ہی سخت خرابی ہوگی ان لوگوں کو جو ظالم بنے رہیں گے ۔ عذاب روز قیامت سے جو نہایت ہی دکھ دینے والا ہوگا۔

آیات بالا مذکورات کی قدرے اور بھی تشریح و توضیح کرنی اس جگہ اشد ضروری ہے۔ تاکہ جملہ عباد الرحمٰن عموماً و خصوصاً بہ فیض قرآنی کامیاب ہوں ۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ

قرآن مجید میں ایک جگہ کفار مشرکین پر سخت توبیخ و تثلیث کی گئی ہے ۔ اور ان کو اور ان کے باطل معبودوں کو دوزخ کا ایندھن قرار دیا گیا ہے ۔ کما قال اللہ تبارک و تعالےٰ ۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ الآیۃ الی اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۔ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۔ (پ ۱۷)

چونکہ ان آیات میں کفار مشرکین اور باطل معبودان کے ہر دو فریق حَصَبُ جَهَنَّم کا محل و مورد ٹھیرائے گئے ہیں۔ اگرچہ اس میں صریح صاف طور پر اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى میں پاک لوگ مستثنےٰ ہو چکے ہیں ۔ لیکن مخالف متعصب بباعث غرض فساد و شرارت جان بوجھ کر پھر بھی اندھے۔ بہرے ہو جاتے ہیں اور بے محل و بے موقع سوال و اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں ۔ اس لئے علیمٌ بذات الصدور نے ایسے لوگوں کی تکذیب و تردید فرمائی کہ جو لوگ بغرض مغالطہ و مجادلہ عیسیٰ سلامٌ علیہ کو باطل معبودوں کے ساتھ ملا کر ہنسی اور دوزخ میں رہنے والا قرار دیویں۔ تو کفار مشرکین اس صورت مجادلہ و مکابرہ میں بہت ہی خوش ہوتے اور ہنسی کھیلی مچاتے ہیں ۔ پس اے پیغمبر تو ان لوگوں کو کہہ دے ۔ کہ عیسے سلامٌ علیہ تو اللہ تعالےٰ کا پاک بندہ معصوم بلکہ رسول ۔ مجتبےٰ و مصطفےٰ ہے ۔

۲۔ یعنی بعض ان میں سے ابن اللہ اور بعض ثالث ثلاثہ اور بعض عین خدا کہتے ہیں

اور اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى کا محل و مورد ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے اوصاف وفضایل بیان کرکے یہی کہہ دے کہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا الآیہ اسلئے فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ۔ (پ ۲۵ ع ۱۲) یعنے یہ سراسر تمہاری سفاہت وضلالت وحماقت و جہالت ہے کہ تم اس کو حصب جہنم کا محل و مورد کہتے ہو۔ حالانکہ وہ تو اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى میں اوروں سے مستثنےٰ و ممتاز ہے۔

چونکہ ہم اول یہ دعوے کر چکے ہیں۔ کہ جن آیات میں دَآبَّةً کا ذکر ہے ان کی تفصیل وتشریح وتوضیح دوسری جگہ قرآن مجید (پ ۲۵ ع ۱۲) میں موجود ہے۔ اور اسی دعویٰ کو پورا کرنے کے واسطے ہم چند آیات پارہ مذکور وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا سے لے کر فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ تک بمعہ ترجمہ لکھ چکے ہیں۔ اب ہمارا یہ فرض ہے کہ آیات (پ ۲۰ ع ۲) جن میں دابۃ کا ذکر مذکور ہے۔ ان کا مقابلہ ان آیات سے کریں۔ جو کہ (پ ۲۵ ع ۱۲) کے حوالہ سے ابھی اوپر ہم بغرض تشریح وتفصیل درج کر چکے ہیں۔ تاکہ منصف مزاج حق پرست ناظرین کو اظہر من الشمس ہو جاوے کہ فی الواقع نفس الامر میں یہ دعوے صحیح و درست ہے وھو ہذا۔

قبل ازیں کہ ہم آیات کا مقابلہ کریں۔ ناظرین کو اس قدر آگاہ کر دیتے ہیں۔ کہ ہم جس جگہ **بیان اول** بولیں وہاں وہ آیات مراد ہونگے جو کہ (پ ۲۰ ع ۲) میں مذکور ہیں یعنے جن میں اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ کا ذکر ہے۔ اور جہاں ہم **بیان ثانی** کا لفظ لکھیں۔ تو وہاں خاص وہ آیات مراد ہونگی۔ جو کہ (پ ۲۵ ع ۱۲) میں موجود ہیں۔ یعنے جن میں وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا کا ذکر ہے۔

جاننا چاہئے کہ **بیان اوّل** میں یہ الفاظ ہیں:۔

(۱) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ۔ اللایہ

اس کی تشریح وتفصیل دوسری جگہ **بیان ثانی** میں اس طرح ذکر کی گئی ہے:۔

(۲) وَلَمَّا جَآءَ عِیْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَیِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ (پ ۲۵ ع ۱۲)

یعنے **بیان اول** کی آیت نمبرا مندرجہ صدر میں تو خالی دعوے ہی ہے۔ کہ بنی اسرائیل کے اختلاف بذریعہ قرآن مجید رفع دفع کئے جاتے ہیں۔ اور **بیان ثانی** آیت نمبر ۲ میں فی الواقع اس دعوے کا پورا ہونا ذکر کیا گیا ہے کہ کس طرح سے وہ اختلاف رفع دفع ہوتے ہیں۔ یہاں یہ امر واضح رہے کہ الفاظ کی تقدیم وتاخیر کا مدار صرف فن فصاحت وبلا

پر موقوف ہوتا ہے یہاں اس کی تفصیل کرنے میں سراسر طوالت و ملالت ہی کا اندیشہ ہے
اس لئے یہ بحث اس جگہ متروک ہے۔ اور وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً میں مخاطب خاص بنی اسرائیل ہی
ہیں۔ کیونکہ اس کے ماقبل وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ ہی مذکور ہے۔ یعنے **بیان اول**
میں بھی یہ دعوے ہے کہ بنی اسرائیل کے اختلافات قرآن مجید رفع دفع کرتا ہے۔ اور **بیان ثانی**
میں بھی خاص بنی اسرائیل ہی کے اختلافات کا رفع دفع ہونا مذکور ہے۔

پھر بیان اول میں یہ کلمات مذکور ہیں۔ کہ:-
(۳) وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ جس کی تفصیل و تشریح
بیان ثانی میں اس طرح نازل ہوئی ہے۔ کما قال اللہ تبارک وتعالےٰ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ
لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا۔ الآیہ الے عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔

یعنے **بیان اول** آیت نمبر ۳ میں تو قرب قیامت کے علامات میں بنی اسرائیل کو ایک
عظیم الشان بنی آدم کے ظاہر ہونے کی پیشگوئی ہے۔ چونکہ وہاں اس آدمی کا نام اور پورا پورا
نشان نہ تھا۔ اس لئے رب العالمین ہی کا حق تھا کہ وہ خود ہی اس آدمی کا نام اور پورا پورا
نشان اتم و اکمل طور پر ذکر فرماوے۔ اس لئے اس آدمی کے نام و نشان کی تفصیل و تشریح
پوری پوری کی گئی ہے۔ بیان ثانی آیت نمبر ۴ میں جبکہ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ میں ضمیرہٗ کا مرجع
ماقبل ابن مریم مذکور و موجود ہے۔ تو دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ کی پوری پوری تشریح کی گئی۔ یعنی
بیان اول آیت نمبر ۳ میں تو قرب قیامت کی نشانی بنی اسرائیل کو ایک عظیم الشان آدمی
کا ظاہر ہونا مختصر طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اور بیان ثانی آیت نمبر ۴ میں اس آدمی کا نام اور
پورا پورا نشان بیان فرمایا گیا ہے۔

اور بیان اول میں یہ الفاظ ذکر کئے گئے ہیں۔ (۵) تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ۔ چونکہ یہاں مختصر طور پر بیان ہے۔ کہ وہ دابہ بنی اسرائیل کو وعظ و
نصیحت کریگا۔ یعنے کتاب اللہ المجید پڑھکر سنائے گا اور سمجھائے گا۔ لیکن اس میں تشریح
و تفصیل نہیں ہے کہ وہ کونسی آیات ہونگی۔ جو کہ دابۃ ان کو پڑھ کر سناویگا یا سمجھائے گا
اس لئے قرآن مجید ہی کا فرض ہے۔ کہ ان آیات کی تفصیل و توضیح بھی کرے۔ چنانچہ
ایسا ہی کیا گیا ہے۔ یعنے:-

بیان ثانی میں صاف طور پر ان آیات کا پورا پورا پتہ و نشان بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔

اور وہ یہ ہیں:-
(۶) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

یعنے وہ بنی اسرائیل کے ہر دونوں فرقوں یہود و نصاریٰ کو قرب قیامت میں اس طرح وعظ و نصیحت فرمائے گا۔ کہ جملہ کتاب اللہ المجید قرآن کریم پر ایمان و ایقان رکھو۔ اسکی مخالفت سے بالکل بچتے رہو۔ خصوصاً جس طرح سے کہ میرا ایمان و اسلام صرف کتاب اللہ ہی پر ہے۔ تم بھی اسیطرح میرے ہی مطابق و موافق خاص کتاب اللہ ہی کے عامل و پابند بنے رہو۔ وہ قوم نصاریٰ کو اس طرح فرمائے گا کہ مجھے ابن اللہ یا ثالث ثلثہ واِلٰہ و بزرگ مت جانو۔ بلکہ صرف اپنے جیسا بشر۔ انسان اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ ہی تصور کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ میرا پروردگار ہے۔ نہ کہ باپ۔ جیسا کہ تمہارا وہ پروردگار ہے۔ کسی طرح میرے اور تمہارے درمیان اس بارہ میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں ہے۔ صرف اللہ تعالےٰ ہی کی تعظیم کیا کرو۔ × ہٰذا صراط مستقیم

مجھے خالی اپنے جیسا بشر ذلیل۔ حقیر۔ عاجز بندہ بے اختیار و ناچار تصور کیا کرو۔ یہی اعتقاد و اسلام و ایمان و ایقان میرے حق میں رکھنا۔ اللہ کی رضامندی کا سیدھا و پختہ رستہ ہے۔ ویسا ہی بنی اسرائیل کے گروہ یہود کو بھی اسی طرح جملہ قرآن مجید ہی کی ترغیب و تحریص فرمائے گا کہ تم کل احکام کتاب اللہ پر ایمان و اسلام رکھو اور مخالفت کتاب اللہ سے بالکل بچتے رہو۔ خصوصاً میری ہی طرح سے صرف قرآن مجید ہی کے مومن و مسلم بنے رہو اور فقط اسی کتاب اللہ ہی پر عملدر آمد رکھو۔ اور مجھے اپنے جیسا بنی آدم ہم جنس ایک بشر انسان عاجز بندہ تصور کرو۔ بوجہ من الوجوہ میرے حق میں کسی طرح تفریط و توہین و بدکلامی و بدزبانی و بداعتقادی وغیرہ نہ کیا کرو۔ غرضیکہ بنی اسرائیل کے ہر دونوں گروہوں کو مطابق ہدایت وارشاد کتاب اللہ المجید عیسیٰ سلام علیہ یہ وعظ و نصیحت فرمائیں گے۔ خصوصاً اپنے بارہ میں افراط و تفریط فریقین کی بالکل مردود و مطرود کریں گے۔ اولی الالباب و اولی الابصار بغرض انصاف و اصلاح مابین بیان اول و بیان ثانی خود ہی مقابلہ کر لیویں۔ تاکہ اصلی حق حال ان کو واضح و روشن ہو جاوے۔ خلاصۃ المرام الغرض یہ ہے کہ بیان اول و بیان ثانی کے جملہ آیات بینات میں تفصیل و تشریح و توضیح و تفسیر ہے۔ آیت وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا (پ ۳ ع ۱۳) کے آخری جزو وکھلاً کی بلاریب جس طرح وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ کا ظاہر ہونا بطور معجزہ و خوارق عادت قرآن مجید سے ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح سے وَكَهْلًا کا ظہور بھی انشاء اللہ العزیز خاص قرب قیامت ہی میں ضرور اظہر من الشمس طور پر بطریقہ معجزہ و خوارق عادت ثابت ہو جائے گا۔

اب تیسری دلیل در بارہ تفصیل و تشریح آیت وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا

کی لکھی جاتی ہے۔ وباللہ التوفیق وھو ہذا :-

برہان وفرقان ثالث ۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ

(۱) وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا

(پ ۶ ع ۲)

بنی اسرائیل میں سے یہودی لوگ کہتے تھے کہ ہم نے (ہمارے بزرگوں نے) سولی پر قتل کر چھوڑا ہے مسیح عیسےٰ بیٹے مریم کو جو کہ اللہ تعالےٰ کا رسول بنتا تھا حالانکہ اصلی حال یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے اسکو سولی پر قتل کیا اور نہ ہی اُس کو وہ خالی سولی پر چڑھا سکے لیکن ضرور ہی (اُن ہی لوگوں کا پیشواے باطل) ہمشکل عیسیٰ ان کی نگاہ میں معلوم ہوا۔ (پھر جو کچھ ہوا صرف اسی کے ساتھ ہوا) پس جو لوگ کہ اختلاف کرتے ہیں عیسیٰ کے بارہ میں وہ پڑے ہوئے ہیں بھاری شک میں بسبب اسی ہمشکل کے سولی پر قتل ہو جانے یا خالی سولی پر چڑھائے جانے کے نہیں ہے ان کے پاس اس دعوے قتل یا خالی صلاب عیسیٰ پر ہرگز کوئی دلیل ۔مگر وہ پیروی کرتے ہیں اپنے ظن ہی ظن کی۔ کیونکہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ انہوں نے عیسےٰ کو یقیناً سولی پر قتل نہیں کیا۔ بلکہ (اصل حال یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے اس کو ان سے بچا کر اپنی حفاظت میں کسی اور جگہ اقامت پذیر کر دیا۔ کیونکہ ہمیشہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے تمام ارادوں پر ہر طرح غالب اور ہر کام میں اس کی حکمت ہی حکمت ہوتی ہے۔ (جب قیامت کے قریب عیسےٰ سلام علیہ بنی اسرائیل پر ظاہر ہونگے تو جتنے اہل کتاب یہود ونصاریٰ اس وقت موجود ہونگے ۔ضرور ان کے مرنے سے پہلے پہلے سب کے سب اُن کا یہ تمام قرآنی حال وقال مان لینگے۔ پس قیامت کے روز عیسیٰ سلام علیہ ان یہود ونصاریٰ لوگوں پر اپنی دید وشنید کے گواہ ہونگے۔

آیت ہذا سے عوام الناس یہ وہم وخیال کرتے ہیں۔ کہ جب عیسےٰ سلام علیہ ظاہر ہونگے۔ تو ان دنوں میں جملہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ وغیرہ وغیرہ ۔ عموماً وخصوصاً سب کے سب خالص مخلص ۔حنیف ۔مومن کتاب اللہ المجید اتم واکمل طور پر ہی بن جائیں گے۔ یہ سراسر اُن کی غلطی وخطا ہے ۔کیونکہ کبھی بھی کسی زمانہ میں کسی رسول پر جملہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ اور نہ ہی الے یوم القیامت ایسا ہو سکتا

ہے۔ کہ کسی شخص کی بات کو بالاتفاق تمام روئے زمین کے لوگ مان لیں۔ کیونکہ جملہ آیات کتاب اللہ المجید اس باطل وہم وخیال کی بالکل تردید وتکذیب کرتی ہیں۔ کما قال اللہ تبارک وتعالےٰ۔

(۱) وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (پ ۲۲ ع ۸) اور (۲) قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (پ ۹ ع ۸) (۳) أَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ (پ ۴ ع ۳)

خصوصًا عیسےٰ سلامٌ علیہ کے زمانہ قرب قیامت میں ظاہر ہونے کا حال بھی قرآن مجید میں دوسری جگہ مذکور وموجود ہے۔ جس سے اظہر من الشمس طور پر ظاہر وباہر ہے۔ کہ اس وقت بھی تمام اہل کتاب مومن کتاب اللہ کے نہیں بن جائیں گے۔ کما قال اللہ تعالےٰ۔

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا (پ ۱۶ ع ۵)

یعنے اس وقت بھی وہ لوگ عیسےٰ سلامٌ علیہ سے مخالفت کریں گے۔ سو جو لوگ ان میں سے کافر کتاب اللہ کے ہونگے۔ وہ مستحق عذاب جہنم کے ہوجائیں گے۔

چونکہ یہودیوں میں بھی اختلاف تھا۔ عیسےٰ سلامٌ علیہ کے بارہ میں۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ سولی پر ہی مرگیا۔ اور بعض کہتے تھے کہ سولی سے کسی باعث مرنے سے بچ رہا۔ اس لئے رب العالمین نے دونوں فرقوں کی تردید وتکذیب کی اور فرمایا۔ کہ نہ تو وہ سولی پر قتل ہوا ہے اور نہ ہی وہ خالی سولی پر چڑھایا گیا ہے۔ پہلے لفظ وَمَا قَتَلُوهُ میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے تھے کہ سولی پر مرگیا۔ اور وَمَا صَلَبُوهُ میں ان لوگوں کی تکذیب وتردید ہے۔ جن کا وہم و خیال یہ تھا۔ کہ سولی پر چڑھایا گیا۔ لیکن کسی نہ کسی باعث اس پر سے وہ زندہ بچ نکلا اللہ تبارک وتعالےٰ نے دونوں کے وہم وخیال کو رد فرمایا۔ کیونکہ رسل انبیاؑ کی حفاظت اللہ تبارک وتعالےٰ پر بھاری فرض ہوتی ہے۔ بوجہ من الوجوہ ان کے موذی ظالم ہرگز ہرگز قدرت وطاقت نہیں پا سکتے۔ کہ ان کو بری نیت سے مس تک بھی کرسکیں (یعنی خالی ہاتھ سے بھی ان کو چھو سکیں چنانچہ (پ ۴ ع ۱) آیت وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ الآیہ میں اس مدعا کا ثبوت کما حقہٗ اتم واکمل طور پر دیا گیا ہے۔ وہاں دیکھنے سے پوری پوری تسلی واطمینان ہوسکتا ہے۔ کہ بلاریب رسل انبیاء پر کوئی شخص طاقت وقدرت نہیں رکھ سکتا۔ کہ بری نیت یا برے خیال سے ان کو مس تک بھی کرسکے۔ صرف زبانی بدکلامی وبدگوئی برے لوگ کرتے ہے اور آیندہ بھی قیامت تک کرتے رہیں گے۔ خصوصًا عیسےٰ سلامٌ علیہ کے واسطے تو بعبارت نص قرآن مجید ثابت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا۔ کہ کوئی شخص تجھ سے مس تک بھی نہ کرسکے گا۔ کما قال اللہ تبارک وتعالےٰ :-

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى إِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ (پ ۳ ع ۱۴)

آیت ہذا میں عیسیٰ علیہ السلام کو تین وعدے دیئے گئے ایک إِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ دوم وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سوم وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔

ان میں سے دوسرے وعدہ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا میں آپ کو یہ تسلی واطمینان دیا گیا ہے۔ کہ ظالموں موذیوں کی مس تک سے بھی تم کو ہم پاک ومحفوظ رکھیں گے۔ معاذاللہ حاشا للہ! اگر یہ وہم وخیال کیا جائے۔ کہ ظالموں موذیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خالی ہاتھ لگانے تک بھی قدرت پائی ہو تو وہ دوسرا وعدہ بالکل جھوٹا ماننا پڑیگا۔ کلّا وحاشا! إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔ (پ ۳ ع ۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ جملہ عیبوں ونقصانوں سے خصوصاً عہد شکنی ووعدہ خلافی سے بالکل منزہ وبری ہے۔ آیت ہذا سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ بلاریب آپ کو مس تک بھی کفار کی نہیں ہوئی تھی۔ چہ جائے کہ آپ کو پکڑ کر سولی پر چڑھا سکتے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اس وعدہ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کا ایفا واتمام دوسری جگہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ:۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ الآیہ الیٰ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ الآیہ الیٰ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِىْ إِسْرَآئِيْلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ الآیہ (پ ۷ ع ۶)

ان آیات سے بعبارت نص قرآن مجید صریح صاف طور پر ثابت ہے کہ قیامت کے روز جملہ رسل انبیاء بدرگاہ جبار قہار رب العزت حاضر کئے جاویں گے۔ خصوصاً عیسیٰ سلام علیہ کو بھی پیش کیا جاویگا۔ ان کو رب العزت اپنے انعامات واحسانات یاد کرائیگا۔ منجملہ ان احسانوں کے یہ احسان بھی جتلائے گا۔ کہ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِىْ إِسْرَآئِيْلَ عَنْكَ یعنے یاد کر وہ وقت جب کہ میں نے بالکل روک لیا یہودیوں کو تیرے پاس تک آنے سے بھی۔ چہ جائے کہ وہ تجھ کو ذرا چھو بھی سکتے

اس آیت میں تفصیل وتشریح ہے۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کی۔ کیونکہ جب وہ عیسیٰ سلام علیہ کے قریب تک آنے سے بھی بند کئے گئے۔ تو پھر وہ کسی طرح قدرت وطاقت نہ پا سکے کہ آپ کو سولی تک لیجا سکتے۔ یا مس تک بھی کر سکتے۔ یعنی خالی ہاتھ سے بھی چھو سکتے۔ چونکہ یہ یہودیوں کا سراسر بہتان وافترا تھا۔ اس لئے عالم الغیب والشہادت علیم بذات الصدور نے ان کو

مردود و مرجوم کیا۔ اور فرمایا کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ یعنے عیسے سلامٌ علیہ تو
من کل الوجوہ یہودیوں کی شرارت و شقاوت سے کما حقہ اتم و اکمل طور پر محفوظ و مامون رہے
ہاں مگر ضرور ہی ان یہودیوں نے غلطی سے اپنے باطل پیشوا ہی کو بزعم خود عیسے سمجھ کر سُولی پر
چڑھا دیا۔ اور صرف اسی اپنے باطل پیشوا ہمشکل عیسے کے ساتھ جو کچھ کیا سو کیا۔ شُبِّہَ
صیغہ ماضی مجہول ہے۔ باب تفعیل سے۔ اس کا مصدر تشبیہ ہے۔ کتب لغت میں تشبیہ کا
معنے تمثیل و ہمشکل ہونا ہے۔ جو لوگ شُبِّہَ کا معنے شک شبہ کرتے ہیں۔ سراسر غلطی کرتے ہیں
اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کون شخص عیسے سلامٌ علیہ کا ہمشکل و مثیل ان یہودیوں
کی نگاہ میں معلوم ہوا؟

جواب یہ ہے کہ اگر عیسیٰ سلامٌ علیہ اُس وقت قدرت رکھتے تو باطاعت و امتثال
فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (پ ۱۰ ع ۶) کے خاص ان کے باطل پیشوا ہی کو قتل کرتے۔ مطابق جَزٰٓؤُا
سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (پ ۲۵ ع ۴) اور وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (پ ۱۴
جبکہ یہودیوں کو ائمۃ الایمان و اسلام (یعنے عیسے سلامٌ علیہ) کا قتل کرنا مطلوب و
مقصود تھا۔ تو بالمقابل عیسے سلامٌ علیہ بھی بحالت قدرت و طاقت مامور و مکلف ہوتے کہ
یہودیوں کے ائمۃ الکفر یعنے ان کے پیشوائے باطل ہی کو قتل کرتے۔ جو کہ لوگوں کو بہکا کر
بغرض شب خون آپ پر چڑھا لایا تھا۔ چونکہ عیسیٰ سلامٌ علیہ اس وقت بالکل عاجز و بے سروسامان
تھے۔ اور طاقت و قدرت مقابلہ کی نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے رب العالمین نے اپنے وعدوں
کے مطابق عیسے سلامٌ علیہ کو بالکل ان یہودیوں کے شر و فساد سے مامون و محفوظ رکھا۔ علاوہ
ازیں بطور قصاص عیسے سلامٌ علیہ کے عوض میں خاص انہی کے باطل پیشوا کو ماخوذ و محبوس
کرا دیا۔ اور صرف اسی کو خود ان ہی کے ہاتھوں سے قتل کرایا۔ یا خالی سُولی پر چڑھوایا۔ غرضکہ
باقی آیات کتاب اللہ سے تفصیل و تشریح معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ شخص خاص ائمۃ الکفر
یعنے صرف ان کا پیشوائے باطل ہی تھا۔ اب باقی رہی یہ بات کہ عیسیٰ سلامٌ علیہ ایسی حالت سخت
میں کس طرح سے محفوظ و مامون رہے۔ اس بات کی توضیح و تشریح بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ
کے ذیل میں ابھی انشاء اللہ العزیز ذکر کیجائے گی۔ وباللہ التوفیق۔

آیت وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ (پ ۶ ع ۲) کے لفظ منہ میں جو ضمیر
مجرور ہے۔ اس کا مرجع تشبیہ ہے۔ جو کہ مصدر شُبِّہَ کی ہے۔ چونکہ ہمشکل عیسے سلامٌ علیہ
کا مصلوب ہوا۔ اور وہ ان یہودیوں کو روئے زمین پر بعدہٗ نہ مل سکا۔ اس لئے یہودیوں کو بھی عیسے
کے قتل یا مصلوب ہونے کی نسبت شک پڑ گیا۔ یعنی اگر عیسیٰ سلامٌ علیہ اُس واقعہ کے بعد پھر

گھروں موجود ہوتے۔ اور ان کا پتہ و نشان پورا پورا مل جاتا۔ تو وہ لوگ خواہ مخواہ بلا چون وچرا تسلیم کر لیتے کہ عیسیٰ علیہ السلام قتل ہونے اور صلیب پر چڑھائے جانے سے مامون و محفوظ رہے ہیں۔ بامداد و اعانت قادر قیوم رب العزت کے۔ اور اپنے پیشوائے باطل کے قتل یا سولی پر چڑھائے جانے کا ان کو عین الیقین و حق الیقین ہو جاتا۔ اور ان کا پیشوائے باطل اس واقعہ کے بعد موجود رہتا۔ اور گم نہ ہو جاتا۔ تو جملہ عباد الرحمان سب کے سب محقق و متیقن طور پر بھی اعتقاد و اذعان رکھتے کہ خاص عیسیٰ علیہ السلام ہی مقتول یا مصلوب ہوئے ہیں۔ چونکہ ہر دونوں یعنے (پیشوائے باطل یہودیاں اور عیسیٰ علیہ السلام) اس دن کے بعد آج کے دن تک مفقود ہی مفقود رہے ہیں۔ بوجہ من الوجوہ بظاہر ہر دونوں کا ان کو کوئی پتہ و نشان نہیں ملا۔ اس لئے فرقہ یہود وَاِنَّهُ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ کا محل و مورد بن گیا۔ اگر بالفرض وہ کتاب اللہ قرآن مجید پر ایمان لاتے تو ضرور ہی ناچار و مضطر و بیقرار و بے اختیار ہو کر تسلیم کر لیتے۔ کہ خاص ہمارا ہی پیشوائے باطل مقتول یا مصلوب ہوا ہے عیسیٰ علیہ السلام بامداد و تقویت و تائید ربانی بالکل مامون و محفوظ رہے۔ یہاں وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ میں ھُمْ کا مرجع خاص وہی یہودی لوگ ہیں جو کہ بالکل مکذب و منکر قرآن مجید کے ہیں۔ اور صرف انہی یہودیوں اور اُن کے ہمخیال لوگوں کو شک و شبہ اس واقعہ میں ہے۔ کیونکہ بعبارت نص قرآن مجید ان آیات سے صریح صاف طور پر ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر قتل ہونے یا خالی سولی پر چڑھائے جانے میں شک اہل اسلام و ایمان کو تو ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ صرف یہودی یا ان کے ہمخیال لوگ ہی اس امر میں شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

آیت ہذا کی تفصیل و تشریح دوسری جگہ قرآن مجید میں مذکور و موجود ہے۔ کما قال اللہ تبارک و تعالےٰ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ (پ ۱ ع ۱۱) یعنی بذریعہ و وسیلہ جبریل ؑ کے اللہ تبارک و تعالےٰ نے آپ کو اُن مخالفوں سے بچا لیا۔ آیت ہذا کی تشریح و تفصیل (پ ۱ ع ۱۱) آیت وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کے ذیل میں بصفحہ نمبر ۶ تا صفحہ نمبر ۱۰۔ اتم و اکمل طور پر لکھی جا چکی ہے۔ وہاں کے دیکھنے سے پوری تسلی و اطمینان ہو سکتا ہے۔ اور وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (پ ۳ ع ۱۳) سے بھی صریح صاف طور پر ظاہر و باہر ہے۔ کہ اُن کی تدبیر کا اُلٹ ہی ہوا۔ یعنی ان کی تدبیر و تجویز شب خونی و اسلو قتل عیسیٰ علیہ السلام کے تھی۔ بالمقابل قادر قیوم نے ان کے پیشوائے باطل ہی کو خاص

انہی کے ہاتھوں سے سُولی پر قتل کر لیا۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جملہ مخلوقات سے بجرہ کر ہر طرح مدبّر ہے۔ خصوصًا وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (پ ۲ ع ۷) سے تو بدرجہ عین الیقین وحق الیقین ثابت ہوتا ہے۔ کہ رب العالمین نے آپ کو ضرور ہی بنی اسرائیل کی شرارت سے بالکل بچا لیا۔ حتّٰے کہ وہ آپ کو خالی ہاتھ لگانے یا صرف چھونے تک بھی قدرت نہ پاسکے +

(پ ۶ ع ۲) کی جس قدر آیات وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ سے لیکر وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الآیہ تک اس جگہ لکھی جا چکی ہیں۔ صرف تمہید ومناسبت کے لئے تحریر ہوئی ہیں۔ ورنہ اصل مقصود ومطلوب آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الآیہ ہی ہے۔

آیت ہذا سے بھی قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے۔ کہ عیسیٰ سلام علیہ ابھی تک فوت نہیں ہوئے کیونکہ اگر بالفرض فوت ہو گئے ہوتے۔ جو جملہ اہل کتاب۔ یہود۔ نصاریٰ نے جملہ فرقہائے اہل اسلام سب کے سب متفق ہو جاتے۔ کہ عیسےٰ سلام علیہ نہ تو سولی پر قتل ہوئے۔ نہ خالی سُولی تک لیجائے گئے۔ بلکہ بالکل ان کو کسی نے چھوا تک بھی نہیں ہے۔ وہ ہر طرح اپنے مخالف یہودیوں کی شرارت سے منزہ وپاک ومحفوظ ومامون ہی رہے۔ چونکہ آج کے دن تک ان کا فوت ہونا قرآن مجید کی کسی جگہ سے اشارۃً یا کنایۃً بھی مخیل وموہوم نہیں ہو سکتا۔ تو ضرور بالضرور خاص آپ ہی وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور وَاَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ کا ہی محل ومورد ہیں۔ جیسا کہ اوپر مفصل بیان کیا جا چکا ہے۔ جو لوگ قَبْلَ مَوْتِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع عیسےٰ سلام علیہ کو نہیں ٹھیراتے۔ ان کی سراسر سفاہت وجہالت ہے۔ کیونکہ ماقبل وَمَا قَتَلُوْهُ اور وَمَا صَلَبُوْهُ اور وَلٰكِنْ شُبِّهَ اور اِخْتَلَفُوْا فِيْهِ اور مَا لَهُمْ بِهٖ اور وَمَا قَتَلُوْهُ اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ۔ سات جگہ ہر ایک ضمیر کا مرجع خاص عیسےٰ سلام علیہ ہی ہیں۔ اور اسیطرح مابعد وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا میں بھی ضمیر يَكُوْنُ اور شَهِيْدًا ہر دونوں ضمیروں کا مرجع بھی خاص عیسےٰ سلام علیہ ہی ہیں۔ چونکہ ماقبل ومابعد کے جملہ ضمایر کا مرجع خاص عیسےٰ سلام ہی ہیں۔ تو قَبْلَ مَوْتِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع کسی غیر کو بنانا سراسر سفاہت وجہالت وغباوت نہیں تو اور کیا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

علاوہ ازیں منصف مزاج حق پرست لوگ خود ہی تدبر وتفکر کر سکتے ہیں۔ کہ مین مرنے کے وقت کون شخص یہودیوں وغیرہ مشرکین کافرین میں سے مومن ہو مرتا ہے؟

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ ۔ (پ ۲۸ ع ۴)

ہاں البتہ جیتے جی بحالت زندگانی تو کسی نہ کسی باعث یا اتفاق سے مومن و مسلم ہوتے ہی رہتے ہیں۔

غرضکہ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ (پ ۶ ع ۲) سے بھی بعبارت نص قرآن مجید ظاہر ہا ہر ہے کہ عیسیٰ سلام علیہ ابھی تک زندہ وسلامت اسی روئے زمین پر ہی موجود ہیں۔ اور قرب قیامت ہی میں ظاہر ہو کر یہود اور نصاریٰ کی افراط و تفریط کو بکوشش بلیغ۔ حتی المقدور۔ کما حقہٗ اتم و اکمل طور پر رفع و دفع کریں گے۔ حتےٰ کہ ہر دو فریقین کو قطعی اور یقینی طور پر اظہر من الشمس ہو جائے گا۔ کہ عیسیٰ سلام علیہ ابھی تک صرف بامداد و تائید و قدرت ربانی زندہ وسلامت اور ہر طرح موذیوں۔ ظالموں۔ یہودیوں کی شرارت و شقاوت سے امن و امان میں رہے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ جملہ آیات کتاب اللہ قرآن مجید جو عیسیٰ سلام علیہ کے بارہ میں منزل من اللہ ہو چکی ہیں۔ ان سب کو برحق اور سچ مان لینگے نہ یہ کہ سب کے سب مومن مسلم جملہ آیات کتاب اللہ کے بن جائیں گے۔ یعنی صرف اسی قدر مان لیں گے کہ عیسیٰ سلام علیہ اس وقت تک بلاریب نہ تو سولی پر قتل ہوئے ہیں۔ اور نہ ہی خالی سولی تک لیجائے گئے ہیں۔ بلکہ ان کو بجسد عنصری۔ زندہ۔ صحیح۔ سالم ویسے کے ویسے ہی یہودیوں میں سے قادر قیوم نے بذریعہ رُوح القدس یعنے جبرئیل ؑ کے بچا لیا۔ اور اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اس قدر تو تمام یہود و نصاریٰ مان لینگے نہ کہ جملہ آیات قرآن مجید پر خالص و حنیف و نرالے بن کر ایمان و ایقان لے آئیں گے۔

آیت فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ (پ ۲۵ ع ۱۲) سے اس مدعا کا ثبوت ظاہر باہر ہے۔ چنانچہ ہم بھی اس آیت کو وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا کی تفصیل میں ماقبل تحریر کر چکے ہیں۔ وہاں دیکھو

برہان و فرقان رابع۔ اب چوتھی دلیل وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا کے آخری جزو وَکَھْلًا کی تفصیل و تشریح کے بارہ میں لکھی جاتی ہے:۔

وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْہُ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ (پ ۱۲ ع ۸) وہوھذا:۔

قال اللہ تبارک و تعالےٰ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۔ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ الایہ اٰتے وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ الآیہ اِلیٰ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا الآیہ الیٰ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۰ (پ ۷ ع ۶)

ان آیات بالامذکورات سے بعبارت نص قرآن مجید صریح صاف طور پر ظاہر وباہر ہے کہ بروز قیامت اللہ تبارک وتعالیٰ جملہ رسل انبیاء کو جمع کرے گا۔ پس فرمائے گا مَاذَا اُجِبْتُمْ یعنی لوگوں نے تم کو کیا کیا جواب دیا؟ پھر خصوصاً عیسےٰ ابن مریم کو بھی بروز قیامت حاضر کیا جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو اپنی نعمتیں یاد کرائے گا۔ خصوصاً اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ بھی فرمائیگا۔ یعنی دنیا میں تجھ کو بذریعہ و وسیلہ روح القدس (جبریل ؑ) یہودیوں موذیوں سے میں نے بچالیا تھا۔ اور اپنی حفاظت میں لے لیا تھا۔ وغیرہ وغیرہ نعمتیں شمار کرکے یہ بھی فرمائے گا۔ کہ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ یعنے بنی اسرائیل کے ظالموں موذیوں کو جو تجھ پر بطور شب خونی حملہ کرکے آئے تھے۔ خاص ہم ہی نے اُن کو تجھے چھونے تک سے باز رکھا۔ اس آیت میں اُن کے باز رکھنے اور روکنے کا ذکر ہے۔ اور ماقبل کی آیت اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ میں کیفیت اس باز رکھنے بنی اسرائیل کی مذکور ہے۔ یعنی جب کہ بذریعہ جبریل سلام علیہ تجھے ہم نے اس مکان سے صحیح سالم نکال کر بچالیا۔ تو وہ ظالم موذی بنی اسرائیل خواہ مخواہ بلاچون وچرا محل ومورد وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ کے ٹھیرائے گئے۔ ایک ہی آن میں وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ کا ظہور ہوا۔ اور خاص اس ہی ایک آن میں اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کا فیضان بھی منزل من اللہ ہوا۔ جب کہ روح القدس (جبریل سلام علیہ) نے آپ کو اس مکان سے نکال کر بچالیا۔ تو وہ بنی اسرائیل خواہ مخواہ ہی تمہارے پکڑنے اور اپنے ارادہ فاسد کے پورا کرنے سے خائب وخاسر رہے۔ پھر پروردگار عیسیٰ سلام علیہ کو اسی روز قیامت ہی میں وہ وقت یاد دلائیگا۔ کہ جب حواریوں نے آپ سے یہ سوال کرایا۔ کہ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ الآیہ الیٰ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ (پ ۷)

چونکہ اس سوال مائدہ میں عیسیٰ سلام علیہ کی سخت بھاری خطا وغلطی تھی۔ اس لئے جبار۔ قہار کبیر متعال عزیز ذوانتقام آپ کو بروز قیامت یہ غلطی بھی یاد دلائے گا۔ اس ذکر

خوش خبری!

ہم نے مفصلہ ذیل کتابوں کی قیمت میں خاص رعایت کردی ہے تاکہ خاص و عام خرید کر فائدہ دارین حاصل کریں قیمت اصل لاگت سے بھی کم کردی گئی ہے جو ذیل میں درج ہے ۔

نمبر	نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت	نمبر	نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
۱	پارہ اول	۹ ر	۶ ر	۵	بجواب اشاعۃ السنۃ	۳ ر	۱ ہر
۲	پارہ دوم	۱۲ ر	۸ ر	۶	رسالہ زکوٰۃ	۳ ر	۱ ہر
۳	برہان الفرقان	ھر	۸ ر	۷	صلوٰۃ القرآن	۰ ر	صہ
۴	حجت الاسلام	۶ ر	۴ ہر	۸	مناظرہ	۲ ر	۱ ر

تفسیر القرآن بآیت الفرقان پارہ اوّل جیسا کہ نام سے ظاہر ہے قرآن مجید کی تفسیر آیات قرآن ہی سے کیگئی ہے قصص آدم موسیٰ بنی اسرائیل سلیمن وغیرہ جو قرآن مجید میں آیا ہے پیشتر اونکی بہت ہے ذیگر مفید ضروری مضامین پر محققانہ بحث کیگئی ہے اونکے متعلق جو اغلاط مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں اونکی جو سبب مخالف مذاہب اسلام پر ہنسی اڑاتے ہیں انکی تغلیط کیگئی ہے تقطیع کلاں حجم ۳۵۰ صفحہ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶

صلوٰۃ القرآن عالم الرحمٰن بآیت الفرقان ترجمہ نماز میں صرف وہی اذکار پڑھنے جائز ہیں جو قرآن مجید میں تعلیم کئے گئے ہیں کوئی انسان کی بنائی ہوئی دعا نماز میں پڑھنی جائز نہیں ۔ اس مختصر رسالہ میں قرآنی اذکار نماز درج ہیں ۔ اور بالاختصار نماز کے اوقات اور ترتیب بھی حجم ۳۰ صفحہ قیمت ۔

اشاعۃ القرآن بجواب اشاعۃ السنۃ ۔ اس میں مولوی محمد حسین بٹالوی اور انکے ہمخیال علماء کی ان تحریرات کا جواب دیا گیا ہے جنمیں یہ ثابت کرنیکی کوشش کیگئی تھی کہ قرآن مجید حدیث کا ایسا محتاج ہے کہ اسکے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتا قابل دید ہے مشتہر ۔ قیمت ۱ ر

برہان الفرقان علےٰ صلوٰۃ القرآن قیمت ۹ ر

حجت الاسلام بجواب ترک اسلام دھرمپال صاحب

آریہ کے معقول و مدلل جواب قرآن مجید سے قیمت ۴ ر

ترجمۃ القرآن پارہ اول حجم ۴۰۰ صفحہ قیمت ۶

ایضاً پارہ دوم حجم تقریباً ۱۴۴ صفحہ قیمت ۸ ر

زندہ جاوید امام مؤلفہ مولوی امام الدین صاحب مدرس گجرات ۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے ۔ کہ امام جسکی پیروی و بیعت نہ کرنیکو جہالت کی موت مرنے والا تصور کیا جاتا ہے صرف قرآن کریم ہی ہے نہ کوئی خانہ ساز ملہم و محدث قیمت ۱

قُل یٰعبادی فی تفسیر یٰعبادی ۔ یٰعبادی مذکورہ قرآن مجید سے مراد یٰعبادی ہی ہے نہ کہ یٰعبادی الرسول جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بیان کرتے ہیں قیمت ۱ ر

رسالہ الزکوٰۃ والصدقات ۔ اس میں حصہ زکوٰۃ وغیرہ بعبارت النص قرآن مجید سے مفصل طور پر ظاہر کیا گیا ہے ۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱ ر

رسالہ مناظرہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول پر مدلل بحث کیگئی ہے ۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱ ر

روح الانسان کما بین الفرقان ۔ یہ ایک قابل دید کتاب ہے ۔ اس میں روح کی ماہیت بعبارت النص قرآن مجید ظاہر کیگئی ہے ۔ کہ روح کیا چیز ہے حجم ۱۱۲ صفحہ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲ ر

المشتہر شیخ محمد چٹو خادم اہل القرآن مالک و مہتمم رسالہ اشاعۃ القرآن لاہور بازار سریاں والا

اہل قرآن کا بسم اللہ الرحمن الرحیم پندرہ روزہ رسالہ

جلد ۴ نمبر ۲۰

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ

یہ آیات ہیں کتاب اللہ کی جو پڑھتے ہیں ہم تجھ پر جو بالکل حق ہی حق ہیں پس کونسی حدیث ہو سکتی ہے کہ باوجود آیات کتاب اللہ کے جس پر ایمان لاویں۔ پ ۲۵ ع ۴

اشاعۃ القرآن

۱۵۔ اگست ۱۹۰۷ء مطابق ماہ رجب ۱۳۲۵ھ

اغراض ومقاصد

(۱) مسلمانوں کو اس حکم خداوندی سے آگاہ کرنا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری جملہ دینی ضروریات کے لئے ہر طرح کافی و وافی ہے اور یہ عالیشان مکمل کتاب عمرو بکر و زید و خالد کی روایات کی محتاج نہیں

(۲) قصص انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو جو غلط فہمیاں اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں اُن کی اصلاح و تردید اور اُن سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا

(۳) مخالفین کو قرآن کریم سے مہذبانہ جواب دینا

(۴) قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ وتفسیر جو غلط کئے گئے ہیں اُنکی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ وتفسیر شائع کرنا

(۵) قرآن مجید کی ضروریات اور اسکی تعلیم کو عقل و فطرت کے موافق ثابت کرنا۔

(۶) چیدہ خبروں سے اطلاع دینا۔

تمام خط وکتابت وترسیل زر [illegible] مفصلہ ذیل پتہ پر ہونی چاہیئے۔

قواعد وضوابط

(۱) یہ رسالہ مہینے میں ۲ بار ہر ماہ انگریزی کی یکم و ۱۵ تاریخ کو چھپکر شائع ہوتا ہے۔ شرح قیمت سالانہ عام شائقین سے ۱؍ و متمول صاحبان سے ۱۲؍ بمعہ محصول ڈاک بمد پیشگی مقرر ہے۔

(۲) نمونہ کا پرچہ ۱ کا ٹکٹ آنے پر مفت مل سکتا ہے

(۳) خط وکتابت یا روپیہ بھیجتے وقت فرستندہ کو اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہیئے تاکہ روانگی رسالہ وغیرہ میں کسیطرح کی غلطی نہ ہو

(۴) نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہونگی۔

(۵) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ڈاک آنا چاہیئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت نہ ہو

(۶) جو صاحب رسالہ ہذا کے کسی درج شدہ مضمون پر معقول اعتراض لکھکر بھیجیں گے اُسے مع جوابات شائع کئے جاوینگے

(۷) تجارتی اشتہارات جو بشرط منظوری وتصفیہ اُجرت ضمیمہ میں چھپ سکینگے۔ اور مطبوعہ شدہ اشتہارات بھی بموجب قواعد ڈاکخانہ جیسے ہیں ہمراہ رسالہ شائع و مشتہر ہو سکینگے

المشتہر شیخ محمد چٹو مالک ومہتمم رسالہ اشاعۃ القرآن بازار سریانوالہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی ثناء اللہ صاحب

اہلحدیث امرتسری

کے

خط کا جواب

سَلَامٌ عَلَیکُم :- خط آپ کا پہونچا۔ حال معلوم ہوا۔ آپکے **سوال کا جواب** یہ ہے :- کہ میں نے آگے بھی **مولوی عبداللہ صاحب** اہل الذکر والقرآن سے۔ دو **مولویوں** کے مناظرے کرائے ہیں۔ یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ۔ جو تیسرے دن ختم ہوگیا۔ اور پھر اسی **تحریری** مناظرہ کو چھپوا کر میں نے تمام ملک میں شایع کر دیا۔ جس کے ذریعے سے بہت لوگ ہدایت یافتہ ہوگئے۔ اس کے بعد پھر مولوی **محمد ابراہیم** صاحب سیالکوٹ سے مناظرہ کے لئے بذات خود تشریف لائے۔ اُن کا مناظرہ بھی تیسرے روز ختم ہوگیا۔ اس کو بھی میں نے بجنسہ چھپوا کر جہان میں شایع کر دیا۔ اس سے بھی خلق خدا کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔ حضور کا آپکا مناظرہ و مباحثہ بھی مولوی عبداللہ صاحب اہل الذکر والقرآن ہی بروز جمعہ مسجد چینیانوالی میں بعد نماز جمعہ کے شروع ہوا اور جتنے سوالات اعتراضات آپنے پیش کئے بفضل رب العلمین عصر کی نماز سے پہلے پہلے ہی تمام سوالوں کے جواب دیئے گئے تھے۔ اگر اب بھی آپ تشریف لے آویں تو انشاء اللہ العزیز بہت ہی انتظام و اہتمام سے آپکا مناظرہ و مباحثہ تحریری بالمشافہ مولوی صاحب موصوف کے ساتھ کرا سکتا ہوں جسکے لئے مولوی عبداللہ صاحب ہر وقت طیار ہیں۔ اب آپکا اختیار ہے کہ جسوقت چاہیں بلا فکر و تردد تشریف لے آویں اور جس عالم فاضل کو ہمراہ لانا چاہیں لا سکتے ہیں :- اور مناظرہ و مباحثہ بالمشافہ تحریری مجلس خاص میں کرایا جاویگا۔ جیسے کہ پہلے بھی دو مناظرے ہو چکے ہیں فقط

۲۳ كَانَ مِقْدَارُهٗ أَلْفَ سَنَةٍ پ ۲۱ ع ۱۴۔

(۱) ہزار برس کی مدت کا ایک دن ہوگا۔ (۲) جس کا پیمانہ ہزار برس ہیں۔

(۳) ہست مقدار آں ہزار سال۔

۲۴ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ پ ۲۲۔ ع ۲۔

(۱) اور کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورت کو شایاں نہیں ہے

(۲) اور کام نہیں کسی ایماندار مرد کا نہ عورت کا۔

(۳) و نیست ہیچ مومن و ہیچ مومنہ را۔

۲۵ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ الآیہ۔ پ ۲۲ ع ۲۔

(۱) (لوگو) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

(۲) محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مرداں میں۔

(۳) نیست محمد پدر ہیچکس از مردان شما۔

یہ چند آیات محض بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کی گئی ہیں۔ جن میں کان صیغہ ماضی ساتھ معنے یکون صیغہ مضارع کے ہے۔ جس کا معنے سبھی لوگ یہاں ساتھ معنے مضارع ہی کے کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے ناظرین کی تسلی و اطمینان کے لئے مترجمین کے نام بھی صرف لفظ کان ہی کا ترجمہ دکھانے کے لئے لکھ دیئے ہیں۔

جیساکہ ان آیات بالا مذکورات میں ماضی ساتھ معنے مضارع کے واقع ہے۔ ویسا ہی آیت زیر بحث میں کانا یاکلان الطعام کے درمیان لفظ کانا ساتھ معنے یکونان کے ہے۔ یعنے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ بی بی مریم ہر دونوں میں بشریت کے تمام عیب و نقص موجود ہیں۔ خصوصاً وہ بھی محض تمہاری ہی طرح کھانے پینے والے بندے ہیں اب یہاں اُن کے مرنے جینے کا کوئی ذکر نہیں۔ خواہ وہ دونوں جیتے ہوں یا مرے ہوئے یا اُن میں سے ایک زندہ ہو اور ایک مر چکا۔ ہر حالت میں وہ کھانے پینے کے نقص و عیب بشریت سے جو ان کی نسبت بیان کیا گیا ہے۔ کسی طرح بھی پاک و بری نہیں ہوسکتے۔ یعنے اُن سے یہ عیب و نقص ہرگز رفع نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی قیامت میں وہ دونوں اس عیب و نقص سے مُبرا ہوں گے۔ خلاصۃ المرام الغرض یہ ہے کہ کانا یاکلان الطعام کا معنے جو قادیانی نے یہ کیا ہے۔ کہ "جب وہ زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے"۔ الخ۔

یہ سراسر اُس کا دہوکہ اور جلسازی ہے۔ کیونکہ ماقبل کے جملہ آیات بینات سے اظہر من الشمس ہے کہ آیت ہذا میں صرف عیسے سلام علیہ کی الوہیت و ابنیت ہی کا رد کیا گیا ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے۔ کہ وہ اور اُن کی والدہ ماجدہ بھی محض تمہاری طرح سے معمولی کھانے پینے والے عاجز محتاج ذلیل و حقیر بندے ہی بندے ہیں۔ نہ کہ معاذاللہ کوئی اللہ یا ابن اللہ یا ثالث ثلثہ۔ چونکہ جملہ عباد الرحمن سب کے سب عربی دان یکساں نہیں ہوتے۔ اس لئے یہاں اُن کو اس قدر آگاہ کر دینا بھی مناسب ہے کہ لفظ کان صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم ہے باب کان یکون سے۔ اور کانا یا کلان الطعام میں جو لفظ کانا ہے۔ یہ بھی خاص باب ہذا ہی سے صیغہ تثنیہ مذکر غائب فعل ماضی معلوم ہے۔ جیسا کہا جاوے کہ زید کھاتا پیتا ہے۔ یعنے یہ بے چارہ کھانے پینے والا ایک بندہ ہے۔ اور عمر و بکر دونوں کھاتے پیتے ہیں۔ یعنے یہ دونوں بیچارے بھی صرف زید کی طرح سے محض کھانے پینے والے عاجز بندے ہی ہیں۔ اور بس بوجوہ من الوجوہ کسی طرح آیت ہذا میں یہ مُتلفہٰ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا کہ یہاں کوئی ذرہ بھر بھی اشارہ یا کنایہ موت عیسے سلام علیہ کا ہے۔ یا یہ کہ وہ مرچکے ہیں بلکہ ہر طرح سے اُن کی حیات ہی حیات سراسر تمام آیات قرآن مجید سے ظاہر و باہر ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ــ

قولِ قادیانی (۶) چھٹی یہ آیت ہے۔ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ۔ پ ۱۷-۱۶۔

درحقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح کی موت پر دلالت کر رہی ہے۔ کیونکہ جب کہ کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا یہی سنۃ اللہ ہے۔ تو پھر حضرت مسیح کیونکر اب تک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں۔ اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۔ اور اگر کوئی کہے کہ اصحاب کہف بھی تو بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اُن کی زندگی بھی اس جہان کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس والی اُن کو مار چکی ہے۔ بیشک ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی شہدا کی طرح زندہ ہیں۔ الخ۔

جواب قرآنی۔ قادیانی کی چھٹی پیش کردہ آیت میں بھی عیسیٰ سلام علیہ کی موت یا مر چکنے کا کوئی اشارہ یا کنایہ تک بھی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تو مطلق کسی کی موت یا مرنے کا ہرگز ہرگز کوئی وہم وخیال تک بھی نہیں ہو سکتا۔ پس قادیانی کا اس آیت کو خاص عیسیٰ سلامؑ علیہ کی موت کے وقوع شدہ ثابت کرنے کے لئے پیش کرنا بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کوئی بیوقوف۔ نامعقول احمق آدمی اب بھی یہ کہدیوے کہ چونکہ خداوند نے قرآن مجید میں یہ فرمایا ہوا ہے۔ کہ جملہ رسل انبیا میں سے کوئی بھی ایسے نہیں جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔ یعنے وہ کھانے پینے والے نہ ہوں۔ تو اس سے یہ ثابت ہے کہ عیسیٰ سلام علیہ مر چکے ہیں۔ پس جو کچھ وقعت اور قدر و منزلت اس مجہول مطلق شخص کے طرز استدلال کی ہو سکتی ہے اس سے کچھ زیادہ تعریف یا کریڈٹ کے لایق اگر قادیانی اپنی مندرجہ بالا دلیل کو سمجھتا ہو تو اس کو اپنی حماقت وسفاہت وغباوت وغیرہ کے بہت ہی بڑھکر ثبوت پیش کرنے پڑیں گے۔

لیکن پھر بھی ہم اس سے یہ پوچھیں گے کہ تم کو یہ کہا کس نے ہے۔ کہ عیسٰے سلامؑ علیہ کچھ کھاتے پیتے نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو کسی نے بیوقوف سمجھ کر یوں ہی بھکا دیا ہو ورنہ یہ کون کہہ سکتا ہے اور کس کا اعتقاد ہے کہ عیسٰے سلامؑ علیہ بغیر طعام کھانے ہی کے آجتک زندہ ہیں۔ وہ بیشک عام بندگان خدا کی طرح زندہ کھاتے پیتے اور اسی روئے زمین پر ہی کسی جگہ عزت کے ساتھ سکونت پذیر ہیں۔ اور ضرور بالضرور اپنے وقت پر ظاہر ہو جائیں گے۔ اس مدعا کی پوری پوری تفصیل وتشریح ماقبل حالات عیسیٰ سلامؑ علیہ میں صفحہ اول سے صفحہ ۸ تک اتم واکمل طور پر ہو چکی ہے وہاں اچھی طرح دیکھ لو۔ باقی رہا اس موقعہ پر قادیانی کا یہ آیت پیش کرنا کہ۔ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا اس سے بھی عیسیٰ سلامؑ علیہ کی موت یا مرنے کا کوئی اشارہ یا کنایہ نہیں پایا جاتا۔۔۔۔۔ اس آیت کا اس جگہ پیش کرنا بالکل ہی بے محل وبے موقعہ ہے آیتوں کو چھوڑ کر قادیانی کی یہ عادت ہے کہ وہ یوں ہی صرف خالی جگہ پر کرنے کے لئے بے محل وبے موقعہ وفضول باتیں ہی لکھ مارتا ہے۔ تاکہ عوام کالانعام اس کا یہ دہوکھا اور فریب کھا جائیں کہ شاید اس آیت میں بھی کوئی ثبوت عیسیٰ سلامؑ علیہ کے مرجانے ہی کا ہو۔ حالانکہ ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی غرض اصلی صرف ضرورت شعری پوری کرنے کی ہوتی ہے۔

جیسے کہ اکثر کم سواد نالایق شاعر اپنے شعروں میں الفاظ خشوع وزوائد سے خور گیر کی بھرتی کرلیا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں قادیانی کا ایک یہ بھی شیوہ ہے کہ وہ بجائے آیات قرآنی پیش کرنے کے بالکل اِدھر اُدھر کی ژٹلوں اور گپّوں سے بیہودہ بکواس کرنی شروع کردیتا ہے۔ لیکن ہم کو اس کے ایسے ویسے بے تعلق ژٹل قافیوں کے جواب کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ جو آیت وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا کہ موقعہ بالکل بے محل و بے موقعہ اس نے غلطاً پیش کی ہے اس کی نسبت کچھ مختصر طور سے تحریر کردیا جاتا ہے۔ سو معلوم ہونا جاننا چاہیئے کہ آیت وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا یا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے آیات بینات قرآن مجید میں جہاں کہیں مذکور و موجود ہیں عموماً و خصوصاً سب جگہ انہیں صرف رسل انبیاء ہی کو تسلی و اطمینان دیا گیا ہے کہ تمہارے مخالف جو ظالم موذی مجرم لوگ ہیں وہ سب کے سب دنیا ہی میں ذلیل و خوار ہو جائیں گے اور تم کو ہمیشہ ہر طرح غلبہ و کامرانی و کامیابی و فتح ہی حاصل ہوگی۔ کیونکہ یہی سنت اللہ ہمیشہ سے بمطابق رسل انبیاء کی حفاظت میں جاری و ساری رہی ہے۔ خصوصاً قادیانی کی پیش کردہ آیت کا ماقبل و مابعد ہم لکھ کر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ کما قال اللہ تبارک و تعالےٰ۔

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنٰفِقُوْنَ الآیۃ مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا وَ اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا۔ سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا پ ۲۲ ع ۵۔

آیات ماقبل اظہر من الشمس ہے کہ سنت اللہ ہمیشہ سے ہی جاری و ساری رہی ہے کہ رسولوں کے مخالف لوگ ہمیشہ ذلیل و حقیر و ملعون و مرجوم رہے۔ اور رسل انبیاء کو ہمیشہ کامیابی و کامرانی و غلبہ و فتح و نصرت ہی خزانہ وہاب سے مرزوق و موہوب ہوتی رہی۔ اولوا الالباب و اولی الابصار خود ہی عدل و انصاف کر سکتے ہیں کہ یہاں عیسیٰ سلام علیہ کی موت یا مرنے کا کہاں اور کیا ذکر ہے۔

علاوہ ازیں آیت ہذا ہی کے ذیل میں قادیانی نے یہ بھی ایک بڑی بھاری بیہودہ گوئی کی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ اصحاب کہف بھی تو بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی اس جہان کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس والی ان کو بھی مار چکی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں تو اصحاب کہف کا ذکر اس طرح پر مذکور ہے کما قال اللہ تبارک و

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ الآیہ الی فَأْوُا إِلَى الْكَهْفِ الآیہ الی وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُودٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ الآیہ الی وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا لَهُ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الآیہ پ ۱۵ ع ۱۲ و ۱۵ و ۱۶ -

خصوصاً اس میں آیت وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُودٌ الآیہ کا مخاطب ہر ایک مومن کتاب اللہ ہے۔ الی یوم القیامت جس سے یہ اظہر من الشمس طور پر ظاہر باہر ہے کہ آج کے دن تک بھی اصحاب کہف زندہ ہی موجود ہیں اور ابھی ہرگز مرے نہیں ہیں لیکن افسوس صد افسوس ہے قادیانی کے ایمان واسلام پر کہ وہ اللہ تعالٰی کی ایسی نص صریح کی توتکذیب وتردید کرتا ہے اور برخلاف اس کے اپنے کسی راوی شیطان کی جھوٹ موٹ روایت وحکایت کو سند گردان کر اس پر ایمان وایقان واذعان رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اصحاب کہف کو مسلم کی حدیث مار چکی ہے حالانکہ خداوند تعالٰے کا پاک کلام اُن کو آج کے دن تک زندہ ہی بتا رہا ہے۔ اصحاب کہف والرقیم کے حالات کی مناسب اور ضروری تفصیل وتشریح ماقبل رسالہ ہذا ہی میں بذیل حالات عیسٰے سلام علیہ بہ صفحہ ۳۰۰ ہوچکی ہے۔ وہاں دیکھو۔

اخیر پر قادیانی نے اصحاب کہف کی موجودگی وزندگی کی نسبت جو کچھ اپنا ایمان وایقان ظاہر کیا ہے وہ سراسر بے ایمانی وبے دینی پر دال ہے نہ کہ اسلام وقرآن کہ کیونکہ قادیانی کہتا ہے کہ وہ شہدا کی طرح زندہ ہیں یعنے کہ وہ اپنی پہلی معمولی حالت حیات دنیوی سے منقلب ہوکر اب کسی اور جون وجسم میں بسر اوقات کر رہے ہیں جیسا کہ عموماً آریہ دہریہ۔ بُت پرست وغیرہ وغیرہ تناسخ کے ماننے والوں کا باطل اعتقاد ہے۔ لیکن دراصل قادیانی خواہ مخواہ اس عقیدے سے خود بھی نمو لگا کر شیدوں میں ملنا چاہتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں کہیں اس کے اس باطل وہم وخیال کا ذرہ بھر بھی اشارہ یا کنایہ تک نہیں۔ بلکہ سراسر ایسا اعتقاد الحادی الحادیں داخل ہے۔ چنانچہ اس مدعا کی پوری پوری تفصیل وتشریح ہمارے رسالہ روح الانسان کما بین القرآن میں بذیل حالات الارواح ۔۔۔ صفحات ۔۔۔ ۱۸ ۔۔۔ اثر واکمل طور پر لکھی جاچکی ہے ۔۔۔

دیکھنے سے یہ کامل تسلی واطمینان ہو سکتا ہے کہ شہیدوں کے ارواح وابدان بھی کہ دونوں ہی بالکل فنا ومعدوم ہو جاتے ہیں اور وہ بھی سراسر مُردے ہی مردے ہوتے ہیں جیسا کہ باقی تمام عام تام لوگوں کا حال ہوتا ہے۔ کیوں نہ ہو۔ محمد رسول اللہ سلامٌ علیہ کو تو اللہ تعالےٰ یہ فرماتا ہے کہ۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۔ یعنے کفار کے مرنے اور تیرے مرنے میں کسی طرح ذرہ بھر بھی فرق نہیں ہے۔ یعنے جس طرح اُن کے روح اور بدن ہر دونوں اُن کی موت کے بعد بالکل فنا ومعدوم ہو جاتے ہیں اسی طرح تیرا روح اور بدن بھی تیری موت کے بعد بالکل فنا ومعدوم ہو جائے گا۔ پس جب رسل انبیاء خصوصاً خاتم النبیین ...... محمد رسول اللہ سلامٌ علیہ کی موت کا یہ حال ہوا۔ تو بیچارے شہدا کی حقیقت وحیثیت ہی کیا ہے۔ جو کہ بمقابلہ رسل انبیاء کے نہایت ہی پست مرتبہ کم درجہ بلکہ نسبتاً صد درجہ کے ذلیل وحقیر ہیں۔
فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ پ ع ۔ اور اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ پ ع

قول قادیانی۔ (۷) ساتویں آیت ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ پ ۴۔ یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی ہیں اُن سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں اب کیا اگر وہ بھی فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو اُن کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئیگا جس کی وجہ سے تم دین سے پھر جاؤ۔ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لیئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالےٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہو گی"۔

جواب قرآنی اس آیت کے پیش کرنے میں بھی قادیانی حسب عادت ودستور خود تحریف وتکذیب کلام اللہ کا مجرم ہے۔ کیونکہ آیت ہذا میں کسی کی موت کا کسی طرح اشارہ تک نہیں ہے۔ اس کے معنے اور تشریح وتفصیل ماقبل پانچویں قول قادیانی کے جواب قرآنی میں اتم واکمل طور پر تحریر ہو چکی ہے۔ یہاں دوبارہ اعادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اُس جگہ لفظ خلت اور خلت کے مشتقات کے معانی ومفہوم قرآن مجید سے مفصل ومشرح نمبروار بیان کر کے یہ بخوبی دکھلا دیا گیا ہے

کسی جگہ بھی اس سے موت کا وہم و گمان ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پس قادیانی کا یہ ساتواں قول بھی محض بادہ ہوائی ہے اور بس۔

قول قادیانی ۔ (۸) آٹھویں یہ آیت ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ۔ پ ۱۷ ع ۳۔

یعنے ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا۔ پس اگر تو مرگیا تو یہ لوگ باقی رہ جائیں گے۔ اس آیت کا دعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنت اللہ کے نیچے داخل ہیں۔ اور کوئی موت سے بچا نہیں اور نہ آئندہ بچے گا۔ اور لغت کے رُو سے **خلود** کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے۔ الخ

جواب قرآنی ۔ اس آیت کا ترجمہ تو قادیانی نے جو کچھ کیا ہے وہ سیدھا سیدھا لفظی ترجمہ ہے لیکن اس سے آگے جو کچھ اپنی طرف سے اس نے بیہودہ گوئی کی ہے وہ سراسر بکواس ہی بکواس ہے۔ اِس میں کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ زندہ رہنا صرف اللہ تعالےٰ ہی کا خاصہ ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی ہمیشہ زندہ رہنے والا نہیں ہے اور مطابق كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے ہر ایک نفس کو ضرور بالضرور موت آئے گی۔ اور وہ بالکل فنا و معدوم ہو جائے گا۔ ایسا ہی عیسیٰ سلامٌ علیہ بھی ایک نہ ایک دن ضرور ہی مریں گے۔ اور مرکر بالکل فنا و معدوم ہو جائیں گے۔ لیکن صرف اِس بات کے ماننے سے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور ایک ہی حالت پر رہنے والا نہیں بنایا۔ ہرگز ہرگز کسی طرح یہ وہم و خیال نہیں ہو سکتا کہ اس وقت سوفسطائیوں کی طرح خواہ مخواہ یہ تصور کر لیا جائے کہ ساری موجودہ مخلوق کو بالفعل ہی موت آچکی ہوئی ہے۔ یعنے ساری مخلوق مرچکی ہے۔ اگر کوئی ایسا کہے کہ اس وقت ساری مخلوقات مرگئی یا مرچکی ہوئی ہے تو بے شک کہنے والا جھوٹا اور احمق ہوگا۔ البتہ اگر یہ کہا جائے کہ مرجائیگی تو یہ درست ہے۔ اور یہ بھی بلا ریب درست ہے کہ عیسے سلامٌ علیہ بھی مرجائیں گے۔ پس خواہ مخواہ فرضی طور پر خود بخود یہ بات قرار دے لینی کہ عیسے سلام علیہ کے ہمیشہ زندہ رہنے کا مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور پھر اس کا من گھڑت جواب بھی آپ ہی آپ اپنی طرف سے گھڑ کر احمقوں جاہلوں کو سنانا

یہ خاص قادیانی ہی کی ایجاد ہے۔ لیکن دراصل دیکھنا تو یہ ہے کہ آیت ہذا میں کہیں کوئی عیسیٰ سلام علیہ کا یا اُن کے مر چکنے کا بھی کوئی ذکر ہے یا نہیں سو اس کا تو کوئی بھی اشارہ یا کنایہ تک بھی ہرگز یہاں پایا نہیں جاتا۔ پس قادیانی کو اپنی طرف سے اس آیت کے پیش کرنے پر بھی شرم کرنی چاہیئے

قول قادیانی۔ (۹) نویں آیت۔ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ - پ ۱ ع ۱۶

یعنے اس وقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہو رہے ہیں۔ یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہو گیا اُن کے اعمال اُن کے لیئے اور تمہارے اعمال تمہارے لیئے۔ اور اُن کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔

جواب قرانی ۔ اس آیت میں بھی قدخلت کے معنے قادیانی نے خود بخود موت کے بتلائے ہیں۔ حالانکہ کسی جگہ بھی قرآن مجید میں قدخلت کے معنے موت کے نہیں ہیں۔ قرآن مجید ہی میں سے قدخلت اور اس کے مشتقات کی پوری پوری تفصیل و تشریح ماقبل پانچویں قول قادیانی کے جواب قرانی میں اتم و اکمل طور پر تحریر ہو چکی ہے وہاں پر اچھی طرح سے دیکھو اور غور سے پڑھو۔ وہاں یہ آیت اور اس کے معنے بھی درج ہیں۔ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ تمام رسول مرسل من اللہ ہی تھے۔ نہ کہ یہودی یا نصرانی۔ کیونکہ اس آیت سے ماقبل۔ ابراہیم اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب سلام علیہما اور اس کی اسباط (اولاد) کا ذکر ہے۔ جس میں یوسف سلام علیہ وغیرہ وغیرہ بھی داخل ہیں۔ کافر لوگ اُن کی نسبت یہودیت۔ و نصرانیت کے بہتان و افترا لگاتے تھے۔ فقط اُن کفار مشرکین کے اس بہتان و افترا کی تردید و تکذیب کی گئی ہے۔ اس جگہ نہ تو کسی اور کی موت کا اور نہ ہی عیسے سلام علیہ کی موت کا کوئی ذکر بلکہ اشارہ تک پایا جاتا ہے۔ پس قادیانی اس آیت سے کس طرح اور کیونکر یہ وہم باطل اور خیال بیہودہ کر سکتا ہے کہ اس سے بھی معاذ اللہ عیسے سلام علیہ کے مر چکنے کا کوئی ثبوت نکل سکتا ہے۔ کلا و حاشا۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔

سب کے سب رسل انبیا یہودی تھے یا نصرانی۔ لیکن اُن کے اس بہتان و افترا کا جواب یہ دینا کہ وہ رسل انبیا مر گئے تھے۔ یہ جواب بالکل ایک بے محل بلکہ سوال دیگر و جواب دیگر کے مصداق ہوتا ہے۔ یا یوں سمجھو کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان۔ حالانکہ قرآن مجید ایسے عیبوں و نقصانوں سے ہر طرح پاک ہی پاک ہے۔ اور اس کا جواب تو صاف صاف یہی ہے کہ تِلْكَ اُمَّةٌ یعنے وہ لوگ پاک ہیں یہودیت و نصرانیت وغیرہ کفر و شرک کی خباثتوں سے۔ کیونکہ قد خلت یعنے تحقیق وہ سب کے سب سان دیئے گئے ہیں مرسل من اللہ ہیں۔ یعنے اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ پھر یہودیت و نصرانیت کا بہتان اُن پر کیونکر لگ سکے دیکھو ترجمہ پارہ ۱۔ رکوع ۱۲۔ آخری رکوع اب بھی اگر قادیانی کچھ ضد و تعصب ہی کرے تو اُس کی اپنی مرضی۔

قولِ قادیانی۔ (۱۰) دسویں آیت۔ وَاَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا۔ پ ۱۲ ع ۵۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کے لیئے حضرت عیسیٰ مسیح کو وصیت کی گئی تھی۔ اور وہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ اور حضرت یحییٰ ان کی نماز کی حالت میں اُن کے پاس یوں ہی پڑے رہتے ہیں۔ مردے جو ہوئے اور جب دنیا میں حضرت عیسےٰ آئیں گے تو برخلاف اس وصیت کے اُمتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑہیں گے۔ الخ۔

جواب قرآنی۔ مندرجہ بالا پیش کردہ آیت سے بھی کوئی وہم و خیال قادیانی کی موہومہ و مزعومہ موت عیسیٰ سلام علیہ کا بالکل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے بھی صریح صاف طور پر یہ ثابت ہے کہ عیسیٰ سلام علیہ جہاں کہیں اور جس جگہ بھی روئے زمین پر اقامت پذیر ہیں۔ وہاں بھی وہ کتاب اللہ کی بتائی ہوئی نماز اور زکوٰۃ کے برابر پابند ہیں اور بدستور مرتے دم تک پابند ہی رہیں گے۔ جس طرح کہ اور سارے مومنین کتاب اللہ ایلے یوم القیامت نماز و زکوٰۃ قرآنی کے پابند ہیں۔ اس کے علاوہ جو کچھ قادیانی کی زائد گفتگو ہے وہ محض جاہلانہ بکواس ہی بکواس ہے۔ اس کے جواب دینے کی کوئی بھی ضرورت و حاجت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ "جوابِ جاہلاں باشد خموشی"۔ ایسی بے تکی باتوں کے جواب سے سراسر تضییع اوقات ہی متصور ہے۔ لیکن پھر بھی اس موقعہ پر ہم قادیانی کے دھوکے اور

فریب سے بچانے کی خاطر عباد الرحمٰن کو یہ جتلا دینا مناسب اور ضروری سمجھتے ہیں کہ عیسیٰ سلام علیہ کی کوئی علیحدہ طرز اور الگ ترکیب کی نماز وزکوٰۃ ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ بھی وہی نماز وزکوٰۃ ادا کرنے کے پابند و عامل ہیں جس پر کہ بموجب ارشاد وتعلیم کتاب اللہ جملہ رسل انبیاؑ عملدرآمد کرتے رہے ہیں۔ اور ایسا ہی قیامت تک تمام مومنین کتاب اللہ عملدرآمد کرتے رہیں گے۔ باقی رہی قادیانی کی یہ بیہودہ گوئی کہ "عیسیٰ سلام علیہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ اور حضرت یحییٰ اُن کی نماز کی حالت میں اُن کے پاس یوں ہی پڑے رہتے ہیں"۔ یہ بھی سراسر اُس کی کجروی اور بغاوت ہی بغاوت ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ المجید فرقان حمید میں ایسا کوئی بھی ذکر کسی جگہ پر اشارۃً یا کنایۃً نہیں ہے۔ پس ایسی ویسی اِدھر اُدھر کی لایعنی یا وہ گوئیوں اور رذل بازیوں کا آیات کلام اللہ کے درمیان لاکر چھیڑنا۔ جو قادیانی کا ایک نامعقول شیوہ ہے اُس سے ہم بالکل قطع نظر کرتے ہیں۔ اور جیسے سلام علیہ کے نبی اور اُمتی ہونے کے بارہ میں پوری پوری تشریح وتفصیل کے لئے جوکہ ماقبل اسی رسالہ کے صفحہ ۲۹ پر ہوچکی ہے اُس کے حوالہ پر ہی اکتفا کردیتے ہیں۔ اولوا الالباب واولی الابصار وہاں بغور ملاحظہ فرمادیں۔ تاکہ تسلی واطمینان پورا پورا ہوجائے کہ عیسیٰ سلام علیہ بوقت ظہور خود اُمتی ہونگے یا نبی ہونگے یا اُن کی اس وقت دونوں حالتیں ہونگی۔

قول قادیانی (۱۱) گیارہویں آیت۔ وَسَلَامٌ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا۔ اس آیت میں واقعات عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود کے متعلق تھے۔ صرف تین بیان کیئے گئے ہیں۔ حالانکہ اگر رفع اور نزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو اُن کا بیان بھی ضروری تھا۔ کیا نعوذ باللہ رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد ومحل سلام الٰہی نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ سو اس جگہ پر خدا تعالےٰ کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے۔ صاف اس بات پر دلیل ہے۔ کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقعہ ہے۔ بلکہ وہ رفع۔ یوم اموت میں داخل ہے۔ اور نزول سراسر باطل ہے۔

جواب قرآنی۔ نہ تو رفع آسمانی کا کوئی ذکر قرآن مجید میں ہے۔ اور نہ ہی آسمان نزول کرنے کا کوئی ذرہ بھر اشارہ کنایہ تک ہے۔ یہ دونوں باتیں بالکل فضول و باطل

و غلط اور سراسر بہتان و افترا علے اللہ ہیں۔ پھر عیسٰی سلام علیہ ایسی ایسی جھوٹی و بیہودہ باتوں کا کیوں ذکر فرماتے۔ ہاں البتہ قادیانی یہاں یہ سوال کرسکتا ہے۔ جو کہ اس سے بوجہ اس کے ملہم شیطانی کی غفلت کے رہ گیا تھا۔ کہ چونکہ عیسٰی سلام علیہ نے وہ بڑے تین عظیم الشان جلیل القدر حالات بشری نہیں بتائے جن پر کہ دار و مدار زندگانی و انسانی کا ہوتا ہے۔ یعنے پاخانہ پیشاب جماع۔ وغیرہ وغیرہ تو پھر کیا نعوذ باللہ۔ عیسٰی سلام علیہ کے پاخانہ پیشاب جماع وغیرہ وغیرہ ضروریات بشری جو انہوں نے سب کے سب ذکر نہیں فرمائے۔ ان کا مورد و محل سلام الٰہی نہیں تھا۔ اور بجائے اس کے مقت و غضب تھا معاذ اللہ ماشا للہ۔

کہاں عیسٰی سلام علیہ کی موت یا مر چکنے کا وہم و گمان قادیانی۔ اور کہاں مذکورہ صدر گیارھویں آیت قرآنی۔ قادیانی کو کچھ تو شرم کرنی چاہیئے۔

قول قادیانی۔ (۱۲) بارھویں آیت۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا۔ پ۱۷ ۸۶

اس آیت میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف رد کیئے جاتے ہیں۔ اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں۔

جواب قرآنی۔

اس آیت میں بھی اول تو توفّی کا جو معنے قادیانی نے مرنے کا کیا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ چنانچہ ہم اسی آیت کا صحیح صحیح معنے و مفہوم ماقبل توفّی اور اس کے مشتقات کے بیان میں صفحہ ۶۷ سے صفحہ ۱۲۰ تک لکھ چکے ہیں دوئم ارذل عمر کا جو اصول قادیانی نے باندھا ہے۔ کہ زیادہ عمر سے لوگ ارذل عمر ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک سراسر خلاف واقعہ اور بالکل جھوٹا اصول ہے۔ کیونکہ نوح سلام علیہ کی اور اصحاب کہف کی درازئ عمر کا حال تو قرآن مجید سے صاف صاف ظاہر باہر ہے۔ جس سے اصول قادیانی کی پوری پوری تردید و تکذیب ہوتی ہے۔ اس بیان کی تفصیل و تشریح بھی ماقبل بر سالہ ہذا ہی میں بذیل حالات عیسٰی سلام علیہ صفحہ ۱۷ سے صفحہ ۳۰ تک لکھی جاچکی ہے وہاں دیکھنے سے تسلی و اطمینان پورا پورا ہو سکتا ہے۔

قول قادیانی (۱۳) تیرہویں یہ آیت ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ۔ پ ۱ ع ۴
یعنے تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ زمین پر ہی رہوگے۔ یہاں تک اپنے تمتع کے دن پورے کرکے مرجاوگے۔ الخ

جواب قرآنی۔ اس میں بھی عیسیٰ سلام علیہ کی موت یا مر چکنے کا کہاں بیان ہے باقی رہی زمین پر ہی رہنے کی بات تو اس سے کس کو انکار ہے۔ ہم تو خود یہ کہتے ہیں بلکہ رسالہ ہذا میں بار بار لکھ چکے ہیں کہ عیسیٰ سلام علیہ زندہ صحیح سالم خاص اسی زمین ہی پر کسی جگہ اقامت پذیر ہیں جس طرح کہ خود قادیانی بھی زمین پر ہی رہتا سہتا ہے۔ نہ کہ کہیں کسی اور جگہ آسمان وغیرہ پر۔ پس قادیانی کو اس میں کیا وہم پڑ گیا۔

قول قادیانی۔ (۱۴) چودہویں یہ آیت ہے۔ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۲۳/۴ یعنے جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں تو اس کی پیدائش کو الٹا دیتے ہیں۔ یعنے انسانیت کی طاقتیں اور قوتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں۔ حواس میں فرق آجاتا ہے عقل اس کی زائل ہو جاتی ہے۔ الخ۔

جواب قرآنی ۔ اس میں بھی عیسیٰ سلام علیہ کی موت یا ان کے مر چکنے کا کہاں بیان ہے؟۔ بلکہ یہاں تو کسی کی بھی موت وغیرہ کا کوئی اشارہ تک بھی نہیں ہے۔ قرآن مجید کے پارہ ۲۳ رکوع چار میں اس آیت سے ماقبل کفار کا بیان دیکھو اور پڑھو وہاں پہلے عذاب ہائے دوزخ کا بیان ہے کہ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۲۳/۴ اس کے بعد پھر یہ فرمایا ہے کہ دنیا میں وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ ۔ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ پ ۲۳ ع ۴ -

وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ میں یہاں نعمرہ صیغہ فعل مضارع کا ہے اگر ماضی ہوتا تو بھی مَنْ موصول کے بعد مضارع ہی بن جاتا۔ یہ ایک فرضی مثال ہے۔ جیسے کہ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ پ ۲۴ ع ۴۔ اشرکت

فعل ماضی ہے لیکن قبل میں اَن آنے سے مضارع ہو گیا ہے۔ یہاں بھی یہی معنے ہیں کہ اگر ہم (فرضاً) چاہیں تو اس کا ذکر کو بڑی عمر دے کر اُس کو اُس کی ہر ایک بناوٹ میں اُلٹا چھوڑ دیں جس سے وہ مدتوں تکلیفوں و سختیوں میں پڑا رہے۔ یعنے ہم اُس پر ہر طرح قادر ہیں افلا یعقلون۔ پھر یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے بوجھتے۔

اب باقی رہے قادیانی کے یہ توہمات و خیالات بالا کہ زیادہ عمر سے انسان کی عقل زائل ہو جاتی ہے۔ یہ بھی سب کے سب کیا بلحاظ عقل و حکمت اور کیا بلحاظ علم دین سراسر غلط اور بیہودہ ہی بیہودہ ہیں۔ بالفرض اگر یوں ہی ہوتا تو پھر نوح سلام علیہ جن کو اللہ تعالٰے نے مطابق اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔ بہت ہی عمر دی ہوئی تھی۔ اور اصحاب کہف کی زیادہ عمر کی نسبت کیا کہو گے۔ کیا (معاذ اللہ حاشا للہ) نوح سلام علیہ کی نسبت بھی یہی کہو گے۔ کہ چونکہ اُن کو عمر بہت زیادہ دی گئی تو اس واسطے اُن کی پیدایش اُلٹائی گئی تھی۔ اور اُن کی انسانیت کی طاقتیں اور قوتیں اُن سے دور ہو گئی تھیں۔ اور اُن کے ہوش و حواس میں بھی فرق آگیا تھا۔ اور عقل بھی اُن کی زائل ہو گئی تھی۔ وغیرہ وغیرہ معاذ اللہ۔ حاشا للہ حاشا للہ۔ ایسا کہنا سراسر الحاد ہی الحاد ہے۔ جو کہ قادیانی اپنے من گھڑت خانہ ساز ترجمہ میں کہہ رہا ہے۔ اگر قادیانی ما قبل لَمَسَخْنَا عَلٰى مَكَانَتِهِمْ کو آنکھیں کھول کر دیکھ لیتا تو ایسی بے حیائی اور بکواس نہ کرتا اُس کو اِس موقعہ پر خود اپنی ستر سالہ عمر کا بھی کچھ نہ کچھ لحاظ کرنا ضرور تھا اگر اس زیادہ عمر میں بقول اپنے قادیانی کی اپنی پیدایش اُلٹائی گئی ہے۔ اور اس کی اپنی انسانیت کی طاقتیں اور قوتیں اُس سے دور ہو گئی ہیں۔ اور اُس کے اپنے ہوش و حواس میں بھی فرق آگیا ہوا ہے۔ اور عقل بھی اس کی زائل ہو چکی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو پھر بھی یہ حالت صرف ایک مخصوص حالت قادیانی ہی کی ہو سکتی ہے۔ نہ کہ عام تمام طور پر اس کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ پس قادیانی یہاں پہلے ذرا اپنے آپ ہی کو دیکھ لیتا اور خود ہی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر کچھ سوچتا سمجھتا۔ مطابق۔ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ پ ۲۶ –

قول قادیانی۔ (۱۵) پندرھویں آیت یہ ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ

[illegible]

یعنے خدا وہ خدا ہے۔جس نے تمہیں ضعف سے پیدا کیا۔پھر ضعف کے بعد قوت دیدی۔ پھر قوت کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دی۔الخ۔

جواب قرانی۔ اِس آیت (پ۲۱ ع ۹) میں بھی عیسٰی سلام علیہ کی موت یا مرچکنے کا تذکرہ کسی اور کی موت وغیرہ کا بھی کوئی وہم وخیال تک نہیں ہو سکتا۔بڑھاپے میں کمزوری وغیرہ کی بات جو ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ لیکن اِس سے یہ کہاں ثابت ہے کہ عیسٰی سلام علیہ کے بڑھاپے کا معیار کیا ہے۔عیسٰیؑ کیا بلکہ کسی کا فرمشرک کے ایسے بڑھاپے کا بھی کوئی اندازہ و معیار مقرر نہیں ہے۔ اگر آج سنہ عیسوی کے لحاظ سے عیسٰی سلام علیہ کی عمر تخمیناً قریب دوہزار سال ہو جانے سے وہ بقول قادیانی پیر فرتوت ہو جاتے ہیں تو پھر معلوم نہیں کہ میاں قادیانی نوح سلام علیہ کے حق میں کون لفظ پیر فرتوت سے بھی بڑھکر تجویز کرے گا۔جن کی عمر کئی ہزار سال کی۔ تو خاص عبارت النص قرآن مجید سے ثابت ہے اور علیٰ ہذالقیاس اصحاب کہف کے وکیا کیا نام رکھنا پھریگا۔افسوس صد افسوس! حیف صد ہزار حیف!! نوح سلام علیہ اور اصحاب کہف کی درازی عمر کی پوری پوری تحقیق ماقبل رسالہ ہذا ہی میں صفحہ ۱۷ سے صفحہ ۴۷ تک اتم واکمل طور پر لکھی جاچکی ہے۔ وہاں دیکھو تاکہ تسلی واطمینان پورا پورا ہو جاوے۔

قول قادیانی۔ (۱۶) سولھویں آیت۔ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ پ۱۱ یعنے اس زندگی دُنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے اس پانی کی مثال ہے جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں پھر زمین کی روئیدگی اس سے مل جاتی ہے۔پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے۔اور آخر کاٹی جاتی ہے۔الخ۔

جواب قرانی۔ پ۱۱ ع ۸۔ یہاں بھی کسی کی موت وغیرہ کا کوئی اشارہ کنایہ تک نہیں ہے۔بلکہ محض تمام جہان دُنیا کی حیاتی یعنے نشو ونماہی کا حال بیان کیا گیا ہے۔ جس میں کہ جملہ جمادات وحیوانات نباتات وغیرہ وغیرہ کل مخلوقات کا حال مذکور ہے بوجہ من الوجوہ اس جگہ کسی انسان کا بالخصوص کوئی ذکر نہیں ہے۔اور نہ کسی کی موت وحیاتی ہی کا بلکہ مطابق كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ اور وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ

عیسیٰ سلام علیہ کی نسبت یہ کون کہتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہی زندہ رہیں گے۔ بلا ریب وہ بھی اپنے وقت پر قیامت سے پہلے پہلے ضرور ہی مرجائیں گے۔ جیسے کہ دیگر تمام مخلوقات بھی اپنے اپنے وقت پر مرتی جائیگی۔

قول قادیانی - (۱۷) سترہویں آیت - ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ الجزو ع۱۸ سورۃ المومنین (پارہ ۱۸ رکوع ۱) یعنے اول رفتہ رفتہ خدا تعالےٰ تم کو کمال تک پہنچاتا ہے۔ اور پھر تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو۔ یہاں تک کہ مرجاتے ہو۔ الخ۔

جواب قرآنی - قادیانی نے لمیّتون کو فعل ماضی کا صیغہ سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ اسکو ایک صَرف بہائی کا طالب علم بھی بخوبی جانتا ہے کہ لَمَيِّتُوْنَ صیغہ اسم فاعل کا ہے اور کُمْ کے مخاطب زندہ لوگ ہیں ۔ مُردے نہیں ہیں ۔ چونکہ عیسیٰ سلام علیہ بھی بعبارت النص قرآن مجید اس وقت تک زندہ ہی موجود اور خاص اسی زمین پر ہی اقامت پذیر ہیں۔ اس لئے وہ بھی اس کم میں مخاطب ہیں ۔ اور خاص اپنے وقت مقررہ پر مرنے والے ہیں ۔ نہ کہ اس وقت مرچکے ہوئے ہیں۔ افسوس صد افسوس قادیانی کی عربی دانی پر اس کو اتنا بھی شعور نہیں کہ اس آیت میں وہ انکم لمیتون سے طرف عیسیٰ سلام علیہ کی موت اور اُن کا مرچکنے کا وہم و گمان باطل کر رہا ہے غرضیکہ جسطرح قادیانی خود اِنکم میں مخاطب ہے اور ساتھ ہی اس کے لمیتون میں بھی داخل ہے یعنے ضرور ہی وہ مرنے والا ہے ویسا ہی عیسیٰ سلام علیہ بھی انکم میں مخاطب اور لمیتون میں داخل ہیں۔ ہاں اگر بالفرض انکم میں مردے مخاطب ہوتے اور لمیتون سے مراد مرے ہوئے لوگ ہوتے۔ تو پھر بھی قادیانی کی روسیاہی ویسی ہی تھی۔ کیونکہ سارا جہان اس وقت مرا ہوا نہیں ہے اور نہ ہی مردے مخاطب ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں خود قادیانی جواب تک مرا نہیں ہے تو کیا اس سے وہ بھی اپنے موہومہ قانون قدرت سے باہر ہے۔ بہر حال قادیانی کو اپنی اس آیت کے پیش کرنے پر بھی سخت نادم ہونا چاہیئے۔

قول قادیانی - (۱۸) اٹھارہویں آیت - اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ

نُتِرَمُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ
دالجزو ۲۳ سورۃ الزمر پ ۲۳ ع ۱۷"۔ ان آیات میں بھی مثال کے طور پر یہ ظاہر کیا ہے
کہ انسان کھیتی کی طرح رفتہ رفتہ اپنی عمر کو پورا کرلیتا ہے۔ اور پھر مر جاتا ہے۔

جواب قرآنی۔ اس آیت میں بھی عیسیٰ سلام علیہ کی موت یا اُن کے مرچکنے کا کوئی اشارہ یا کنایہ تک نہیں اور نہ ہی کسی اور چیز کی موت کا کوئی وہم و خیال ہو سکتا ہے اگر قادیانی کو یوں ہی بے محل و بے موقعہ آیتیں پیش کرنے کی ہوس دامن گیر ہوئی تھی تو ان تمیں آیات کے پیش کرنے سے تیس کا عدد پورا کرنے کی تکلیف اٹھانے کی نسبت تو قادیانی کے لئے یہ ایک نہایت ہی آسان تر ترکیب آیتیں پیش کرنے کی دستیاب ہو سکتی تھی کہ وہ خالی سورۃ الفاتحہ میں سے پہلے یہ ایک آیت لکھ دیتا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پھر حسب عادت مستمرہ خود یہ بکواس کر دیتا ہے کہ اس سے ثابت ہے کہ عیسیٰ سلام علیہ مرچکے ہیں اس کے بعد اپنے دوسرے ثبوت میں الحمد للہ رب العلمین لکھ کر بموجب اپنے دستور مقررہ کے یہ لکھ چھوڑتا کہ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ عیسیٰ سلام علیہ مرچکے ہوئے ہیں۔ اس طرح آگے الرحمٰن الرحیم اور ملک یوم الدین الی آخر و لا الضالین تک اس کو ہر ہر کلمہ ہر ہر حرف سے اپنے ایسے ہی لغو معنے کرنے اور بیہودہ نتائج نکالنے کا اچھا خاصہ موقعہ اور ایک وسیع میدان اپنی حماقت کا تماشہ دکھانے کو مل جاتا۔ لیکن اب یہ سب باتیں اس کے واسطے مشت بعد از جنگ ہیں۔ پس وہ اس وقت سوائے اس کے اور کیا کر سکتا ہے کہ

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خویش میزند۔

قول قادیانی۔ (۱۹) انیسویں آیت یہ ہے کہ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ دالجزو ۱۸ سورۃ الفرقان ۱۸/۲ یعنے ہم نے تجھ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور بازاروں میں پھرتے تھے۔ الخ۔

جواب قرآنی۔ یہ کون کہتا ہے کہ عیسیٰ سلام علیہ کھانا نہیں کھاتے۔ صرف یاقوتیاں یا سونے چاندی کے کُشتے بنوا بنوا کر کھاتے رہتے۔ اور محض مقویات پر گذارہ کرتے ہیں۔

چند خبریں

بارش۔ اس ہفتہ کی بارش سے گجرات جنوب مشرقی راجپوتانہ وسط ہند صوبجات متحدہ کی بارش کی کمی پوری ہوگئی۔ مگر شمالی ہند مغربی بہار اور چھوٹا ناگپور میں ۳ مئی سے یکم اگست تک کی بارش بقدر ۲۱ فیصدی کے کم ہوئی ہے۔ برہما شمال مشرقی ہند اور دکن میں بھی کمی ہے وادی گنگا کے مغرب میں بارش کی بقدر ۸ فیصدی کے کمی ہے۔

دمدار ستارہ۔ چہارشنبہ گذشتہ کو شب کے ۸ بجے کلکتہ میں بہت بڑا شہاب ثاقب دیکھا گیا۔ جس کی رفتار نہایت دھیمی تھی زمین کے قریب پہنچکر شہاب ثاقب نے کئی مختلف رنگ بدلے تھے۔

نکل کا سکہ۔ مدراس میں نکل کا سکہ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا ہے۔ ۲۔ اگست کو ایک بجے تک کرنسی آفس میں ایک سکہ بھی نہیں رہا تھا۔ تمام بنکوں میں اس کی مانگ تھی

کمی طغیانی۔ دریائے انڈس میں کمی طغیانی کی وجہ سے کراچی کے کاشتکاروں کی حالت خراب ہو رہی ہے۔

اپیل: رائے بہادر لالہ ہری چند نے ہندؤں سے اپیل کی ہے کہ ہردوار میں عورتوں کے لئے پردہ کے گھاٹ بنائیں

ژالہ باری۔ ضلع بریلی میں ژالہ باری سے فصلوں کو سخت نقصان پہنچا ہے۔

بندش۔ گورنمنٹ ہند نے ممانعت کردی ہے کہ بادامی رنگ کی کونین بری یا بحری راستہ سے ہرگز نہ لائی جائے۔

آمدنی۔ ہندوستانی ریلوں کو یکم اپریل سے ۲۰ جولائی تک ایک کروڑ ½ ۴ لاکھ روپے کی آمدنی ہوئی۔

مراکش کی مخدوش حالت۔ افسوس ہے کہ مراکش کی حالت دن بدن مخدوش ہوتی جاتی ہے۔ اور نادان اہل مراکش خود روزمرہ خانہ جنگی اور فساد سے یورپ والوں کو ہر روز کوئی نہ کوئی بہانہ مداخلت کا دے رہے ہیں اب کاسابلانکا کے قضیہ کے متعلق فرانسیسی بیڑا ساحل مراکش کو روانہ ہوا ہے۔ یورپین قومیں ایسی سخت جونکیں ہیں کہ جس افریقی یا ایشیائی ملک کو ایک دفعہ چٹ جائیں پھر اسے کبھی چھوڑنا نہیں چاہتیں۔ (پیسہ اخبار)

خوش خبری

میں نے مفصلۂ ذیل کتابوں کی قیمت میں خاص رعایت کر دی تاکہ خاص و عام خرید کر فائدہ دارین حاصل کریں قیمت اصل لاگت سے بھی کم کر دی گئی ہے جو ذیل میں درج ہے۔

پارہ اول مترجم۔ یہ ترجمہ دنیا بھر کے ترجموں سے نرالی طرز کا ہے۔ اس میں قرآن مجید کے نہایت عجیب نکات بیان کئے گئے ہیں۔ اور جن مقامات تراجم پر مخالفین اسلام کے اعتراضات وارد ہوتے ہیں اُنکی صرف بحوالجات آیات قرآنجید اصلاح کی گئی ہے کہ معترض دم بخود ہو جاویں۔
تقطیع کلان۔ حجم ۱۰۸ صفحہ۔ قیمت صرف ۶ر۔ بمع فہرست . . . ۶ر

پارہ دوم مترجم۔ تقطیع کلان۔ حجم ۱۲۴ صفحہ قیمت صرف ۸ر بمع فہرست ۹ر

〃 **سوم** 〃 〃 〃 ۲۰۸ 〃 قیمت . . . عصر

صلوٰۃ القرآن ماعلم الرحمن بآیات الفرقان مترجم۔ نماز میں صرف وہی اذکار پڑھنے جائز ہیں جو قرآن مجید میں بتائے گئے ہیں۔ کوئی انسان کی بنائی ہوئی دعا نماز میں پڑھنی جائز نہیں اس مختصر رسالہ میں قرآنی اذکار نماز درج ہیں اور بالاختصار نماز کے اوقات اور ترتیب بھی حجم ۲۸ صفحہ قیمت ۱ر

اشاعۃ القرآن بجواب اشاعۃ السنہ۔ اس میں مولوی محمد حسین بٹالوی اور اُن کے ہمخیال علما کی اُن تحریرات کا جواب دیا گیا ہے جن میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ قرآن مجید حدیث کا ایسا محتاج ہے کہ اس کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتا۔ قابل دید مباحثہ ہے۔ قیمت ۱ر

برھان الفرقان علیٰ صلوٰۃ القرآن۔ قیمت ۸ر

حجت الاسلام بجواب ترک اسلام دہرم پال آریہ کو معقول و مدلل جواب قرآنمجید سے قیمت ۴ر

قول الہادی فی تفسیر یعبادی۔ یعبادی مذکورہ قرآن مجید سے مراد یعباد اللہ ہے نہ کہ یعباد الرسول۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بیان کرتے ہیں۔ قیمت ۱ر

رسالۃ الزکوٰۃ والصدقات۔ اس میں حصہ زکوٰۃ وغیرہ بعبارت النص قرآن مجید صریح صاف طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔ قیمت ۱ر

رسالہ مناظرہ۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول پر مدلل بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱ر

روح الانسان کما بیّن الفرقان۔ یہ ایک قابل دید کتاب ہے۔ اس میں روح کی ماہیت بعبارت النص قرآنمجید ظاہر کیگئی ہے کہ روح کیا چیز ہے۔ حجم ۱۱۲ صفحہ قیمت ۲ر

[illegible] لاہور

الف

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل الذکر و اشاعۃ القرآن کا پندرہ روزہ رسالہ

تلک آیات اللہ نتلوها علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وآیاته یؤمنون

آیات کتاب اللہ کے جو اس پر ایمان لاویں

اشاعۃ القرآن لاہور

جلد ۵ — نمبر ۲

۱۵ - نومبر ۱۹۰۷ء مطابق ۸ - شوال ۱۳۲۵ھ

اغراض و مقاصد

(۱) مسلمانوں کو اس حکم خداوندی سے آگاہ کرنا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری جملہ دینی ضروریات کیلئے ہر طرح کافی ووافی ہے اور یہ عالیشان اور مکمل کتاب عمرو بکر و زید و خالد کی روایات کی محتاج نہیں +

(۲) قصص انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو غلط فہمیاں اور افتراء لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں انکی اصلاح و تردید اور انسے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا +

(۳) مخالفین کو قرآن کریم سے مہذبانہ جواب دینا +

(۴) قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ و تفسیر جو غلط کی گئی ہیں انکی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ و تفسیر شایع کرنا +

(۵) قرآن مجید کی ضرورت اور اسکی تعلیم کو عقل و فطرت کے موافق ثابت کرنا +

(۶) چیدہ خبروں سے اطلاع دینا +

قواعد و ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر مہینے میں دو بار ہر ماہ انگریزی کی یکم و پندرہ کو چھپکر شایع ہوا کریگا شرح قیمت سالانہ عام شائقین سے عہ۱ متمول صاحبان سے للعہ مع محصول ڈاک پیشگی مقرر ہے (۲) نمونہ کا پرچہ ۱۲ کا ٹکٹ آنے پر مفت مل سکتا ہے (۳) خط و کتابت یا روپیہ بھیجتے وقت خریداری نمبر کو اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہیئے تاکہ روانگی رسالہ وغیرہ میں کسیطرح کی غلطی نہو (۴) نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہونگی (۵) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف (۶) جو صاحب رسالہ ہذا کے کسی درج شدہ مضمون پر معقول اعتراض لکھکر بھیجینگے اسے معہ جوابات شایع کر دیا جائیگا (۷) تجارتی اشتہارات بشرط منظوری تصفیہ اجرت ضمیمہ میں چھپ سکینگے اور مطبوعہ شدہ اشتہارات بھی (جو حسب قواعد ڈاکخانہ چھپے ہوں) ہمراہ رسالہ شایع و مشتہر ہو سکینگے +

(تمام خط و کتابت و ترسیل زر مفصلہ ذیل پتہ پر ہونی چاہیئے)

المشتہر - شیخ محمد چٹو مالک و مہتمم رسالہ اشاعۃ القرآن لاہور بازار سہ ماہ لنڈا

اہلقرآن بھائی غور سے پڑھیں

اسمیں تو آپکو مطلق شک نہ ہوگا کہ آپ کا رسالہ اشاعۃ القرآن صرف اہل قرآن کیلئے ہے تاکہ وہ اس سے دینی فائدہ اٹھائیں اور دوسرے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائیں یعنی اُن کو انسانی قصّے اور کہانیوں سے چھڑا کر خدا کی کامل و اکمل جامع کتاب (قرآن کریم) کی طرف لائیں جو آپکا فرض ہے کیونکہ خدائیتعالیٰ فرماتا ہے وا وحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ پ ۷ ع ۸ ترجمہ اور اے محمد کہدے کہ میری طرف یہ قرآن وحی کے ذریعہ سے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس سے تمکو اور جسکو پہنچے (عذاب خدا سے) ڈراؤں۔

ظاہر ہے کہ رسول سلام علیہ تھے۔ قرآنمجید آپؐ پر نازل ہوا۔ ساری خدائی میں صرف آپکے ذریعہ سے قرآنمجید نہیں پہنچا۔ بلکہ دوسرے مومنین قرآن کے ذریعہ سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے اور قیامت تک پہنچیگا۔ آیۂ بالا کے لفظ من بلغ پر آپ تدبر کرینگے تو صاف معلوم ہوجائیگا۔ کہ تبلیغ قرآن کا جو منصب رسول سلام علیہ کا تھا۔ وہی منصب ہر ایک اہلقرآن مومن کا ہے۔ یہ خدائیتعالیٰ کا کسقدر احسان ہے۔ کہ اس نے امور تبلیغ رسالت میں تمام اہلقرآن کو شامل کر لیا ہے اور اُنکو بھی تبلیغ کا حصہ عطا فرما دیا ہے۔ صاحبو آپ کو معلوم ہوگا کہ خدا نے مجھکو جو کچھ جان و مال عطا فرمایا ہے میں سبکا سب قرآنمجید کی نذر کرچکا اور دعا ہے کہ خدائیتعالیٰ مجھے تا دم واپسین قرآنمجید کیخدمتمیں ثابت قدم اور راسخ دم رکھے اور میری یہ دُعا قبول کرے کہ صرف قرآنمجید کا نور ہر شخص کے تاریک دلکو روشن کرے اور گھر گھر اسی کا اُجالا اور اسی کا بول بالا ہو۔

مگر یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ ایسا کرنا مجھ ناچیز کی واحد قوت سے باہر ہے (خدائیتعالیٰ کو تو سب کچھ قدرت ہے) جبتک تمام اہلقرآن بھائی جان و مال سے اس خدائی کام میں شامل نہوں اور نہ صرف میری بلکہ خود قرآنمجید کی مدد نکریں۔ یہ بھی عام تام طور پر اظہر من الشمس ہوگیا ہے کہ اہلقرآن کا گروہ دن بدن ترقی کرتا جاتا ہے اور ہر ایک اہلقرآن غیر مذہب پر غالب ہے کیوں نہو کہ آپ حزب اللہ ہیں اور قرآنی ارشاد ہے الا ان حزب اللہ ھم الغالبون ترجمہ خبردار ہوجاو خدا کا گروہ ہی سب پر غالب ہے لیکن پھر بھی یہ یاد رہے کہ قلیلاً ما تذکرون ترجمہ اور نصیحت پکڑنیوالے بہت کم ہیں اور خدائیتعالیٰ فرماتا ہے کہ قلیل من عبادی الشکور ترجمہ اور میرے بندوںمیں شکر کرنیوالے کم ہیں [illegible] اہلقرآن [illegible] خدائیتعالیٰ [illegible] وسعت رکھتے ہے

پس آپ اگر اپنی خداداد قوت کو پہچانیں اور ہر طرح ہمت کریں تو قرآن مجید کی اشاعت میں جلد کامیابی ہو سکتی ہے۔

یہ تو میں بارہا عرض کر چکا ہوں کہ میں نے اس ذریعہ سے کوئی تجارتی دوکان نہیں کھولی نہ دنیوی تمتع اٹھانا میرا مقصود ہے نہ میں نے دوسرے اخبار والوں کی طرح نکلنے پیدا کرنے کا نسخہ ایجاد کیا ہے بلکہ آپ مجھے جو سالانہ رقم اشاعۃ القرآن کے چندے میں عطا فرماتے ہیں۔ میں اس سے سب چندہ بلکہ اس سے زیادہ رسالہ اشاعۃ القرآن کی اشاعت میں صرف کر دیتا ہوں اور قرآن مجید پر اسکے علاوہ خرچ ہو رہا ہے اور یہ بات آپکو سالانہ جمع خرچ سے اچھی طرح معلوم ہو سکتی ہے جو کسی وقت شائع کیا جائیگا۔ انشاء اللہ

میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ قرآن مجید کی اشاعت ہو اور لوگ ہدایت پر آئیں اور یہ اسوقت ممکن ہے کہ رسالہ اشاعۃ القرآن کی اشاعت کو ترقی ہو۔ اگر آپ میری طرح دل سے چاہیں تو یہ کچھ بھی مشکل نہیں آپ غالباً دیکھتے ہونگے کہ فقہی اور حدیثی اور ہندو اخباروں کا ایک ایک خریدار دو دو سو خریدار پیدا کر رہا ہے اور انکی اشاعت ہزاروں تک ہے۔ آپکا گروہ کثرہم اللہ تعالےٰ اوروں سے کم ہے پس اسی کمی کی نسبت سے کم خریدار پیدا کرے۔ یعنی فی اہلقرآن زیادہ سے زیادہ دو خریدار اور کم سے کم ایک خریدار پیدا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ خدا کا نام لیکر اس خدائی کام کیلئے کھڑے ہو جائینگے اور جہاں تک جلد ممکن ہوگا قرآن مجید کی مدد کرینگے جو اہلقرآن کی مدد کا مستحق ہے جسکو نام کے مسلمانوں نے چھوڑ رکھا ہے جسکی بابت خود رسول سلام علیہ قیامت کے روز خدا سے فریاد کرینگے۔ وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورا الآیہ۔ ترجمہ ہر ایک رسول فریاد کریگا اے پروردگار تحقیق میری امت نے قرآن مجید کو ایسی حالت میں لیا کہ اسکو اپنے سے جدا رکھا یعنی عمل نہ کیا اور اسکے مقابلے میں انسانی اقوال کو واجب العمل سمجھا ظاہر ہے کہ ایسا لینا کس کام کا۔

بھائیو قرآن مجید آجکل روز بالکل بیکس بے بس ہے تم اسکے کس ہو۔ وارث ہو۔ اسکے حامی ہو۔ پس حمایت پر کھڑے ہو جاؤ تاکہ خدا بھی دارین میں تمہاری حمایت کرے اور دین و دنیا میں اجر عطا فرمائے۔

سالانہ قیمت

کتب موجودہ دفتر اشاعۃ القرآن لاہور

پَارَۂ اَوَّل:- یہ ترجمہ دنیا بھر کے ترجموں سے نرالی طرز کا ترجمہ ہے۔ اسمیں قرآن مجید کے نہایت عجیب نکات بیان کئے گئے ہیں اور جن مقامات تراجمہ سابقہ پر مخالفین اسلام کے اعتراضات وارد ہوتے ہیں انکی صرف بحوالجات آیات قرآن مجید اصلاح کیگئی ہے کہ معترضین دم بخود ہو جائیں تقطیع کلان حجم ۸۰ صفحہ قیمت بمعہ فہرست ۰۶ر

ایضاً پَارَۂ دَوُم:- یہ پارہ بھی پارہ اول کیطرح بہمہ اوصاف موصوف ہے، حجم ۱۲۴ صفحہ قیمت .. ۹ر

ایضاً پارہ سوم:- حجم ۲۰۸ صفحہ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ اور قیمت بمعہ فہرست مضامین صرف .. .. .. عہ ر

ایضاً پارہ چہارم:- حجم ۱۰۶ صفحہ قیمت بمعہ فہرست صرف ۱ر

ایضاً پارہ پنجم:- حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت بمعہ فہرست صرف ۱ر

ایضاً پارہ ششم:- حجم ۸۰ صفحہ قیمت .. ۶ر

ایضاً پارہ ہفتم:- حجم ۱۳۶ صفحہ قیمت .. ۱۲ر

[redacted]اج خوری:- حجم ۴۰ صفحہ قیمت ۲ر

برھان الفرقان علے صلوٰۃ القرآن لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت عمدہ اور مُصَفّیٰ حجم ۲۲۴ صفحہ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت بالکل کم یعنی صرف ۸ر

حجت الاسلام:- اسمیں منشی عبد الغفور صاحب دھرمپال آریہ کے رسالہ ترک اسلام کے ایکسو سولہ سوالوں کا جواب جو انہوں نے بوجہ کج روی یا جہالت قرآن مجید پر کئے ہیں ایسی خوبی سے صرف قرآن مجید ہی سے جواب دیئے گئے ہیں کہ ہر ایک شخص جو اس رسالہ کو ملاحظہ فرمائیگا وہ اس بات کو تسلیم کریگا کہ دھرمپال کے خرافات سے قرآن مجید بالکل پاک و بری ہے۔ حجم ۲۲۷ صفحہ قیمت صرف .. ۴ر

صلوٰۃ القرآن ما علم الرحمٰن بآیت الفرقان حجم ۳۰ صفحہ قیمت صرف .. .. ۔ر

اشاعۃ القرآن بجواب اشاعۃ السنۃ اسمیں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور انکے ہمخیال علما کی ان تحریرات کا جواب دیا گیا ہے جنمیں یہ ثابت کرنے کی کوشش کیگئی تھی کہ قرآن مجید حدیث کا ایسا محتاج ہے کہ اسکے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتا قابل مباحثہ ہے قیمت ۱ر

روح الانسان کما بین القرآن:- جسمیں روح کی ماہیت بیان کیگئی ہے نہایت عمدہ کتاب ہے حجم ۱۱۲ صفحہ قیمت ۲ر

مناظرہ:- قیمت صرف ۱ر

زکوٰۃ والصـ[redacted]ت کما جاء فی آیت بینٰت اسمیں زکوٰۃ کی تفصیل صرف آیات قرآن مجید ہی سے بتائی گئی ہے۔ قیمت صرف ۲ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹ | رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ

پندرہ روزہ رسالہ

اشاعۃ القرآن لاہور

جلد ۵ | نمبر ۲

۵ اجنوری ۱۹۰۸ء مطابق ذو الحجہ ۱۳۲۵ ہجری

اغراض و مقاصد

(۱) مسلمانوں کو اس حکم خداوندی سے آگاہ کرنا کہ صرف قرآنمجید ہی ہماری جملہ دینی ضروریات کیلئے ہر طرح کافی ووافی ہے اور یہ عالیشان اور مکمل کتاب عمرو بکر و زید و خالد کی روایات کی محتاج نہیں۔

(۲) قصص انبیا علیہم السلام کے متعلق جو غلط فہمیاں اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں انکی اصلاح و تردید اور ان سے انبیا علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا۔

(۳) مخالفین کو قرآنمجید سے جینبانہ جواب دینا۔

(۴) قرآنمجید کی آیات کا ترجمہ و تفسیر جو غلط کئے گئے ہیں۔ انکی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ شایع کرنا۔

(۵) قرآن مجید کی ضرورت اور اسکی تعلیم کو عقل و فطرت کے موافق ثابت کرنا۔

(۶) چیدہ خبروں سے اطلاع دینا۔

قواعد و ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر مہینے میں دو بار ہر ماہ انگریزی کی یکم و ۱۶ کو چھپکر شایع ہوتا ہے شرح قیمت سالانہ عام شائقین سے چار روپیہ صاحبان [illegible] للعہ معہ محصولڈاک بذمہ پیشگی مقرر ہے (۲) نمونہ کا پرچہ - ۱/ کا ٹکٹ آنے پر مفت ملسکتا ہے (۳) خط و کتابت یا روپیہ بھیجتے وقت فرستندہ کو اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہئے تاکہ روانگی رسالہ وغیرہ میں کسی طرح کی غلطی نہو (۴) نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہونگی (۵) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف (۶) جو صاحب رسالہ ہذا کی کسی درج شدہ مضمون پر معقول اعتراض لکھکر بھیجیں گے۔ اسکو معہ جوابات شایع کردیا جائیگا (۷) تجارتی اشتہارات بشرط منظوری و نصف اجرت ضمیمہ میں چھپ سکینگے اور مطبوعہ شدہ اشتہار بھی (جو حسب قواعد ڈاک نہ چھپے ہوں) ہمراہ رسالہ شایع مشتہر ہو سکینگے۔

المشتہر شیخ محمد چٹو مالک و مہتمم رسالہ اشاعۃ القرآن لاہور [illegible] بازار ۱۱ ۱۱ و ۱۱

چند خبریں

میں ۲۲ دسمبر ۱۹۰۸ء شہر کراچی بر جلسہ کانفرنس اس غرض کے لئے پہونچا کہ وہاں بھی جاکر اشاعت قرآن مجید کروں۔ چنانچہ بہت سے رسالے اور فہرست کتب و اشتہار جن میں ایک اشتہار بعنوان نوین دفعہ مرزا قادیانی کو مباحثہ کیلئے دعوت موجود تہا۔ ساتھ لیکر وہاں پہنچا۔ اس پر میرے پوتے محمد حسین قریشی حکیم نے ایک اشتہار بعنوان الحق میرے اشتہار کے جواب میں شایع کیا۔ جسکا جواب معہ اپنے اشتہار اور اسکے اشتہار کے انشاء اللہ تعالی رسالہ نمبر ۷ جلد ۵ بابت یکم فروری ۱۹۰۹ء میں دیا جاویگا۔

مولوی عبد اللہ صاحب کو میں شہر کراچی سے آتی دفعہ ڈیرہ اسمعیلخان سے ساتھ لے آیا ہوں۔ چنانچہ ۹ جنوری ۱۹۰۹ء کو مولوی صاحب لاہور بخیریت پہنچ گئے ہیں۔ اب جو خط و کتابت مولنا صاحب کے نام جن صاحبوں نے کرنی ہو لاہور مسجد اہلقرآن کے نام پر کریں۔

منشی شمس الدین صاحب شایق ۱۳ ماہ جنوری ۱۹۰۹ء سے پھر خدمت قرآن مجید پر مقرر کئے گئے ہیں۔ اور ترجمہ قرآن مجید بدستور شروع ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ تعالی بہت جلد ختم ہو جاویگا۔ عہد اقتم شیخ محمد چٹو مالک رسالہ۔

لاہور میں ۱۲ جنوری کو خوب بارش ہوئی پہلے کی نسبت غلہ ارزاں ہو گیا ہے۔

اکثر ترکی اخبارات کا بیان ہے کہ جلالتماب حضرت سلطان المعظم کا نہایت تاکیدی حکم ہے۔ کہ میلاد نبوی یعنی ماہ ربیع الاول تک حجاز ریلوے لائن مدینہ منورہ تک پہنچا دی جائے۔ اور یہ بھی۔ کہ مکہ معظمہ و مدینہ کے مابین نئی سڑک کی تیاری۔ اور ریل بچھانے کا کام فوراً شروع کر دیا جائے۔

ترکی محکمہ جنگلات نے اس امر کی تحقیقات کے لئے انسپکٹر مقرر کئے ہیں۔ کہ عثمانی بہیڑ دنبل کو دیکھکر رپورٹ کریں۔ کہ کہاں کہاں کی بہیڑ میں گھوڑوں کی نسل ترقی کر سکتی ہے۔ اور کہاں کہاں بہیڑ بکریاں اور بیل گائیوں کی کشتی ہو سکتی ہے۔

امیر صاحب کابل سیاحت انگلستان کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

سلطان روم نے مطبع عثمانیہ کے مطبوعہ قرآن مجید کئی ہزار کو لمبو میں تقسیم کئے ہیں۔

مراسلات

اشاعۃ القرآن و اشاعۃ السنۃ

(سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ نمبر جلد ۵ ماہ یکم جنوری ۱۹۰۲ء)
(گذشتہ اشاعت سے آگے)

سکے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم علیہ کو فرمایا۔ کہ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ ترجمہ:۔ (اے پیغمبر) ہمنے قرآن مجید تجھ پر نازل کیا۔ تاکہ لوگوں کے لیے تم اسکا بیان یعنی تفصیل و توضیح کرو۔ پس احادیث کو اس روسے کہ وہ قرآن مجید کے اصلی معانی کو کھولتی ہیں۔ اور اس کی صحیح تفصیل و تشریح کرتی ہیں۔ کیوں نہ تسلیم کیا جائے۔ مثلاً قرآن میں تو یہ ذکر ہے کہ نماز پڑھو اور حدیث میں نماز کی تعداد رکعات و ترتیب کا بھی بیان ہے۔ رسول اللہ صلعم علیہ کے بعد آپ کے یا کسی اور کے بیان کیئے ہوئے معانی جسمیں غلطی کا بھی احتمال ہے کس طرح تسلیم کئے جائیں۔

عمرو: جب قرآن ہی قرآن دین اسلام میں متیقن ہؤا۔ تو اسکے اصلی معانی سمجھنے بے شک نہایت ضروری ہیں۔ اول تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ: ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر ترجمہ:۔ ہم نے قرآن مجید کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے نہایت ہی آسان کیا ہے۔ اور وانزلنا علیك الکتٰب مفصلا ترجمہ اور ہم نے اپنی کتاب کو مفصل و مشرح نازل فرمایا۔ برخلاف ان اور ایسے ہی کئی اور آیات کے بقول آپ کے اگر قرآن مجید کو مجمل اور وعقدہ لاینحل مان بھی لیا جاوے تو احادیث کسی وجہ سے اس کی کسی آیت کی بھی تفصیل و تشریح نہیں کرتیں۔ مثال جو آپ نے پیش کی کہ خدا نے فرمایا واقیموا الصلوٰۃ رسول نے اس کی تفصیل رکعتوں وغیرہ سے کی۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اور کسی وجہ سے یہ اقیموا الصلوٰۃ کی تشریح و توضیح

نہیں ہو سکتی ہے تو قرآن مجید پر زیادتی اور اسکی تکمیل ہے۔ کیا رسول اللہ کو یہ حق حاصل ہے۔ ہرگز نہیں۔ آپ محض رسول ہیں کہ (وما محمد الا رسول) پس آپ بتائیں۔ کہ رکعتیں واقیموا الصلوٰۃ کے کس الفاظ سے کسطرح مفہوم ہو سکتی ہیں۔ کیا اسی کو تفصیل وتشریح کہتے ہیں۔ افسوس ہے آپ کی عقل اور سمجھ پر۔ غرض آپ ہرگز نہ ثابت کر سکیں گے۔ کہ احادیث سے قرآن مجید کے اصلی معانی یا اس کی تفصیل و توضیح معلوم ہو سکتی ہے۔ علیٰ ہذا قرآن مجید کی سب آیات بینات ہیں۔ تو اگر بیان معنی کھول وتشریح کے کئے جائیں۔ تو معنے کیا ہوں گے۔ کہ اے پیغمبر تو لوگوں کے لئے کتاب اللہ جو خود مبین ہے بیان کر جو تحصیل حاصل سے کسی طرح خالی نہیں۔

الغرض واتز لنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیہم میں بیان کے معنے صرف ظاہر وآشکارا کرنے کے ہیں۔ یعنی ہم نے قرآن مجید آپ پر اس غرض سے نازل نہیں فرمایا کہ تم اس کو دل میں چھپا رکھو۔ بلکہ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دو۔ جیسا کہ اہل کتاب کو حکم تھا۔ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس الخ ترجمہ: بتحقیق ہمنے اہل کتاب سے عہد لیا یعنے ان کو حکم کیا۔ کہ تم کتاب اللہ کو لوگوں کے لئے ضرور بیان کرنا۔ پس قرآن مجید کے اصلی مفہومات کے پہونچنے کو قواعد زبان عرب ہی مقرر ہے۔ ان سے واقف ہر ایک شخص کو حکم ہے۔ کہ قرآن مجید میں تدبر وتفکر کرے۔ کما قال اللہ تبارک وتعالےٰ کتب انزلنا الیک مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر بہ اولوا الالباب ترجمہ اے پیغمبر ہمنے تیری طرف اپنی بڑی مبارک کتاب نازل کی۔ تاکہ لوگ (خود) اس میں تدبر وتفکر کریں۔ اور ہوشمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔ تو خدا تعالےٰ نے لوگوں کو کسی شخص کا ہی مقلد نہیں بنایا۔ بلکہ ہر ایک کو تدبر وتفکر کا حکم فرمایا۔

زید:۔ تو اچھا آپ سنت کو بھی (جو قرآن مجید کے علاوہ اسکی مفسر ہو) نہیں مانتے۔ حالانکہ وہ تو اس سے ثابت ہے۔

عمرو:۔ سنت اور حدیث میں کچھ فرق نہیں۔ یہ آپ کی محض غلط فہمی ہے۔ کیونکہ حدیث لوگ رسول اللہ سلام علیہ کے افعال واقوال بیان کرتے ہیں۔ اور سنت میں بھی یہی بیان ہوتا ہے۔ اس نماز والی مثال کو سوچ لو جو سنت یعنی تعامل میں گنی جاتی ہے۔

پس جو حال حدیث کا ہے وہی سنت کا۔ اور جو اختلاف بے حساب حدیث میں وارد ہیں وہی سنت میں۔ چنانچہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ درحقیقت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔"

زید:۔ اتباع و اطاعت رسول کی آیات کے حقیقی معانی تو سمجھ گئے۔ ان آیات کو کیا سمجھا جائے۔ جن میں صاف ارشاد ہے۔ کہ رسول کا حکم مانو۔ اور اس کو حاکم جانو۔ ورنہ تم مومن نہیں۔ کما قال اللہ تبارک و تعالے فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک اگر آپ صرف حکم خدا ہی کے لئے مامور تھے تو یحکموک کیوں وارد ہوا؟

عمرو:۔ ذرا غور و خوض سے قرآن مجید کے معانی کیا کرو۔ آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ رسول کا بھی دین اسلام میں ویسا ہی حکم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالے کا یہ عقیدہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہے۔ اور یہ ایک بڑا جلی شرک ہے۔ کیونکہ جس طرح خدا تعالے نے فرمایا ہے لا الہ الا اللہ میرے سوا اور کوئی الہ نہیں۔ اسی طرح فرمایا ہے کہ ان الحکم الا للہ میرے سوا (دین میں) کسی کا ذرہ بھر بھی حکم نہیں۔ جو کوئی رسول اللہ سلام علیہ کو دین اسلام میں حکم کرنے والا یقین کرتا ہے ایسا مشرک ہے جیسا کہ آپ کو الہ جاننے والا مشرک ہے۔

زید:۔ تو پھر حتی یحکموک کے معنے کیا ہیں۔

عمرو:۔ رسول اللہ سلام علیہ کو حکم ہے وان احکم بینہم بما انزل اللہ ترجمہ اور لوگوں کے درمیان حکم بیان کرو ساتھ اس (کتاب) کے جو خدا تعالے نے نازل کی ہے تو پس آیہ فلا وربک الخ کا بھی صحیح مطلب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک ایماندار نہیں ہوں گے جب تک آپ کو اپنے جھگڑوں میں (خدا کی کتاب سے) حکم بیان کرنے والا نہ سمجھیں۔

زید۔ اگر احادیث تنقید و تحقیق رجال کی رو سے بھی ناقابل تسلیم ہیں۔ اور قرآن مجید سے بھی ان کے اثبات کا پتہ نہیں چلتا۔ تو پھر کیا کیا جائے۔

عمرو۔ خدا کا کلام معجز نظام احسن الحدیث والکلام موجود ہے۔ جو اسلامی ہدایات کے لئے تم کو کافی اور ازالہ ضلالت میں شافی ہے۔ یعنی اپنے اقرار (دین اسلامی) کی جانچ اسی سے کرنا لازم ہے۔ کیا آپ خدا تعالے کے فرمان والا شان پر ایمان نہیں رکھتے اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتب ترجمہ اے پیغمبر کیا لوگوں کو ہماری عالیشان کتاب جو ہم نے تم پر اتاری ہے کافی نہیں بیشک ایمان والوں کے لئے کافی اور کامل ہدایت اور ہماری رحمت ہے۔

احادیث نہ ملائی جائیں تو قرآن مجید سے اکثر مسایل اسلام کا ثبوت نہیں ملتا۔ منجملہ بڑے بڑے مسایل اسلام کے نماز ہی کو لو۔ اس کے نہ اوقات کا بیان نہ تعداد رکعات نہ ترکیب و ترتیب کا۔ قرآن مجید میں نماز کی تاکید تو اس کثرت سے کی گئی ہے کہ گنتی کی محتاج ہے۔ لیکن بتایا نہیں کہ وہ ہے کیا۔ اگر وضو کے متعلق کچھ ذکر ہے تو ایسے طور پر کہ ایک ہی ہاتھ اور ایک ہی پاؤں کے دھونیکا حکم نکلتا ہے۔ میں کیا عرض کرسکتا ہوں۔ سب لوگوں کے اعتراضات آپ سنتے ہی رہتے ہیں۔

عمرو۔ حاشا اللہ۔ ثم حاشا اللہ۔ ثم حاشا للہ! خدائے تعالٰے علام الغیوب علیم بذات الصدور العزیز الحکیم کی شان کو آپ نے خاک میں ملا دیا ہے۔ وہ خدا جو فرماتا ہے۔ ونزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شئ وھدًی ورحمۃ وبشرٰی للمسلمین **ترجمہ**:۔ اور اے ہمارے رسول ہم نے آپ پر اپنی عظیم الشان جلیل القدر یعنی کتاب نازل فرمائی ہے۔ جو دین اسلام کی ہر بات کو روشن طور پر بیان کرنے والی ہے۔ اور جو مسلمانوں کے لئے کامل ہدایت اور بیاری رحمت اور بڑی خوشخبری ہے

المعتصم بحبل اللہ الصمد الاحد م۔ د۔ از لاہور

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

مندرجہ بالا عنوان کلام مجید کی آیت ہے۔ جس سے بطور حصر مستفاد ہوتا ہے کہ محمد صلعم علیہ صرف رسول ہی تھے اس کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ استثناء میں حصر ہوتا ہے۔

اب سمجھنا چاہئے کہ رسول کسے کہتے ہیں۔ اور اس کی کیا شان ہے رسول کے معنے لغت میں پیغامبر اور فرستادہ اور قاصد کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر رسول خدائے تعالٰے کا پیغام (کتاب) لاتا ہے اور پیغمبر کا کام ہی پیغام پہنچانا ہے۔ اور بس۔ اور چونکہ وہ پیغام اسی قوم کی زبان میں ہوتا ہے جس کو وہ رات دن بولتی ہے۔ لہذا تفصیل وتشریح کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پس تمام آسمانی کتابیں نہایت سلیس اور کھلا بیان ہیں۔ دنیا ہی میں دیکھ لو کہ جب کسی کے نام خط لکھکر قاصد کے ہاتھ بھیجینگے۔ تو مکتوب الیہ اس کو اچھی طرح سمجھ لیگا۔ پھر خدا کی کتابیں جو ہر شرد ہزار عالم کی ہدایت کے لئے رسولوں کے ذریعہ بھیجی جاتی ہیں وہ معمے اور پہیلیاں کیونکر ہوسکتی ہیں اور دقیق کتابوں سے کیونکر عام ہدایت ہو سکتی ہے۔ تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی۔ کہ خدا تعالٰے نے ایسے احکام نازل کئے۔ جن کو دنیا سمجھ نہیں سکتی ۔

پھر خدا تعالےٰ نے آنحضرت سلام آیا اور دیگر انبیاء سلام علیہم کو رسول کہکر پکارا ہے۔ نہ کہ سفیر یعنی یہ نہیں فرمایا۔ کہ وما محمد الا سفیر کیونکہ مرتبہ رسول سے بڑھ جاتا ہے۔ جو ایک بادشاہ کے دربار میں دوسرے بادشاہ کی جانب سے جاتا اور متعین رہتا ہے۔ اور معاملات پر بحث کرتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں بھی تمام سلطنتوں کے سفیر ہر سلطنت میں بطور مبادلہ مقیم رہتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ رسول سلام علیہ بادشاہ دو جہان یعنی خدائے وحدہٗ لاشریک کی جانب سے دنیا کے کونسے بادشاہ کے دربار میں بھیجے گئے ہیں۔ آپ تو عامہ خلائق کی جانب بھیجے گئے ہیں۔ جسمیں فقیر و امیر گدا و بادشاہ سب شامل ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب دو سلطنتوں میں جنگ کی نوبت آتی ہے تو طرفین کی سفارتیں اُٹھ جاتی ہیں۔ لیکن خدائے تعالےٰ کے رسولوں کی رسالت کبھی نہیں اُٹھ سکتی خواہ دنیا میں کیسی ہی جنگ اور جدال و قتال ہو۔ کیونکہ یہ دینی رسالت ہے نہ کہ دنیوی مسلمان تو یہ غضب ڈھا رہے ہیں۔ کہ رسول سلام علیہ کو نہ صرف سفیر بلکہ وزیر اور دارالمہام بلکہ خدا سمجھ رہے ہیں۔ اس سے غافل ہیں۔ کہ جب آپ قرآن کی رو سے سفیر ہی نہیں۔ تو وزیر اور مشیر اور مدار المہام کیونکر ہو سکتے ہیں۔ آپ کو شفیع ہی مانتے ہیں جیسے عیسائی عیسیٰ سلام علیہ کو۔ یعنی عیسائیوں میں جیسا مسئلہ کفارہ کا ہے۔ ویسا ہی مسلمانوں میں شفاعت کا مسئلہ ہے۔ فرمائیے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے عقیدہ میں کیا فرق رہا۔ عیسائی پادری دنیا میں منادی کرتے پھرتے ہیں کہ آسمانی باپ نے اپنے اکلوتے بیٹے (آسمانی برّے) کو تمہارے گناہوں کے عوض یہودیوں کے ہاتھوں ذبح کروا دیا۔ اور کچھ عرصہ تک دوزخ میں بھی رکھا۔ اب تم ایسے پاک اور معصوم ہو گئے۔ جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا بچہ۔ بس مسیح کے جھنڈے تلے آجاؤ۔ حالانکہ قرآن مجید ایسے عقیدے کی تردید کرتا ہے اور محمد سلام علیہ کو تعلیم فرماتا ہے۔ قل لا ادری ما یفعل بی ولا بکم ترجمہ کہدے محمد میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا۔ اور تمہارے ساتھ کیا۔ اور فرماتا ہے۔

ان انت الا نذیر ◆

اے محمد سلام علیہ تو فقط عذاب الٰہی یا مواخذہ سے دنیا کو ڈر سنانے والا ہے اور بس۔ پس جب محمد رسول سلام علیہ شفیع ہوئے۔ تو ڈرانا کیا معنی۔ عیسائی بھی عیسیٰ سلام علیہ کو ڈر سنانے والا ہرگز نہ بتائیں گے۔ کیونکہ کفارے کے عقیدے کے بالکل خلاف ہوگا۔ مسئلہ شفاعت تکالیف شرعیہ کو بالکل حبط اور ضبط کرتا ہے۔ اور سکھاتا ہے کہ اب عبادات اور اعمال حسنہ کی مطلق ضرورت نہیں ...

بھی کوتوال اب مُڈر کا ہوگا۔ اور غضب سینئے کہ رسول اللہ سلام علیہ کو سفیر اور وزیر اور خدا کے کا مول کا دار المہام کیا معنی بلکہ حیّ اور قیوم ہی سمجھتے ہیں۔ مجالس میلا دوالوں کا عقیدہ ہے۔ کہ تمام مجالس میلاد میں خواہ دنیا میں ایک ہی وقت ہوں۔ آپ تشریف لاتے ہیں۔ اور مجالس میلاد کے انعقاد سے ہماری حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ گویا آپ قاضی الحاجات ہیں حالانکہ خدائے تعٰ یہ فرماتا ہے۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ یعنے اے محمد تو اور وہ سب مرنے والے ہیں اور ما انت بمسمع من فی القبور یعنے تو ان لوگوں کو سنانیوالا نہیں۔ جو قبروں میں ہیں لیکن مسلمان رسول اللہ سلام علیہ کو اپنی حاجات اور الغیاث رات دن سناتے ہیں۔ مدینہ میں جا کر نہیں بلکہ گہر بیٹھے۔ قرآن مجید کے مندرجہ بالا احکام ہرگز مسلمانوں کی سمجھ میں نہ آئیں گے۔ بلکہ ان سے نفرت کریں گے۔ اور سنانے والے پر غضبناک اور چین بجبین ہوں گے۔ اور اس کو رسالت کا منکر سمجھیں گے۔ پہر بہی قرآن مجید پر اپنا ایمان بتائیں گے۔

آمدم برسر مطلب۔ بہلا رسول (پیغمبر) کو بجز پیغام پہنچا دینے کے کسی اور بات کے کہنے سے کیا مطلب ہے۔ اس صورت میں تو پیام بالکل فضول ٹہرے گا۔ اور خود رسول یا اسکا بھیجنے والا جہوٹا قرار دیا جائے گا۔ کہ پیام میں تو کچھ ہے۔ اور پیامبر کچھ کہتا ہے۔ کیونکہ سینکڑوں حدیثیں کلام مجید کے بالکل خلاف ہیں۔ اور سینکڑوں حدیثیں زائد از کلام مجید ہیں۔ اور سینکڑوں حدیثیں باہم متعارض ہیں۔ مگر مسلمانوں کا عمل موافق اور مخالف دونوں حدیثوں پر ہے بہلا کوئی آیہ بہی آجتک کسی دوسری آیہ سے متعارض ہوئی ہے۔ پہر کوئی کسی حدیث پر عمل کرتا ہے کوئی کسی حدیث پر مگر کیا کلام مجید کی آیتوں کی بہی شان ہے۔ کہ کسی مسلمان نے کبہی آیہ پر عمل کیا ہے۔ اور کسی نے کبہی آیہ پر۔ اور ایک آیہ ایک کے نزدیک صحیح اور دوسرے کے نزدیک غیر صحیح بلکہ موضوع ہے۔ ایمان تو قرآن پر۔ اور عمل کرنے کو اماموں یاراویوں کے اقوال۔

اگر مسلمانوں کے کان آیات قرآن کے سمجھنے کو کھلے ہوئے ہیں۔ اور اماموں یاراویوں کی تقلید کی روئی ان کے کانوں میں نہیں ٹہونسی ہے تو سنیں۔

ترجمہ	
ترجمہ۔ اے رسول پہنچا دیجئے اس کو جو اترا تیری طرف سے تجھ پر تیرے رب کی۔ اور اگر تو ایسا نہ کریگا تو اپنی رسالت کی تبلیغ نہ کریگا۔ اور	يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (آیہ رکوع)

رسول اللہ سلام علیہ پر صرف ما انزل الیہ کی تبلیغ کا فرض ہونا دوم عدم تبلیغ کی صورت میں خود اپنی رسالت کا نہ پہنچانا۔ سوم لوگوں کے ہاتھ سے رسول اللہ سلام علیہ کو محفوظ رکھنا۔ اب سمجھنا چاہیئے۔ کہ محمد سلام علیہ صرف قرآن مجید کے رسول ہیں۔ اور خدا کیطرف سے یہی پیغام لائے ہیں۔ اگر آپ اسکے سوا کسی اور بات کی تبلیغ کریں گے۔ تو رسول نہ رہینگے نہ اپنا فرض تبلیغ ادا کرنے والے ثابت ہوں گے۔ کیونکہ قرآن مجید کے سوا جو کچھ آپ پہنچائیں گے۔ وہ خدا کا پیغام نہ ہوگا۔ اور اس صورت میں آپ لوگوں کی زبانوں (اتہاموں اور بہتانوں وغیرہ) سے بھی بچ نہ سکینگے اسلئے کہ وہ آپ کا انسانی کلام ہوگا۔ نہ کہ خدا کا پیغام جو سرتا پا معجز ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بجز کلام الٰہی کسی انسان کا کلام معجز نہیں ہوسکتا۔ اور نہ اسکی نسبت کہہ سکتے ہیں۔ کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ اور نہ خدا اور انسانوں کے کلام میں کچھ فرق رہیگا۔ پس اگر محمد سلام علیہ نے علاوہ قرآن مجید کے لاکھوں حدیثیں بھی فرمائی ہیں۔ تو نہ آپ رسول ہیں۔ نہ آپ خدا کا پیغام لائے ہیں۔ اور ریچ کی چہ میگوئیاں (طوفان اور بہتان) بھی صحیح ٹھہریں گے۔ اور خدا تعالےٰ کا وعدہ واللہ یعصمک الآیہ معاذ اللہ غلط ہوگا۔

اب تعجب ہے کہ محمد سلام علیہ کے عہد حیات میں تو کسی کو طوفانوں اور بہتانوں کے لگانے کی جرأت نہ ہوئی۔ حالانکہ خدائے تعالےٰ نے بلند آواز اور بڑے دعوی سے فرمایا فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات مگر راویان حدیث کو جسارت ہوگئی کہ انہوں نے رسول اللہ سلام علیہ پر افتراءات باندھے۔ اور عمرو زید کے اقوال کو مثل قرآن قرار دیدیا۔ اور یہ حدیث گھڑلی الا انی اوتیت القرآن مثلہ معہ یہ غضب ڈھایا کہ خدائے تعالےٰ نے تو اپنے دعوے تحدی و تعجیز کو صرف دس سورتوں کے لانے تک محدود فرمایا۔ مگر راویان حدیث (اہل الحدیث) نے لاکھوں سورتیں مثل قرآن پیدا کرلیں۔ اور خدائے تعالےٰ کے دعوی تعجیز کو بالکل رد کردیا۔ اور بتادیا کہ مذکورہ آیہ میں خدا تعالےٰ نے جن لوگوں کو مخاطب کیا ہے وہ ہم ہیں۔ اور دکھا دیا کہ حسب دعوی مخالفین (منافقین و کفار) آیات قرآنی بھی مفتریات ہیں اللھم احفظنا من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ دیکھئے احادیث نے نہ صرف رسول مقبول اور قرآن پاک کو بلکہ خود مذہب اسلام کو کہیں کا بھی نہ رکھا۔

(راقم معتصم بحبل اللہ محمد قرآنی امرتسری)

مسلمان اور قرآن مجید کی عظمت

اہل اسلام خواہ مقلدین ہوں خواہ اہل حدیث خواہ شیعہ وغیرہ یہی کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے حرف حرف نقطے نقطے پر ہمارا ایمان ہے اور قرآن سے زیادہ کوئی شے ہم کو عزیز نہیں۔ نہ اس کے مقابلہ میں کسی شے کی عظمت ہمارے دل میں ہے" آؤ ہم اس قول کو عمل کی کسوٹی پر کسیں اور دیکھیں کہ اپنے اس زبانی جمع خرچ میں مسلمان کہانتک سچے ہیں۔

کوئی مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ قرآن مجید محمد سلام علیہ پر نازل ہوا۔ اور آپ کے پاس رسالت کی یہی سند اور تمغہ ہے۔ اسی کو اپنے دین کے کاموں میں دستور العمل بنایا۔ اسی پر عمل کیا۔ اسی کو حرز جان سمجھا۔ انما امرت ان اتلوا القرآن الآیہ انما کلمہ حصر ہے جس میں صرف قرآن مجید ہی کے پڑھنے پر مامور کیا گیا ہوں۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ آپ کو دین اسلام میں علاوہ قرآن مجید کے اور کوئی بات کرنیکا حکم نہیں تھا۔ - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - -

اور مسلمان بمقابلہ قرآن کریم کے انسانی اقوال اپنا معمول بہا قرار دیں اور ان پر ایمان رکھیں اور اولئھم یکفہم انا انزلنا علیک الکتٰب یتلیٰ علیہم اور من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ہم الکافرون وغیرہ آیات کے اور ان کی وعید کو فراموش کر دیں۔ اور اسکا وقوع میں آنا تو ضروری تھا۔ کیونکہ خود خدائے تعالٰی نے پیشین گوئی فرما دی ہے۔ قال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھٰذا القرآن مھجوراً۔

عاملین بالفقہ (مقلدین) پر اہل حدیث طعن کرتے ہیں۔ کہ ان کی کتابوں میں خلاف قیاس اور خلاف عقل اور خلاف حدیث مسائل بھرے ہوئے ہیں۔ اور ویسی ہی خیالات درآئیاں اور نازک خیالیاں اور احتمال آفرینیاں ہیں۔ جیسے شعرا کے مضامین۔ اور انہوں نے عمل بالحدیث کو ترک کر دیا ہے۔ اور مسلمانوں کی بدبختی سے کتب فقہ میں خود لکھا ہوا ہے۔ کہ خلافاً للشافعی وخلافاً لابی یوسف وخلافاً لمحمد وخلافاً لابی حنیفہ وغیرہ۔ گویا کتب فقہ ایک مختلف اور متضاد مجموعہ ہے۔ یعنی فلاں مسئلہ ہمارے عمل کے لائق ہے۔ اور فلاں تمہارے عمل کے لائق۔ خبردار جو امام شافعی کے اجتہادی مسائل پر عمل کیا۔ ورنہ گنہگار غیر مقلد ہو کر اچھے خاصے گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور دنیا میں بھی تعزیر کے مستحق ہو گے۔ کیونکہ تم تقلید کے ناموس کا ہتک کرنے والے ہو گے۔ گویا اہل الحدیث کا بڑا طعن مقلدین

کے صرف اختلاف فی الدین والمذہب پر ہے۔ اب میں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ خود اہلحدیث اختلاف سے کہانتک بچے ہوئے ہیں۔ اور اہلحدیث و مقلدین میں کیا فرق ہے۔

مقلدین اپنے آئمہ اجتہادی اقوال کو بالکل حق بتاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہمارے ائمہ کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف نہیں۔ اور غیر مقلدین محض حسد اور تعصب اور نفسانیت سے ائمہ پر اتہام لگاتے ہیں۔ اور چونکہ انہوں نے عمل بالحدیث کا نیا مذہب ایجاد کیا ہے پس اس کے فروغ دینے کے لئے مذہب ائمہ کو مٹانا چاہتے ہیں۔ خصوصاً حنفی مقلدین کہتے ہیں۔ کہ امام اعظم نے احادیث کی چنداں پرواہ نہیں کی۔ انہوں نے بالکل قرآن پر عمل کیا ہے۔ بھلا آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ کی صدہا حدیثیں جن پر اہلحدیث عمل کرتے ہیں۔ قرآن میں کہاں ہیں اور یہ لوگ ہماری مساجد میں آکر ہماری نمازوں میں خلل ڈالتے ہیں۔ فساد کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آئے دن فوجداری اور دیوانی میں مقدمات دائر ہوتے رہتے ہیں۔ وغیرہ۔

اہلحدیث کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو بمقابلہ اقوال آئمہ کے سنت رسول اللہ صلعم سے ضد ہے۔ یہ عمل بالحدیث کو دیکھ نہیں سکتے۔ ان کو شخصی تقلید نے جکڑ لیا ہے۔ اور چار رسول پیدا کر لئے ہیں۔ اور شرک فی الرسالت کو جائز کر دیا ہے وغیرہ۔

میں کہتا ہوں کہ اماموں کے اقوال اور راویان حدیث کے اقوال میں کیا فرق ہے۔ یہی اللسان ہی اللسان۔ اور جب کہ مقلدین کے نزدیک آئمہ اربعہ مشہود لہا بالخیر میں داخل ہیں۔ تو اماموں کے اقوال کو اہلحدیث کیوں احادیث نہیں مانتے۔ پھر ایک ایک امام کے لاکھوں اور کروڑوں مقلدین ہیں گویا ہر امام کے حق ہونے پر اجماع ہے۔ اور احادیث میں اختلاف ہے۔ یعنی احادیث کو تمام مقلدین یکساں نہیں مانتے۔ نہ ان پر سب کا اجماع ہے۔ مگر اہل حدیث تمام حدیثوں کو جو ان کے نزدیک صحیح ہیں یکساں مانتے ہیں۔ خواہ عین تعارض ہی کیوں نہ ہو۔ تو فرمایئے مقلدین و اہلحدیث میں کیا فرق رہا۔ یہی فرق ہے۔ کہ مقلدین چار اماموں کی تقلید کرتے ہیں۔ اور اہلحدیث ہزاروں راویوں کی تقلید کے اصطلاحی معنے محض اعتماد کے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ جس طرح مقلدین کا اعتماد اماموں پر ہے۔ اسی طرح اہلحدیث کا اعتماد راویوں پر ہے۔ مقلدین کو فقہ کے مقابلہ میں قرآن سے ضد۔ بتاؤ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ اور کون ایک دوسرے سے بڑھا ہوا ہے۔

ایسے جنے کیا قرآن مجید میں عمل بالفقہ اور عمل بالحدیث کا حکم ہے۔ کیا قرآن مجید میں بھی ویسا ہی اختلاف ہے۔ جیسا کہ فقہ اور روایات میں۔ کیا قرآن مجید حنفی، شافعی اور اہلحدیث سنے اور جدا جدا مذاہب قائم کئے

اور آپس میں فساد اور پھوٹ ڈالنے کا حکم ہے۔ کیا کوئی سچا مسلمان اس سے انکار کر سکتا ہو۔ کہ مختلف مذاہب کی بنیاد صرف احادیث نے ڈالی ہے۔ اور باہمی عداوت بھی احادیث ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ موجودہ حالت بالکل زمانہ جاہلیت کا عکس ہے جس کو خدا تعالےٰ نے اعتصام بحبل کے حکم کے بعد اذ کنتم اعداءً الآیہ فرما کر یاد دلاتا ہے۔ مسلمان کس دل اور جگر اور ایمان سے کہتے ہیں۔ کہ قرآن میں یہ بھی نہیں۔ اور قرآن میں وہ بھی نہیں۔ فلاں مسایل حدیث میں ہیں۔ اور فلاں کتب فقہ میں ہیں۔ گویا قرآن میں کچھ بھی نہیں اور تفصیل کل شئ اور فصلنا ہ تفصیلا اور کتٰب فصلت ایٰت وغیرہ آیتیں جو قرآن مجید کی کاملیت اور عظمت کا اظہار کرتی ہیں۔ یہ سب غلط ہیں۔ اور معاذ اللہ قرآن مجید جھوٹا ہے۔ ناقص ہے۔ غیر مکمل ہے۔ ہاں فقہ کامل۔ حدیث کامل یہ دونوں قرآن مجید متمم اور مکمل اور قرآن مجید انکا محتاج۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسلمانوں کی عقلوں پر کسقدر پتھر پڑے ہیں بھلا غیر اہل مذاہب کیا کہیں گے جب دیکھیں گے...... کہ خود مسلمان قرآن مجید کو ناقص بتا رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ قرآن مجید میں یہ بھی نہیں اور وہ بھی نہیں۔ جب اسلام کے ایسے نادان دوست ہوں۔ تو دشمنوں کی کیا حاجت۔ اہلحدیث کہتے ہیں صحیح حدیث بھی ویسی ہے۔ جیسا قرآن مجید۔ یعنی قرآن اور حدیث پر عمل کرنا مساوی ہے۔ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ اس صورت میں قرآن مجید کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور اس کا نزول بیکار ثابت ہوتا ہے۔ اور ان الحکم الا للّٰہ اور ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰئک ھم الکافرون الآیہ کی سرتابی لازم آتی ہے۔ الغرض مقلدین ہوں۔ یا اہل حدیث قرآن مجید کو سب نے کو چھوڑ رکھا ہے۔ غضب الٰہی نازل نہ ہو تو کیا ہو۔

اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ البخاری:۔

خدائے تعالےٰ قرآن مجید کی بابت فرماتا ہے ما کان حدیثا یفتریٰ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شئ۔ یعنی نہیں ہے قرآن مجید ایسی حدیث جو افترا کی گئی ہو۔ بلکہ تصدیق ہے اس شئے کی (توریت وانجیل وغیرہ) کی جو رسول اللہ صلعم علیہ کے سامنے ہے۔ اور ہر شئے کی تفصیل ہے۔ اس سے پہلی بات تو یہ نکلی کہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے حدیث وہی ہے۔ جس کی قرآن [illegible] ہے۔ اور باقی اللہ پر بستان و افترا ہے۔ دوسری بات یہ نکلی کہ قرآن مجید تمام دینی [illegible]

امور کی تفصیل ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ جو کچھ دوسری کتابوں میں پایا جاوے۔ وہ سب قرآن مجید میں پایا جائے۔ پس یہ کہنا۔ کہ فلاں حکم قرآن میں نہیں۔ تو کیا ہوا حدیث میں تو ہے۔ قرآن مجید کی سخت توہین ہے +

بخاری کے تیس پارے ہیں۔ وہی تیس پارے قرآن مجید کے ہیں۔ گویا بخاری اور قرآن مجید کا ایک مرتبہ ہے۔ معاذ اللہ اس کے یہ معنے ہوئے۔ کہ خدا کا کلام اور انسانوں کا کلام مساوی ہے بعض سخت مصائب اور شدید امراض کے وقت قرآن مجید کیطرح بخاری کا پورا ختم کراتے ہیں قرآن مجید کا ختم نہیں کرایا جاتا ہے۔ اور علمائے مقلدین و اہل حدیث کا اس پر تو ایمان ہے۔ کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری۔ یعنی قرآن مجید کے بعد تمام کتابوں سے صحیح تر بخاری ہے۔ کتب جمع کا لفظ ہے۔ اسمیں توریت و انجیل بھی داخل ہوگئی۔ یعنی بخاری انسے بھی صحیح تر ہے۔ حالانکہ کتاب اللہ ہونے میں توریت و انجیل اور قرآن کا مرتبہ مساوی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بخاری قرآن مجید سے بھی زیادہ صحیح ہے۔ اور اگر کتب سے دوسری کتب احادیث مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ وغیرہ مراد ہیں تو ان کو بخاری کے مقابلہ میں کیوں ترک نہیں کیا جاتا۔ جب دوسری کتابیں بھی یکساں واجب العمل ہیں تو بخاری کے اصح الکتب ہونے نے کیا فائدہ دیا۔ درحالیکہ اہلحدیث اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم عمل بالاقوی کرتے ہیں۔ لفظ اصح سے یہ بات نکلتی ہے۔ کہ صحیح تو اور بھی کتابیں ہیں۔ لیکن سب سے صحیح تر بخاری ہے۔ مگر اس کا کوئی معیار نہیں۔ کہ بخاری کا مرتبہ دوسری صحاح سے کیوں بڑھا ہوا ہے۔ اور ان کا کیوں گھٹا ہوا ہے۔ یہاں تو ضعیف حدیث بھی واجب العمل ہے ....

.... اور دلیل یہ ہے۔ کہ ضعیف حدیث بھی تو آخر حدیث ہی ہے اس کا متن تو ضعیف نہیں۔ ہاں کوئی راوی ضعیف ہوگیا ہے۔ کیا اہل حدیث پر الہام ہوگیا ہے کہ فلاں راوی ضعیف اور فلاں راوی قوی ہے۔ حالانکہ خدا نے آنحضرت رسول اللہ صلعم علیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے۔ ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم یعنی بعض اہل مدینہ منافق ہیں اے محمد صلعم علیہ تو ان کو نہیں جانتا ہم جانتے ہیں۔ دیکھئے رسول اللہ صلعم علیہ کو تو کھرے کھوٹوں کا علم نہ ہوا۔ مگر محدثین نے اپنی تنقید کی ٹکسال میں کھرے کھوٹے راویوں کو پرکھ لیا۔ اور سب کے نام کا سکہ جاری کر دیا۔ پھر اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری میں لفظ بعد برائے نام ہے۔ مطلب صدری در حقیقت یہ ہے۔ کہ اصح الکتب مثل کتاب اللہ البخاری۔ بعد کا لفظ تو ماشری ہے۔ تاکہ قرآن مجید کی توہین نہ ہو

مگر توہین سے کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ جب قرآن مجید ہر طرح امور دینی کا جامع اور مکمل ہے۔ اور خدائے تعالٰی فرماتا ہے۔ اولم یکفھم انا انزلنا علیك الکتب یتلیٰ علیھم یعنی اے محمد سلام علیہ کیا ان لوگوں کو قرآن مجید کافی نہیں۔ جو ہم نے تجھپر اوتارا ہے۔ اور ان پر پڑھا جاتا ہے۔ تو پھر قبلیت امر نا بعدیت ایسے دوسری کتاب کو واجب العمل سمجھنا کفران نعمت اور سراسر نافرمانی ہے ٭

مندرجہ عنوان فقرہ قرآن مجید کی آیت تو کیوں ہونے لگا خود درا و یاں حدیث میں سے بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ رسول سلام علیہ نے ایسا فرمایا ہے۔ کیونکہ آپ کے زمانہ میں محمد اسمٰعیل بخاری کا وجود بھی نہ تھا۔ حدیثیں تو رسول اللہ سلام علیہ کے وفات سے کئی سو برس بعد تصنیف ہوئی ہیں۔ تاہم بخاری کے اصح الکتب ہونے پر مقلدین اور اہل حدیث سب کا ایمان ہے۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ خود محمد اسمٰعیل بخاری نے بھی ایسا نہیں کہا۔ کہ میری کتاب تمام کتابوں سے صحیح تر ہے۔ وہ اپنے مُنہ میاں مٹھو کیوں بنتے ہ

ثنائے خود بخود گفتن نزیبد مرد دانارا ٭ چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کے یابد

پس یاروں نے بخاری کو اپنے تعریف کے دوری غبارے میں بٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ اور پھر مقلدین اربعہ و مقلدین رواۃ (اہلحدیث) نے آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ امنّا و صدّقنا۔

بخاری کی نسبت اہل حدیث اور مقلدین میں عجیب بحث ہے۔ مقلدین کے درس میں بھی بخاری داخل ہے۔ اور مندرجہ عنوان فقرے پر ان کا بھی ایمان ہے۔ مگر جب وہ رفعیدین یا آمین بالجہر کی حدیثیں۔ اور ساتھہ ہی یہ کراہت آمیز فقرہ بخاری میں پڑھتے ہیں۔ کہ قال بعض الناس۔ بعض الناس سے مراد ابو حنیفہ ہے۔ تو پڑھنے والے مقلدین کے تیور بگڑ جاتے ہیں۔ اور اپنے امام کی توہین دیکھہ نہیں سکتے۔ کہ وہ صاحب کیا ہمارا امام ہمام جو ائمہ کرام اور مجتہدین عظام سے بڑھکر ہیں الخواص والعوام کالانعام ہیں۔ بخاری ان کا نام لینے کو بھی اپنا کسر شان سمجھتا ہے۔ پس ان کی پیشانیوں پر اپنے امام کی توہین سے سرکہ ملا جاتا ہے۔ مگر سکنجبین کے سے نہیں۔ بلکہ شربت کے سے گھونٹ تلخ ناموش ہو جاتے ہیں۔ مقلدین بھی لیے کوشش اہلحدیث متبع سنت رسول اللہ

بتاتے ہیں۔ مگر عامل بالحدیث کے لقب سے چڑھتے ہیں۔ کیونکہ یہ لقب اہلحدیث نے اپنے لیئے غصب کرلیا ہے۔ ہاں وہ عامل بالفقہ کے لقب سے خوش ہوتے ہیں۔ پس جب وہ بخاری میں کان یرفع یدایہ والی حدیث پڑھتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلعم کا ذاتی فعل ہے۔ اور آپ کا ذاتی فعل پھر واجب العمل نہیں۔ اور ہمارے امام کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر وہ منظوری دیدیتے۔ تو ہم ضرور رفعیدین کرتے حدیث سے تو اتنا ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ سلام علیہ نے رفعیدین کیا۔ اور حدیث میں افعلوا ایدیکم نہیں آیا۔ امام شافعی رفعیدین کو ضروری بتاتے ہیں۔ اور بخاری نے لکھا ہے کہ رفعیدین زینة الصلوة۔ پھر رفعیدین کی تمام حدیثوں کو عبداللہ ابن مسعود نے دفع فی وترک فتی کہکر رد بھی کردیا ہے۔ حنفی مقلدین کہتے ہیں۔ کہ شافعی اور بخاری دونوں غلطی پر ہیں۔ لیجئے جناب یہ سنت رسول اللہ کا اتباع ہوا۔ پھر مقلدین کے نزدیک دو سنتیں ہیں۔ ایک قولی اور ایک فعلی۔ قولی واجب العمل ہے۔ اور فعلی واجب العمل نہیں۔ قرآن مجید میں تو یہ ڈھکوسلے کیوں ہونے لگے۔ خود حدیث میں ہی دکھا دو۔ کہ رسول اللہ سلام علیہ نے یہ فرمایا ہو کہ جو کچھ میں کہوں وہ تو کرو۔ اور جو میں کروں تم نہ کرو۔ اس کے معنے یہ ہوئے۔ کہ میں کہتا تو کچھ ہوں اور کرتا کچھ ہوں یقولون ما لا تفعلون۔ الآیہ کا مصداق خود رسول اللہ سلام علیہ ہی کو بنا دیا۔ محبان و عاشقان رسول اللہ ایسے ہی ہونے چاہئیں۔ بھلا اب دشمنوں کی کیا ضرورت حالانکہ رسول اللہ سلام علیہ نے بجز اتباع وحی نہ کچھ فرمایا اور نہ کچھ سنایا آپ کی سنت تو۔ . . . . . (قرآن مجید) تھی اور بس۔ اہل حدیث نے آمین بالجہر کو واجب بلکہ فرض قرار دیدیا۔ اس کی خاطر آپسمیں لٹھم لٹھا ہے کہونسگم کہونسا ہے۔ فوجداری ہے دیوانی۔ حنفی مقلدین کا بخاری پر ایمان ہے۔ مگر جب وہ یہ حدیث پڑھتے ہیں۔ اذا قال الامام ولا الضالین فیقولوا اٰمین یا حدیث اذا امن الامام فامنوا پڑھتے ہیں۔ تو چکراتے ہیں۔ اور پھر سر دھنکر اور دہننے کے کانوں کیطرح گال پھلاکر کہتے ہیں۔ کہ قال سے جہر ثابت نہیں ہوتا۔ کہنے کو تو ہم بھی کہتے ہیں۔ مگر آہستہ۔ تم مسجد و نمیں ہمارے کانوں کی جھلیاں پہاڑنے کیوں آتے ہو۔ اہل حدیث کہتے ہیں کہ قول عام ہے جہر اور خفا دونوں کو شامل ہے۔ ہم تمپر زور نہیں ڈالتے۔ کہ تم پکارکر آمین کہو۔ پھر تم ہماری مزاحمت کرنے والے کون ہو۔ . . . [illegible]

وجہر بہا صوتہ۔ یعنی آنحضرت نے اپنی آواز میں پکار کے آمین کہی۔ ملیجئے اصحاح کتب اب ترمذی ہوگئی۔ مقلدین کہتے ہیں کہ ابن ماجہ میں وخفض بہا صوتہ آیا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلعم علیہ نے پست آواز سے آمین کہی انہوں نے ترمذی کوبھی رد کر دیا۔ اور اصحاح کتب بخاری کوبھی۔ اہلحدیث کہتے ہیں کہ جہر اور خفض میں تناقض نہیں بلکہ جہر اور خفا میں تناقض ہے۔ حدیث میں خفی بہا صوتہ نہیں آیا۔ ہم جہر سے آمین کہتو ہیں۔ مگر پست آواز کے ساتھ۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ اس حدیث میں راوی کو وہم ہوا ہے جس نے جہر بہا کو خفض بہا سمجھا۔ میں پوچھتا ہوں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ فلاں راوی تو مرض وہم میں مبتلا تھا۔ اور فلاں راوی بھلا کا صحیح اور تندرست تھا۔ افسوس ہے۔ کہ محدثین نے راویوں کی نبض دیکھکر وہم کا علاج نہ کیا۔ نہ اس بیماری کو کھویا۔ یعنی یہ کسی سے نہ ہوسکا کہ اس حدیث کو ابن ماجہ سے نکال باہر کرتے۔ کہ مرض وہم آجکل کے طاعون کی طرح متعدی ہوکر مسلمانوں میں پھیلا۔ اب تو جسکو دیکھو وہم ہی میں مبتلا ہے۔ جب ایک راوی وہمی نکلا۔ تو ممکن ہے کہ اس نسخے بہائی سینکڑوں اور بھی ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ نسخہ یقین اور اکسیر شفا ویقین (قرآنمجید) کو چھوڑ دیا۔ اور اوہام میں پڑکر ہلاکت کے کنارے جا لگے الحق وکنتم علی شفا حفرة من النار۔ اگر اعتصام بحبل اللہ کرتے تو ہلاکت کے کنارے سے ضرور نکل آتے۔ ایک کہتا ہے ہمارا امام حق پر ہے۔ دوسرا کہتا ہے ہمارا۔ ایک کہتا ہے فلاں حدیث صحیح اور فلاں حدیث ضعیف یا موضوع ہے۔ دوسرا اس کے برعکس کہتا ہے خدا ئے تعالیٰ فرماتا ہے تلك ايٰت الله نتلوها عليك بالحقّ وانك لمن المرسلين۔ یہ آیات اللہ ہی حق ہیں۔ ان کے مقابلہ میں کسی کا قول حق نہیں۔ سب ناحق ہیں۔ پھر مندرجہ عنوان فقرے کی نوعیت ملاحظہ ہو۔ اصح افعل التفضیل کا صیغہ ہے دو اصح ہو نہیں سکتے۔ کہ قرآن مجید بھی اصح اور بخاری بھی اصح۔ نہیں جناب مطلب یہ ہے۔ کہ تمام کتابوں سے صحیح تر بخاری ہے۔ اور بخاری سے صحیح تر کتاب اللہ ہے۔ بہت خوب تو یوں فرمایئے۔ کہ اصح ہونا کلی مشکک ہوا مثلاً کپڑے سے زیادہ سفید برف اور برف سے زیادہ سفید ہاتھی دانت اور ہاتھی دانت سے زیادہ سفید چاندی وغیرہ۔ دین میں اور تشکیک اب اہل قرآن نے کیا بہیں ملا دیا۔ وہ بھی تو ایسا ہی کہتے ہیں۔ کہ تمام حدیثیں شکی اور ظنی ہیں۔ اور قطعی اور یقینی صرف قرآن مجید ہے۔

کیا اچھی بات ہوتی۔ کہ اصح الکتب بخاری ہی کا بول بالا ہوتا۔ اور احادیث کی باقی کتابوں کو بھی دکھادی جاتی۔ مگر محدثین سے یہ کیوں کر ہوسکتا ہے۔ ان کے دین کا ناموس تو احادیث ہیا اور پھر اہلحدیث کہاں رہتے۔ اور کیونکر اپنا نام اہلحدیث رکھواتے۔ علی ہذا اگر بخاری کے مقابلہ میں تمام کتب فقہ مٹ جاتیں تو اہل فقہ (مقلدین) کہاں رہتے۔ جبکا مٹانا اہلحدیث چاہتے ہیں خوب یاد رکھو کہ بجز قرآن کریم کے سب کتابیں مٹادینے کے لائق ہیں۔

راقم متعصم بحبل اللہ۔ ش۔ ف۔ ربط۔

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ

جب قرآن مجید نے اپنے حقانی جذبات سے دلوں کو مسخر کرنا شروع کردیا۔ اور اپنی آیتوں کے نفخ صور سے مردہ دلوں کو زندہ کرنے اور ان میں ایمانی زندگی اور ایقانی روح کے القاء کرنے کا پورا سامان مہیا کردیا اور بتوں کے استہانوں اور بت پرستی اور کفر کے ایوانوں میں دھڑا دھڑی لگادی۔ تو منکروں کے چھکے چھوٹ گئے۔ ان نامردوں اور بزدلوں سے اس کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا۔ کہ قرآن مجید کے اعلان اور منادی کو روکنے لگے۔ اور اپنے ٹکڑ گدوں کو شیاطین بنکر بہکانے لگے۔ کہ جب قرآن مجید پڑھا جاوے۔ تو ہرگز نہ سنیو۔ غل غپاڑہ مچاؤ۔ پھیلاؤ لو شاید اس تدبیر سے اہل قرآن پر غالب ہوجاؤ۔

خدا تعالےٰ نے ان کی بودی تدبیر اور کچے منصوبوں کے ڈھانے کو یہ حکم دیا۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ لا تسمعوا کے مقابلے میں فاستمعوا ہے۔ اور الغوا کے مقابلہ میں انصتوا ہے اور لعلکم تغلبون کے مقابلے میں لعلکم ترحمون ہے۔ پہلے قرآن مجید کا جہا جہر پھر سننا ہے۔ پھر خاموش رہنا۔ (آیات پر تدبر اور غور کرنا) ہے۔ اور اس کا نتیجہ اور اجر رحم کیا جانا ہے ایک ایک لفظ میں کیسی بلاغت بھری ہوئی ہے سبحان اللہ۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ موجودہ زمانہ میں پہلی آیہ مندرجہ عنوان کے کون لوگ مصداق ہیں اور دوسری آیہ کے کون۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ فریق اول مانعین و منکرین قرآن ہیں۔ آریہ اور نصاریٰ نہیں۔ بلکہ زیادہ تر مسلمان جنہوں نے قرآن کی اشاعت نے قیامت برپا کررکھی ہے۔ چار

طرف قل ہے۔ شور ہے۔ کہ دو صاحب اس زمانے میں اہل قرآن پیدا ہوئے ہیں۔ جو ہم کو قرآن کے مقابلے میں انسانی کتابوں فقہ اور حدیث کے پڑھنے اور ان پر عمل کرنے سے روکتے ہیں۔ اور یہ غوغا زیادہ تر علماء میں ہے۔ نہ کہ عوام میں۔ ادہر اہل قرآن (کثر ہم اللہ تعالےٰ) نے قرآن کی اشاعت و تبلیغ شروع کی۔ ادہر علماء فقہی و حدیثی میں قرآن مجید کی مزاحمت کے لئے کھچڑیاں پکنے لگیں۔ فتوے شایع ہونے لگے۔ کہ اہل قرآن ایسے ہیں اور ویسے ہیں۔ مگر چونکہ قرآن مجید میں حقانیت کا جذبہ ہے۔ اور جسطرح اس نے اوائل میں سنگین دل عرب کو اپنے مقناطیسی اثر سے کھینچ لیا۔ اور ان کی مزاحمت مطلق نچل سکی۔ اسی طرح اب بھی انشاء اللہ قرآن مجید ہی کا بول بالا ہوگا۔ و تمت کلمة ربك صدقًا وعدلًا لا مبدّل لكلمٰته آلايه اور الا ان حزب الله هم المفلحون۔ اور الا ان حزب الشيطٰن هم الخٰسرون۔

کیا یہ دیانتداری اور خلوص اور مسلمانی ہے۔ اہل فقہ اور اہل حدیث کے دلوں میں قرآن کریم کی جانب سے فقہ اور حدیث کی محبت میں بغض پیدا ہوگیا ہے۔ اور روز بروز یہ بغض بڑہتا جاتا ہے۔ اہل قرآن اس کے سوا کیا کہتے۔ کہ محمد صلعم علیہ خدائے تعالےٰ کے سچے رسول...... (پیغامبر) ہیں پڑھو۔ وَمَا محمد الا رسول۔ یعنی محمد صرف پیغام پہنچانیوالا ہے۔ اور بس۔ نہ وہ سفیر ہے۔ نہ وکیل ہے۔ نہ مشیر ہے۔ نہ وزیر ہے نہ خدائے تعالےٰ کا مدار المہام ہے۔ مگر حدیثی۔ اور فقہی لوگ خصوصًا ان کے علاوہ یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ سب کچھ ہے۔ اور اس کو جزو و کل اور سیاہ و سفید کرنے کا اختیار ہے جیسے ہندو اپنے دیوتاؤں کو اور عیسائی عیسیٰ مسیح کو سمجھتے ہیں۔ فرمایئے مذہب اسلام اور دیگر بُت پرست مذاہب میں کیا فرق رہا۔ اہل قرآن کہتے ہیں۔ کہ قرآن مجید ایک جامع اور مفصل اور مکمل خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔ اور مسلمانوں کو اس کے ہوتے دینی امور میں کسی کتاب کی حاجت نہیں پڑھو وكل شئ فصلناه تفصيلًا اور كتٰب احكمت اياته۔ ثم فصلت من لدن حكيم خبير اور كذالك نفصل الاٰيٰت ولعلهم يرجعون اور قد فصلنا الاٰيٰت لقوم يذكرون اور كذالك نفصل الاٰيٰت لقوم يتفكرون اور كذالك نفصل الاٰيٰت لقوم يعقلون۔ اور اولم يكفهم انا انزلنا عليك الكتٰب يتلىٰ عليهم اور فباى حديث بعد الله واٰيٰته يؤمنون۔ اور واعتصموا بحبل الله جميعًا ولا تفرقوا اور انما امرت الآيه الى وان اتلوا القراٰن۔

گویا یہ چور شور کرتا ہے۔ کہ جبہم اجمل کو مفصل اور کافی کہتا ہے۔ معاذ اللہ یہ مسلمان ہیں یہ لوگ ایسے بڑھ کر اور کیا کفر یہ عقیدہ ہوگا۔ (باقی آیندہ)

کسی نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت نہیں

اخبار اہل فقہ میں ایک مضمون بعنوان (افضل الانبیاء) شائع ہوا ہے جسکا ماحصل یہ ہے۔ کہ حضرت صلعم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اور اس دعوی کی تائید میں قرآن مجید کی آیتوں کی رکیک تاویلیں کی ہیں۔ ایسا عقیدہ کسی سچے اہل سنت وجماعت کا نہیں ہوسکتا۔ جو قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے۔ حنفی اخبار کو مناسب تھا۔ کہ اپنے دعوی کو حضرت امام ابوحنیفہ کے قول سے مدلل کرتا۔ باوصف مقلد ہونے کے قرآن مجید کی طرف جانا غیر مقلد اور وہابی بننا ہے حالانکہ وہ قیامت تک بھی امام صاحب کے قول سے کسی نبی کی دوسرے نبی پر فضیلت ثابت نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ یعنی ہم خدا کے رسولوں میں تفریق نہ کرینگے۔ پھر خود آنحضرت صلعم کو حکم ہے۔ فبھداھم اقتدہ ترجمہ: اے محمد صلعم تو انبیاء کی ہدایت (کتابوں) کی پیروی کر۔ بھلا پیروی کرنے والا مقتدا سے کیونکر افضل ہوسکتا ہے۔

تواریخ بلکہ قرآن مجید وحدیث شاہد ہے کہ انبیاء کو باہم فضیلت دینے سے دنیا میں کیسے کیسے خون خرابے ہوئے ہیں۔ اور اب تک چلے جاتے ہیں۔ انسانوں کا کیا حق ہے۔ کہ خدا کے رسولوں میں سے کسی کو چھوٹا کسی کو بڑا بنائیں۔ اس سے خداتعالے کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ پر حرف آتا ہے۔ کہ اس نے ناقص اور چھوٹے نبی کیوں بھیجے۔ سب سے بڑا اور افضل ایک نبی کیوں نہ بھیجدیا۔ قادیانی مرزا کا بھی کید ہے۔ کہ اپنے کو بظاہر ناقص نبی بتاتا ہے۔ اور حمقار کے نہانے کو کہتا ہے۔ کہ محمد صلعم کامل اور افضل نبی ہیں۔ مگر قیامت تک ناقص آتے رہینگے۔ مطلب یہ ہوا کہ میں ناقص نبی ہوں۔ لیکن درحقیقت مرزا کا مقصد یہ ہے۔ کہ میں کامل نبی ہوں۔ ورنہ اگر کوئی شخص کہے۔ کہ مرزا ناقص ہے خاکسار ہے۔ تو ابھی خردجال کی طرح دولتیاں چلانے لگے۔ اور کاٹ کھانے کو منہ چلائے۔

پھر ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت دینا صوفیوں اور وجودیوں کے ناموس کو داغ لگا دیتا ہے۔ جبکہ ان کے نزدیک کفر بھی مظہر واجب الوجود ہے۔ پھر ایک دوسرے پر فضیلت کیسی۔ جبکہ ساری خدائی پر ہمہ اوست کا سکہ جاری ہے۔ عیسائی کہتے ہیں عیسی مسیح سب سے افضل بلکہ خدا ہیں۔ یہود کہتے ہیں موسی علیہ السلام سب سے افضل ہیں۔ مسلمانوں کا بھی اگر یہی عقیدہ ہوا۔ کہ آنحضرت صلعم سب انبیاء سے افضل ہیں۔ تو ان میں و نصاری و یہود

میں کیا فرق رہا۔

صحیح البخاری میں حدیث موجود ہے لا تخیّروا بین انبیاء اللہ اور لا تفضلونی علی یونس ابن متی" یعنی خدا کے نبیوں میں تخیر نہ کرو ایک کو برتر اور ایک کو کمتر قرار نہ دو اور مجھکو یونس علیہ السلام پر بھی فضیلت نہ دو۔ سبحان اللہ کیا صداقت ہے۔ بات یہ ہے کہ انسان کو بدبخت محبت مفرط طرح طرح کے ناچ نچاتی ہے۔

اہل فقہ نے اپنے مدعا پر وہ آیہ پیش نہیں کی۔ جو آنحضرت صلعم کو دیگر انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دینے والے عموماً پیش کیا کرتے ہیں یعنی تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض مگر ہم پیشگی جواب دیتے ہیں۔ کہ خدا تعالے نے فضلنا بعضھم علی بعض فرمایا ہے نکہ فضلنا بعضھم علی الکل" فضیلت جزئی تو تمام انبیاء کو حاصل ہے۔ کسی کو کسی امر میں کسی کو کسی میں مثلاً رسول صلعم نے مُردے زندہ نہیں کیئے۔ عیسیٰ مسیح نے کیئے [1]۔ لیکن اس سے عیسیٰ مسیح کی فضیلت لازم نہیں آتی بلکہ ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است ؎

پھر خدا تعالے کو فضیلت دینے کا اختیار ہے۔ جسے چاہے دے ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء مگر ہم کو گویا یہ اختیار نہیں دیا بلکہ منع فرمایا۔ پھر کیا خدا جو کچھہ کرے وہی خیر دے نال سانو بھی کرنا چاہیئے۔ آپ تو امام جی کے مقلد ہیں۔ خدا کے مقلد نہیں۔ آیا ہی حضور دی فہمید دے وچ۔ دیکھو مطبوعہ یکم جنوری ۱۹۱۰ء اخبار شحنۂ ہند میرٹھ ؎

[1] ف نامہ نگار صاحب نے اسمیں غلطی کھائی ہے قرآن مجید میں کسی جگہ اشارۃً یا کنایۃً اس بات کا وہم و گمان نہیں ہو سکتا کہ مسیح نے مردہ جسمانی مردہ زندہ کئے عوام الناس کو انی اخلق لکم من الطین الآیۃ الیٰ واحی الموتیٰ باذن اللہ اور واذ تخلق لکم من الطین الآیۃ الیٰ واذ تخرج الموتیٰ باذنی (پ ۷ ع ۵) سے مغالطہ پڑا ہے۔ اس امر کی تشریح و تفصیل پارہ ۳ رکوع ۱۳ و پارہ ۷ رکوع ۵ میں ہم نے تام واکمل طور پر کردی ہوئی ہے۔ ناظرین ہر دو پارہ کو ملاحظہ فرما دیں۔

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہواری رسالہ

جلد ۶　　نمبر ۲

اشاعۃ القرآن

لاہور

ایڈیٹر محمد انشاء اللہ

بابت ماہ اپریل ۱۹۰۹ء مطابق ربیع اول ۱۳۲۷ھ

اغراض و مقاصد

(۱) مسلمانوں کو اس حکم خداوندی سے آگاہ کرنا کہ صرف قرآن مجید ہی ہماری جملہ دینی ضروریات کیلئے ہر طرح کافی و وافی ہے اور یہ عالیشان اور مکمل کتاب عمرو بکر و زید وغیرہ کی روایات کی محتاج نہیں۔

(۲) قصص انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو غلط فہمیاں اور افترا لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں انکی اصلاح و تردید اور ان سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت کرنا۔

(۳) مخالفین کو قرآن کریم سے محققانہ جواب دینا۔

(۴) قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ و تفسیر جو غلط کئے گئے ہیں ان کی اصلاح کرنا اور درست ترجمہ و تفسیر شایع کرنا۔

(۵) قرآن مجید کی ضرورت اور اس کی تعلیم کو عقل و فطرت کے موافق ثابت کرنا۔

(۶) چیدہ خبروں سے اطلاع دینا۔

قواعد و ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر مہینے میں　　ہر ماہ انگریزی میں ایک بار چھپکر شایع ہوتا ہے۔ شرح قیمت سالانہ عام شائقین سے عا۔ متمول صاحبان سے للعہ معہ محصول ڈاک بمد پیشگی مقرر ہے۔ (۲) نمونہ کا پرچہ ۲ کا ٹکٹ آنے پر مفت ملسکتا ہے۔ (۳) خط و کتابت یا روپیہ بھیجتے وقت فرستندہ کو اپنا نام و پتہ صاف لکھنا چاہیئے تاکہ روانگی رسالہ وغیرہ میں کسی طرح کی غلطی نہ ہو۔ (۴) نامہ نگاروں کے مضامین اور تازہ خبریں بشرط پسند مفت درج ہوں گی (۵) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ (۶) جو صاحب رسالہ ہذا کے کسی درج شدہ مضمون پر معقول اعتراض لکھ کر بھیجیں گے اسے معہ جوابات شایع کر دیا جائیگا۔ (۷) تجارتی اشتہارات بشرط منظوری و تصفیہ اجرت ضمیمہ میں چھپ سکیں گے اور مطبوعہ شدہ اشتہارات بھی (جو حسب قواعد ڈاکخانہ چھپے ہوں) ہمراہ رسالہ شایع و مشتہر ہو سکیں گے۔

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام شیخ محمد چٹو مالک و مہتمم رسالہ اشاعۃ القرآن ہونی چاہیئے۔

شیخ محمد چٹو مالک رسالہ اشاعۃ القرآن لاہور مارزسر مالنوالہ

چیدہ خبریں

(۱) ایک ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ انسانی زندگی میں حیرت انگیز دوران خون ہمارے جسم میں جاری ہے۔ تخمیناً ایک منٹ میں اٹھتر دفعہ دو سو ستر گز کے حساب سے معمولی قلب حرکت پر دورہ کرتا ہے یا سات میل فی گھنٹہ۔ اس طرح ۱۶۸ میل روزانہ اور اکسٹھ ہزار تین سو بیس ۶۱۳۲۰ میل سالانہ دورہ خون کا جسم میں ہوتا ہے۔

(۲) گورنر جنرل صاحب بہادر بہ اجلاس کونسل نے اس امر کے اظہار میں خوشنودی ظاہر فرمائی ہے کہ بیادگار پچاسویں سالگرہ سلطنت انگلشیہ ملک ہندوستان کے تمام مستقل سرکاری ملازموں کو یعنے محکمہ پولیس اور شاہی ریلوے کے ادنیٰ ملازموں کو جن کی تنخواہ پچاس روپیہ ماہوار سے کم ہے۔ ایک ہفتہ کی تنخواہ بطور انعام عطا کی جاوے۔

(۳) مہاراجہ صاحب دیرا گنڈ ہرا۔ واقعہ کاشیاواڑ نے اپنی سالگرہ کی یادگار میں ریاست ہذا کے انگریزی مدرسہ جات میں فیس معاف کر دی ہے۔ اور اس طرح اپنی ریاست میں تعلیم کو بالکل مفت کر دیا ہے۔

(۴) پرنس رنجیت سنگھ جی والئے ریاست نوانگر۔ شروع جنوری میں ماسورا نام جہاز کے ذریعہ بندرگاہ ہند میں پہنچے۔ اور اپنی دارالریاست کو روانہ ہو گئے۔

(۵) ہندوستان میں آجکل دس ہزار اشخاص امداد قحط حاصل کر رہے ہیں جن میں سے ۶۲۰۰ صرف ضلع دربھنگہ صوبہ بنگالہ کے ہیں۔ قریباً دو ہزار باشندے ممالک متوسط کے اس فہرست میں تا حال شامل ہیں۔

(۶) ہندوستان کے گھوڑ دوڑ میں اس دفعہ جیت کا سہرا ایک معزز ہندوستانی کھلاری کے نام چڑھا۔ جن کا نام نامی کنور گنگا رئیس پٹیالہ ہے۔

(۷) گورکھا رائفلز کے لفٹنٹ ہجن صاحب روس کے سرکاری مترجم منتخب ہوئے ہیں +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسانی قربانی کی بیخکنی

نمبر (۲) بقیہ مضمون مندرجہ رسالہ اشاعت القرآن گذشتہ۔

اب ہم اُن آیات بینات کی صحیح صحیح تشریح و تفصیل کرتے ہیں۔ جن میں کہ ابھی اوپر ابراہیم رسول اللہ سلام علیہ کی قرآنی قربانی کا بیان مذکور ہو چکا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے اپنے درست ترجمہ کا بھی ثبوت صحت پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے یقین واثق ہے کہ اولوا الابصار و اولی الالباب کو پوری پوری تسلی و اطمینان کلی ہو جائے گا۔ کہ اصل عبارت النص قرآن مجید میں تو کسی جگہ ہرگز ہرگز اس امر کا کوئی اشارہ و کنایہ تک بھی وہم و خیال میں نہیں آسکتا کہ معاذ اللہ حاشا للہ ابراہیم سلام علیہ کو اللہ تعالےٰ نے محض اُن کے امتحان و آزمائش کی خاطر خواب میں اسمٰعیل سلام علیہ ایسے رسول فرزند کے ناحق قتل کر ڈالنے یا انسانی قربانی چڑھانے کا نادرشاہی حکم چڑھا دیا تھا۔ وھو ہذا۔

سب سے اوّل ان آیات میں ابراہیم سلام علیہ کی یہ دعا مذکور ہے کہ:۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِينَ	یعنے ابراہیم سلام علیہ نے یہ دعا مانگی کہ اے پروردگار مجھے عطا فرما تو مجکو ایسا برگزیدہ فرزند جو کہ رسل انبیاء کے گروہ میں سے ہو۔

الصّٰلحین میں اس جا الف لام استغراقی صفاتی ہے۔ جسکا معنے ہے نہایت ہی بڑے بڑے بھاری۔ اور صالحین دیندار۔ نیکوکار و پرہیزگار لوگ ہوتے ہیں۔ پس یہ ظاہر ہے کہ نہایت ہی بڑے بڑے بھاری دیندار نیکوکار و پرہیزگار سوائے رسل انبیاء کے ایسے برگزیدہ و چیدہ اور کون ہو سکتے ہیں۔ پس اسی واسطے ہمنے بھی اس جگہ من الصّٰلحین کا یہی صحیح ترجمہ درج کر دیا ہے کہ جو رسل انبیاء کے گروہ میں سے ہو۔ لیکن ہم صرف اسی پر ہی اکتفا کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ اس بیان کے مصدقہ۔ خاص قرآن مجید ہی سے ایسی اور چند آیات بینات بھی منتے نمونہ از خروارے۔

یہاں درج کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ جن میں صریح صاف طور پر الصّٰلحین صرف رسل انبیاء ہی کے حق میں فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ :-

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (پ ۷ ع ۱۰)

ترجمہ :- "اور سنو کہ یہ ہماری دلیل تھی۔ جو دی تھی ہمنے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابل۔ کیونکہ بلند کرتے ہیں ہم درجات رسالت میں اس شخص کو جس کو ہم چاہیں۔ اور اس لئے کہ رب تیرا تدبیر کرنے والا ہے کل مخلوقات کی خصوصًا وہ جانتا ہے مادۂ قابلِ رسالت کو اور بخشا ہمنے اس کو اسحاق اور یعقوب سلام علیہما۔ ان دونوں کو بخشی ہمنے رسالت۔ اور نوح رسول اللہ سلام علیہ کو بھی ہم نے رسالت بخشی تھی۔ ابراہیم سے پہلے۔ اور رسالت بخشی نوح کی اولاد میں سے داؤد۔ اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی۔ کیونکہ اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم **ایسے نیکوکاروں کو**۔ اور بخشی تھی زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی رسالت۔ اس لئے کہ یہ سب **کے سب ہماری نیکبختوں میں سے تھے**۔ اور رسالت بخشی تھی ہم نے اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط رسول اللہ کو بھی۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو **فضیلت دی ہوئی تھی ہمنے اپنے لوگوں پر**۔ اور رسالت بخشی تھی ہمنے بعض لوگوں کو ان کے آباؤ اجداد اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی۔ عمومًا برگزیدہ وچیدہ کر رکھا تھا ہم نے ان کو اپنے لوگوں پر۔ اور خصوصًا چلا رکھا تھا ہمنے ان کو اپنے ہی رستہ پر جو کہ ہر طرح سیدھا رستہ ہے"۔ فقط۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات بینات قرآن مجید میں جابجا مذکور و موجود ہیں۔ جن میں محض رسل انبیا ہی کو الصّٰلحین کہا گیا ہے۔ اس جگہ بخوف طوالت دلالت صرف یہی حوالہ کافی و وافی ہے۔ ناظرین با تمکین خود قرآن مجید سے اچھی طرح ملاحظ

فرما سکتے ہیں۔ کہ کہاں کہاں رسل انبیاء کے گروہ کو الصلحین کے مبارک لقب سے ملقب وموسوم فرمایا گیا ہے۔

علاوہ ازیں آیات ما نحن فیہ۔ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ الآیہ الی المحسنین (پ ۲۳ ع ۷) سے آگے متصل ہی قرآن مجید میں یہ آیت شریفہ بھی مذکور و موجود ہے:۔

(ب) وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ (پ ۲۳ ع ۷)	ترجمہ:۔ اور بشارت دی تھی ہم نے ابراہیم سلام علیہ کو اس کے فرزند اسحاق کی بھی کہ وہ بھی ہمارا رسول ہوگا۔ جملہ رسل انبیاء کے گروہ میں سے۔

اس سے بھی صاف صاف یہی امر ظاہر و ثابت ہے۔ کہ الصّٰلحین سے مراد اس جگہ بھی صرف رسول فرزندہی کی ہے۔ اور نیز ترجمہ میں اسمٰعیل ایسے فرزند رسول کو برگزیدہ فرزند اس لیئے کہا گیا ہے کہ خاص اللہ تعالٰے نے خود آیات بالا مذکورات میں اُن کے حق میں یہ ارشاد فرمادیا ہوا ہے۔ کہ وَ اجْتَبَیْنٰهُمْ یعنے عموماً برگزیدہ و چیدہ کر رکھا تھا ہم نے اُن کو الخ۔ پس اب توقطعی و یقینی طور پر یہ اظہر من الشمس ہوگیا۔ کہ آیت نمبر (۱) کا اصل اصل صحیح و درست ترجمہ یہی ہے۔ جو کہ ہمنے اوپر اس کے مقابل میں کر دیا ہے۔ اور بس۔

اس کے بعد یہ ارشاد قرآنی مذکور ہوا ہے کہ:۔

(۲) فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ۔ (پ ۲۳ ع ۷)	ترجمہ:۔ "پس بشارت دی ہمنے اس کو بذریعہ وحی اسمٰعیل رسول فرزند کی کہ وہ ارشاد کتاب اللہ کے مطابق بہت ہی بڑا بُردبار ہوگا۔"

اس جگہ شائد کوئی نادان جلدی سے یہ کہہ بیٹھے کہ یہاں بشارت کے ساتھ ترجمہ میں بذریعہ وحی کی پخ کیوں خواہ مخواہ لگادی ہے؟ اگرچہ اصحاب بصیرت قرآنی کے واسطے تو اس امر کی توضیح کرنے کی غالباً چنداں حاجت و ضرورت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ آجکل بدقسمتی سے زیادہ تر کثرت ایسے ہی باؤ بڑہوں کی پائی جاتی ہے۔ جو کہ عموماً علوم عربیہ سے محض نابلد اور بالکل کورے ہوتے ہیں۔ اور خصوصاً قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور اس کے سیاق وسباق وغیرہ سے مطلق ہی بے خبر و بے آشنا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ اس کی تو ان کو ہوا تک بھی نہیں لگی ہوتی۔ اسلیئے ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ ایسے ویسے لوگوں کی آگاہی و بیداری کی خاطر یہاں یہ بھی مجملی جتلا دیا جائے کہ ابراہیم سلام علیہ کو جو یہ بشارت دی گئی تھی۔ وہ

بیشک اور ضرور بالضرور بذریعہ وحی ہی کے دی گئی تھی۔ سوائے وحی کے کسی اور ذریعہ و وسیلہ سے ہرگز ہرگز ایسا ارشاد بشارت کا صادر نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ اس کا روشن و بیّن ثبوت صرف قرآن مجید ہی سے دیا جاتا ہے و ہو ہذا :۔

(الف) وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ الآیہ (پ ۲۵ ع ۶)	ترجمہ :۔ نہیں مستحق ہو سکتا ہرگز ہر ایک آدمی اسبات کا کہ خود بخود کلام کرے اُس کے ساتھ اللہ تعالےٰ مگر بذریعۂ وحی جبرئیل فرشتہ کے یا خود ہی اس کے ساتھ بلا واسطہ ہمکلام ہوتا ہے اپنے بے مثل و بے نظیر پردے کے پیچھے سے۔ یا مبعوث فرماتا ہے لوگوں میں اُنہی کا ہم جنس کوئی شخص رسول

اپنا۔ اُس کی معرفت اپنے احکام اُن کو بھیجتا ہے۔ پھر وہ رسول اللہ تعالےٰ کے پیغام و احکام پڑھاتا سُناتا ہے لوگوں کو مطابق تعلیم و ارشاد اللہ تعالےٰ کے" +

اس سے صاف ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ جو کسی سے کلام فرماتا ہے۔ تو صرف تین حالتوں ہی میں فرمایا کرتا ہے۔ یا تو وحی جبرئیل کے ذریعہ۔ یا خود بلا واسطہ و وسیلہ۔ جیسا کہ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (پ ۶ ع ۳) میں موسیٰ سلام علیہ سے اللہ تعالےٰ کے بلا واسطۂ جبرئیل ہمکلام ہونے کا مبارک واقعہ مذکور ہے۔ اور یا خاص رسل انبیاء و علمائے باعمل کتاب اللہ کی معرفت تمام لوگوں کو اللہ تعالےٰ اپنے احکام سنا دیا کرتا ہے۔ اس جگہ چونکہ یہ ظاہر ہے۔ کہ ابراہیم سلام خود ایک اولوا العزم رسول اللہ تھے۔ تو اس لیئے یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ اُن کے واسطے اس بشارت ربانی کے صرف دو ہی ذریعے ہو سکتے تھے۔ یا تو اللہ تعالےٰ نے خود بلا واسطۂ جبرئیل اُن کو یہ بشارت دی۔ و یا بذریعۂ وحی جبرئیل اُنہیں بشارت مذکور پہونچائی گئی۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ان ہر دونوں ذریعوں میں سے کونسا ذریعہ ابراہیم سلام علیہ کو بشارت ہذا کے پہونچنے کا بعبارۃ النص قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ اوّل بلا واسطہ ہمکلام ہونے کا جو ذریعہ ہے۔ اس کی نسبت تو صرف موسیٰ سلام علیہ ہی کے حق میں یہ صریح نص ہے۔ کہ :۔

(ب) وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (پ ۶ ع ۳)	ترجمہ :۔ خصوصًا کلام فرمائی اللہ تعالےٰ نے موسیٰ سلام علیہ سے بہت بار کلام کرنی طرح

طرح کے مسائل کے بارہ میں +

ابراہیم علیہ السلام کے حق میں ہرگز یہ نقل نہیں ہے۔ بلکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو یہ بشارت بیٹے فرزند کی اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ہمکلام ہونے کی حالت میں ہرگز خوشخبری نہیں ہوئی تھی۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کے ہمکلام ہونے کے بارہ میں صریح نص مذکور ہو چکی ہے۔ پس قطعی و یقینی طور پر خاص عبارت النص قرآن مجید سے یہی محقق و ثابت ہے کہ ان کو یہ بشارت مطابق امر وعدہ کے بذریعہ وحی جبرئیل ہی کے اللہ تعالیٰ نے دی تھی۔ وقال اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: "کیونکہ ہم بذریعہ جبرئیل پیغام بھیجتے ہیں تیری طرف جیسا ہم بذریعہ جبرئیل پیغام بھیجا نوح رسول اللہ کی طرف اور اپنے تمام نبیوں کی طرف جو اس سے پیچھے مبعوث ہوئے"	(ج) اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (پ ۶ ع ۲)

سو خاص یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنے ترجمہ میں "بذریعہ وحی" کا لفظ لکھا ہے۔ کیونکہ یہ ہر طرح یقینی ہے۔ اور ہمکلام ہونے میں کئی ایک طرح کا احتمال ہو سکتا ہے۔ پس ناظرین کو بخوبی واضح و روشن ہو گیا ہے۔ کہ ہمارے ترجمہ میں کوئی لفظ خود بخود اپنی طرف سے ایزاد کیا ہوا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ عین عبارت قرآن مجید ہی کا بالکل اصلی صحیح و درست ترجمہ ٹھیک ٹھیک طور پر تحریر کیا گیا ہے۔

باقی رہا اب اس میں یہ امر کہ ترجمہ میں یہاں بیٹے **اسمٰعیل رسول فرزند** کے الفاظ کہاں سے لیے۔ حالانکہ اصل لفظ عربی تو اس جگہ صرف غلٰم حلیم ہی بشارت ربانی میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اس کا نقد بہ نقد ثبوت صحیح ابھی وقت لے لیجئے۔ اول اسمٰعیل علیہ السلام کا نام یہاں ترجمہ میں اسواسطے ضروری ہے کہ ان ہی آیات کے بعد متصل ہی یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ۔

ترجمہ: "پھر بشارت دی تھی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کے فرزند اسحاق کی بھی۔ کہ وہ بھی ہمارا رسول ہوگا۔ جملہ رسل انبیا کے گروہ میں سے"	(د) فَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (پ ۲۳ ع ۷)

جس سے صاف و صریح طور پر یہ ثابت ہے کہ پہلی بشارت فبشرنٰہ بغلٰم حلیم والی جو مذکور ہے وہ خاص اسمٰعیل علیہ السلام ہی کی پیدائش مبارک کی بابت ہے

کیونکہ اسحاق سلام علیہ کی پیدائش کا بیان اس سے بالکل علیحدہ و جدا ہے۔ اور اس کا ذکر بھی بعد میں ہی فرمایا گیا ہے۔ اس یہ بات کہ یہی اسمٰعیل سلام علیہ ابراہیم کے حقیقی فرزند تھے اور فرزند بھی پہلے۔ تو اس کا ظاہر و باہر ثبوت بھی قرآن مجید ہی سے یہ ملاحظہ کریجیے۔ کما قال اللہ تبارک و تعالےٰ :۔

(۵) وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ الٰی لِي
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ
عَلَى الْكِبَرِ إِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ
(پ۱۳ ع ۱۸)

ترجمہ :۔ "اور ابراہیم سلام علیہ یہ مناجات کرتے رہتے تھے × × × تمام حمد و ثنا مختص ہے صرف اللہ تعالےٰ ہی کے لیئے جسنے بخشا ہے مجکو میری بڑی عمر میں اسمٰعیل فرزند اور اسحاق فرزند بھی الخ"

پس آیات بالا مذکورات حرف (د) و (۵) سے یہ امر تو بخوبی روز روشن کیطرح اظہر من الشمس ہوگیا۔ کہ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ میں اللہ تعالےٰ نے بذریعہ وحی ابراہیم سلام علیہ کو جس رسول فرزند کے پیدا ہونے کی خوشخبری و بشارت دی تھی۔ وہ خاص اسمٰعیل سلام علیہ ہی تھے۔ اور اس جگہ ترجمہ میں بھی مطابق اصل بیان مذکورہ آیات قرآن مجید خاص اُنہی کا نام نامی و اسم گرامی تحریر کر دینا نہایت ہی لازمی بلکہ اشد ضروری تھا۔ تاکہ عباد الرحمان کو کسی طرح کی کوئی بھی تکلیف و دقت اس کے معنے سمجھنے میں پیش نہ آسکے۔ لیکن پھر بھی جو لوگ کہ اپنی محرومی و بدنصیبی سے قرآن مجید کو ہر طرح سے مکمل و مفصل اور مبین سمجھنے میں ابھی تک قاصر ہیں۔ اور یوں ہی خواہ مخواہ بیہودہ شکوک و شبہات میں پڑکر اس کو ناحق بزعم خود سراسر مجمل ہی مجمل و ہم و خیال کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایسے ویسے ناواقفین کتاب اللہ میں سے کوئی نہ کوئی شخص بوجہ کم سوادی و بے استعدادی ہونیکے اسجگہ یہ نامعقول اعتراض بھی کر بیٹھے کہ جو بغلٰم حلیم کے معنوں میں اسمٰعیل رسول فرزند۔ اور ارشاد کتاب اللہ کے مطابق بہت ہی بُردبار و بُردبار۔ لکھدیا ہے۔ یہ غُلٰم حلیم کا صحیح لفظی ترجمہ کس طرح اور کیونکر ہو سکتا ہے ؟ اگرچہ اس قماش کے بے سمجھ لوگوں کے حق میں کسی نے بہت ہی خوب کہا ہوا ہے کہ ؎

جواب جاہلاں باشد خموشی ۔

تاہم برادرانہ آگاہی و بیداری عوام الناس ہم بہر حقیقی طور سے یہ ظاہر کر دینا اپنا فرض

منصفی سمجھتے ہیں کہ بیشک خاص یہی لفظی ترجمہ جو کہ ہمنے یہاں کیا ہے دراصل پورا پورا صحیح و درست ترجمہ صرف غلٰم حلیم ہی کا ہے جس میں کہ اپنی طرف سے کوئی بھی زائد لفظ نہیں بڑھایا گیا۔ بلکہ جہاں تک ہو سکا ہے۔ نہایت ہی اختصار کو ملحوظ نظر رکھکر اصلی اصلی مطلب سمجھا دیا گیا ہے چنانچہ اس مدعا کا یقین ثبوت حسب ذیل ہے۔ وھو ہذا۔

غلٰم کی تنوین اس جگہ تعظیم کے لئے ہے۔ جسکا معنے ہے عظیم الشان جلیل القدر سو وہ اللہ تعالےٰ کے رسول سے بڑھکر اور کون ہو سکتا ہے۔ اور غلام کے معنے ہیں فرزند۔ پس غلٰم کا صحیح و درست لفظی ترجمہ یہاں رسول فرزند ہے۔ جو کہ اسمٰعیل ہی ہے۔ چنانچہ اس کی پوری پوری تشریح و توضیح اتم و اکمل طور سے اوپر بھی مذکور ہو چکی ہے۔ اور علاوہ ازیں اسمٰعیل سلام علیہ کی رسالت تمام قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہے۔ آگے اس سے بھی بڑھکر اور سن لیجئے اور یاد رکھئے کرا۔

حلیم میں اس جگہ تنوین عوض مضاف الیہ ہے جس کا معنے کتاب اللہ ہے۔ اور حلیم کہتے ہیں بہت ہی بڑے بردبار کو۔ پس ہر طرح اس کا صرف یہی ترجمہ صحیح و درست ہوا۔ کہ "وہ ارشاد کتاب اللہ کے مطابق بہت ہی بڑا بردبار ہو گا"

تنوین کے اقسام و انواع کا بیان اگر دیکھنا ہو تو کتاب مطول و مختصر المعانی میں دیکھ لو کہ تنوین کتنے قسم و نوع کی ہوتی ہے۔ اور مختلف مواقع و مقامات پر اس سے کیا کیا معنے حاصل ہوتے ہیں۔ (اڈیٹر) (باقی آئندہ)

مراسلات

اہل قرآن کا مذہب قدیم ہے یا جدید

جناب اڈیٹر صاحب رسالہ اشاعۃ القرآن لاہور زاد عنایتکم:-

سلام علیکم و طبتم۔

ایک مختصر سا مضمون ابلاغ خدمت کر کے امید کرتا ہوں کہ آپ اس کو اپنے بیش بہا رسالہ میں درج فرما کر مشکور فرماویں گے۔

میں نے ایک مضمون جسکی سرخی تبدیل مذہب قدیم اہل اسلام تھی۔ اخبار ...

صدلے منذ ... لاہور ...

صاحبان کے اسمائے گرامی جناب اڈیٹر صاحب نے یہ مضمون درج فرمائے ہیں کہ انہوں نے اپنے پہلے قدیم طریقہ و مذہب بزرگانہ کو علانیہ ترک کر کے خیر باد کہا۔ اور بموجب طریقہ جدید اہل قرآن اپنے گذشتہ اعتقادات و اعمال سے خالص توبہ کر کے مذہب اہل قرآن اختیار کیا۔"

چونکہ اڈیٹر صاحب نے ان میں میری شمولیت بھی اظہار فرمائی ہے۔ اس واسطے میں حق رکھتا ہوں۔ کہ ان سے یہ دریافت کروں۔ اور وہ واضح و مفصل طور پر صاف صاف تحریر فرماویں۔ کہ قدیم طریقہ و مذہب بزرگانہ سے کیا مراد اور اس کی کیا شناخت ہے۔ اور نیز طریقہ جدید سے وہ کیا مراد لیتے ہیں؟ جن کو وہ دو قسم یعنے جدید و قدیم میں تقسیم کر کے ہم اہل قرآن لوگوں کو **تارکِ قدیم و داخلِ جدید** بتاتے۔ بلکہ یوں لکھتے ہیں۔ کہ علانیہ ترک کر کے خیر باد کہا۔ اور ترک بھی کس مذہب کو کیا۔ مذہب بزرگانہ کو ا۔

اس پر طرہ یہ ہے کہ پھر آگے چلکر خود لکھتے ہیں کہ وہ داخل طریقہ جدید اہل القرآن ہوئے جنکا اعتقاد و ایمان و ایقان یہ ہے کہ صرف کتاب اللہ قرآن مجید کے سوائے جملہ دیگر غیر اللہ تقریرات و تحریرات کتب حدیث و روایات وغیرہ وغیرہ قابل عملدرآمد نہیں۔

نہایت ہی افسوس و شرم کا مقام ہے کہ اڈیٹر صاحب کا مرغ ہوش آشیانہ دماغ سے بوقت تحریر مضمون کہاں پرواز کر گیا تہا۔ کہ عمداً طرز تحریر ایک ایسا اختیار کیا کہ جس سے انہوں نے پبلک کو ہم سے کمال درجہ بدگمان کرنا تو بجائے خود متنفر کرنا اور دہوکا دینا چاہا ہے۔ اور ہماری نسبت یہ اظہار کیا گیا ہے۔ کہ گویا ہم کسی غیر اسلام مذہب میں داخل ہوئے ہیں۔ اور خود اپنے آپ کو ایک بڑا بہاری مسلمان صاحب ایمان ظاہر کر کے بمانند خفاش و اعمش شب تاریک میں خس باریک دوسروں کی آنکھ میں دیکھنے کی بیجا و ناحق کوشش فرمائی گئی ہے۔ حالانکہ روز روشن میں اپنے کو معائب کو بھی وہ دیکھ نہیں سکتے۔ ؎

در شب چو روی در راہ باریک تر از موئے — چو روز ہے بر در خود زراہ [illegible] بینی
چوں در بر خود چشم تو بر کوہ نیفتد — در چشم کساں بہ بود از کاہ نمے بینی

اعیب نا بودہ جو!! و غیب نا شنودہ گو!!! پیر شما ذو قلاب استاذ لیس ہذا التصاویر و ہذا التصاویر بشنو تا بدانی کہ ہیچ نمیدانی گوش دار تا بشناسی کہ ہیچ نمی شناسی۔

مسلک ہم اس امر کے قبولیت میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں بلکہ یہی [illegible] ایمان و ایقان ہے

کہ صرف کتاب اللہ المجید قرآن مجید کے بغیر تمامہ غیر اللہ تقریرات۔ تحریرات۔ روایات و حدیثات وغیرہ بالکل باطل یا وہ گوئی میں داخل ہیں۔ اور دینی معاملات میں وہ ہرگز ہرگز قابل عملدرآمد نہیں۔ **صرف قرآن مجید** ہی اسلام ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب اور ملت اور یہی ہمارا ایمان وایقان ہے۔ چنانچہ اسی عنوان کا ایک مضمون رسالہ المنار جو مصر سے نکلتا ہے۔ اس میں ڈاکٹر محمد توفیق صاحب آفندی نے بھی دیا تھا۔ جو اُردو میں اخبار انسٹیٹیوٹ گزٹ علیگڈھ میں بھی شایع ہوا تھا۔ پھر اس کو بعینہ وبلفظہ ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ القرآن نے بھی اپنے رسالہ میں شایع کر کے عبادالرحمان کو مستفیض کیا۔ سو ہی عمدہ طرز سے ڈاکٹر صاحب نے وہ مضمون ادا کیا تھا۔ واقعی مومنین قرآن مجید کا ایسا ہی حق ہوتا ہے۔ مگر سچ اور اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ محض برائے نام مسلمان ہیں۔ ان کو اسلام کی ماہیت وہیئت وسچائی کی مطلق خبر تک نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو صاحب اخبار مذکور ہرگز مذہب بزرگانہ کو قدیم اسلام سے اور قرآنی مذہب کو جدید اسلام سے تعبیر نہ کرتے۔ بلکہ قرآنی مذہب کو قدیم ہی سے تصوّر کرتے۔ اور اسی کو واجب العمل مانتے۔ کیونکہ یہی مذہب (قرآنی) قدیم سے کل انبیاء ورسل کا چلا آتا ہے۔ اور محض اسکی تکمیل وتبلیغ احکام کے واسطے وہ مرسل من اللہ ہوتے رہے ہیں نہ کہ خانہ ساز منگھڑت بزرگانہ مذاہب موضوعہ ومرّوجہ کے کے واسطے۔

افسوس کہ اخبار مذکور کی یہ تحریر بہ انصاف پسندی وفرائض اخبار نویسی پر مبنی نہیں۔ بلکہ محض گذاف پر قلم کو جولانی دیکر خواہ مخواہ وناحق اخبار کے گوشہ کالم کو یاوہ گوئی سے ضایع کیا گیا ہے۔

پس میں صاحب اخبار مذکور سے بکمال ادب یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اول براہ مہربانی آپ خود ہی بتلائیں کہ آیا کتاب اللہ قرآن مجید کے بغیر غیر اللہ تقریرات۔ روایات۔ تحریرات۔ حدیثات وغیرہ جو مخالف قانون ربّانی۔ حکم یزدانی۔ یعنی قرآن رحمانی کے ہوں۔ واجب العمل ہیں؟ اور آیا معتقد غیر اللہ حدیثات وغیرہ کو مسلمان اہل ایمان وقرآن کہہ سکتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں تو پھر کس واسطے آپ نے پبلک کو ہماری نسبت بدظن کرنے کی سعی فرمائی۔ امیدوار ہوں ہے۔ کہ اگر آپ کے آشیانۂ دماغ میں ذرہ بھر بھی عقل اور اس میں کچھ بھی رسائی ہوئی۔ تو آپ بلا توقف اپنی

ہے شرمندہ نہ ہوں جبکہ بڑے بڑے داڑھی والوں۔ اور پیشانی پر رگڑ کر گٹے ڈالنے والوں سے جوکہ سچ کے بدلے جھوٹ کے خریدنے اور بندگان خدا کو بہتان عظیم لگاتے ہیں۔ سخت بازپرس ہوگی اور جو الزام و افترا و بہتان عظیم آپ نے عمداً ہم پر لگایا ہے۔ اس کی جوابدہی آپ کو ضرور کرنی پڑے گی۔ سو اب ہم آپ کو صرف خدا تعالےٰ ہی پر چھوڑتے ہیں نہیں بلکہ ہم اپنی طرف سے آپ کو معاف کرتے ہیں۔ اور بدلا لینا نہیں چاہتے بالعکس خدا تعالیٰ سے یہی چاہتے ہیں کہ آپ کے دل میں بھی محبت قرآنی پیدا ہو۔ تاکہ آپ بھی غیر اللہ منگھڑت حدیثیات کو بالائے طاق رکھ کر صرف قرآن مجید ہی کو اپنا دین ایمان سمجھیں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؀ ق ۱ ع

آپ کا خیرخواہ محمد رمضان منشی آنریبل لالہ ہرکشن لعل صاحب جی بیرسٹرایٹ لا۔ لاہور

مینجر گوروکل آریہ سماج گوجرانوالہ کا خط۔

مقام گوروکل گوجرانوالہ نمبر ۵۳۷ ۱۸/۳/۹

بخدمت صاحب سکرٹری انجمن اہل القرآن لاہور۔

جناب من۔ میں آپ کو بڑی خوشی سے اطلاع دیتا ہوں۔ کہ گوروکل و آریہ سماج گوجرانوالہ کے سالانہ جلسے کے موقعہ پر جو تاریخ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ اپریل ۱۹۱۸ء ہوگا۔ شمالی ہند کے مذہبی کانفرنس کا اجلاس بھی عمل میں آئے گا۔ اور اس میں ذیل کے نہایت ضروری مذہبی سوالات پر گذشتہ دو سالوں کی طرح فراخ دلی سے دوستانہ بحث ہوگی۔ مفصل پروگرام (جس کی کہ اس کانفرنس میں تعمیل ہوگی) عنقریب آپ کی خدمت میں روانہ کیا جائیگا۔ میں التماس کرتا ہوں۔ کہ آپ براہ مہربانی اس کانفرنس میں ضرور شامل ہوں۔ اور بحث طلب سوالات میں اپنی عالمانہ تحریر و تقریر سے حصہ لیں۔ جس سے کہ پبلک کو آپ کے بیش بہا خیالات سے مستفید ہونیکا موقعہ مل سکے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ مذہب اور اس کے متعلق امورات میں جو آپ کی گہری دلچسپی ہے۔ وہ آپ کو نہ صرف ایک تحریر کے پڑھنے پر اکسائیگی۔ بلکہ زبانی بحث میں شامل ہونے کو بھی آمادہ کرے گی۔ جو کانفرنس کے موقعہ پر تحریروں کے بعد عمل میں آتی ہے۔

دو گھنٹہ میں تحریریں پڑھی جایا کریں گی۔ اور بعدہٗ دو گھنٹہ زبانی مباحثہ ہوا کرے گا۔

ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی۔ اور آریہ سماجی لوگوں کیطرف سے ہر روز ایک ایک تحریر پڑھی جائیگی۔ جس کی عبارت اس قدر ہوگی جو آدھ گھنٹہ میں بخوبی پڑھی جاسکے۔

مضامینِ زیر بحث

دن	تاریخ	
پہلا دن	۹۔ اپریل	اہل ہند کیلئے مذہب کی ایسی مشترکہ بنیاد کیا ہوسکتی ہے جو کہ سوشل معاملہ میں باہمی اتفاق کا باعث ہو۔
دوسرا دن	۱۰۔ اپریل	مذہب معتقدانہ ہونا چاہیئے یا کہ محققانہ۔
تیسرا دن	۱۱۔ اپریل	خدا کی ذات کی نسبت صحیح قیاس کیا ہوسکتا ہے مثلاً برہم اور مایا کا خیال۔ یا خدا اور شیطان کا خیال۔ نیز یہ کہ دنیا میں نیکی بدی کی ابتدا کسطرح پر ہوئی۔

آپکا تابعدار۔ مینجر گورو کل۔

مذکورہ دعوتِ جلسہ گوروکل گوجرانوالہ کا جواب منجانب فرقہ اہل القرآن لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازدفتر انجمن اہل قرآن لاہور۔ مورخہ ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء

بخدمت جناب منیجر صاحب گوروکل آریہ سماج۔ گوجرانوالہ۔

تسلیم۔ بجواب آپکے نوازشنامہ نمبری ۵۳۲ مورخہ ۱۸۔ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء۔ گذارش ہے کہ ہمارے فرقہ اہل القرآن کیطرف سے جناب مولنا مولوی عبد اللہ صاحب چکڑالوی رہنمائے فرقہ اہل القرآن کے عین مضامین خالص قرآنی۔ آپ کے معزز جلسہ میں ہر سہ روز ہائے معینہ کو بوقت مقررہ نصف نصف گھنٹہ یومیہ بدیں عنوانات پڑھے جانے کو تجویز کئے گئے ہیں کہ (۱) اہل ہند بلکہ تمام دنیا کے لیئے مذہب کی ایسی مشترکہ بنیاد کیا ہوسکتی ہے جوکہ عموماً سوشل معاملات

(۲) "مذہب معتقدانہ ہونا چاہیئے یا کہ محققانہ" اس کا فیصلہ خالص قرآنی آیات بینات سے۔
(۳) "خدا کی ذات بابرکات والا صفات کی نسبت صحیح عقیدہ کیسا رکھنا چاہیئے" الخ اس کی نسبت روشن اور واضح احکام قرآنی مدلّل طور پر۔

یہ ہرسہ مضامین اگرچہ اپنی طرف سے تو نہایت ہی مختصر طور سے ماقلّ و دلّ۔ تحریر شدہ ہوں گے۔ مگر پھر بھی ہر ایک مضمون کو اچھی طرح سے پڑھنے میں ایک ایک گھنٹہ سے کم عرصہ بالکل غیر مکتفی ہوگا۔ باوجود اس کے ہم آپ سے صرف آپ ہی کا منظور فرمودہ وقت نصف نصف گھنٹہ روزانہ۔ تینوں دنوں تک لینا منظور کرتے ہیں۔ پس آپ براہ مہربانی مولوی صاحب ممدوح کا مفصّل نام بمعہ پتہ اور ان کے مجوزہ ہرسہ مضامین مذکورہ کا پورا پورا لوالنباقاعدہ اپنے پروگرام میں درج فرماکر ممنون فرماویں۔ اور نیازنامہ ہذا کے جواب باصواب سے بواپسی ڈاک اطلاع بخشیں۔ فقط زیادہ شوق ملاقات۔

مرسلہ نیاز شیخ محمد چٹو۔ خادم انجمن و فرقہ اہل القرآن لاہور بازار سریانوالہ۔

ایک ضروری اطلاع

اکثر ناواقف لوگ بوجہ بے خبری عموماً اہل القرآن مومنوں کی نسبت طرح طرح کے خیالات باطلہ دوڑایا کرتے ہیں اور کئی ایک باطل پیشواؤں کے مرید تابعدار خواہ مخواہ ناحق طور پر اس فرقہ پر مختلف قسم کے اتہام لگاکر بلا خوف خدا بہت ہی بڑی بڑی افترا اور بہتان بھی باندھا کرتے ہیں مثلاً یہ کہ قرآنی مومنین خدانخواستہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی کچھ عزت وقدر نہیں کرتے! حتیٰ کہ یہ لوگ محمد رسول اللہ سلام علیہ کو بھی نہیں مانتے وغیرہ وغیرہ معاذ اللہ استغفر اللہ ہذا بہتانٌ عظیم ہے چونکہ ایسی بیہودہ گوئیوں بدکلامیوں و شرارتوں سے پبلک میں ایک گونہ بدظنی و غلط فہمی پیدا ہونیکا احتمال ہے! اسلیئے جملہ عقائد اہل القرآن کو جو کہ خالص احکام قرآنی پر ہی مبنی ہیں مختصر طور سے ایک فارم میں بطور اقرار نامہ درج کردیا گیا ہے جسکے دو ورق رسالہ ہذا کے ساتھ ہی منسلک کرکے ارسال خدمت کیئے جاتے ہیں پس جو صاحبان عقائد قرآنی کو بصدق دل قبول و منظور فرماتے ہیں وہ براہ مہربانی ضرور بالضرور بواپسی ڈاک ایک ایک ورق پر حسب التماس مندرجہ فارم مذکور اپنے دستخط وغیرہ ثبت فرماکر تعارف و شناخت کی غرض سے ہمارے پاس بھیجدیں تاکہ ہم ان کو جماعت حقہ مومنین قرآنی میں محسوب و شمار کرکے اپنے دینی و اسلامی بھائی تصور کریں اور جو لوگ ان عقائد قرآنی سے مخالف ہوں وہ بھی اگر مستفق ہونگے ہمیں اطلاع دیں جس سے ہم کو یہ معلوم ہو جائیگا کہ فلاں فلاں صاحبان ہم کے مسلمانان قرآنی ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

(پ ۳ ع ۱۵)

یعنی کہدیجئے اے صاحب قرآن کہ اے کتاب اللہ کو ماننے والو آؤ ہم سے متفق ہوجاؤ۔ صرف کتاب اللہ ہی کے فیصلہ شدہ کلمہ پر جو کہ بالکل یکساں طور پر مسلم ہے ہمارے اور تمہارے درمیان اور وہ یہ کہ ہرگز عبادت نہ کریں ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی اور نہ شریک بنائیں ہم اللہ تعالیٰ کا کسی کو اور نہ بنائیں سوائے اس کے ہم میں سے بعض بعضوں کو ہرگز رب یا ایمانی اپنا حاکم سوائے اللہ تعالیٰ کے (یہ کلمہ ہی کتاب اللہ کے ماننے والے) اس ابتدائی فیصلہ پر ہرگز متفق نہ ہوں تو تم ان سے یہ کہدو کہ گواہ رہو تم اسبات پر کہ ہم تو ماننے والے ہیں (صرف کتاب اللہ ہی کے فیصلے کو)۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (پ ۳ ع ۱۷)

اور یاد رکھو کہ جو کوئی شخص چاہے سوائے قرآنی دین اسلام کے کسی اور مروجہ خانہ ساز مذہب کو تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا اس سے اور وہ شخص روز قیامت سخت نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا!!

عہدنامۂ عقائد اہل الذکر والقرآن

مشتمل اقرار و اظہار ایمان قرآنی و قبول دین اسلام قرآنی

(ا) بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ○

(ب) رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ (پ ۱۸ ع ۶)

(ج) الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ○ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ○ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ○ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ○ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ○ (پ ۱ ع ۱)

(د) آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ○ (پ ۹ ع ۴)

(ہ) آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (پ ۳ ع ۱۴)

(۱) لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ (پ ۲۶ ع ۶ و پ ۳۰ ع ۶)

(۲) وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ○ (پ ۲۱ ع ۱۵)۔

(۳) هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ○ اللَّهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ○ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ○

(۴) هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ○

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ (پ ۲۶ ع ۱۲)

(۵) وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ (پ ۴ ع ۶)

(۶) مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (پ ۲۲ ع ۲)

(ا) شروع ساتھ برکت نام اللہ ہی کے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے جملہ مخلوقات پر اور نہایت ہی بڑھ کر مہربان ہے ان لوگوں پر جو ...

(ب) اے پروردگار میرے پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے وسوسوں سے تمام شیطانوں کی شرارتوں سے اور پناہ مانگتا ہوں تیری ہی مدد کے ذریعے اس بات سے کہ وہ میرے مقابلہ میں آئیں۔

(ج) ہر طرح اور سب قسم کی تعریفیں صرف اللہ ہی کیلئے مختص ہیں جو کہ پالنے والا ہے جملہ مخلوقات کا اور جو بہت بڑا بخشش کرنیوالا (اور) نہایت مہربان ہے (اور جو) مالک ہے جزا سزا کے دن کا (اے اللہ) ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہمیں چلائے رکھ ہم کو صرف اپنے اس راہ پر کہ جو ہر طرح سیدھی اور پختہ ہو (یعنی اوپر) راہ ان انبیاء کے جن پر تو نے اپنی نعمت کتاب نازل فرمائی جو کہ تجھ سے ان لوگوں کی راہ سے جن پر تیرا غضب ہوتا ہے اور جو سراسر الگ ہے ان لوگوں کے طریقے سے جو کتاب اللہ سے گمراہ ہوں۔

(د) ایمان لائے ہم صدق دل سے جملہ مخلوقات کے پروردگار پر۔

(ہ) ایمان لائے ہم صدق دل سے اللہ تعالیٰ پر سو گواہ رہو ہمارے اس دعوے پر کہ ہم خالص حنیف قرآنی مسلمان ہیں (جو یہ اقرار کرتے ہیں۔) کہ

(۱) نہیں ہے اور کوئی بھی معبود۔ و ایمانی حاکم سوائے اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک کے۔

(۲) جس کسی کو ایمانی حاکم مانکر پکاریں مشرک لوگ غیر اللہ میں سے وہ کام سراسر باطل ہی باطل ہے کیونکہ تحقیق صرف اللہ تعالیٰ ہی اپنی تمام صفات میں سب سے نہایت ہی بڑھکر بلند شان اور وہی اپنی ذات و برکات میں بھی سب سے بزرگ ہے۔

(۳) میرا تو ایمان خاص یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک ہے اور اللہ تعالیٰ ہر طرح بے حاجت ہے نہیں جنا اس نے کسی کو اور نہ جنا گیا وہ کسی سے اور نہیں ہے ہرگز اسکی کسی صفت میں اس کا مانند کوئی بھی۔

(۴) خاص اسی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اپنے رسول کو کامل صفات جامع کمالات ہدایت نامہ قرآن مجید کے ساتھ جس میں اللہ تعالیٰ کا سچا دین مفصل و مشرح طور پر مذکور ہے اسلئے کہ غلبہ بخشے اس اپنے دین کو تمام مروجہ خانہ ساز مذہبوں پر۔

× × × × × × × × × × × ×

محمد الرسول اللہ سلام علیہ اللہ تعالیٰ کے

سچے رسول ہیں۔ اور جو جو صاحبان کہ ان کے پیرو یا معتقد رہے ہوں وہ ہمیشہ غالب رہنے والے بھی قرآنی حکم اور آپس میں بھی ایک دوسرے کے بڑے ہی ہمدرد رہتے ہیں۔ سکتا ہے تو ان کو اے مخاطب کہ وہ قرآنی نماز کے رکوع اور سجدے کو نہایت ہی خشوع و خضوع سے ادا کرنیوالے ہوتے ہیں۔ بغرض یہ کہ وہ طلب کیا کرتے ہیں ہر طرح کا فضل اللہ تعالیٰ کا اور اسکی رضامندی بھی قیامت کے دن ان کی شناخت یہی ہوگی کہ ان کے منہ سراسر نورانی ہونگے بسبب انکی قرآنی نماز کے اثر و نتیجہ کے۔

(۵) نہیں ہیں محمد رسول اللہ سلام علیہ کوئی عام آدمی مگر وہ خاص اللہ تعالیٰ کا رسول ہے جیسے کہ تحقیق مبعوث ہو چکے ہیں اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے اور رسول۔

(۶) نہیں ہیں محمد رسول اللہ سلام علیہ جسمانی باپ تمہارے مردوں میں سے کسی شخص کا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا برحق رسول ہے اور وہ خاتم النبیین بھی ہے۔

[illegible] (پ۷ ع۲)

(۸) اور اللہ کا رسول محمد صلعم علیہ کہو قرآن کافی ہے ... تلاوت [illegible] سناتا ہے ... جو کچھ وہ قرآن سناتا ہے وہ وحی ہے جو کہ خدا کی طرف سے اس کو بھیجی گئی ہے

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ (پ۳ ع۸)

(۹) ایمان لایا رسول اللہ کا صرف اسی چیز پر جو اتاری گئی اس کی طرف اس کے پروردگار سے اور ساتھ اس کے تمام مومن لوگ بھی وہ سب ایمان رکھتے تھے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی تمام کتابوں پر اور اس کے کل رسولوں پر اور وہ سب کہتے تھے کہ ہم نہیں کرتے درمیان کسی ایک کے بھی اس کے رسولوں میں سے

(۱۰) مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ (پ۱ ع۱۲)

(۱۰) جو کوئی دشمنی رکھے اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل و میکائیل سے اللہ تعالیٰ بھی سخت دشمن رہتا ہے ایسے دشمنی رکھنے والے کافروں پر۔

(۱۱) رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ (پ۳ ع۱۴)

(۱۱) اے پروردگار ہمارے ہم ایمان لائے ہیں خاص تیری نازل (فرمائی ہوئی کتاب) پر اور اتباع کرتے ہیں ہم تیرے رسول کا پس تو شمار کر ہم کو اپنی رسالت کی گواہی دینے والوں میں۔

(۱۲) آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (پ۱ ع۱۶)

(۱۲) ہم ایمان لائے ہیں صدق دل سے اللہ تعالیٰ پر اور اس کلام مجید پر جو بھیجا گیا ہماری طرف اور اس پر جو نازل فرمائی گئی طرف ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور [illegible] اور جو دی گئی موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو دی گئی تمام انبیاء کو اپنے رب سے ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے ہم [illegible] میں سے اور ہم خالص اسی کی ہی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔

(۱۳) آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ (پ۲۵ ع۳)

(۱۳) ایمان لایا ہوں خالص اس چیز پر جو نازل فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے یعنی اپنی کتاب پر۔

(۱۴) إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ (پ۲۷ ع۱۶)

(۱۴) تحقیق یہ قرآن مجید نہایت ہی بڑا عظیم الشان جلیل القدر کتاب اللہ ہے۔

(۱۵) ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ (پ۱ ع۲)

(۱۵) یہ عالیشان قرآن مجید ایسی سچی کتاب اللہ ہے کہ اس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی ہرگز گنجائش نہیں۔

(۱۶) كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ (پ۱۱ ع۱۰)

(۱۶) یہ قرآن مجید خاص اللہ تعالیٰ ہی کی کتاب ہے اس کی تمام آیتیں نہایت ہی با حکمت [illegible] تمام آیات کی پوری پوری تفصیل بھی اسی سب سے اعلیٰ حکیم نہایت ہی بڑا خبردار کی طرف سے کر دی گئی ہے

(۱۷) وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ (پ۱۱ ع۹)

(۱۷) اور اس قرآن مجید میں تمام مسائل دین اسلام کی تفصیل و تشریح بھی موجود ہے۔

(۱۸) وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ (پ۱۳ ع۶)

(۱۸) اور اس قرآن مجید میں دین اسلام کا ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسئلہ [illegible] تک بھی پورا پورا مفصل و مشرح [illegible]

(۱۹) وَتِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ۱۴ ع۱۹)

(۱۹) اور یہ قرآن مجید ہر طرح تمام و کامل طور پر بیان و کامل کرتا ہے دین اسلام کا ہر ایک حکم [illegible]

(۲۰) سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (پ۳ ع۸)

(۲۰) یا اللہ ہم نے خوب اچھی طرح سن لیا ہے احکام قرآن مجید کو اور اس کو صدق دل سے قبول کر لیا ہے [illegible]

(۲۱) رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ (پ۷)

(۲۱) اے پروردگار ہمارے ہم صدق دل سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم خالص قرآن پر ایمان لائے ہیں [illegible] فرما، قرآن مجید کو ہر طرح مفصل کامل سمجھنے والوں (اہل قرآن میں) میں۔

[illegible] ضروری ہے ... جو ان عقائد قرآنی پر خالص ایمان و ایقان ہو وہ خداوند تعالیٰ کی کامل ... [illegible]
[illegible] ... مطابق آیت ... [illegible]
[illegible] قرآن مجید کی ... اس جہان دنیا میں ... دینی طور پر ... [illegible]
[illegible] ... قرآنی ... رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

کتب جمعیۃ اہل الذکر ... مسلم لاہور

مولوی محمد ... صاحب چکڑالوی رہنمائے فرقہ اہل الذکر والقرآن مسلم

ترجمۃ القرآن بآیات الفرقان :-

اول :- یہ ترجمہ ... کے ترجموں ... کا ... اس میں قرآن مجید کے نہایت عجیب نکات ... گئے ہیں اور جن مقامات تراجم سابقہ پر ... اسلام کے اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ ... الحاجات آیات قرآن مجید اصلاح کیگئی ہو ... جائیں۔ تقطیع کلاں حجم ... قیمت صرف ... ۸ر

دوم :- یہ پارہ بھی پارہ اول کیطرح ... موصوف ہے حجم ۱۲۴ صفحہ قیمت ... صرف ۱۲ر

سوم :- پارہ اول و دوم سے کاغذ ... اعلیٰ قسم کا لگایا گیا ہے اور کتابت و ... بھی نہایت ہی عمدہ کرائی گئی ہے جو دیکھنے ... خوش ہوں گے۔ اور اس کے حاشیہ میں جو ... شروع ہوا اس جگہ حاشیہ کے باہر جلی قلم ... قائم کی گئی ہے۔ تاکہ ناظرین کو آسانی ... قیمت ... دشمنت ... کاغذ عمدہ لگا کر ... بہت تخفیف کی گئی ہے تاکر ... سے فائدہ اٹھا سکیں حجم ۲۰۸ ... قیمت صرف ... ۱۲۰ صفحہ قیمت ...

ایضاً پارہ پنجم	
ایضاً پارہ ششم حجم	
ایضاً پارہ ہفتم حجم ۱۳۶	صر
ایضاً پارہ ہشتم حجم ۹۲ صفحہ قیمت	
ایضاً پارہ نہم حجم ۵۰ صفحہ قیمت	
ایضاً پارہ دہم حجم ۵۲ صفحہ قیمت	
ایضاً پارہ یازدہم حجم ۲۸ صفحہ قیمت	۳ر
ایضاً دوازدہم حجم ۳۲ صفحہ قیمت	۳ر
ایضاً سیزدہم حجم ۳۸ صفحہ قیمت	۳ر
ایضاً چہاردہم حجم ۳۵ "	۳ر
ایضاً پانزدہم حجم ۴۰ "	۵ر
ایضاً شانزدہم حجم ۳۲ "	۴ر

علاوہ انیں - پارہ (۱۷) و (۱۸) و (۱۹) و (۲۰) و (۲۱) و (۲۲) و (۲۳) زیر طبع ہیں جو کہ چند روز میں چھپکر دفتر میں آجائیں گے۔ اور پارہ ۲۴ و ۲۵ کتابت ... رہا ہے۔

رسالہ بیاج خوری :- اس مسئلہ ... کو قرآن مجید سے اظہر من الشمس طور پر ... کیا گیا ہے اس رسالہ کو ضرور منگا کر ... آجائیں حجم ... صفحہ قیمت صرف ...

... دلائل کے ساتھ صرف ...

... میں منشی محمد ... صاحب

... رسالہ ترک اسلام کے ۱۱۶

... جواب جو انہوں نے بوجہ مجبوری یا جہالت

... قرآن مجید پر کئے ہیں ایسی خوبی سے صرف قرآن مجید ہی

... جواب دیئے گئے ہیں کہ ہر ایک شخص جو اس رسالہ

کو ... پڑھیگا وہ اس بات کو تسلیم کرلیگا کہ وہ ہر سوال

... خرافات سے قرآن مجید بالکل پاک و بری ہے

... کتاب کا حجم ۲۰۰ صفحہ قیمت صرف ۹ر

القرآن ... بابت الفرقان ...

... جو قرآن مجید

... کوئی انسان کی بنائی ہوئی دعا

... ہرگز جائز نہیں اس مختصر رسالہ میں قرآنی

... الا انقطاع ... کے اوقات ...

... حجم ... صفحہ قیمت صرف ار

قرآن مجید ...

...

روح الانسان کما بینہ القرآن

روح کی ماہیت بیان کی گئی ہے ...

حجم ... صفحہ قیمت صرف

مناظرہ ۔ جو مابین مولوی ... صاحب

سیالکوٹی کے مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی ...

والقرآن مورخہ ۱۲ و ۱۳ جولائی ... کو ...

ڈاکٹر محمد الدین صاحب شہر لاہور میں ہوا تھا۔ ...

یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ جملہ قرآن مجید میں جہاں ...

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول مذکور ہوا ہے ...

جگہ الرسول سے مراد قرآن مجید ہی ہے ...

محمد الرسول وہاں ہرگز مراد نہیں ہو سکتے

قیمت صرف

ذکوٰۃ والصدقات کا جامع ...

میں زکوٰۃ کی تفصیل صرف آیات قرآنی ...

گئی ہے کہ قرآن مجید کی ...

فرض ہے۔ اور کتنا کتنا ...

اور صدقات کے ...